ماہنامہ

خوفناک ڈائجسٹ

اپریل 2013



دلوں کو لرزا دینے والی
خوفناک اور سنسنی خیز کہانیاں

ماہنامہ لاہور
خوفناک ڈائجسٹ
ماہ اپریل 2013ء کے شمارے
کالا جادو نمبر کی جھلکیاں

اندھیری نگری آخری حصہ
34
محمد ذاکر بلاں آزاد کشمیر

شارٹ کٹ
141
محمد قیصر ایبٹ آباد ہانڈی منصور

سلسلے وار کالم 163
مختصر مختصر ڈراؤنی کہانیاں

172
خوفناک واقعات

180
غزلیں، نظمیں

196
اپنے پیاروں کے نام شعر

199
مجھے یہ شعر پسند ہے

203
آپکے خطوط

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تختی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ رینی گن روڈ، لاہور)

ماہنامہ لاہور
خوفناک ڈائجسٹ
ماہ اپریل 2013ء کے شمارے
کالا جادو نمبر کی جھلکیاں

کالی وادی کا عفریت
48
عثمان غنی شیخ آباد پشاور

پراسرار حویلی
128
اسد رمضان ڈیرہ اسماعیل خان

قبر کا بیٹا
134
کامران احمد منڈی بہاؤالدین

خونی نہر
120
محمد عارف علی

کالا جادو قسط 1
6
خواجہ عاصم سرگودھا

موت کی منزل قسط 1
100
پرنس کریم پشاور

املی کا پیڑ
88
ابنا س صادق اشرف گوجرانوالہ

اک تازہ حکایت ہے
72
ساحل دعا بخاری بصیر پور

بھیانک مخلوق
8
قمقم نشاد رتوڑال فتح جنگ

کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیئے جاتے ہیں جن سے حالات میں تختی پیدا ہونے کا امکان ہو جس کا ایڈیٹر، رائیٹر، ادارہ یا پبلشرز ذمہ دار نہ ہوگا۔ (پبلشرز شہزادہ عالمگیر۔ پرنٹر: زاہد بشیر۔ رینی گن روڈ، لاہور)

اسلامی صفحہ:

ابو جہل کا قتل

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ میں جنگ بدر کے روز صف کے اندر تھا کہ اچانک مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دائیں بائیں دو نوعمر جوان ہیں گویا ان کی موجودگی سے میں حیران ہو گیا کہ اتنے میں ایک نے اپنے ساتھی سے چھپا کر مجھ سے کہا چچا جان مجھے ابو جہل کو دکھلا دیجئے، میں نے کہا بھتیجے تم اسے کیا کرو گے؟ اس نے کہا۔ ''مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو گالی دیتا ہے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں نے اس کو دیکھ لیا تو میرا وجود اس کے وجود سے الگ نہ ہو گا یہاں تک کہ ہم میں جس کی موت پہلے لکھی ہے وہ مر جائے''۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس پر تعجب ہوا اتنے میں دوسرے شخص نے مجھے اشارے سے متوجہ کر کے یہی بات کہی۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے چند ہی لمحوں بعد دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر کاٹ رہا ہے میں نے کہا، ارے دیکھتے نہیں یہ رہا تم دونوں کا شکار جس کے بارے میں تم پوچھ رہے تھے''۔ ان کا بیان ہے کہ یہ سنتے ہی وہ دونوں اپنی تلواریں لئے جھپٹ پڑے اور اسے مار کر قتل کر دیا پھر پلٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے آپؐ نے فرمایا تم میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ دونوں نے کہا میں نے قتل کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اپنی اپنی تلواریں پونچھ چکے ہو؟ بولے نہیں۔ آپؐ نے دونوں کی تلواریں دیکھیں اور فرمایا تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ البتہ ابو جہل کا سامان معاذ بن عمرو بن جموح کو دیا۔ دونوں حملہ آوروں کا نام معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفرا ہے۔

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ معاذ بن عمرو بن جموح نے بتایا کہ میں نے مشرکین کو سنا وہ ابو جہل کے بارے میں جو گھنے درختوں جیسی نیزوں اور تلواروں کی..... باڑھ میں تھا کہہ رہے تھے ابوالحکم تک کسی کی رسائی نہ ہوا۔ معاذ بن عمرو کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ بات سنی تو اسے اپنے نشانے پر لے لیا اور اس کی سمت جمار ہا۔ جب گنجائش ملی تو میں نے حملہ کر دیا اور ایسی ضرب لگائی کہ اس کا پاؤں نصف پنڈلی سے اڑ گیا۔ واللہ جس وقت یہ پاؤں اڑا ہے تو میں اس کی تشبیہ صرف اس گٹھلی سے دے سکتا ہوں جو موسل کی مار پڑنے پر جھٹک کر اڑ جائے ان کا بیان ہے کہ ادھر میں نے ابو جہل کو مارا اور ادھر اس کے بیٹے عکرمہ نے میرے کندھے پر تلوار چلائی جس سے میرا ہاتھ کٹ کر میرے بازو کے چمڑے سے لٹک گیا اور لڑائی میں مخل ہونے لگا۔ میں اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے سارا دن لڑا، لیکن جب وہ مجھے اذیت پہنچانے لگا تو میں نے اس پر اپنا پاؤں رکھا اور اسے زور سے کھینچ کر الگ کر دیا اس کے بعد ابو جہل کے پاس معوذ بن عفرا پہنچے وہ زخمی تھی انہوں نے ایسی ضرب لگائی کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا صرف سانس آتی جاتی رہی اس کے بعد معوذ بن عفرا خود بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے (حوالہ کتاب الرحیق المختوم)۔

محمد الیاس ساقی۔ کسووال

سرکار کی آمد مرحبا

حضور شہنشاہ کل ﷺ بڑی شانوں بڑی رعنائیوں اور زیبائیوں کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے۔ نیابت بھی آپ ﷺ پر ختم، رسالت بھی آپ ﷺ پر ختم اور معرفت بھی آپ ﷺ پر ختم۔ آپؐ نے نہ صرف ان سب کا حق ادا فرما دیا بلکہ اوج ثریا تک پہنچا ڈالا۔

قرآن اجید و فرقان حمید جو ہماری ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ ہے اور شریعت محمدیؐ جو دین و دنیا میں برکات کا وسیلہ ہے یہاں یہ دونوں نعمتیں ہمیں آپؐ کے نعلین پاک کے صدقہ میں ملیں اور کل قیامت کے روز حشر کے میدان میں کوئی کسی کو پوچھنے والا نہ ہو گا ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہو گا۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے اولعزم پیغمبر بھی دم نہ مار سکیں گے۔ اس روز ہم سب کو آپؐ کے دامان شفقت ہی میں پناہ ملے گی آپؐ ہی ہم سب عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے آپؐ کا فرمان مبارک ہے کہ حشر کے روز تعریف کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہو گا آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت کی تمام مخلوق آپؐ کے پیچھے چلے گی آپؐ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے اور سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اللہ کریم اس روز بڑے غضب میں ہوں گے جونہی اللہ پاک کی نگاہ حبیبؐ پر پڑے گی اللہ کریم کا غضب لطف و کرم میں تبدیل ہو جائے گا اللہ تعالیٰ آپ کو سجدہ سے اٹھائیں گے اور اپنے ساتھ تخت پر داہنے ہاتھ بٹھائیں گے یہی وہ مقام ہے جسے مقام ''محمود'' کہا جاتا ہے جو اس روز آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ اللہ فرمائے گا اے میرے حبیب آپ جس کی شفاعت فرمائیں گے ہم اسے بخشتے جائیں گے اس طرح مخلوق آپؐ کے وسیلہ سے نجات پائے گی۔ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ حضور اکرمؐ کی دنیا میں تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے رب العالمین وہ قدرت والا ہے جس نے پیغمبر علیہ السلام کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر خوب خوشیاں مناؤ۔ فضل الٰہی پر خوشی منانا حکم الٰہی ہے اور حضور ﷺ رب کا فضل بھی ہیں اور رحمت بھی۔ لہٰذا ان کی ولادت پر خوشی منانا اسی آیت پر عمل ہے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں! کہ ہم کو حضور ﷺ کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا مستحب ہے۔ امام ابن جوزی فرماتے ہیں میلاد شریف کی تاثیر کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے اور اس میں مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ میلاد شریف کی حقیقت ہے حضور ﷺ کی ولادت کا واقعہ بیان کرنا۔ حضرت حلیمہؓ کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا۔ حضورؐ کی نعت پاک نظم یا نثر میں پڑھنا سب اسی کے تابع ہیں اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں ہو یا مجلس جمع کر کے اس کو ملاد شریف کہا جائے گا۔ ڈیئر دوست! خوشی کے اس موقع پر حضورؐ کی ذات اقدس پر زیادہ سے زیادہ درود پاک کے نذرانے پیش کریں، روزہ رکھیں، دین و دنیا کی بھلائی کے لئے دعا کریں مجھ جیسے گناہ گار کو بھی دعاؤں میں یاد رکھئے گا لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ ایسی مجلس میں حرام کام کرنا سخت گناہ ہے باجے وغیرہ کے ساتھ نعت خوانی کرنا گناہ ہے بری باتوں سے مجلس پاک ہونی چاہیے اگر کسی جگہ یہ چیزیں دیکھنے کو ملیں تو انہیں دور کرنے کی کوشش کی جائے لیکن میلاد شریف منانا کو بدعت کہنا نادانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حفظ و ایمان میں رکھے!

طاہر رشید۔ راولپنڈی



کالا جادو

---خواجہ عاصم۔سرگودہا۔قسط نمبر ا---

آنکھیں بند کر گرودیو نے پردیپ کی آنکھوں میں جھانک کر حکم دیا۔ بے اختیار پردیپ کی آنکھیں بند ہوگئیں اسے لگا جیسے اسے کسی نے ہپناٹائز کر دیا ہو گرودیو کی آنکھوں سے نکلنے والی چنگاریوں جیسی لہروں نے اسے بالکل بے بس اور بے حس و حرکت کر دیا تھا۔ پھر اسے یوں لگا جیسے اس کی ہتھیلی پر کسی بچھو نے ڈنگ مار دیا ہو اس نے سسکی سی بھری اور گھبرا کر آنکھیں کھولنا چاہیں مگر نہ آنکھیں کھلیں نہ وہ ہاتھ پیچھے کھینچ سکا۔ لمحہ لمحہ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم سے جان نکلی جا رہی ہو چند منٹ یہی کیفیت رہی پھر جب وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں دائیں بائیں ڈولنے لگا تو اچانک گرودیو کی گونجیلی آواز ابھری۔ آنکھیں کھول لے بچہ۔ ایک دم وہ ہوش میں آ گیا اس نے دیکھا کہ اس کی ہتھیلی کے گہرے گھاؤ سے خون ابل ابل کر نیچے پیالے میں جمع ہو رہا تھا پیالہ بھر چکا تھا اور ایک آدھ منٹ بعد شاید اس کا سرخ سرخ خون کناروں سے باہر بہنے لگتا۔ گھبرا کر اس کا ہاتھ گرودیو کی گرفت میں لرزا اسی وقت گرودیو نے سامنے جلتی آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ چٹکی بھر راکھ اس نے دہکتے شعلوں کی تہہ سے اٹھائی اور پردیپ کی ہتھیلی کے گھاؤ پر ملکر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ عجیب سی بات ہوئی کہ جہاں گرودیو کا ہاتھ آگ سے ذرا برابر متاثر ہوا تھا نہ جلا تھا اسی طرح ایک دم پردیپ کے ہاتھ پر لگائے ہوئے گرودیو کے زخم کی اذیت درد اور تکلیف ایک دم ہرن ہوگئی اسنے حیران ہو کر ہتھیلی کے زخم کو دیکھا زخم کی لکیر تو موجود تھی مگر اب اس میں سے خون رسنا بالکل بند ہو گیا تھا اس نے اسے دبایا کوئی درد نہ ہوا اس نے متحیر نظروں سے گرودیو کو دیکھا گرودیو دیکھ رہا ہے بچے

گرودیو نے چھری واپس اسی جگہ پر رکھتے ہوئے مکروہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ہم کالی کے بھگت ہیں ماں کالی کے بھگت ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں ہم تیری گردن اتار کر دوبارہ جوڑ دیں تو بھی تجھے پتہ نہ چلے۔ اب بول سودا کریں گرودیو نے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھ لیے گرودیو آپ سودا نہ کریں حکم کریں میرے لیے آپ کا ہر شبد حکم ہے نہیں بالک ہم نے زندگی میں کبھی بے اصولی نہیں کی برائی ہمارے تن من میں رچی بسی ہے بدی کی شکتیاں ہمارنی پہریدار ہیں پرنتو ہم کبھی نہ زبان دے کر پھرتے ہیں نہ کوئی ایسا قول دیتے ہیں جس پر پورا نہ اتر سکیں اس لیے جو بات ہوگی وہ پہلے ہوگی بول منظور ہے۔ جی گرودیو آپ کہیے مجھے سب منظور ہے تو سن جس جس طرح ہم نہیں تو اسی طرح کرتا جا تیرے سب کام سدھ ہو جائیں گے پرنتو اس کے بدلے میں تو جو جو حاصل کرے گا اس کا آدھا ہمیں دے گا ایک سنسنی خیز اور خوفناک کہانی۔

میرے پاس تیری ہتھیا کا اس کے علاوہ اور کوئی اپائے نہیں ہے گرودیو نے ہاتھ اٹھا کر پردیپ کو کچھ کہنے روک دیا۔ میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔ اگر تو ایسا نہیں کر سکتا تو بھول جا کہ تو کبھی اپنے سسر کی دولت کا مالک بن سکے گا بس اب تو جا سکتا ہے میرا وقت خراب نہ کر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور جلتی ہوئی آگ کے الاؤ کی سرخ لپٹوں کے عکس نے اس کے چہرے پر پھیلی خباثت کو اور گہرا کر دیا۔ اس کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے اور وہ وقفے وقفے سے اپنے آگے پڑی ہوئی تھالی میں سے صندل کے برادے کی چٹکی آگ میں ڈال دیتا تھا جب وہ ایسا کرتا تب اس کے ہونٹوں سے ایک ہی آواز بلند ہوتی۔ جے کالی۔۔ پھر وہ دوبارہ مجھ میں نہ

آنے والے جنتر منتر بڑبڑانے لگتا۔ پردیپ کے چہرے پر بے چارگی بے بسی اور مجبوری نے مل جل کر عجیب سی کھنڈوی تھی وہ ہاتھ باندھے کچھ دیر بیٹھا پنڈت کے سیاہ چہرے کو دیکھتا رہا پھر جب اسے یقین ہوگیا کہ اب وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوگا تو بندھے ہوئے ہاتھوں سے جھکے ہوئے سر کو چھوا اور اٹھ کھڑا ہوا کمرے کے باہر بوڑھا ہاتھ باندھے ہوئے کھڑا تھا جس کے چہرے پر زمانے بھر کی مکاری اور حرامزدگی ناچ رہی تھی پردیپ الٹے پاؤں اس کے پاس سے گزرا تو وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا

بابو مہاراج جو کہا ہے اس پر عمل کر کے اپنی دنیا کنٹرول کیوں نہیں کر لیتے آخر اس میں مشکل کیا ہے وہ اس کے ساتھ ساتھ مندر کے صحن میں چلتے ہوئے بولا۔

بابا آپ میری مشکل کو سمجھتے نہیں پردیپ نے بے بسی سے کہا مہاراج کا کہنا ہے کہ ان کو عمل کرنے کے لیے ایک کنواری کنیا کو پیالہ بھر کون درکار ہے اور خون بھی اس کے جیتے جاگتے بدن سے نکالنا ہوگا اب میں ایسی کنواری لڑکی کہاں سے ڈھونڈوں جو خوشی خوشی اپنے بدن سے پاؤ ڈیڑھ پاؤ خون نکال کر میرے حوالے کر دے آپ خود سوچئے یہ ممکن ہے کیا۔

کیا ممکن ہے اور کیا ناممکن پردیپ بابو یہ تم مجھ سے بہتر جانتے ہو شنکر نے مندر کے دروازے پر رک کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا آج سے پہلے مہاراج نے کسی کو اتنا سے نہیں دیا تم بھاگیوان ہو بابو اس لیے جو کہا گیا ہے کر گزرو۔ وہ تو ٹھیک ہے بابا مگر۔۔ پھر مشکل کیا ہے پردیپ بابو میں تمہاری طرح پڑھا لکھا نہیں ہوں مگر جانتا ہوں یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے کہ تم کر نہ سکو اپنے ادگرد دیکھو کوئی نہ کوئی صورت نکل آئے گی مگر یاد رہے گرودیو کے کہنے کے انوسار تمہارے پاس صرف کل رات تک کا سمے ہے یہ شبھ گھڑی بیت گئی تو پھر نا جانے کب تک انتظار کرنا پڑے اچھی طرح سوچ لو۔ یہ کہہ کر شنکر نے ہاتھ جوڑ کر اسے پرنام کیا اور اپنے گیروے تہہ بند کو سنبھالتا ہوا واپس لوٹ گیا۔ پردیپ کچھ دیر تک مندر کے صحن میں کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر ایک گہری سانس لے کر وہاں پڑے ہوئے اپنے جوتے پہنے اور سیڑھیاں اترنے لگا۔ پندرہ سیڑھیاں اترنے کے بعد وہ جیب سے کی رنگ نکالتا ہوا سڑک پار اپنی کار کی طرف بڑھ گیا جو نیم اندھیرے میں کسی وفادار کتیا کی طرح اس کا انتظار کر رہی تھی گاڑی میں بیٹھ کر اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی ایک بار مندر کو غور سے دیکھا جس کے آخری کمرے میں اس کی امیدوں اور آشاؤں کا محور گرودیو یوگاناتھ جے کالی کے نعرے بلند کر رہا تھا پھر اس نے ہولے سے سر جھٹکا اور ایکسیلیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔ گاڑی ذیلی سڑک سے مین روڈ پر آئی اور ٹیوب لائٹس کی بیمار روشنی میں تارکول کی سیاہ چوڑی لکیر پر پھسلتی چلی گئی گاڑی کا درمیانی رفتار سے دوڑتے ہوئے پردیپ کا دماغ سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے منصوبے بنا اور رد کر رہا تھا۔ اس کے پاس صرف چوبیس گھنٹے تھے ان چوبیس گھنٹوں میں اسے ہر صورت وینا ناتھ کی آگیا کا پالن کرنا تھا ورنہ پھر نجانے کب تک اگلی شبھ گھڑی کا انتظار کرنا پڑتا۔ انتظار۔ اس کا دماغ جھٹکا کھا کر رہ گیا۔ انتظار جس کے لیے اس کے پاس بالکل بھی وقت نہیں تھا۔

چند ماہ پہلے تک پردیپ راؤ بالکل ہشاش بشاش اور خوش تھا وہ کنسٹرکشن کا کاروبار کرتا تھا اس کی کنسٹرکشن فرم پردیپ بلڈرز شہر کی بہت بڑی فرمز میں شمار ہوتی تھی اپنی بیوی نرملا کے ساتھ وہ بہت خوش تھا کبھی کبھار دوستوں کے ساتھ کلب چلے جانے کے علاوہ وہ کسی دوسری عیاشی میں نہیں پڑتا تھا جوان تھا خوبصورت تھا لکھ پتی تھا یہ تمام خوبیاں اس کے شادی شدہ ہونے کو با آسانی اپنے پردے میں چھپا لیتی تھیں شراب وہ بہت کم پیتا تھا

ہاں کسی خوبصورت تتلی کی رنگین بانہوں میں گھڑی دو گھڑی وہ ایسا کر لیتا تھا اس نے کبھی نرملا کو اپنی ایسی سرگرمیوں سے دکھ نہیں دیا تھا گھر میں وہ ایک باوفا اور پیار کرنے والا خاوند تھا جس کی بیوی کو اس سے شاز و نادر ہی کوئی شکایت ہوتی تھی۔

نرملا کروڑ پتی باپ کی اکلوتی بیٹی تھی اس کی ماں بچپن ہی میں مر گئی تھی باپ نے بڑے ناز و نعم سے اسے پالا تھا اچھی تعلیم دلوائی تھی اور جوان ہوتے ہی اسکے ہاتھ پیلے کر دیئے تھے پردیپ ادنیا میں کوئی بھی نہیں تھا اس کے ماں باپ تیرتھ یاترا کو گئے تھے اور ایک پہاڑی سے گر کر پرلوک سدھار گئے تھے اس وقت پردیپ اور نرملا کی شادی کو صرف دو سال ہوئے تھے پردیپ کو یہ صدمہ شاید بستر پر ڈل دیتا تھا مگر نرملا کی محبت نے اسے دوبارہ چند دنوں میں اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا تھا اس کے سسر اور نرملا کے باپ دیوان نریندر سنگھ نے اس حادثے کے بعد ایک روز پردیپ کو بڑے پیار سے سمجھایا اور اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ دونوں میاں بیوی اس کی محل نما سنگھ ولا میں آجائیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ اکیلا اس دو کنال کی کوٹھی میں پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرے میں بھٹکتا پھرتا ہے ان کے آجانے سے وہاں بھی ہو جائے گی اور وہ تینوں آپس میں مل جل کر تنہائی کی جڑیں بھی کاٹ پھینکیں گے۔ نرملا نے پردیپ پر قطعاً کوئی زور نہیں دیا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ پردیپ اپنے آپ کو گھر داماد کے حولے سے کمتر محسوس کرنے لگے پردیپ نے خوب اچھی طرح سوچ بچار کے بعد نرملا سے مشورہ کیا اور پھر جب اسے محسوس ہوا کہ اس پیش کش کے پیچھے نریندر سنگھ جی کا ذاتی مفاد کوئی نہیں ہے وہ صرف اپنی اور ان دونوں کی تنہائی کے ہاتھوں پریشان ہیں تو اس نے ہاں کر دی تیسرے ہی دن اس نے اپنی کوٹھی کو دو ملازموں اور ایک چوکیدار کے حوالے کیا اور خود نرملا کے ساتھ سنگھ ولا میں شفٹ ہو گیا چند ہی دنوں میں اس نے محسوس کیا کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں تھا سات سال کی شادابی کے بعد بھی وہ میاں بیوی اولاد سے محروم سے تھے دونوں ہی صحت مند تھے جسمانی روگ دونوں کو کوئی نہیں تھا تمام ٹیسٹ بھی کلیئر تھے پھر اس کو بھگوان کی مرضی سمجھ کر وہ خاموش ہو گئے تھے بچے نہ ہونے کے باعث نہ تو ان دونوں کی محبت میں کوئی کمی آئی تھی نہ کبھی س نے نرملا کو اس حوالے سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا تھا اس کے اس رویے نے نرملا کو اس کی بے دام باندی بنا رکھا تھا ورنہ پردیپ کے لیے اسے چھوڑ کر یا اس کی موجودگی میں دوسری شادی کر لینا کیا مشکل تھا مگر وہ اس کی شکر گزار تھی کہ وہ ایسی بات سوچنا یا سننا بھی پسند نہیں کرتا تھا۔

دیوان صاحب بھی اپنے داماد کی شرافت اور محبت پر مطمئن تھے کبھی کبھی بھی ان کے دماغ میں اندیشوں کے ناگ سر اٹھاتے مگر وہ دوراہی ان کا سر کچل دیتے اس کا طریقہ انہوں نے یہ اختیار کر رکھا تھا کہ اکثر و بیشتر وہ پردیپ کو کسی نہ کسی طریقے سے دولت بھینٹ کرتے رہتے تھے کبھی نرملا کی سالگرہ اور کبھی پردیپ کی سالگرہ پر لاکھوں روپے نقد نئے ماڈل کی کار یا کنسٹرکشن کا کوئی نیا اور بڑا کنٹریکٹ ان کا ہی اپنا بھی یہی کاروبار تھا اکثر وہ اپنے کسی کنٹریکٹ میں پردیپ کو سلیپنگ پارٹنر کی حیثیت سے شامل کر لیتے تھے اور منافع کی شرح برابر کی رکھ کر اس کے بینک بیلنس میں اضافہ کرتے رہتے تھے پردیپ ان کے اس رویئے سے بے حد متاثر تھا اور کبھی کبھی ان کی نوازشات کی بھرمار سے گھبرا بھی جاتا تھا مگر وہ اس کی ایک نہ سنتے اور برابر اسے اپنے احسانوں کے بوجھ تلے دبائے چلے جا رہے تھے۔ دیوان صاحب کو پردیپ کے کلب کی مصروفیات کے بارے میں پوری خبر تھی مگر اس کی شراب و شباب کی اطلاعات پر زیادہ سیریس نہ ہوتے تھے وجہ یہ تھی کہ پردیپ ان کی بیٹی کو کوئی دکھ نہ دیتا تھا اسے جی بھر کر عزت اور پیار دیتا تھا پھر اتنی دولت کے ہوتے ہوئے اگر کبھی وہ منہ کا ذائقہ بدل لیتا تو اسمیں کیا

ہرج تھا اس بارے میں ان کا کیال تھا کہ نرملا بھی اس حقیقت سے واقف ہے تاہم وہ بھی انہی کی طرح ان چیزوں کو نظر انداز کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا تھی اسے اس سلسلے میں چھوٹ دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ خود بھی اسی راہ کے مسافر تھے اعتدال کی حد میں رہ کر نرملا کی ماں کے مرنے کے بعد انہوں نے خود بھی شراب و شباب سے جی بہلایا تھا اور اب بھی کبھار ان کے ساتھ ایسے ہی واقعات پیش آتے تھے اس ساری صورت حال اور بیٹی کے شوہر کو اکثر دولت کے کھلونے دے دے کر خوش رکھنے کے باوجود بھی ان کو پردیپ پر سو فیصد اعتماد نہیں تھا وہ جانتے تھے کہ مرد ہونے کے ناطے وہ سونی گود کی حامل نرملا سے کسی بھی وقت اکتا سکتا ہے اس لیے انہوں نے اپنی دانست میں بڑی سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پردیپ پر چیک لگا رکھا تھا جب بھی وہ سونے کے پنجرے کا دروازہ کھول کر اڑنا چاہے وہ پہلے ہی اس کا کوئی انتظام کر سکیں۔ انہوں نے ایک نوجوان بیروزگار کو ایک انٹرویو کے دوران جانچا اس کی مجبوری کو اپنی ضرورت کے پلڑے میں تولا اس کی شرافت اور وفاداری کو اپنی جہاندیدہ نظروں سے تجربے کی کسوٹی پر پرکھا۔ پھر اس کی توقع سے زیادہ معاوضے پر سے پردیپ کی جاسوسی کے فرائض سونپ دیئے۔

کیلاش بیروزگاری کے ہاتھوں ادھ موا ہو چکا تھا کے گھر میں فاقے دھمال ڈال رہے تھے دیوان صاحب نے اس پر اپنی ساری مجبوری کھول دی تھی اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ایک مجبور باپ کی معصوم بیٹی کا گھر بسائے رکھنے کا پوتر فرض ادا کرنے کے لیے اسے بھگوان نے خصوصی طور پر چن لیا تھا۔ اس کی غربت اور شرافت نے مل کر اس کی جوانی کو زمانے کی عیاریوں سے محفوظ رکھا تھا اس لیے بھی وہ اپنے کام کو ایک آسمانی صحیفہ سمجھ کر سینے سے لگائے رکھتا تھا صبح پردیپ کے گھر سے نکلنے کے بعد رات کو گھر واپسی تک اس کے سائے کی طرح ساتھ رہتا تھا نریندر سنگھ نے پردیپ کا گاڑی لے دی تھی اور ایک خوبصورت فلیٹ بھی اس کے گھر والوں کو خرید کر دے دیا تھا جس کی ملکیت انہوں نے اپنے نام رکھی تھی مگر اس فلیٹ کے تمام بل اور اخراجات فرم کے کھاتے میں جاتے تھے کیلاش روزانہ رات کو گھر جانے سے پہلے دیوان صاحب کو تمام دن کی رپورٹ دینے کا پابند تھا یہ رپورٹ بالمشافہ یا فون پر صورت حال کے مطابق دی جاتی تھی اچھی خاصی شکل وصورت کے مالک کیلاش کو پردیپ پر نظر رکھنے کے سلسلے میں اونچی سوسائٹی میں متحرک رہنا پڑتا تھا کلبوں ہوٹلوں اور دوسرے تفریحی مقامات پر دور رہ کر وہ اس کی نگرانی کرتا تھا اس کے لیے دیوان صاحب سے اسے معقول رقم ملتی تھی جس کا اس کی تنخواہ سے کوئی تعلق نہ تھا پردیپ اس سارے قصے سے بے خبر اپنی ہی دنیا میں مگن تھا اسے ایک لمحے کے لیے بھی کبھی یہ احساس یا شک نہ ہوا تھا کہ اس کے اتنے پیار کرنے والے سسر نے اس پر نگران مقرر کر رکھا ہے اس کی پتنی نرملا بہرحال اس بات سے واقف تھی یہ ڈیڑھ دو ماہ پہلے کی بات تھی جب کلب میں ایک رات اس کی ملاقات ایک قتالہ سے ہوئی پردیپ نے زندگی میں اتنی خوبصورت عورت پہلی بار دیکھی تھی وہ اس کو دیکھ کر اس کا دیوانہ ہو گیا تھا اور اس کے ملنے کے لیے بے چین رہنے لگ اس حسینہ کا نام تو سا کشی تھا مگر وہ خود کو شا کی کہلوانا پسند کرتی تھی پردیپ بھی اس کو اسی نام سے بلاتا تھا جواب میں وہ اسے دیپ ڈارلنگ کہہ کر پکارتی شا کی نہر و پارک کے ساتھ واقع گرین بلڈنگ کے تیسرے فلور پر فلیٹ نمبر چالیس پر رہتی تھی دن سوتے ہوئے گزرتا تھا اور راتیں کلب میں گزرتی تھیں تاہم ایک عجیب بات تھی کہ وہ کبھی کسی کو اپنے فلیٹ میں لے کر نہ جاتی تھی رات یا راتیں گزار کر وہ اپنے فلیٹ میں لوٹ جاتی تھی فون پر گفتگو کر لیتی مگر پردیپ سمیت اس نے کبھی کسی کو فلیٹ میں آنے کی دعوت نہ دی تھی اس پر راضی ہوتی تھی لوگوں کو بھی آم کھانے سے مطلب تھا پیڑ گننے کے لیے اس کے فلیٹ پر جانے کی کیا ضرورت تھی اس

لیے کوئی بھی اس پر بضد نہ ہوتا تھا۔ شا کی نے زندگی کی چوبیس بہاریں دیکھی تھیں وہ ایک بھرپور عورت تھی حسن کے ساتھ ساتھ اس کی مسکراہٹ بھی بہت لطیف تھی۔ ایک ماہ ہونے کو آیا تھا کہ اس نے کسی اور کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا اور پردیپ تھا کہ گزرنے والے ہر دن کے ساتھ وہ اس کے حسن کے کنویں میں گرتا ہی چلا جا رہا تھا اس کے ہاتھوں سے دولت کی سیڑھیاں چھنتی جا رہی تھی مگر اسے اتنا سوچنے کی ضرورت ہی کہاں تھی کہ اس کے بینک میں کیا آ رہا ہے کیا جا رہا ہے اور کیا باقی بچ رہا ہے۔ اس کے لیے تو ہر طرف ہی ہرا ہی ہرا تھا شا کی ہی شا کی تھی اور بس۔ دیوان صاحب پہلے ہی دن سے کیلاش کے ذریعے ساری صورت حال سے باخبر تھے پھر وہ نرملا کی زبانی پہلی بار یہ سن کر چونک اٹھے کہ پردیپ نے راتوں کو غائب رہنا شروع کر دیا ہے پوچھے پر اس نے پہلی بار نرملا کو ڈانٹا تھا اور اب اسے معمول بنا لیا تھا کبھی کبھی وہ شراب پی کر گھر بھی آنے لگا تھا راتوں کو غائب رہنے کے بارے میں پتہ چلا تھا کہ پردیپ ایک ہوٹل میں شا کی کے ساتھ ہوتا ہے اس سے باتیں کرتا رہتا ہے اس کو دیکھتا رہتا ہے نرملا کو آنے والا وقت بے حد بھیانک محسوس ہو رہا تھا دیوان صاحب بھی مستقبل کے افق پر تباہی اور نحوست کے سائے منڈلاتے دیکھ لیے تھے کیونکہ جس تیزی کے ساتھ پردیپ کا بینک اکاؤنٹ ہلکا ہو رہا تھا اس کے پیش نظر وہ اندازہ کر سکتے تھے کہ اس رفتار سے وہ مہینے ڈیڑھ مہینے کے اندر اندر قلاش ہو جائے گا اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ کاروبار سے اس کی توجہ بالکل ہٹ گئی تھی اور کنسٹرکشن کے چلتے ہوئے کام رکاوٹ کا شکار ہو گئے تھے کان نہ ہونے کے باعث لیبر پڑ رہی تھی بل التوا میں جا رہے تھے اور اب خرچے ہی خرچے ہی تھے آمدن کا خانہ مسلسل خالی چل رہا تھا انہوں نے ایک دو بار پردیپ سے اس کے نئے معمولات پر بات کرنا چاہی اشارتاً اسے جتلایا بھی مگر اس نے جان چھڑا کر بھاگنے کے علاوہ کوئی رسپانس نہ دیا۔ دیوان صاحب کی راتوں کی نیند اور نرملا کا سکون غارت ہو گیا دونوں باپ بیٹی رات رات بھر اپنے اپنے کمرے میں جاگتے رہتے تھے پردیپ کا انتظار کرتے رہتے مگر کوئی بہتری کی صورت دکھائی نہ دے رہی تھی۔ پھر ایک روز پردیپ نے دیوان صاحب سے کہا۔ اسے پیسوں کی ضرورت تھی وجہ یہ بتائی کہ کچھ کاروباری قرضے چکانے کے لیے اس کے پاس سرمایہ کم پڑ گیا ہے اور وقت پر کام مکمل نہ ہونے کے سبب وہ کئی نینڈر ہاتھ سے گنوانے کے بعد اب مزید نقصان برداشت نہ کر سکتا تھا۔ دیوالیہ ہونے سے بچانے کے لیے دیوان صاحب نے سے پچاس لاکھ کی رقم دینے میں ذرا بھی تامل نہ کیا۔ صرف اتنا کہا کہ کاروبار اور گھر کو نظر انداز کرنا چھوڑ دے دان کا سب کچھ آج بھی اسی کا ہے اور ان کے بعد بھی اسی کا ہے مگر اسے سنبھلنے کے لیے اسے توجہ اور ذمے داری کا مظاہرہ کرنا ہوگا ورنہ تو صرف اور صرف خرچ کرنے سے خزانے بھی ختم ہو جاتے ہیں پردیپ نے ان کی ساری باتیں بڑے تحمل سے سر جھکا کر سنیں۔ چیک لیا کوتاہیوں پر قابو پانے کا وعدہ کیا ان کے دفتر سے باہر آیا اور بینک سے پچاس لاکھ کی رقم نکلوا کر جب وہ کار اڑاتا ہوا شا کی کے پاس ہوٹل میں پہنچا تو اس کے دماغ پر صرف شا کی کا سڈول ہزار واٹ کے بلب جیسا چمکتا ہوا سراپا تھا۔ باقی سب کچھ تو وہ دیوان صاحب کے آفس کے باہر پڑے کوڑے دان میں ہی ڈال آیا تھا دیوان صاحب کو کیلاش نے جب یہ رپورٹ دی تو وہ سر تھام کر کرسی میں گر پڑے ان کو شدت سے احساس ہوا کہ بیٹیوں کے نصیب کا سکھ دولت سے خریدنے کا خیال کتنا احمقانہ ہوتا ہے وہ بچوں کی طرح سسک پڑے کیلاش ان کے سامنے افسردہ افسردہ کھڑا ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے محسن کا دکھ کس طرح بانٹے اس کے بعد ایک بار پھر دیوان صاحب نے پردیپ کے وعدوں پر اعتبار کرتے ہوئے اسے تیس لاکھ کی رقم دی اور ساتھ ہی اس کے ڈیڑھ کروڑ کے کاروباری قرضے چکائے تاکہ وہ دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا

ہو سکے مگر ڈھاکے کے وہی تین پات پردیپ نے وہ ساری رقم بھی شاکی کی چاہت میں لٹادی۔ دیوان صاحب کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر اس عورت میں ایسا کیا ہے کہ پردیپ اس کے لیے دولت عزت ساکھ گھر بار بیوی اور خود اپنا آپ داؤ پر لگائے دے رہا ہے انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ شاکی کو ایک بار خود دیکھیں گے اور ضروری ہوا بلکہ ان کے خیال میں اب یہ ضروری ہو گیا تھا کہ وہ اسے خود ملیں وہ اس سے مہنگا ترین سودا کرنے کو تیار تھے تاکہ وہ ان کے داماد اور بیٹی کی زندگی سے نکل جائے۔ انہوں نے کیلاش پر اپنے ارادے کا اظہار کیا تو سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے دیوان صاحب کو ایک دو دن ٹھہرنے کو کہا وہ چاہتا تھا کہ پردیپ کی لاعلمی میں ان دونوں کی ملاقات کا انتظام کر دے تاکہ بات بننے سے پہلے بگڑ نہ جائے۔

نرملا کی طبیعت بے حد خراب رہنے لگی تھی اسکا جوبن مرجھاتا جا رہا تھا پردیپ کی بے توجہی کو اس نے دل کا ناسور بنا لیا تھا پردیپ اب کئی کئی راتیں مسلسل باہر گزارتا تھا آتا بھی تو لیے دیئے رہتا اس کی جانب دردنگاہوں دیکھتا معمولی ہوں ہاں ہوں کے علاوہ بات کرنے سے بھی کتراتا اندر سے جیسے وہ خود کو چور سمجھتا تھا نرملا سے آنکھیں ملا کر بات کرنے سے گھبرا جاتا تھا وہ اس کے قریب جاتی تو وہ بدک جاتا جھاڑ پلا دیتا کم سے کم وقت گھر پر گزارتا پھر کام کا بہانہ کر کے گھر سے باہر نکل جاتا۔ وہ دل مسوس کر رہ جاتی آنسو اس کی کنورا آنکھوں سے جھرنا بن کر پھوٹ بہتے اور وہ تکیئے میں منہ چھپا کر سسک پڑتی دیوان صاحب اسکی حالت دیکھتے اور سوائے بھیگی آنکھوں اور بھرائے ہوئے لہجے کے ساتھ اسے تسلی دینے کے اور کچھ نہ کر پاتے مجبور باپ کے بس مین اور تھا بھی کیا۔ اس روز بھی وہ اپنے آفس میں کیلاش کے ساتھ بیٹھے اسی معاملے پر بجھی بجھی باتیں کر رہے تھے کہ پردیپ کا فون آ گیا۔

ہاں بیٹے کیا بات ہے آج کیسے یاد آ گئی ہماری۔ انہوں نے پھیکی سی آواز میں کہا۔ دیوان صاحب میں آپ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں اس نے دوسری طرف سے جواب میں کہا وہ ہمیشہ ان کو دیوان صاحب کہہ کر ہی بلایا کرتا تھا۔

کہو بیٹے کہا انہوں نے ایک سرد سانس لے کر کہا ان کا اندازہ تھا کہ پردیپ آج بھی کچھ پیسہ مانگنے کے چکر میں ہے مگر اب وہ اسے اتنی آسانی سے کچھ دینے کے موڈ میں نہیں تھے۔

فون پر نہیں دیوان صاحب میں آپ کے آفس آ رہا ہوں بات آمنے سامنے کرنے والی ہے وہ جیسے بڑا حوصلہ کر کے بولا۔

تو آجاؤ بیٹے اس میں پوچھنے والی کیا بات ہے مین شام تک آفس میں ہی ہوں۔

میں دو گھنٹے بعد پہنچوں گا اس وقت آفس میں کچھ کام نپٹا رہا ہوں۔ ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔ اور فون کٹ گیا کیلاش بڑی گہری نظروں سے دیوان صاحب کو دیکھ رہا تھا اس کی ذہین آنکھوں میں سوچ بچار کی پرچھائیاں تھیں آفس میں کام کر رہا ہے یا اس حرامزادی کی باتوں مین پڑا ہے انہوں نے ریسور کریڈل پر پٹختے ہوئے نفرت سے کہا۔

سر ایک کام ہو سکتا ہے۔ اچانک کیلاش بول پڑا۔ کیا وہ چونکے۔ پردیپ جب آپ کے پاس یہاں آئیں تو ان کو آپ کم از کم ایک گھنٹہ روک کر رکھئے گا میں اس دوران اس حرافہ سے مل کر آپ کے لیے معاملہ طے کرتا ہوں ورنہ تو وہ کسی وقت بھی ان کو اکیلا چھوڑتی نہیں ہے۔ مگر اسے ایک گھنٹہ روکے رکھنا بڑا مشکل کام ہو گا کیلاش وہ بے بسی سے بولے کچھ بھی کیجئے سر یہ بہت ضروری ہے ایک گھنٹہ نہ سہی آدھ گھنٹہ ہی سہی مگر اس سے کم

ہرگز نہیں اس وقت گیارہ بجے ہیں پردیپ باوا اپنے وعدے کے مطابق تقریباً ایک بجے یہاں آئین گے میں ایک بجے ہوٹل بلیو سٹار میں شاکی کے پاس پہنچ جاؤں گا اس سے بات چیت کے بعد باہر نکل کر میں آپ کو فون کروں گا تب آپ پردیپ بابو کو یہاں سے جانے دیجئے گا۔ کیلاش نے تفصیل سمجھائی۔

ٹھیک ہے وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے میں کوشش کروں گا۔۔ کوشش نہیں سر آپ کو ایسا کرنا ہو گا یہ آدھ گھنٹہ ہمارے لیے مستقبل کی خوشیاں بھی لا سکتا ہے وہ خاموش ہو گا میں سمجھتا ہوں کیلاش۔ وہ سر ہلا کر بولے تم جاؤ میں ہر قیمت پر اسے ڈیڑھ بجے تک یہاں روک کر رکھوں گا او کے سر۔ وہ اٹھا اور ان کو سلام کر کے آفس سے نکل گیا دیوان صاحب سیٹ سے اٹھ گئے اور قالین پر بے چینی سے ٹہلنے لگے ان کا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا وہ اندازہ نہیں کر پا رہے تھے کہ پردیپ ان سے کیا بات کرنا چاہتا ہے اگر روپے پیسے کا معاملہ ہوتا تو شاید وہ فون پر بات کر لیتا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بار اس کا منہ زیادہ ہی کھل جائے پچاس ساٹھ لاکھ سے ڈیڑھ کروڑ تک تو وہ اسے نوازتے رہے ہیں اب اس سے زیادہ کی ڈیمانڈ کرنے کے لیے شاید ٹیلی فون کا ماؤتھ پیس اسے چھوٹا لگ رہا ہو۔ وہ بے ربط بے ترتیب اور غیر تسلسل آمیز خیالات کے بھنور میں غوطے کھاتے رہے چونکہ اس وقت جب ان کے آفس کا دروازہ ایک دم کھلا اور ساتھ ہی پردیپ کی نرم آواز ابھری۔

میں اندر آ سکتا ہوں دیوان صاحب۔ اوہ تم۔۔ آؤ۔ آؤ۔ وہ آگے بڑھے اور اس کا بازو تھام کر ساتھ لیے ہوئے اپنی میز کی طرف پلٹے اسے کرسی پر بٹھا کر وہ گھوم کر اپنی سیٹ پر پہنچے اور آہستہ سے اپنی سیٹ کے اوپر دیوار گیر کلاک پر نگاہ ڈالتے ہوئے بیٹھ گئے جس میں ایک بج کر پانچ منٹ ہو رہے تھے کیا پیو گے ٹھنڈا یا گرم۔۔ انہوں نے انٹر کام کا بٹن دبائے سے پہلے پوچھا۔ جی کچھ نہیں مجھے ابھی جا کر لنچ کرنا ہے کچھ نہیں پیوں گا اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا تو لنچ ادھر میرے ساتھ ہی کر لو بیٹا وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولے ایک دوست کے ساتھ وقت طے ہے پھر کبھی سہی اس نے معذرت کی اچھا جیسے تمہاری مرضی۔ انہوں نے انگلی بٹن سے ہٹالی پھر اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے بولے کہو کیا ضروری بات تھی جو تم یہاں ا کر کرنا چاہتے تھے پردیپ کچھ بے چین سا ہو گیا جیسے بات کرنے میں ہچکچاہٹ ہو رہی ہو دیوان صاحب دراصل میں۔

کھل کر کہو بیٹا نہ تم میرے لیے غیر ہو نہ میں تمہارے لیے انہوں نے اسے جھجکتے ہوئے دیکھ کر حوصلہ دیا دراصل دیواں صاحب میں جو بات کرنے جا رہا ہوں بھگوان کے لیے اسے غلط نہ سمجھئے گا۔ وہ نظریں جھکا کر شرمندہ شرمندہ سا بولا۔

میں پھر یہی کہوں گا پردیپ بیٹے تم جو کہنا چاہتے ہو بلا جھجک کہو یہ تکلف اور اجنبیت کا لہجہ چھوڑ کر۔ دراصل دیوان صاحب میں بہت بری صورت حال سے دوچار ہو گیا ہوں اب آپ کے سوا اور کس سے کہوں گا۔ اس نے ساری قوت بیان جمع کرتے ہوئے کہا کچھ کہو گے بھی یا پہیلیاں بجھواتے رہو گے وہ ہلکی سی تلخی سے بولے پردیپ نے بھی ان کے لہجے میں بے بسی بے چینی اور کڑواہٹ کو چکھ لیا تھا اس لیے وہ جیسے مشینی انداز میں بولا دیوان صاحب میں مجبور ہو گیا ہوں ورنہ شاید ایسی بات نہ کرتا میں۔ میں نرملا کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔۔ کیا وہ بھڑکے کم اور اچھلے زیادہ پردیپ۔ تم ہوش میں تو ہو تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو۔ جی ہاں اس نے جیسے خود کو ہلکا پھلکا کر لیا اس نے پیشانی پر آئے ہوئے پسینے کو رومال سے تھپک کر خشک کرتے ہوئے ان کی جانب دیکھا میں بالکل ہوش میں ہوں اور جو کہہ رہا ہوں اس کو سمجھ رہا ہوں مگر کیوں نرملا کی خطا کیا ہے میرا قصور کیا ہے جو تم ہم دونوں باپ بیٹی کو یہ سزا دے رہے ہو ان کا گلا رندھ گیا۔

آپ کا نہیں نرملا کا بھی نہیں میرا قصور ہے دیوان صاحب میرا صرف میرا۔ میں اپنی پائی پائی ہار چکا ہوں جوئے کی نذر کر چکا ہوں میں قلاش ہو گیا ہوں دیوان صاحب اپنی کوٹھی تک فروخت کر چکا ہوں پرسوں صبح میں وہاں سے بھی بے دخل کر دیا جاؤں گا۔

جو اتم کیا کہہ رہے ہو پردیپ دیوان صاحب نے حیرت سے کہا۔ میں درست کہہ رہا ہوں دیوان صاحب میرے بینک میں پانچ ہزار روپے سے زیادہ رقم نہیں ہے میں بالکل دیوالیہ ہو گیا ہوں اس نے پھیکے سے لہجے میں کہا۔ نہیں نہیں تم جھوٹ کہہ رہے ہو دیوان صاحب کرسی سے اٹھ کر اس کے بائیں طرف آ گئے۔ کہہ دو پردیپ یہ جھوٹ ہے تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو تم نے جوئے میں نہیں اس حرافہ ساکشی پر سب کچھ لٹا دیا ہے۔

ساکشی وہ اچھل پڑا اور اس کی حیرت زدہ نظریں دیوان صاحب پر جم گئیں ہاں ہاں ساکشی شاکی جو تمہیں میری بیٹی سے چھینے لیے جا رہی ہے میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گا وہ جیسے چیخ پڑے۔ آپ اسے جانتے ہیں پردیپ اب حیرت کے سمندر سے باہر آ رہا تھا۔ میں سب جانتا ہوں پردیپ میں ایک مجبور باپ ہوں ایک ایسی بیٹی کا باپ جو صرف تمہارے آسرے پر زندہ ہے تم اگر صرف اس وجہ سے میری بیٹی کو طلاق دے رہے ہو کہ تم قلاش ہو چکے ہو تو یہ کوئی وجہ نہیں ہے دراصل تم اس غلیظ سوسائٹی گرل کی وجہ سے میری بیٹی کو چھوڑ رہے ہو مگر ایسا کر کے تم کبھی سکھی نہیں رہو گے پردیپ تمہیں ایک معصوم بیوی کی آہ لگے گی وہ بین کرنے کے انداز میں بولے اس کا مطلب ہے آپ کو سب کچھ معلوم ہے وہ سیٹ سے اٹھ گیا آپ میری جاسوسی کراتے رہے بین وہ بھڑک اٹھا جو بھی کہہ لو مگر بھگوان کے لیے اپنے ارادے سے باز آ جاؤ میری معصوم بیٹی کو طلاق کا کلنک مت دو پردیپ۔ وہ جیتے جی مر جائے گی۔

میں مجبور ہوں دیوان صاحب میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میں قلاش ہو چکا ہوں دیوالیہ ہو چکا ہوں اس صورت حال میں نرملا کو کہاں اور کس حال میں رکھ سکوں گا وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

پھر جھوٹ پردیپ جھوٹ مت بولو اگر بات صرف پیسے کی ہوتی تو میرا سارا روپیہ ساری جائیداد آج بھی تمہاری ہے اور کل بھی تمہاری ہو گی وجہ روپیہ نہیں ہے تم سچ کیوں نہیں کہتے کہ تم ساکشی کی وجہ سے نرملا کو چھوڑ رہے ہو روپیہ تو تم جتنا کہو میں اب بھی تمہیں دینے کو تیار ہوں کیا پہلے نہیں دیا جواب انکار کروں گا وہ اس کے قریب چلے آئے۔ میں بھکاری ہوں کیا وہ پھٹ پڑا جب ضرورت ہو آپ کے سامنے ہاتھ پھیلا دوں یہ مجھ سے نہیں ہوتا۔ تو پھر۔ پھر کیا چاہتے ہو تم وہ اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بھیگی آواز میں بولے ان کیا تکھیں برسنے کو تیار تھیں میں اس نے ایک جھٹکے سے کندھے چھڑائے اور رخ پھیر لیا میں چاہتا ہوں آپ اپنی جائیداد بزنس اور سارا روپیہ میرے نام کر دیں۔

کیا اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ کیا کہہ رہے ہو تم کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے۔ مجھے تو ہے آپ کو مجھ پر یقین نہیں ہے آپ کو شک ہے کہ میں آپ کی جائیداد اور روپیہ لے کر بھی نرملا کو چھوڑ دوں گا۔

تم خود سوچو پردیپ اس صورت حال میں میرا بدگمان ہونا کیا غلط ہے اور پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم میرا سب کچھ لے کر بھی نرملا کو بسائے رکھو گے وہ اس کو بازو سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب پھیرتے ہوئے کہا۔ کوئی ضمانت نہیں ہے اس نے پھر جھٹکے سے بازو چھڑا لیا اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہے کہ میں شاکی سے تعلق توڑ لوں گا تاہم میں صرف ایک وعدہ کر سکتا ہوں کہ لکھ کر دے سکتا ہوں کہ میں زندگی بھر نرملا کو طلاق نہیں دوں گا وہ جب تک زندہ رہے گی میرے نام پر سانس لے گی میں خود اس کی چتا کو آگ دوں گا اور بس آگے آپ سوچ

لیجئے گا اس سے زیادہ میں نہ کوئی وعدہ کر سکتا ہوں نہ ضمانت دے سکتا ہوں وہ پوری طرح کھل گیا۔

اوہ بھگوان دیوان صاحب نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا یہ میرے کس کرم کی سزا ہے کس پاپ کا ڈنڈ ہے جو میں اپنی بیٹی کے دکھ کی شکل میں بھگت رہا ہوں وہ سسک پڑے۔ جلدی فیصلہ کیجئے دیوان صاحب میرے پاس سمے بہت کم ہے رونے کے لیے آپ کے پاس سارا جیون پڑا ہے پردیپ بڑے کڑوے لہجے میں بولا۔ پردیپ مجھ پر دیا کرو پردیپ ایک مجبور باپ کا دل ایسے مت دکھاؤ کہ نہ دھرتی پھٹے گی نہ آکاش ٹکڑے ہو گا یہ تو من بھانے کا سودا ہے دیوان صاحب میں دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت آپ کی حالت اچھی نہیں ہے ایسی حالت میں کوئی بھی صحیح فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے اس لیے میں آپ کل صبح تک کی مہلت دے رہا ہوں آپ کل تک خوب سوچ لیجئے گا نرملا سے مشورہ کر لیجئے گا میں فون پر آپ سے رابطہ کروں گا صبح ٹھیک آٹھ بجے تک کے لیے نمستے وہ ہاتھ جوڑ کر طنز سے بولا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا دروازہ کھولنے سے پہلے وہ رکا گردن گھما کر دیوان صاحب کے لرزتے کانپتے بدن کو تمسخر سے دیکھنے لگا۔ یہ یاد رہے کہ آپ کی ہاں یا نہ پر آپ کی عزت اور نرملا کی زندگی کا انحصار ہے بیٹی کے ماتھے پر طلاق کا کلنک لے کر آپ کتنے عزت دار سانس لے سکیں گے اور وہ کتنی گھڑیاں سکھ سے جی سکے گی اس کا اندازہ آپ کو مجھ سے زیادہ ایک جھٹکے سے اس نے دروازہ کھولا اور کاریڈور میں بگولے کی طرح اڑتا ہوا چلا گیا دیوان صاحب ریت کی دیوار کی طرح دیوار کے ساتھ پڑے کوچ پر گرتے چلے گئے۔

ہوٹل بلیو سنارم میں ساکشی کے گھرے پر دستک دیتے ہوئے ایک لمحے کو کیلاش کا ہاتھ کانپا پھر اس نے سر جھٹک کر ہر اندیشے کو دماغ سے نکال پھینکا کم آن اندر سے ساکشی کی مدھر آواز ابھری۔ کیلاش نے تھوک نگل کر حلق تر کیا اور دروازے کا ہینڈل گھمایا میں اندر آ سکتا ہوں اس نے سامنے صوفے پر نیم دراز قیامت کی برہنگی پر طائرانہ نظر ڈال کر پوچھا اور ادھ کھلے دروازے میں رک گیا شاکی سلیپنگ سوٹ میں ملبوس اپنے گدرائے جسم کو بے ترتیبی سے صوفے پر لیے دیئے ہوئے بیٹھی تھی ایک اجنبی کو کمرے میں داخل ہوتا ہوا دیکھ کر وہ چونکی ہاتھ میں پکڑے فیشن میگزین کو اس نے ایک سائیڈ ٹیبل پر پھینکا اور سیدھی ہو کر بیٹھی آپ۔۔ آپ کون ہیں۔ وہ اسے حیرت سے دیکھتے ہوئے بولی اس کے خیال میں تو ویٹر کو آنا چاہیے تھا جسے اس نے چند منٹ پہلے کافی کا آرڈر دیا تھا مگر یہاں تو ایک بانکا سا جوان اس کے سامنے کھڑا گھبرائے ہوئے انداز میں ٹائی کی ناٹ درست کر رہا تھا میں آپ سے کچھ ضروری بات کرنا چاہتا ہوں اس نے اپنی دانست میں بڑا ذہین آغاز کیا وہ تو ٹھیک ہے مگر میں نے پوچھا آپ ہیں کون وہ مسکراہٹ دباتی ہوئی بولی اس نے جانچ لیا تھا کہ مقابل ایک پڑھا لکھا ہوا مگر کسی حد تک سیدھا سادھا نوجوان ہے اگر آپ مجھے بیٹھنے کی اجازت دیں تو کچھ عرض کروں جواب میں اب کی بار کیلاش نے واقعی ذہانت کا مظاہرہ کیا ہاں ہاں کیوں نہیں بیٹھئے اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے سامنے صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔ تھینک یو۔ وہ آگے بڑھا اور صوفے پر ٹک گیا مگر اس سے پہلے وہ دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔ اسی وقت دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی کیلاش چونکا اسے پہلا خیال یہی آیا کہ کہیں پردیپ واپس نہ آ گیا ہو اس نے اضطراب کے عالم میں دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑا اس کی بے چینی کو دیکھتے ہوئے ساکشی نے دروازے کی جانب دیکھ کر پوچھا۔ یس ہوز ویئر۔

ویئر میڈم۔ باہر سے آواز آئی۔ کم آن دروازہ کھلا ہے ویٹر ٹرے ہاتھ میں اٹھائے اندر داخل ہوا کیلاش نے اطمینان کا سانس لیا اور جیب سے رومال نکال کر چہرے پر آیا ہوا پسینہ خشک کرنے لگا۔

جی آپ کافی پیئں گے یا ٹھنڈا۔ ویٹر نے کافی کا کپ میز پر رکھا تو ساکشی نے کیلاش سے پوچھا جی کچھ بھی نہیں۔ میں بس آپ کے چند منٹ لوں گا اس نے خوش اخلاقی سے کہا وہ نو۔ اٹس ناٹ فیئر ایک اورنج جوس اس نے ویٹر کو آرڈر دیا مگر ذرا جلدی۔ یس میڈم۔ وہ سر جھکا کر مڑا اور کمرے سے نکل گیا دروازہ بند ہو گیا اور ساکشی کی تجربہ کار نگاہیں کیلاش کو ٹٹولنے لگیں۔ جی تو مسٹر۔ وہ سوالیہ انداز میں رک گئی کیلاش۔ کیلاش میرا نام ہے۔ اس نے مطلب سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا ہاں تو مسٹر کیلاش آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں میں آپ سے شاید پہلی مرتبہ مل رہی ہوں۔ جی ہاں میں بھی پہلی مرتبہ آپ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کر رہا ہوں اس نے بڑی شائستگی سے جواب دیا۔ خوب اس نے کافی کا سپ لے کر واپس میز پر رکھتے ہوئے اسے غور سے دیکھا آپ کی گفتگو آپ کو خاصا مہذب بتاتی ہے مگر اپ اب بھی کھل نہیں رہے۔ اس نے اپنی گہری اس پر ڈالیں جب بھی اس کی نظریں چار ہوتیں تو وہ کچھ دیر کے لیے بھٹک سا جاتا۔ وہ جوان بھی تھا اور کنوارا بھی سامنے بیٹھی ساکشی اسے ایسے آتش فشاں کی مانند لگ رہی تھی جس کے دہانے سے خارج ہوتا ہوا دھواں اسے پریشان کیے دے رہا تھا بار بار وہ عرق آلود پیشانی کو رومال سے خشک کرتا مگر آنکھیں تھیں کہ حدت جو بن سے بار بار جل اٹھتیں تھیں دھندلا جاتیں وہ اپنی حالت پر جھنجھلا کر رہ گیا۔ عورت تو تھی ناں سامنے کوئی درندہ تو تھا نہیں جو اسے لپیٹ کر منہ میں ڈال لیتا اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں اٹھائیں اور سیدھا ساکشی کی مدھ بھری آنکھوں میں اترتا چلا گیا۔ وہ اسے بڑی دلچسپ نظروں سے دیکھ رہی تھی اس نے کچھ کہنے کے لیے لبوں کو حرکت دینا چاہی مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرا دیا۔ اور میز پر پڑے اورنج جوس کے گلاس کی جانب اشارہ کیا۔ جو ویٹر نجانے کب رکھ کر چلا گیا تھا بے اختیار اس نے ہاتھ بڑھا کر گلاس اٹھایا اور تین چار بڑے بڑے گھونٹ لے کر خالی کر دیا ہونٹ صاف کرتے ہوئے اس نے اپنی حالت میں نمایاں تبدیلی محسوس کی دل کی دھڑکن اور شعور کی رفتار دونوں اعتدال پر آتی چلی گئیں بے اختیار اس کی نظر کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر چلی گئی اسے یہاں آئے پندرہ منٹ گزر چکے تھے ایک بار پھر وہ بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گیا مگر اب وہ خاصا سنبھل چکا تھا۔

میرا خیال ہے مسٹر کیلاش اب وہ بات ہو جائے جس کے لیے آپ خود کو اس قدر پریشان محسوس کر رہے ہیں ساکشی نے کہا۔ جی جی ہاں جی ہاں۔ اس نے سر ہلا کر کہا اور اپنی حسیات کو مجتمع کرنے لا دیکھئے مس ساکشی میں دراصل ایک خاص مسئلے پر آپ سے گفتگو کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ اس نے سنبھل سنبھل کر کہنا شروع کیا ساکشی س کی جانب پوری طرح متوجہ تھی اور اس کے انداز سے موضوع کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی تھی مجھے دیوان نیندر سنگھ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

وہ یہ سن کر اچھل پڑی دیوان صاحب یعنی۔۔ یعنی پردیپ کے۔۔ وہ ہکلا کر رہ گئی۔ جی ہاں۔ اس نے اب اپنے حواس پر قابو پا لیا تھا وہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کی نظریں ساکشی کے چہرے سے نیچے بھٹک کر بھی نہ جا سکیں کہ وہ جس کام کے لیے آیا تھا اسے کم سے کم وقت میں نمٹا لے۔ آدھا وقت تو اس نے ویسے ہی ضائع کر دیا تھا۔

مگر انہوں نے کس لیے آپ کو میرے پاس بھیجا ہے وہ جلد ہی سنبھل گئی۔ اور آپ کا ان سے کیا تعلق ہے وہ ت کو کچھ کچھ سمجھ رہی تھی۔ میں میں ان کا نمک خوار ہوں اور احسان مند بھی لیکن بات کھل کر کرنے سے پہلے کیا ایک درخواست کر سکتا ہوں۔۔

کہیے کہیے بلا جھجک کہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ہماری بات تکمیل تک پہنچنے سے پہلے پردیپ بابو آ جائیں تو ان کے سامنے نہ آؤں یا یہ کہ وہ مجھے یہاں نہ دیکھ پائیں۔

ویری ٹرو۔ یہ تو ہونا بھی نہیں چاہیے آپ بے فکر رہیں یں ابھی اس کا انتظام کیے دیتی ہوں اس نے ہاتھ بڑھا کر تپائی پر پڑے ہوئے انٹر کام کا بٹن دبایا رابطہ قائم ہوتے ہی وہ بول اٹھی۔ دیکھو سنہا میں کم از کم ایک گھنٹے کے لیے کسی سے نہیں ملنا چاہتی میرا کمرہ باہر سے لاک کروا دو ہاں ہاں کسی سے بھی نہیں پردیپ سے بھی نہیں جب میں تمہیں اطلاع کر دوں تب باہر سے لاک اوپن کرا دینا او کے ہاں پردیپ بابو آئیں تو ان سے کہہ دینا کہ میں شام کو کمرے ہی میں ملوں گی میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں اور کوئی خاص بات نہیں او کے اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ تقریباً ایک منٹ بعد دروازے کو باہر سے لاک کرنے کی آواز ابھری اور ساکشی اٹھ کھڑی ہوئی آیئے کیلاش بابو۔ کہاں۔ وہ چونکا۔ دوسرے کمرے میں اس نے لائٹ آف کر کے متصل کمرے کا دروازہ کھول دیا وہ س کا بیڈ روم تھا یہ دراصل ڈبل سوٹ تھا۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے دوسرے کمرے میں چلا آیا وہ آلتی پالتی مار کر بیڈ پر بیٹھ گئی اور اسے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھنے کو کہا کیلاش خاموشی سے کرسی پر ٹک گیا۔ اب آپ پوری آزادی اور اطمینان سے بات کر سکتے ہیں نہ وقت کی پابندی ہے نہ خوف کا پہرہ بولیے۔ وہ دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اپنے مکھڑے کو رکھ کر اس کی جانب تکنے لگی۔ ساکشی دیوی آپ جانتی ہوں گی کہ نرملا دیوی دیوان صاحب کی اکلوتی بیٹی ہیں۔ آپ رکئے نہیں جو کہنا ہے کہہ ڈالیے میں نے اگر کچھ پوچھنا ہوگا تو ٹوک دوں گی وہ اسے رکتے ہوئے دیکھ کر بولی۔

جی۔ کیلاش نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اس کی آواز کمرے میں ارتعاش پیدا کرنے لگی وہ سنتی جا رہی تھی کیلاش کہتا رہا جب وہ خاموش ہوا تو ساکشی نے ایک طویل سانس لیا۔ ہوں اس نے چوکڑی کھول کر پاؤں بیڈ سے نیچے لٹکائے تو اب آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں کیلاش بابو۔

آپ کسی بھی طرح پردیپ صاحب کی زندگی سے نکل جایئے اس کے لیے دیوان صاحب آپ کو منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہیں۔ لیکن یہ تو آپ کے مسئلے کا حل نہیں ہے اس نے بے خوفی سے کہا۔ کیا مطلب۔ کیلاش کچھ نہ سمجھ پایا۔ مطلب یہ مسٹر کیلاش کہ میں تو پردیپ کی زندگی سے نکل ہی جاؤں گی اگر اپ یہ آفر لے کر نہ بھی آتے تو میں فیصلہ کر چکی تھی کہ اب اسے ٹاٹا کہہ دوں کیونکہ ایک تو وہ بالکل قلاش ہو چکا ہے دوسرے میں نے جتنا وقت اس کے ساتھ گزار لیا ہے اتنا وقت میں نے کبھی بھی کسی سے نہیں گزارا ہے اس میں کچھ کشش تھی کہ میں نے اتنا سفر اس کے ساتھ طے کر لیا مگر اس سے زیادہ کشش اس کے روپ میں تھی جسے وہ مجھ پر بے تحاشا لٹاتا رہا اب اس کی کشش میں تو کمی آ ہی گئی ہے روپیہ بالکل بھی ختم ہو گیا ہے لیکن میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ کی آفر کو قبول کر کے یا اپنی مرضی سے میں تو اس کی زندگی سے نکل جاؤں گی مگر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ کسی اور ساکشی کے جال میں نہیں جا پھنسے گا۔ اور کیلاش چونک پڑا۔ ساکشی نے بڑے پتے کی بات کہی تھی پردیپ جس ماحول اور رنگینی کا عادی ہو چکا تھا وہ اسے کسی بھی دوسری ساکشی کے ہتے چڑھنے سے کوئی نہیں سکتی تھی لیکن ساکشی دیوی جب وہ قلاش ہی ہو چکا ہے تو تب وہ کسی اور عورت کو کیسے۔۔

آں ہاں۔۔ ساکشی نے اس کی بات کاٹ دی وہ قلاش ہوا ہے مالی طور پر ذہنی طور پر وہ شیطان ہو چکا ہے اگر آپ کے علم میں ہے تو ٹھیک ورنہ میں آپ کو بتائی چلوں کہ اس وقت وہ اپنے سسر دیوان نریندر سنگھ کے آفس میں ان سے سودے بازی کر رہا ہے اگر دیوان صاحب اپنی بیٹی کو طلاق دلوا کر خوش ہیں تو ان کی مرضی دوسری صورت میں وہ ایک ہی شرط پر اپنی بیٹی کی گرہستی بچا پائیں گے کہ اپنی ساری دولت دور جائیداد پردیپ کے نام کر دیں۔

نہیں۔ وہ اچھل پڑا اس کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ یہی ارادہ لے کر یہاں سے گیا ہے مسٹر کیلاش اور جہاں تک مجھ جیسی کال گرل اندازہ لگا سکتی ہے دیوان صاحب اپنی دولت اور ساری جائیداد اس کے حوالے کرنے کی حماقت پر راضی ہو چکے ہوں گے ساکشی کی آواز میں افسوس جھلک رہا تھا لیکن لیکن یہ کیا۔۔ یہ تو بہت انرتھ ہو جائے گا ساکشی دیوی یہ تو انیائے ہے وہ بے چینی سے ہاتھ ملتے ہوئے فرش پر ٹہلنے لگا۔ مسٹر کیلاش ساکشی نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے کہا ہوٹل کا یہ کمرہ مسلسل میرے نام بک رہتا ہے پردیپ اس کے اخراجات ادا ضرور کرتا ہے مگر اس کے پاس اس کمرے کی چابی نہیں ہے میں نہ تو کبھی اپنے اس کمرے کی چابی کسی کو دیتی ہوں نہ کسی کو اپنے فلیٹ پر لے کر جاتی ہوں صرف اس کے لیے میں اپنے ہاتھ کاٹ کر دوسرے کے حوالے کرنے کی قائل نہیں ہوں اگر اس کمرے کی بکنگ پردیپ کے نام پر ہوتی تو میں اب تک ہوٹل سے باہر پھینکی جا چکی ہوتی وہ تو دو ہفتوں سے یہاں کی ادائیگی سے بھی ہاتھ اٹھا چکا ہے۔ میں اس ہوٹل کی مستقل ممبر ہوں اس لیے پورا ہوٹل اس کے مالک سوبھراج سمیت میری مٹھی میں رہتا ہے میں ان کے لیے بزنس بھی تو لاتی ہوں پردیپ جیسے الو کے پٹھوں کی صورت میں اس نے ہنس کر کہا کہنا میں یہ چاہتی ہوں ک میں ایک کال گرل ہو کر بھی اپنی اور اپنی دولت کی حفاظت کرنا خوب جانتی ہوں پھر دیوان صاحب جیسے جہاندیدہ بزنس مین کو بے وقوفی کے اس اندھے راستے پر جاتے دیکھ کر میں ان کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں دے پاؤں گی ایک انسان ہونے کے ناطے میں آپ کو ایک مفت مشورہ دے سکتی ہوں کہ فوراً جا کر دیوان صاحب کو اس انتہائی اقدام سے روکئے۔ اس کا انجام ان کی توقع سے بھی برا نکلے گا۔

میں۔ میں وہ بوکھلا سا گیا تھا جیب سے موبائل نکالا اور برق رفتاری سے دیوان صاحب کا نمبر ملایا پانچویں بیل پر ادھر سے ریسور اٹھایا گیا۔

ہیلو دیوان صاحب کیسے کہرے کنویں سے بولے۔

سر میں کیلاش بول رہا ہوں۔ وہ جلدی سے بولا پردیپ صاحب آئے تھے کیا۔ ہاں کیلاش وہ آیا تھا وہ سسک پڑے اور مجھ پر بجلی گرا کر چلا گیا ہے۔ سر سر ہوا کیا ہے پلیز جلد بتائیے کچھ الٹا سیدھا تو نہیں کر دیا آپ نے نہیں کیلاش سمیں تو کچھ کرنے کے قابل ہی نہیں رہا الٹا کیا اور سیدھا کیا وہ بولتے چلے گئے اور جب انہوں نے بات ختم کی تو کیلاش کی جان میں جان آئی اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ سر وہ جیسے بہت بڑے بوجھ تلے سے نکل آیا۔ میں تھوڑی دیر میں آ رہا ہوں میرے آنے تک کوئی عملی قدم نہ اٹھائیے گا۔ اس حرافہ سے بات ہوئی ہے کیا وہ تحی سے بولے۔

جی جی سر اس نے جلدی سے کہا اور کھنکھیوں سے ساکشی کی جانب دیکھا جو تین چار گز دور صوفے پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی مگر اس کی نظریں کیلاش ہی پر جمی ہوئی تھیں میں آ کر سب بتاتا ہوں او کے گڈ بائی سر اس نے فون بند کر دیا۔ ساکشی نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

کیا بتایا ہے دیوان صاحب نے اس نے پوچھا۔ جواب میں کیلاش نے اسے صاف صاف ساری بات بتا دی۔ ہوں اس نے مسکرا کر کیلاش کو دیکھا اس کا مطلب ہے کہ میں نے اپنے پیروں پر کلہاڑی ماری۔ یعنی د چونکا۔ بھئی میں نے جو مشورہ دیا ہے آپ کو اس کے بعد ظاہر ہے آپ پردیپ کو پھوٹی کوڑی دینے سے پہلے بھ سو بار سوچیں گے اور آخر میں پھر انکار کر دیں گے ہے ناں وہ چلبلے پن سے بولی۔ جی وہ تو ہے وہ سر کے بالوں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ اب اگر میں آپ کو یہ مشورہ نہ دیتی تو دیوان صاحب مجبوراً ہی سہی پردیپ کو سارا نہ

کچھ تو نقد نارائن تھماتے جو ظاہر کے سیدھا میرے پاس آتا وہ جواب میں سر ہلا کر رہ گیا۔ اب میرا یہ نقصان دیوان صاحب پورا کریں گے نہ آپ۔ کیونکہ یہ تو اپ جان ہی چکے ہیں کہ میں اس پھوکے ننگے سے پہلے ہی جان چھڑانے جا رہی تھی یہ سالی ہمدردی چیز ہی ایسی ہے میں خواہ مخواہ بوتی چلی گئی۔ اس کے پچھتاوے پر بے اختیار کیلاش مسکرا دیا۔ ساکشی دیوی میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں آپ کا واقعی بہت نقصان ہوا ہے اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں تو حاضر ہوں وہ خوش طبعی سے بولا۔

تم۔۔ وہ اسے تمسخر سے دیکھ کر بولی تم میرے کس کام آسکتے ہو مسٹر کیلاش۔ وہ آپ سے تم پر آ گئی۔ تم تو خود چند ہزار کے ملازم ہو مگر ہاں اچانک جیسے اسے کچھ سوجھ گیا ایک طریقے سے تم میرے کام آسکتے ہو شید اس طرح میرے دکھ کا میرے غم کا کچھ مداوا ہو سکے۔ وہ اس کے قریب کھڑی آہنوئی آپ فرمائیے میں پیچھے نہیں ہٹوں گا وہ خلوص سے بولا۔ تو مجھ سے دوستی کر لو اس ن یاس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں میں۔ وہ یوں پیچھے ہٹا جیسے ساکشی نے اسے تھپڑ مار دیا ہو۔ ہاں کیلاش۔ وہ اسی لہجے میں بولی صرف دوستی اور کچھ نہیں تم مجھے عام مردوں سے کچھ مختلف لگے ہو مجھ سے دوستی کر لو تم گھاٹے میں نہیں رہو گے۔ یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں ساکشی دیوی۔ وہ کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ بولا کہاں میں کہاں آپ میں تو اپ کے ایک دن کے خرچے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ خرچہ کرنے کو کس حرامزادی نے کہا تم سے وہ جیسے ہتھے سے اکھڑ گئی اور دوستی میں یہ خرچہ کہاں سے آ گیا۔ تم بھی اسی عام مردوں والی گھٹیا سوچ کے مالک ہو کیا جو صرف دولت کے گرد گھومتی ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا کہ ساکشی دیوی اس نے گھبرا کر کہا۔

تو پھر کیا مطلب تھا تمہارے بچے۔ وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ نچا کر بولی دولت کی کمی ہے کیا میرے پاس ارے میں آج ابھی اسی وقت پردیپ جیسے دو چار خرید کر دان کر سکتی ہوں میں تو صرف تم سے سیدھی دوستی کرنا چاہتی ہوں جس میں بدن کی بھوک نہ ہو آنکھ کا میل نہ ہو دل کا کھوٹ نہ ہو اس کی آواز میں کڑواہٹ گھلتی چلی گئی۔ تم نے مجھے اپنے گھر کے حالات اور دیوان صاحب کے ساتھ تعلق بتایا ناں بس اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں تم سے دوستی کروں گی سیدھی سادی شفاف دوستی آج کے دور میں ایسے سچے اور تن من کے کھرے لوگ کہاں ملتے ہیں کیلاش بابو تمہاری وفاداری کی ادا مجھے بھا گئی ہے تم نے جس طرح اس معاملے کو سلجھانا چاہا ہے اس طرح تو دیوان صاحب کا اپنا بیٹا بھی نہ کر پاتا بس اتنی سی بات ہے اور تم مجھے نرے سنار ہے ہو ساکشی دیوی۔ آپ جو نہیں درست ہے مگر میں پھر کہوں گا کہ میں آپ کی دوستی کے قابل نہیں ہوں وہ مجبور سے لہجے میں بولا۔

مگر کیوں۔ وہ پاؤں پٹخ کر بولی دونوں کی نظریں ملیں اور ساکشی کی آنکھوں میں ایک تارا سا ٹوٹ گیا۔ اوہ ۔اس کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ میں سمجھی۔ اب سمجھی اس کی آواز میں یاسیت در آئی میں تو بھول گئی تھی کہ میں ایک کال گرل ہوں اور تم ایک شریف زادے۔

نہیں نہیں۔۔ ساکشی دیوی وہ فوراً ہاتھ اٹھا کر بولا اس کی آواز میں تڑپ سی تھی یہ بات نہیں ہے۔ یہی بات ہے کیلاش بابو یہی بات ہے وہ اسی لہجے میں بولی میرا ساتھ تمہارے لیے بدنامی کے سوا کیا لا سکتا ہے بدنامی جس کے نہ تم متحمل ہو سکتے ہو نہ تمہارے گھر والے۔ ساکشی دیوی کیلاش کے لہجے میں احتجاج چھلک پڑا میں نے کہاں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔

تو تم سمجھا دو کیلاش بابو جو صحیح ہے وہ دکھ بھرے طنز سے بولی۔ شریف تو پردیپ بابو بھی تھے ساکشی دیوی مگر

انہوں نے کیا نہیں کیا شریف تو دیوان صاحب بھی ہیں جو عمر کے اس حصے میں بھی چوری چھپے منہ کا ذائقہ بدل لیتے ہیں پھر میری شرافت پر کیوں آپ کی سوئی اٹک گئی ہے بات کچھ اور ہے کیلاش کی آواز ڈوب گئی۔ تو کہہ دو ناں صاف صاف کہہ ڈالو یہ پھانس چھوڑ کر میں تمہیں یہاں سے جائے نہیں دوں گی کیلاش بابو۔ وہ اس کے سامنے یوں تن کر کھڑی ہوئی کہ کیلاش کا دم رکنے لگا۔۔

میں میں۔ وہ نظریں چرا کر وہ گیا میں کسی اور سے محبت کرتا ہوں کہ کر کیلاش نے رخ پھیر لیا۔ ساکشی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس کے چہرے پر پہلے حیرت ابھری پھر ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں پھیلے اور آخر وہ ہنس پڑی۔ ہنسی کیا مسلسل ہنستی چلی گئی اس کو پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے دیکھ کر کیلاش نے گردن گھما کر اسے حیرانی سے دیکھا پھر دیکھتا ہی رہ گیا۔ ساکشی ہنسی سے بے حال ہوئی جا رہی تھی بار بار وہ ہاتھ اٹھا کر اسکی طرف اشارہ کرتی پھر ہنستے ہوئے پیٹ تھام لیتی۔

کیا ہوا وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بولا کیا میں نے کوئی بے وقوفی کی بات کہہ دی۔ بے وقوفی۔ وہ ہنستے ہوئے صوفے پر گر پڑی اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی بڑی مشکل سے اس نے خود پر قابو پایا مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ جدا نہ کر پائی ارے احمق بدھو کاٹھ کے الو میں نے تم سے کب اظہار محبت کیا ہے۔ وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔ تو کیا وہ جو آپ۔۔ کیلاش نے کہنا چاہا۔۔ بس بس اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا تم بھی دینا کے ننانوے فیصد مردوں کی طرح اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ جس عورت نے تمہیں مسکرا کر دیکھا وہ تم پر مرمٹی کیلاش بابو وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

میں نے تم سے دوستی چاہی ہے دوستی ہی کی بات کی ہے محبت اور دوستی میں بڑا فرق ہوتا ہے یہ تم مردوں کو سمجھانا بڑا مشکل ہوتا ہے ارے پگلے میرے یار میں تو تمہاری سادگی اور خلوص پر مرمٹی ہوں تمہارا حسن تمہاری وجاہت اور تمہاری مردانگی تو تمہارے اپنے ہی پاس ہے اس میں میں نے کب نظر بد ڈالی ہے۔ تم جس سے محبت کرتے ہو تمہیں مبارک ہو یقین رکھو اگر زندگی میں ایسا وقت آیا تو میں اسے دلہن بنا کر تمہارے گھر تک چھوڑ کر آؤں گی جیسے ایک دوست دوسرے دوست کا ہمراز ہوتا ہے ناں اسی طرح میں تمہیں اپنا رازداں اپنے دکھ سکھ کا ساتھ اپنا مشیر خاص بنانا چاہتی ہوں وجہ یہ ہے کیلاش بابو کہ جو چیز مجھے تم میں نظر آئی ہے وہ دوسرے مردوں میں مفقود ہے جو بھی آئے گا مجھے خریدنے کی کوشش کرے گا۔ مگر ایک انسان ایک عورت ہونے اور ایک گوشت پوست کا وجود رکھنے کے ناطے سے میرا کیا جی نہیں چاہتا ہے کہ میرا بھی کوئی دوست ہو کوئی ایسا اپنا ہو جو صرف مجھ سے میری زندگی سے میرے دکھ سکھ سے تعلق رکھتا ہو جسے میرے میرے جسم کی نہیں میرے خلوص کی خواہش ہو تمہاری باتوں میں مجھے یہی خوشبو جھلکتی ہوئی نظر آئی تھی کیلاش بابو مگر تم نے سمجھ لیا کہ ساکشی دیوی تم پر فریفتہ ہو گئی تمہیں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے۔

بس بس ساکشی دیوی بس کیلاش نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ بس کرو تم تو خنجر بھی یوں چلاتی ہو جیسے سامنے کسی کا دل نہیں دھنیے کی گڈی دھری ہو میں اپنی غلط فہمی پر شرمندہ ہوں معافی مانگتا ہوں اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ ساکی کے چہرے سے افسوس غصے اور تلخی کا دھواں چھٹنے لگا چند لمحے وہ اسے تکتی رہی اس کی بجھی بجھی آنکھوں میں چمک ابھری پھر وہ اٹھی اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

اچھا ہوا تم نے جلدی ہی اپنی غلطی مان کر معافی مانگ لی ورنہ جانتے ہو میں کیا کرتی وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی جواب میں کیلاش اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتا رہا میں تمہیں اس کھڑکی سے باہر دھکا دے دیتی

یوں۔ اس نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔

ارے ارے وہ گھبرا گیا۔ ساکشی۔۔ شکو۔ سکو کہا کرو مجھے میری مومی مجھے اسی نام سے بلایا کرتی تھ یہ ساکشی دیوی بڑا وزنی نام ہے جیسے کسی نے مجھے مندر میں دان کر دیا ہو وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی اور اب زندگی میں کبھی مجھے شا کی نہ کہنا یہ نام تمہارے لبوں پر مجھے گالی لگے گا سمجھے اس نے کھڑی انگلی سے اسے دھمکایا۔ سمجھا بابا سمجھا۔ وہ کپڑے درست کرتے ہوئے بولا مگر ایک بات میری بھی ماننا ہوگی تمہیں۔ کیا وہ دونوں پہلوؤں پر ہاتھ رکھ کر اسے تکنے لگی۔

یہ۔ یہ جو لباس ہے ناں تمہارا وہ ہاتھ سے اشارہ کر کے بولا یہ میرے سامنے نہیں چلے گا کبھی بھی۔

آں ہاں۔ اس نے اپنے سراپے کا جائزہ لیا دل بے قابو ہو جاتا ہے کیا وہ پھر شرارت سے بولی جو بھی کہہ لو مگر شکو جی۔ ہوں تو میں بھی مرد ہی ناں وہ معنی خیز لہجے میں بولا تو وہ ہنس کر رہ گئی۔ اچھا اب بس کیلاش نے گھڑی میں وقت دیکھا مجھے ایک گھنٹہ ہو رہا ہے یہاں آئے ہوئے اب جانا چاہیے دیوان صاحب پریشان ہوں گے۔ ہاں وہ بھی سنجیدہ ہو گئی بے اختیار کہا۔

تم بے فکر ہو کر جاؤ پردیپ کا معاملہ ہم دونوں مل کر سنبھال لیں گے زندگی میں کوئی پن کا کام بھی کر لینا چاہیے کبھی کبھی وہ پلٹ کر دوسرے کمرے میں گئی بیڈ کے سرہانے پڑی تپائی سے پرس اٹھایا اور اس میں سے کاغذ قلم نکالا اور کچھ لکھ کر کیلاش کے حوالے کر دیا یہ میرا یہاں کا گھر کا اور موبائل کا نمبر ہے کبھی بھی کسی بھی لسلے میں ضرورت پڑے تو رات دن کی پرواہ نہ کرنا کیلاش نے اپنی جیب سے پاکٹ ڈائری نکالی اس مین تینوں فون نمبرد رج کئے پھر ساکشی کو پانے گھر موبائل اور آفس کو فون نمبر لکھ دیا۔

اب میں جانا چاہتا ہوں کیلاش نے ساکشی کی طرف دیکھا ضرور ساکشی نے انٹر کام پر سنہا سے کمرے کا لاک اوپن کرنے کو کہا پھر اس کی طرف پلٹی وش یو گڈ لک بوائے اس نے ہاتھ بڑھایا کیلاش نے اس کے مسکراتے ہوئے چہرے پر نظر ڈالی اور اسکا بڑھا ہوا گداز ہاتھ تھام لیا۔ یو ٹو شکو جی وہ بھی مسکرایا یہ دوستی بھگوان کرے مرتے دم تک چلتی رہے۔

میری طرف سے چلتی رہے گی تم اپنا سوچو اس نے کیلاش کا ہاتھ گرم جوشی سے دبایا اسی وقت دروازے کا لاک کھلنے کی آہٹ ہوئی دیر سے مت ملنا ورنہ میں گھر پہنچ جاؤں گی وہ اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے بولی پھر تو میں یقیناً وہ سے ملوں گا وہ ہنسا اسی بہانے تم میرے گھر تو آؤ گی۔

تھینکس کیلاش اس عزت افزائی کے لیے اس کی آواز لرز گئی اور اس نے رخ پھیر لیا خلوص کا یہ ننھا سا لمحہ اسے پل بھر کو چار دیواری کے اندر لے گیا تھا کیلاش نے اس کی آواز کی تھرتھراہٹ کو محسوس کیا کچھ کہنا چاہا مگر پھر کچھ سوچ کر خاموشی سے پلٹا اور کمرے سے نکل گیا۔

دیوان صاحب نرملا اور کیلاش رات کے دو بجے تک بحث و مباحثے میں مصروف رہے کیلاش نے ان کو ساکشی کے بارے میں اپنی دستی کے علاوہ سب کچھ بتا دیا تھا اس کے تعاون اور جذبے سے دیوان صاحب اور نرملا دونوں بے حد متاثر ہوئے تھے مگر اصل مسئلہ تو پردیپ کا تھا نرملا کی گرتی ہوئی صحت اور غم سے بے حال جسم و جان دیوان صاحب کے لیے بے پناہ اذیت کا باعث تھے وہ بار بار پردیپ کو اس کی ڈیمانڈ سے کم و بیش کچھ نہ کچھ دے کر نرملا کی خوشیاں خریدنے کی بات کرتے مگر کیلاش اس پر راضی ہوتا نہ نرملا آخر نرملا نے کہا۔ پتا جی آپ نے اب

تک میرے لیے دولت سے جو کچھ خریدا وہ میرے کس کام آیا اصل بات یہ ہے کہ میں پردیپ کے پیروں میں اولاد کے زنجیر نہیں باندھ سکی اس لیے اسے دولت کی کاغذی بیڑیوں سے باندھ کر رکھنے کا خیال اب ہمیں دل سے نکال دینا چاہیے میں یہ دکھ تو برداشت کرلوں گی کہ اس نے مجھے طلاق دے دی مگر یہ اذیت نہ سہہ سکوں گی کہ وہ میری اور آپ کی ساری دولت اور جائیداد عیاشیوں کی نذر کرنے کے بعد مجھے لات مار دے جب ایک آغاز کا انجام تباہی ہے تو پھر اس انجام سے دوچار ہونے سے پہلے پل پل مرنے کا فائدہ آپ اکیلے ایسے باپ نہیں ہیں جن کی بیٹی کو طلاق ہو رہی ہے یہاں قدم قدم پر ایسی لاتعداد کہانیاں بکھری پڑی ہیں آپ میری خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر مت لگائیے میں اپنے طور پر ایک کھیل کھیلنا چاہتی ہوں اگر آپ اس میں میرا ساتھ دے سکیں تو شاید بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔

وہ کیا بیٹی دیوان صاحب کے ساتھ کیلاش بھی چونکا۔ آپ کیلاش صاحب کے کہنے پر عمل کیجئے۔ اس نے سیاہ حلقوں میں بھی خوبصورت دکھائی دیتی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو پونچھ ڈالے اور پردیپ کو کچھ بھی سینے سے صاف انکار کر دیجئے۔ تم اس کا انجام جانتی ہو وہ کیا کرے گا وہ بے بسی سے بولے۔ وہ آپ بھی جانتے ہیں پتا جی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل کہتا ہے کہ اگر ہم کھیل کے اس مرحلے میں یہ چال چل دیں تو صورت حال ہمارے حق میں ہو جائے گی۔ وہ کیسے دیوان صاحب نے مردہ دلی سے پوچھا۔ نرملا دیوی ٹھیک کہہ رہی ہے سر کیلاش نے سوچ کے سمندر میں سے باہر آتے ہوئے کہا۔ کھل کر کہو کیلاش میں پہلے ہی پریشان ہوں اوپر سے تم پہیلیاں بجھوا رہے ہو وہ سیدھے ہو بیٹھے۔

سر جہاں تک میرا خیال ہے نرملا دیوی کا اندازہ یہ ہے کہ اگر ہم پردیپ بابو کو کچھ بھی دینے سے صاف انکار کر دیں اور ساتھ ہی ان کو اپنی طلاق کی دھمکی پر عمل کرنے کی کھلی چھٹی بھی دے دیتے ہیں تو وہ حواس باختہ ہو جائیں گے کیونکہ یہ ان کے گمان میں بھی نہ ہوگا کہ آپ ان کو ایسا ٹکا سا جواب دے کر بیٹی کے لیے طلاق کا مطالبہ کر دیں گے بس یہاں سے ان کو شہ مات کا چکر چل جائے گا۔ وہ کیسے دیوان صاحب کی سمجھ میں بات اب بھی نہ آئی تھی۔

وہ ایسے سر کہ جب وہ یہ دیکھیں گے کہ فی الحال دولت تو ہاتھ آنے سے رہی لہٰذا اس صورت حال میں اگر وہ نرملا دیوی کو طلاق دے دیتے ہیں تو پھر کبھی کی آس سرے سے ختم ہی ہو جائے گی طلاق دے کر تو وہ گھر کے رہیں گے نہ گھاٹ کے اگر وہ ذرا بھی تحمل ہوئے تو تھوڑا بہت ہنگامہ مچا کر کھسیانی بلی کی طرح کھمبا نوچنے نکل پڑیں گے آخری صورت میں وہ آپ کی ہمدردی اور امداد کے مستحق بھی ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ آپ ان کو سڑکوں پر ذلیل ہونے کے لیے تو نہیں چھوڑ سکتے بزنس کو دوبارہ آن کرنے کے لیے آپ کو ان کی مالی سہایتا تو کرنی پڑے گی یہ سب سوچ کر وہ گھر واپس آسکتے ہیں کیوں نرملا دیوی میں نے غلط کہا کیا۔ کیلاش نے اس کی طرف سوالیہ نظر سے دیکھا۔

نہیں کیلاش صاحب نرملا اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھ کر بولی آپ نے میری سمجھ سے زیادہ کھل کر بات کی ہے پتا جی میں بھی یہی کہنا چاہتی تھی بات اب دیوان صاحب کی سمجھ میں آگئی تھی انہوں نے کچھ دیر ساری تفصیل پر غور کیا پھر کافی حد تک مطمئن ہو گئے۔ ٹھیک ہے انہوں نے اتنی دیر میں شاید پہلی بار سکھ کا سانس لیا تم دونوں کی بات میری سمجھ میں آتی ہے رسک تو لینا ہی پڑے گا شاید بھگوان ہماری سہایتا اسی انداز میں کرنا چاہتا ہے وہ ہماری سہایتا ضرور کرے گا سر بس آپ دو کام کیجئے فورا۔ کیلاش نے خوش ہو کر کہا۔ بولو بولو۔ دیوان صاحب

نے اس کی طرف دیکھا۔

پہلا کام تو یہ کیجئے کہ صبح ہوتے ہی اپنے وکیل سے بات کر کے ان سے کہیے کہ آپ کے بزنس میں نرملا دیوی کو برابر کا پارٹنر بنا کر بزنس پاور آف اٹارنی کا کاغذات تیار کرا دے اس طرح آپ دونوں کے بزنس اور پرنسل اکاؤنٹس مشترکہ ہو جائیں گے ایک کے بغیر دوسرے کچھ نہیں کر سکے گا دوسرا یہ کام کیجئے گا پردیپ صاحب کے تمام بزنس لون ادا کر کے ان کے سارے کاروبار کو نرملا دیوی کے نام ٹرانسفر کر دیجئے گا ویسے بھی یہ ان کے بزنس میں ففٹی ففٹی کی پارٹنر ہیں موجودہ صورت حال میں یہ ان کے تمام کاروبار کو ٹیک اوور بھی کر سکتی ہیں پردیپ صاحب نے تو دوماہ سے اپنی فرم کے ملازمین کو تنخواہیں تک ادا نہیں کیں وہ لوگ لیبر کورٹ میں جانے کی سوچ رہے ہیں ان کے ایسا کرنے سے پہلے آپ یہ کام کر گزریں۔

بالکل صحیح۔ دیوان صاحب کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا یہ کام تو ایک ہی دن میں ہو جائیں گے نرملا تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں بیٹی۔ نہیں پتا جی آپ جو مناسب سمجھیں کریں کیلاش بابو خاصی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں ان کے مشورے بڑے دور رس نتائج کے حامل ہیں نرملا نے کیلاش کو عجیب سی نظروں سے دیکھا شکریہ نرملا دیوی کیلاش نے انکساری سے کہا یہ آپ کا حسن ظن ہے ورنہ من آنم من دانم۔ نہیں بھئی دیوان صاحب نے دخل دیا نرملا ٹھیک کہہ رہی ہیں اگر اس صورت حال میں تم ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو شاید ہم باپ بیٹی خودکشی کر چکے ہوتے ایسا نہ کہیے سر کیلاش جلدی سے بولا۔

بھگوان آپ پر ایسا برا وقت کبھی نہ لائے۔ تو پھر یہ طے رہا کہ کل پردیپ صاحب کے بارے میں جو فیصلہ ہوا ہے اسی پر عمل ہوگا۔ بالکل دیوان صاحب نے بڑی شدومد سے سر ہلایا اور کوئی صورت بھی تو نہیں ہے۔ تو پھر مجھے اب اجازت دیجئے رات کافی جا چکی ہے وہ اٹھ کھڑا ہوا اچھا بیٹے بھگوان تمہارا بھلا کرے میں تمہیں دعاؤں کے سوا اور کیا دے سکتا ہوں روپیہ پیسہ تو ایسی بھلائیوں کا بدل نہیں ہوتا دیوان صاحب اسے دروازے سے رخصت کرتے ہوئے بولے۔ بس آپ کی دعائیں ہی چاہیں سر اور سب کچھ ہے میرے پاس آپ کا اور بھگوان کا دیا ہوا ہے وہ کہہ کر مسکراتا ہوا پورچ میں کھڑی کار کی طرف بڑھ گیا دیوان صاحب تشکر بھری نظروں سے اس کی گاڑی کو گیٹ سے باہر جاتا ہوا دیکھتے رہے پھر تھکے تھکے قدموں سے اندر لوٹ آئے۔

ساکشی باتھ روم میں تھی پردیپ بستر میں بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا اسے اٹھ بجنے کا انتظار تھا وہ امید و بیم کے دریا میں غوطے کھا رہا تھا اس نے ایک اندھی چال چلی تھی اس وجہ کو بنیاد بنا کر کہ دیوان صاحب اپنی اکلوتی بیٹی نرملا کے لیے کچھ بھی کر سکتے تھے اس کا کوئی بھی مطالبہ مان سکتے تھے اور نرملا اس سے اتنا ہی پیار کرتی تھی کہ دولت اور جائیداد تو کیا وہ اس کے لیے جان بھی دے سکتی تھی۔ لمحہ بھر کو اسے خیال آیا کہ اگر دیوان صاحب نے انکار کر دیا تو یہ تصور ہی اس کے لیے سوہان روح تھا اس کا دل جیسے رک سا گیا خواہ جواب دے گئے تھے ماتھے پر سردی کے موسم میں بھی ٹھنڈا پسینہ آ گیا۔ نہیں نہیں یہ ہو ہی نہیں سکتا اس کے اندر سے آواز آئی دیوان صاحب کے لیے یہ صدمہ برداشت کرنا ممکن ہی نہیں ہے دل نے اسے حوصلہ دیا وہ بہرصورت میری بات مان لیں گے۔ خود کو تسلیاں دیتے ہوئے اس نے رسٹ واچ پر دیکھا آٹھ بج کر دو منٹ ہو چکے تھے باتھ روم سے ساکشی کے گنگنانے کی آواز آ رہی تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا اور نمبر ملا کر رسپانس کا انتظار کرنے لگا ساتویں آٹھویں بیل پر دوسری طرف سے ریسور اٹھایا گیا وہ حیران تو ہوا کہ دیوان صاحب کو تو فون کے ساتھ لگا بیٹھا ہونا

چاہیے تھا اتنی دیر بعد فون کیوں اٹھایا گیا۔ مگر دوسری طرف سے ابھرنے والی آواز نے سوچ کے گرداب میں سے باہر کھینچ لیا۔

یس۔ دیوان نرنیدر سنگھ سپیکنگ ان کی گھمبیر اور پرسکون آواز نے لمحہ بھر کو پردیپ کا حلق خشک کر دیا۔ میں پردیپ بول رہا ہوں دیوان صاحب اس نے ذرا رک کر کہا۔ ہاں پردیپ انہوں نے سابقہ لہجے میں کہا بولو کیا کہنا چاہتے ہو تم ان کی آواز میں ہیجان کوئی اضطراب نہیں تھا دیوان صاحب وہ کمبل ہٹا کر بستر سے اتر آیا اور فرش پر ٹہلتے ہوئے بولا آپ نے کیا فیصلہ کیا۔

فیصلہ تو تمہیں کرنا ہے بیٹے دیوان صاحب نے نرمی سے کہا میں ایک مجبور باپ کیا فیصلہ کر سکتا ہے ایک دم پردیپ جیسے ہوا میں اڑنے لگا۔ تو کیا میں سمجھ لوں کہ آپ کو میری شرط منظور ہے اس نے تیزی سے کہا خون اس کی کنپٹیوں میں تیزی سے گردش کرنے لگا۔ نہیں۔ دیوان صاحب نے دھماکہ کیا نہیں وہ حیرت سے بولا کیا مطلب اس کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی۔ نہیں کا مطلب نہیں ہوتا ہے دیوان صاحب نے جیسے اسے سمجھایا مجھے اور نرملا کو تمہاری کوئی شرط منظور نہیں ہے۔۔ دیوان صاحب۔ وہ سانپ کی طرح پھنکارا اس کا لہجہ بے حد زہریلا ہو گیا وہ ناقابل یقین صورت حال سے دوچار ہو کر حواس کھو بیٹھا تھا آپ اپنے انکار کا مطلب جانتے ہیں وہ دانت پیس کر بولا۔ اقرار کرنے سے زیادہ برا نہیں ہو گا بیٹے بہر حال میری ایک صلاح ہے کہ اب تم اپنے بارے میں غور کر لو کوئی بھی قدم سوچے سمجھے بغیر نہ اٹھانا تم اس وقت نہ زمین پر ہو نہ آسمان پر اور ہوا میں معلق کوئی بھی شے اپنا وزن نہیں رکھتی۔ دیوان صاحب وہ حلق کے بل چیخا۔ آپ نے بہت برا فیصلہ کیا ہے آپ اس کے نتائج سے بچ نہیں سکیں گے۔

تم کوئی برا فیصلہ مت کرنا بیٹے انہوں نے جواب دیا میں نرمی سے کہا۔ نرملا تمہاری پتنی ہے اس کے دروازے تمہارے لیے ہمیشہ کھلے ہیں۔ میں لعنت بھیجتا ہوں اس پر اور آپ پر بھی آپ دیکھئے گا میں آپ کا کیا حشر کرتا ہوں اس نے واشگاف الفاظ میں کہا اور رابطہ ختم کر دیا۔ غصے سے پاگل ہو کر اس نے موبائل بستر پر دے مارا اور سر کے بال نوچتے ہوئے کسی زخمی درندے کی طرح فرش پر ٹہلنے لگا۔ کیا ہوا باتھ روم کے دروازے میں کھڑی تولیے سے چہرہ خشک کرتی ہوئی ساکشی نے اسے بڑی گہری نظروں سے دیکھا وہ ہو گیا ساکشی جس کا مجھے وہم بھی نہیں تھا یہ انہونی ہوئی کیسے وہ ہاتھ کا مکہ دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے ہوئے بولا اس کے چہرے پر سرخی اور آنکھوں میں وحشت بڑھتی جا رہی تھی دیوان صاحب نے انکار کر دیا کیا۔ ساکشی نے تولیہ بستر پر ڈال کر کپڑے نکالنے کے لیے وارڈروب کا رخ کیا۔

ہاں ساکشی ہاں وہ بے یقینی سے بولا اسے اب بھی شک تھا کہ اس نے جو سنا دیوان صاحب نے جو کہا وہ جھوٹ تھا سپنا تھا افسانہ تھا۔ جس محل اطمینان اور سکون سے اس بڈھے نے مجھے انکار کی لات ماری ہے مجھے اس پر یقین نہیں آ رہا پردیپ پھنکارا۔

ضرورت سے زیادہ خوش فہمی ایسے ہی دن دکھاتی ہے پردیپ تم نے دیوان صاحب کو پریشان کیا ہے میں آخری وقت تک تمہیں اس انتہائی قدم سے روکتی رہی مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔ وہ ہینگر لیے بستر کے قریب آئی اور اس میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

میرے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا شاکی۔ تم جانتی ہو میں بالکل خالی ہو چکا ہوں وہ بے چارگی سے بولا اب آئندہ کا کیا پروگرام ہے اس نے پینٹ کستے ہوئے پوچھا۔ ابھی تو میرا کوئی پروگرام نہیں ہے

۔کوئی راستہ سوجھ نہیں رہا میرا دماغ ماؤف ہو گیا ہے وہ سر پکڑ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ یہ کمرہ ابھی چار دن اور ہم دونوں کا بوجھ سنبھال سکتا ہے پردیپ میں آج اپنے فلیٹ جا رہی ہوں دو تین دن ریسٹ کروں گی تم اطمینان سے یہاں رہو ڈیوز کی فکر نہ کرنا میں نے ادا کر دیئے ہیں مگر چار دنوں کے بعد تمہیں یہاں سے شفٹ ہونا پڑے گا وہ جرسی پہن کر اس کا کلا درست کرتے ہوئے بولی۔

کیا مطلب۔ وہ چونکا۔ تم مجھے اس صورت حال میں چھوڑ کر چلی جاؤ گی۔ چلے جانے کا کیا مطلب پردیپ ڈارلنگ۔ ساکشی نے اسے دیکھتے ہوئے دونوں ہاتھ پہلوؤں پر رکھ لیے تم خود سوچو اگر تمہارے حالات درست نہیں ہیں اور مستقبل قریب میں اس کا دور دور تک کوئی امکان نہیں ہے تو میں یہاں تمہارے ساتھ رک کر سوائے تمہارا بوجھ اور فکرمندی بڑھانے کے اور کیا کروں گی اس لیے بہتر یہی ہے کہ میں تمہیں اکیلا چھوڑ دوں تاکہ تم تنہائی میں ساری صورت حال پر اچھی طرح سوچ بچار کر سکو گزرے سے کا ظالمانہ تجزیہ تمہیں اانے والے دنوں کے لیے بہتر لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے صرف اور صرف تنہائی کے بستر پر مدد دے سکتا ہے میری موجودگی تمہیں ذہنی اور جسمانی طور پر کچھ نہیں کرنے دے گی میرا خیال ہے تمہیں میرے خلوص میں شک نہیں کرنا چاہیے اس نے پردیپ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

خلوص۔ وہ نفرت سے اسے گھور کر بولا میں سب سمجھ رہا ہوں ساکشی بچہ نیں ہوں میں خالی کپا ہوا تمہیں مشورے دینا بھی آ گئے سمجھانا بھی آ گیا برے بھلے کی تمیز سکھانا بھی آ گئی مگر یاد رکھو دن ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے کل کو میں پھر گئے دنوں کا پردیپ بن سکتا ہوں تب تم میرے سامنے کس منہ سے آؤ گی۔ اسی منہ سے پردیپ ڈارلنگ۔ وہ اطمینان سے بولی۔۔

اس لیے کہ میں نے تمہیں کوئی دھوکا نہیں دیا تم نے مجھ پر روپیہ لٹایا ہے تو میں تم پر اپنا جوبن لٹایا ہے تم سے محبت کے نام پر ایک لفظ تک کبھی نہیں کہا۔ تمہارے ساتھ پیار کا ناٹک نہیں کیا تم خرچ کرتے رہے میں خرچ ہوتی رہی حساب برابر۔ دیا بجھنے پر آئے تو اس میں اور تیل ڈالتے ہیں یا اس کے بجھنے پر اندھیرے میں ڈوب جانا پڑتا ہے تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ دیا بجھنے سے پہلے کمرے میں اندھیرا ہونے سے پہلے انسان باہر نکل جائے۔ تاکہ ارد گرد کی روشنی سے مستعار لیا ہوا اجالا ہمیں اندھیرے کے عذاب سے بچا لے میں بھی تمہیں دیا بجھنے سے پہلے باہر لے آنا چاہتی ہوں تاکہ تم عقل اور حالات کے باقی ماندہ اجالے سے محروم نہ رہ جاؤ غصے میں آ کر کوئی غلط بات سوچو نہ مجھ پر بے وفائی کی تہمت لگاؤ ہم ایک دوسرے سے وفا کر ہی کب رہے تھے پردیپ بابو ہم تو گاہک اور دکاندار تھے۔

پردیپ اس دوران بڑی سرد نگاہوں سے ساکشی کو گھورتا رہا اور اس کا ایک ایک لفظ دماغ میں محفوظ کرتا رہا ایک پل کو اسے محسوس ہوا کہ ساکشی درست کہہ رہی ہے اس کی ہر بات میں سچائی بھی تھی اور وزن بھی مگر دوسرے ہی لمحے اس پر نفرت اور محرومی کے جذبات نے یلغار کر دی۔

تم۔۔ وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا یاد رکھنا۔ اچھا نہیں کرو ہیں اس بوڑھے دیوان اور نرملا کے بعد تم میری تیسری دشمن ہو اور میں دشمنوں کو معاف نہیں کیا کرتا اس کے لہجے میں زہر گھل گیا۔ اچھا کرتے ہو پردیپ بابو۔ ساکشی نے پرس اٹھا کر کندھے پر ڈالا اگر تم اسی اصول کے قائل ہو تو سب سے پہلے خود کو سزا دو بھیانک ترین سزا کیونکہ تم خود اپنے سب سے بڑے دشمن ہو۔

بکو مت۔ وہ جھلا کر بولا۔۔۔ آخری بکواس کے طور پر ایک مشورہ دوں مسٹر پردیپ۔ وہ اس کے لہجے

میں برا منائے بغیر بولی۔ اپنے گھر لوٹ جاؤ تمہاری پتنی ایک مشرقی عورت ہے تمہیں معاف کردے گی ورنہ یاد رکھو اگر تم آج غلط فیصلے کے راستے پر بہک گئے تو زندگی بھر سکھ کے لیے ترستے رہو گے۔ اپنا مشورہ اپنے پاس رکھو ساکشی۔ وہ زہر خند سے بولا میں اپنا راستہ خود تلاش کرلوں گا بس تم بھگوان سے یہ پرارتھنا کرو کہ اس راستے پر کبھی تم میرے سامنے نہ آؤ ورنہ میں تم سے جو انتقام لینے والا ہوں اس کی شدت میں ہزار گنا اضافہ ہوجائے گا۔

۔اوکے مسٹر پردیپ۔ وہ لاپرواہی سے شانے اچکا کر بولی تم خیالی پلاؤ کے ساتھ ساتھ اگر سچ مچ کچھ کھانا پینا چاہو تو انٹرکام کا بٹن دبا دینا گڈ بائی۔ وہ ہاتھ ہلاتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پردیپ ہونٹ بھینچے اسے بڑی سرد نگاہوں سے گھورتا رہا وہ باہر نکل گئی دروازہ بند ہوگیا اور وہ بند دروازے پر نظریں جمائے خود کو یقین دلانے کی ناکام کوشش کرتا رہا کہ پچھلے دس پندرہ منٹ میں اس کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ سب ایک سپنا تھا ایک برا سپنا۔ جس سے جاگنے پر وہ سارے بدن میں لرزتے ہوئے گرم لاوے کی اٹھان محسوس کررہا تھا۔

شام گہری اور پارک تقریباً خالی ہوچکا تھا سردی کی تیزی سے پھیلتی ہوئی رات کا سناٹا دھند کروٹیں لے رہا تھا وہ سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے سوچ سوچ کر کس کا دماغ پھوڑا بن گیا دیوان صاحب نرملا ساکشی اسے ہر طرف اکے ہنستے ہوئے مسکراتے ہوئے طنز آمیز نگاہوں سے گھورتے سائے دکھائی دے رہے تھے ان کی تمسخرانہ ہنسی اس کے خیالوں میں آگ کے فلک بوس شعلوں کی طرح ناچ رہی تھی انتقام۔ انتقام۔ ایک ہی لفظ اس کے دل و دماغ پر ہتھوڑے برسا رہا تھا ایک بار اسے خیال آیا کہ وہ جا کر اس بڈھے دیوان اور نرملا دونوں کو گولی مار دے مگر یہ اس کے مسائل کا حل نہیں تھا وہ تو گردن تک قرض میں ڈوبا ہوا تھا ان کو مار کر خود پھانسی چڑھ جاتا۔ اور بس۔ اور اگر وہ کسی اور سے ان کو ختم کروادے تو ایک دم اس کے ذہن میں شعلہ سا لپکا مگر کیسے ایسے کام مفت تو ہوتے نہیں اور اس کی جیب میں دو تین ہزار سے زیادہ رقم نہیں تھی گاڑی اس کے پاس ضرور تھی مگر اسے بیچ کر وہ پیدل ہوجاتا ساکشی ایسی صورت حال میں اس کے کام آسکتی تھی مگر اوا س کا خیال آتے ہی اس کا حلق کڑواہٹ سے بھر یا اس کا جی چاہا کہ وہ سب سے پہلے اسی طوائف پیشہ کا خاتمہ کردے مگر کیسے۔ یہ سوال پھر اس کے سامنے پہاڑ بن کر آ کھڑا ہوا۔ جھلا کر اس نے سگریٹ کو گھاس پر پھینکا اور جوتے کے تلے سے مسل دیا پیکٹ خالی ہوچکا تھا اس نے اسے بھی ایک طرف اچھال دیا پارک میں دور دور گنے چنے متنفس دکھائی دے رہے تھے جو شاید اسی کی طرح وقت کا فضول استعمال کرنے کے لیے یہاں موجود تھے۔

جے کالی۔ اچانک وہ ایک بلند بانگ آواز سن کر اچھل پڑا ایک دم جیسے اس کے دل کی دھڑکن رک گئی گھبرا کر اس نے آواز کی سمت دیکھا پارک کے جنگلے کے ساتھ باہر کی طرف ایک لمبے چوڑے جسم کا پجاری آگے کو چلا جارہا تھا وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا پجاری نے کچھ دور جا کر پھر جے کالی کا نعرہ بلند کیا بے اختیار پردیپ نے قدم پارک کے گیٹ کی طرف بڑھا دیئے باہر آ کر اپنی کار میں سوار ہوا اور کچھ سوچتے ہوئے پجاری کے پیچھے چل پڑا جو اس وقت اس سے تقریباً پچاس گز دور چلا جارہا تھا۔ انسان پر ایک وقت ایسا آتا ہے جب وہ پریشانی کی انتہا سے دوچار ہوجاتا ہے یہ وہ لمحہ ہوتا ہے جو اسے امید اور مایوسی کے بالکل درمیان لا کھڑا کرتا ہے اسے اپنے راستے پر قائم رہنے اور بھٹکنے کے لیے محض ایک جنبش کی ضرورت ہوتی ہے اسوقت یا تو وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کرتا ہے یا تھک کر پھسل کر بھٹک کر گمراہی کا دامن تھام لیتا ہے پردیپ بھی اس وقت ایسی ہی صورت حال سے

دوچار تھا مایوسی اور نفرت کی انتہا نے اسے کالی کے ایک پجاری کے سامنے لا کھڑا کیا تھا اگر وہ ذرا بھی مثبت انداز میں سوچتا تو دیوان صاحب کے کھلے اشارے اور ساکشی کے درست مشورے کی روشنی میں گھر لوٹ جاتا مگر۔ معاملے کے تاریک پہلو اور حیوانی سوچ نے اسے پل بھر میں انسانیت کے راستے سے بھٹکا کر درندگی کی پگڈنڈی پر ڈال دیا تھا۔ بالکل چیونٹی کی رفتار سے پجاری کا پیچھا کرتے ہوئے وہ کار ڈرائیو کرتا رہا۔ اس کے ذہن میں لاوا سا پک رہا تھا اس نے کئی لوگوں سے سنا تھا کہ کالی کے پجاری کالا علم جانتے اور اس کے ذریعے بے شمار انہونے کام سرانجام دے ڈالتے ہیں ان کی ضرورت پوری کرکے ان سے کوئی بھی برے سے برا اور بڑے سے بڑا کام کرایا جاسکتا ہے وہ جس دھرم کا پیروکار تھا اس میں ایسے پنڈتوں پجاریوں کی نہ تو کمی تھی نہ ان کی مدد کا حصول مشکل تھا سوچ وہ صرف یہ رہا تھا کہ اگر اس پجاری نے اس کے سامنے کوئی ایسا مطالبہ رکھ دیا جو اس کی جیب سے وزنی ہوا تو وہ کیا کرے گا۔ پھر اسنے جیسے فیصلہ کرلیا زیادہ سوچنے کا اس کے پاس وقت نہیں تھا زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ اسے اپنی گاڑی فروخت کرنا پڑ جاتی اس نے ٹھان لی کہ اگر پجاری نے اس سے اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کیا جو وہ گاڑی بیچ کر ہی ادا کرسکتا ہو تو وہ یہ بھی کر گزرے گا۔ اسی وقت پجاری نے سڑک پار کی اور کالی کے مندر کی سیڑھیاں چڑھنے لگا ہر دوسری تیسری سیڑھی پر وہ جے کالی کا نعرہ بلند کرتا اور ستھ ہی اس کا بایاں ہاتھ فضا میں اٹھ جاتا پردیپ نے گاڑی مندر کے سامنے پارک کی باہر نکلا لاک لگایا اور اندیشوں منصوبوں اور امید و بیم کا بوجھ ذہن پر لادے مندر کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ مندر کے صحن میں پہنچا تو اس نے دائیں بائیں کا جائزہ لیا صحن کے عین درمیان کالی کا ایک خاصا بڑا بت نصب تھا جس میں وہ اپنے ان گنت ہاتھوں اور لپکتی ہوئی سرخ زبان کے ساتھ ٹیوب لائٹس کی روشنی میں وحشت و بربریت کا نمونہ دکھائی دے رہی تھی اس کے کسی ہاتھ میں تلوار تھی تو کسی میں کھوپڑی کسی ہاتھ پر سانپ لپٹا ہوا تھا تو کسی ہاتھ میں کٹی انسانی گردن بالوں سے تھام رکھی تھی اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی اور لمبے گھنے بال برہنہ جسم پر پھیلے ہوئے تھے۔ پردیپ بارہا مندروں میں گیا تھا مگر اس نے کالی کے بت سے اتنا خوف پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا شاید یہ اس کے اندر کا کمزور انسان تھا جو اندھی کھائی میں چھلانگ لگانے سے پہلے اس کی گہرائی اور اندھیرا دیکھ کر لرز رہا تھا۔ جے کالی اچانک اس کے پیچھے سے ایک آواز ابھری وہ گھبرا کر پلٹا ایک دبلا پتلا بوڑھا پنڈت اس کے پاس کھڑا تھا اس کی چمکتی ہوئی مکار آنکھیں پردیپ کے سراپے کا بھرپور جائزہ لے رہی تھیں۔

کیا بات ہے بالک۔ یہاں کھڑے ہو اندر نہیں جاؤ گے ماں کے درشن کرنے وہ بولا تو آواز اس کے بدن سے خاصی بھاری نکلی۔ میں ہاں۔۔ ہاں وہ۔۔ دراصل وہ ہکلا کر رہ گیا۔

پریشان لگ رہے ہو پنڈت نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا پردیپ کو محسوس ہوا جیسے اس کے کندھے پر کسی نے پندرہ بیس سیر وزنی پتھر رکھ دیا ہو۔ ہاں مہاراج وہ بے ساختہ کہہ اٹھا۔ میں وہ پجاری۔۔ اس نے دائیں ہاتھ بنے چار کمروں سے آخری کمرے کی طرف دیکھا جس میں وہ پجاری داخل ہوا تھا جس کے پیچھے وہ یہاں تک آیا تھا۔

اچھا پنڈت کے ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹ ابھری تم گرودیو پینا ناتھ جی کی بات کررہے ہو ان سے بھی مل لینا پہلے تم ماں کے درشن تو کرآؤ میں یہیں ہوں تم اندر سے ہو کر آؤ میں تمہیں گرو سے ملواؤں گا۔ جی۔ اس نے جلدی سے کہا اور تیز تیز قدموں سے سامنے مندر کے اس خاص حصے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک بڑے کمرے میں کالی کا دوسرا بڑا بت موجود تھا۔ اندر کا ماحول بڑا پراسرار ہو رہا تھا کمرے کے عین درمیان کالی کا بالکل اسی ہیئت کا

منحوس بت نصب تھا جیسا صحن میں موجود تھا اس کے آگے ایک قربان گاہ کی شکل کا چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر جمے ہوئے خون کے دھبے سیاہ پڑ رہے تھے اس پر اکثر جانوروں کی بھینٹ دی جاتی تھی اور ان کا خون کالی کے قدموں میں بہا کر اسے اپنی سہایتا کے لیے آمادہ کیا جاتا تھا۔ کالی کے بت کی طرف دیکھتے ہوئے پردیپ کو نہ جانے کیوں لگا کہ جیسے وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی ہے بڑی پراسرار خوفناک مسکراہٹ تھی اس کی اس نے محسوس کیا جیسے کالی کی آنکھوں میں پراسراری مک دوڑ گئی ہو گھبرا کر اس نے نظریں ہٹالیں دونوں ہاتھ پرنام کے انداز میں جوڑ کر اس نے سر جھکایا ہاتھوں سے پیشانی کو چھوا اور سیدھا ہو گیا جیب سے پرس نکالا اس میں سے سو سو کے دو نوٹ کھینچے اور کالی کے بت کے قدموں میں بنے ہوئے سوراخ سے اندر دھکیل دیئے پرس جیب میں رکھ کر اس نے دوبارہ بت کو پرنام کیا اور جلدی سے باہر نکل آیا۔

بوڑھا پنڈت دروازے کے قریب ہی اس کا انتظار کر رہا تھا۔ آؤ۔۔۔ میں تمہیں گرودیو سے ملوادوں پرنتو۔ جل پان کے لیے کچھ۔۔ وہ اس کے ساتھ چلتے چلتے رک گیا۔ ہاں ہاں کیوں نہیں پردیپ نے پرس سے سو کا ایک نوٹ نکال کر پنڈت کی طرف بڑھا دیا۔ بس وہ نوٹ تھام کر سوکھا سا منہ بنا کر بولا کیا پریشانی بڑی معمولی سی ہے پردیپ نے اس کا مطلب سمجھ کر سو کا ایک نوٹ اور دیا پھر پنڈت کچھ مطمئن ہو گیا نوٹ اس نے اپنی دھوتی میں اڑسے اور اسے لے کر گرودیو کے کمرے کے دروازے پر آرکا۔ دروازہ بھڑا ہوا تھا گرودیو۔ پنڈت نے دھیرے سے آواز دی۔ آؤ شنکر چلے آؤ اندر سے وہی دبنگ آواز ابھری ساتھ ہی جے کالی کا نعرہ سنائی دیا۔ پنڈت جس کا نام شنکر تھا اسے لیے ہوئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا کمرے کے وسط میں ایک پتھر کی انگیٹھی میں آگ کا الاؤ دہک رہا تھا جس پر وقفے وقفے سے گرودیو صندل کا برادہ چھڑک رہا تھا پرادہ ڈالنے میں آگ کے شعلے یکا یک بھڑک اٹھتے اور کمرے میں خوشبودار دھواں پھیل جاتا۔ ہر بار برادہ ڈالتے وقت وہ جے کالی کا نعرہ ضرور لگاتا تھا ہر دو نعروں کی آہٹ پر اس نے آنکھیں کھولیں شنکر کے ساتھ ایک سوٹڈ بوٹڈ آدمی کو دیکھ کر وہ چونکا اس کی چمکیلی اور وحشت بھری آنکھوں میں تیز چمک لہرائی یہ کون ہے شنکر اس نے غور سے پردیپ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اسے لگا جیسے گرودیو کی نظریں بھالے کی طرح اس کے پورے جسم میں چھید کرتی جا رہی تھیں یہ۔۔۔ یہ بہت پریشان ہیں گرودیو شنکر کو پردیپ کے نام کا علم نہیں تھا اس لیے اس نے بات کاٹی میں ان کو آپ کے پاس لے آیا ہوں ذرا دیکھ لیجئے وہ لجاجت سے بولا۔

دیکھ رہے ہیں دیکھ رہے ہیں وہ معنی خیز لہجے میں بولا اس کی سرخ سرخ آنکھیں ابھی تک پردیپ کا جائزہ لے رہی تھیں سینے تک پھیلی لمبی سیاہ داڑھی بڑی بڑی مونچھیں گیروا تہمند ماتھے پر سیندور کا تلک اور گلے میں بڑے بڑے منکوں کی دو تین مالائیں اسے بڑا بھیانک روپ دے رہی تھیں چہرے سے وہ کبھی انسان ہی لگتا تھا مگر اس وقت تو کسی خونخوار بھیڑیے کا عکس دیکھائی دیتا تھا اس کی پھیلی ہوئی ناک اور بڑے بڑے سیاہ ہاتھ پیر اسے کسی اچھی آتما کا مالک ثابت نہیں کرتے تھے جسم اس کا بڑا کسرتی تھا کسا ہوا اور طاقتور پیٹ بالکل اندر تھا اور بازوؤں کی مچھلیاں بربار پھڑک اٹھتی تھیں۔

بیٹھو بالک۔ اس نے ہاتھ سے دائیں طرف پڑی چوکی کی طرف اشارہ کیا۔ پردیپ جلدی سے آسن بڑھا اور آلتی پالتی مار کر چوکی پر بیٹھ گیا شنکر نے جھک کر گرودیو کو پرنام کیا اور باہر نکل گیا باہر سے اس نے دروازہ بھیڑ دیا تھا کہو کیا کشٹ ہے تمہیں اس نے پردیپ کے چہرے پر بڑی معنی خیز نظریں ڈالیں مہاراج میں میں بے حد مشکل میں ہوں پردیپ نے ذہن کو آمادہ اظہار کرتے ہوئے کہا آپ انتریامی ہیں سب کچھ جانتے ہیں میں

زبان سے کیا کہوں۔ اس کی پڑھائی لکھائی نے پر پھیلائے۔

نہ بالک نہ گرودیو نے ہاتھ اٹھا کر گرجدار انداز میں کہا بچہ نہ روئے تو ماں بھی دودھ نہیں دیتی ورنہ تو وہ بھی جان سکتی ہے کہ بچے کو کب بھوک لگے گی تو جس تمسیا سے گزر رہا ہے اس کو زبان پر لا بول سچ کہہ ڈال۔ جھوٹ مت بولنا۔ ابھی میں تیری سہایتا کر سکوں گا مجھے شکتی مان سمجھ جو شکی نہ جان بول دیر نہ کر میرے پاس زیادہ سے نہیں ہے اس نے صاف الفاظ میں پردیپ کو کھلنے کے لیے کہہ دیا تب لکی پٹنی کا مرچ مصالحہ لگا کر پردیپ نے ساری رام کتھا اس کے گوش گزار کر دی۔ اس نے پوری کوشش کی تھی کہ خود کو مظلوم اور دیوان صاحب نرملا اور ساکشی کو ظالم اور بے وفا ثابت کر سکے گرودیو آنکھیں بند کیے اس کی خود ساختہ دردناک داستان سنتا رہا۔ بیچ بیچ میں وہ کالی کی جے جے کار بلند کرتا رہا اور صندل بھی آگ پر چھڑکتا رہا۔

ہوں پردیپ نے بات ختم کی تو گرودیو کے موٹے موٹے ہونٹوں پر بھدی سی مسکراہٹ پھیل گئی اس نے طنز اور تمسخر سے پردیپ کو دیکھا تو کہنا تو یہ چاہتا ہے کہ تیرا سسر ظالم ہے پتنی نروئی ہے اور ساکشی بے وفا ہے۔ جی گرودیو ان کی وجہ سے میں آج سڑک پر آ گیا ہوں وہ بڑی بیچارگی سے بولا بکتا ہے تو یکا یک گرودیو کی آواز میں غراہٹ ابھر آئی اس کی گونجیلی اور بلند بانگ جھڑک سے پردیپ لرز کر رہ گیا اس کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر گرودیو کی طرف دیکھا جو اسے بڑی قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جھوٹ بولتا ہے تو۔۔ وہ پھر اسی لہجے میں بولا۔ گرودیو۔ پردیپ نے کہنا چاہا اس کی آواز میں ہکلاہٹ آ گئی میں نے تجھے کہا تھا کہ جھوٹ نہ بولنا سچ بولنا مگر تو خود کو مظلوم بنانے کے لیے مسلسل جھوٹ بول رہا ہے تیری ساری بوکاس میں اگر کوئی سچ ہے تو صرف یہ کہ تو آج سڑک پر بھکاریوں کی طرح کھڑا ہے ورنہ اپنی اس حالت کا ذمہ دار تو خود ہے تیرا سسر تیری پتنی یا وہ عورت ساکشی نہیں بول کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔۔ گرودیو اس کی جانب ذرا سا جھک کر یوں گرجا جیسے پردیپ نے ایک لفظ بھی انکار میں کہا تو وہ اسے جھانپڑ رسید کر دے گا۔

نہیں نہیں گرودیو۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں وہ بے ساختہ بولا اس کی زبان سے یہ الفاظ بالکل مشینی انداز میں نکلے تھے حلق اس کا سوکھ گیا تھا اور دل کی تیز دھڑکن نے اس کی پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔ مورکھ گرودیو نے اسے گھور کر کہا ہمیں انتریامی بھی کہتا ہے اور بکواس بھی کرتا ہے دفع ہو جا یہاں سے چل بھاگ اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے بازو سے پکڑ کر دھکا دے دیا پردیپ الٹتے الٹتے بچا گرودیو وہ جیسے روپڑا التجا کر دیجئے شما کر دیجئے مجھے میں جس بری حالت میں آپ تک آیا ہوں اس میں میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ آپ کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے جھوٹ سچ کہہ دوں اس کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔ گرودیو چند لمحے اسے غصیلی نظروں سے گھورتا رہا پھر دھیرے دھیرے اس کے چہرے پر پھیلتی لعنت میں کمی آ گئی۔

مجھے تجھ پر ترس آ رہا ہے مورکھ۔۔ اس نے بڑے ضبط سے کہا بول کیا چاہتا ہے تو مگر یاد رکھ اب کبھی مجھ سے ایک شہد بھی جھوٹ کہا تو میں تجھے کالی کے قدموں میں بھینٹ کر دوں گا اس کے لہجے نے پردیپ کو جھنجھنا کر رکھ دیا۔

نہیں گرودیو کبھی نہیں میں مر جاؤں گا مگر کبھی آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا یہ میرا آپ سے قول ہے پردیپ نے جلدی سے کہا اس کی ختم ہوتی ہوئی قوتیں جیسے بحال ہونے لگیں تھیں وہ چوکی پر سابقہ آسن میں بیٹھ گیا۔ اسی میں تیری بہتری ہے گرودیو نے اس پر سے نظریں ہٹائیں اور آگ میں برادے کی چٹکی ڈالی جے کالی تیرے بھگتوں کی خیر اس نے بلند آواز میں کہا اب جلدی بول کیا چاہتا ہے تو۔۔ گرودیو پردیپ نے ہاتھ باندھے ہوئے

اس کی جانب دیکھا میں چاہتا ہوں دیوان نریندر سنگھ اپنی ساری جائیداد اور دولت میرے حوالے کردیں نرملا میری باندی بن کر رہے اور وہ رکا۔ اور گرودیو نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اور یہ کہ پردیپ اس کی آنکھوں میں لہراتی دہشت ناک چمک کی تاب نہ لاسکا اس نے چہرہ پھیر لیا اور جلدی سے بولا ساکشی سے بھرپور انتظام لے سکوں۔

ہوں گرودیو نے ہونٹ بھینچ کر کہا بالکل ہے تو بڑا سیانا سارے کام پنے مطلب اور فائدے کے چاہتا ہے ہتھیلی پر سرسوں جم جائے یعنی ہینگ لگے نہ پھٹکری اور رنگ چوکھا آئے۔ گرودیو۔ وہ اس کی طنز پر لاجواب ہوگیا۔ بچے گرودیو نے اسی لہجے میں کہا کچھ خریدنے جاؤ تو دام چکانے پڑتے ہیں یہ سارے کام ہوجائیں گے مگر اس کے بدلے تو ہمیں کیا دے گا۔ آپ جو کہیں گے میں دوں گا گرودیو بس آپ میرا یہ کام کردیں اس نے جلدی سے کہا یہ ایک نہیں تین کام ہیں بچے باری باری ہوں گے مگر بات پھر وہیں اٹک جائے گی تو ہمیں کیا دے سکتا ہے کیا ہے تیرے پاس گرودیو نے ہاتھ پھیلا کر کہا۔ اس وقت پردیپ کا لہجہ بجھ سا گیا۔ اس وقت تو میرے پاس یہ دوڈھائی ہزار روپے ہیں گاڑی ہے اور بس اس نے پرس نکال کر گرودیو کے سامنے رکھ دیا میں گاڑی بیچ کر آپ کی خدمت کرسکتا ہوں۔ کتنے میں بکے گی تیری گاڑی گرودیو نے اسے بغور دیکھا تین ساڑھے تین لاکھ میں تو بک ہی جائے گی وہ آہستہ سے بولا اور جو جائیداد تو ہتھیانا چاہتا ہے اس کی قیمت کی اہے پردیپ نے چونک کر گرودیو کی طرف دیکھا جو بڑی معنی خیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا بول ناں خاموش کیوں ہوگیا کتنے کی ہے وہ ساری جائیداد یہی کوئی پچیس چھبیس کروڑ کی وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔ اور نقد روپیہ کتنا ہے دیوان نریندر سنگھ کا تقریباً پندرہ کروڑ۔ تیرا اور تیری پتنی کا مشترکہ کاروبار جو تو نے بتایا اس کا دھن کتنا ہے گرودیو نے اس کی جانب سر جھکا کر پوچھا۔

یہی کوئی بائیس کروڑ روپے۔ تیری اپنی کوٹھی کتنے کی ہوگی۔ وہ اب میری کہاں رہی گرودیو وہ تو کل سے کسی اور کی ہوجائے گی وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

ہم نے جو پوچھا ہے بس اتنا ہی بول اپنی طرف سے بڑبڑمت کر۔ میری کوٹھی کوئی ڈیڑھ کروڑ روپے کی ہے گرودیو۔ صاف گوئی سے بولا اب ذرا حساب لگا گرودیو نے پوروں پر گننا شروع کیا۔ تو نے اب تک جو بتایا اس کے حساب سے اگر تیری اپنی تیری پتنی اور سسر کی ساری جائیداد اور دولت تیرے قبضے میں آجائے تو قریب قریب تو ساٹھ باسٹھ کروڑ کا مالک بن جاتا ہے ٹھیک۔۔

جی جی اس نے گرودیو کے سوالیہ انداز کے جواب میں سر ہلایا۔ اور نظریں جھکالیں اب تک تو ساکشی پر کتنا خرچ کرچکا ہے۔ یہی کوئی پچاس ساٹھ لاکھ اس نے اندازے سے کہا۔ اس میں سے وہ خالص اپنے گھر کتنا لے کر گئی زیادہ نہیں گرودیو میں جھوٹ نہیں بولوں گا وہ پانچ ساتھ لاکھ سے زیادہ نہیں لے گئی باقی سب تو جوئے کی نذر ہوگیا پھر تیری فرم کا بیڑہ غرق کیسے ہوا تو پچاس ساٹھ لاکھ سے زیادہ تو اس دیوان سے ٹھگ چکا ہے۔ گرودیو اس نے نظریں جھکا کر کہا۔ میں ایک کے چار بنانے کے چکر میں ریس کھیلتا رہا ہوں اس بات کا علم میرے سوا کسی کو نہیں ہے یہ کمپیوٹر کا دور ہے میں دفتر اور گھر بیٹھے ریس اور جوا کھیلتا رہا ہوں جس کا شاکی سے کوئی تعلق نہیں ہے اس جوئے کے ہاتھوں میں اپنی اور نرملا کی مشترکہ فرم کے اثاثے گروی رکھتا رہا۔ بیچتا رہا اس امید پر کہ ایک بھی داؤ سیدھا پڑ گیا تو سارے نقصان پورے ہوجائیں گے۔

جب تو خود الٹا ہوگیا تو یہاں ہمارے پاس اگیا کنگلا ہوکر گرودیو نے طنز سے اس کی بات پوری کردی

پردیپ سر جھکا کر خاموش ہوگیا۔ کچھ نہ بولا بولتا بھی کیا ہر طرح سے وہ خود مجرم تھا بہرحال بالک ہم یہاں بھاڑ جھونکنے کو نہیں بیٹھے ہم کام گاہک کی مرضی کا کرتے ہیں اور دام منہ بولے لیتے ہیں میں نے کہا ناں گرودیو میں اپنی گاڑی بیچ کر۔۔

پاگل سمجھا ہے ہمیں گرودیو نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ ساٹھ ستر کروڑ کے بدلے تو ہمیں تین چار لاکھ دے رہا ہے کتے نے کاٹا ہے ہمیں کہ کروڑوں کے بدلے لاکھوں لے کر تجھے بھکاری سے راجہ بنادیں چل بھاگ یہاں سے تیرا ہمارا سودا نہیں ہوسکتا۔ گرودیو۔ وہ گڑگڑایا ایسا نہ کہیے میں آتما ہتیا کرلوں گا اگر آپ نے مجھے یہاں سے نراش لوٹایا تو آپ جو چاہتے ہیں میں دوں گا جو اگیا دیں گے اس کا پالن کروں گا مگر اس وقت مجھ پر دیا کیجئے دیا کیجئے۔ آپ کو ماں کالی کی سوگند۔

ہٹ کتے۔ گوردیوس نے گرج کر اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا اس کی آنکھوں میں غصے کی سرخی یوں ابھری جیسے ابھی وہ آنکھیں حلقوں سے باہر آگریں گی کس کی سوگند دے رہا ہے ہمیں اس کی جس کے نام پر ہم اپنا بلیدان دے دیں تیرا بلیدان لے لیں گرودیو پردیپ کو لگا جیسے اس کا تیر نشانے پر جا بیٹھا ہے بس گرودیو نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرادیا مگر گھاٹے کا سودا نہیں ہوگا یہ سوچ لے۔ آپ حکم کریں گرودیو میں اپ سے بھاگ کر کہاں جاؤں گا مگر اس وقت۔۔ ہاں ہاں سن لیا وہ اسی لہجے میں غرایا بس کر بار بار اپنی منحوس زبان سے یہ شبد نہ نکال اب ہماری بات دھیان سے سن گرودیو نے انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا وہ ہمہ تن گوش ہوکر اس کی جانب متوجہ ہوا تیرے سارے کام ہوجائیں گے پر تو ایک ایک کرکے ایک ہی جھٹکے میں ساری آشائیں پوری نہیں ہوسکتیں بول سب سے پہلے کیا چاہتا ہے۔

آپ بہتر جانتے ہیں گرودیو میں کیا کہوں اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا تو کنگلا ہے اس وقت سب سے پہلے تیرے پاس دھن آنا چاہیے۔ جی جی اس نے زور زور سے سر ہلایا۔۔ یہ اٹھا اور جیب میں ڈال لے اتنی مایا میں تو ہم کسی کو شراپ بھی نہیں دیتے گرودیو نے اس کے پرس کو حقارت سے دیکھ کر کہا۔ پردیپ نے چپ چاپ پرس اٹھا کر کوٹ کی جیب میں رکھ لیا گاڑی مت بیچنا کوئی ضرورت نہیں ہے اس کی گرودیو نے اسے نصیحت کے انداز میں سمجھایا اپنا بایاں ہاتھ آگے کر اس نے بائیں طرف پڑی چیزوں میں سے ایک کانسی کا پیالہ اور تیز چم چم کرتی چھری اٹھا کر کہا۔ پردیپ نے جھجک کر ہاتھ آگے بڑھایا گرودیو نے چھری دائیں ہاتھ میں پکڑ کر اس کا ہاتھ بائیں ہاتھ کی گرفت میں لے کر دین پیالے کے اوپر کردیا۔

آنکھیں بند کر گرودیو نے پردیپ کی آنکھوں میں جھانک کر حکم دیا۔ بے اختیار پردیپ کی آنکھیں بند ہوگئیں اسے لگا جیسے اسے کسی نے ہپناٹائز کردیا ہو گرودیو کی آنکھوں سے نکلنے والی چنگاڑیوں جیسی لہروں نے اسے بالکل بے بس اور بے حس و حرکت کردیا تھا۔ پھر اسے یوں لگا جیسے اس کی ہتھیلی پر کسی بچھو نے ڈنگ مار دیا ہو اس نے سسکی سی بھری اور گھبرا کر آنکھیں کھولنا چاہیں مگر نہ آنکھیں کھلیں نہ وہ ہاتھ پیچھے کھینچ سکا لمحہ بہ لمحہ اسے محسوس ہورہا تھا جیسے اس کے جسم سے جان نکلی جارہی ہو چند منٹ یہی کیفیت رہی پھر جب وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں دائیں بائیں ڈولنے لگا تو اچانک گرودیو کی گونجیلی آواز ابھری۔ آنکھیں کھول لے بچہ۔ ایک دوم وہ ہوش میں آگیا اس نے دیکھا کہ اس کی ہتھیلی کے گہرے گھاؤ سے خون ابل ابل کر نیچے پیالے میں جمع ہورہا تھا پیالہ بھر چکا تھا اور ایک آدھ منٹ بعد شاید اس کا سرخ سرخ خون کناروں سے باہر بہنے لگتا۔ گھبرا کر اس کا ہاتھ گرودیو کی گرفت میں لرزا اسی وقت گرودیو نے سنے جلتی آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ چٹکی بھر راکھ اس نے دہکتے شعلوں کی تہہ

شے اٹھائی اور پردیپ کی ہتھیلی کے گھاؤ پر ملکر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ عجیب سی بات ہوئی کہ جہاں گرودیو کا ہاتھ اگ سے ذرا برابر متاثر ہوا تھا نہ جلا تھا اسی طرح ایک دم پردیپ کے ہاتھ پر لگائے ہوئے گرودیو کے زخم کی اذیت درد اور تکلیف ایک دم ہرن ہوگئی اسنے حیران ہوکر ہتھیلی کے زخم کو دیکھا زخم کی لکیر تو موجود تھی مگر اب اس میں سے خون رسنا بالکل بند ہوگیا تھا اس نے اسے دبایا کوئی درد نہ ہوا اس نے متحیر نظروں سے گرودیو کو دیکھا کیا دیکھ رہا ہے بچے گرودیو نے چھری واپس اسی جگہ پر رکھتے ہوئے مکروہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ہم کالی کے بھگت ہیں ماں کالی کے بھگت ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں ہم تیری گردن اتار کر دوبارہ جوڑ دیں تو بھی تجھے پتہ نہ چلے۔ جی جی گرودیو وہ بری طرح مرعوب ہو چکا تھا اب بول سودا کریں گرودیو نے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھ لیے گرودیو آپ سودا نہ کریں حکم کریں میرے لیے آپ کا ہر شبد حکم ہے نہیں بالک ہم نے زندگی میں کبھی بے اصولی نہیں کی برائی ہمارے تن من میں رچی بسی ہے بدی کی شکتیاں ہماری پہریدار ہیں پرنتو ہم کبھی نہ زبان دے کر پھرتے ہیں نہ کوئی ایسا قول دیتے ہیں جس پر پورا نہ اتر سکیں اس لیے جو بات ہوگی وہ پہلے ہوگی بول منظور ہے۔ جی گرودیو آپ کہیے مجھے سب منظور ہے تو سن جس جس طرح ہم کہیں تو اسی طرح کرتا جا تیرے سب کام سدھ ہو جائیں گے پرنتو اس کے بدلے میں تو جو جو حاصل کرے گا اس کا آدھا ہمیں دے گا بول ہاں کہ نہ۔ ایک لمحے کو پردیپ کے من مین تذبذب نے انگڑائی لی آدھے کا مطلب کروڑوں کا ہوا رہا تھا مگر دوسرے ہی پل اس نے سر جھٹک دیا۔ منظور ہے گرودیو اسنے ہارتے ہوئے جواری کے آخری داؤ جیسا قدم اٹھایا دل میں خیال یہ آیا تھا کہ کونسا پلے سے دینا ہے جوائے گا مفت ہوگا اس میں سے دینا کیا برا ہے اور پھر ائے گا تبھی تو دینا ہے دھینہ ہو جے کال گرودیو نے خوش ہوکر ہاتھ بلند کیا تو سیدھا ہوگیا ہے بالک زیادہ سوچتا تو پھر بھٹک جاتا پر ایک بات کا ہمیشہ خیال رکھنا اس نے تنبیہہ کے انداز میں کہا۔

جی گرودیو اپنے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا کبھی چھل کپٹ کا خیال بھی دل نہ لانا ورنہ گرودیو کے انداز میں صاف صاف دھمکی عیاں تھی نہیں گرودیو آپ انتریامی ہیں دل میں جھانک لیجئے یہاں صرف آپ کے لیے ہاں ہی ہاں ہے اس نے کوٹ کے کالر ہاتھوں سے پکڑ کر دائیں بائیں کھینچ لیے دیکھ رہے ہیں سب دیکھ رہے ہیں پرنتو لوبھی کسی بھی پل منش کو بھٹکا دیتا ہے بالک اسی لیے ہم نے تیرا یہ خون تیرے بدن سے نچوڑ لیا ہے یہ تیرے ہر چھل کپٹ کا جواب ہے جو تو کبھی بھی ہمارے ساتھ کرنا چاہے گا گرودیو نے پردیپ کے خون کا بھرا پیالہ اٹھا کر بائیں ہاتھ چھری کے پاس رکھ دیا۔ وہ بڑے زور سے چونکا۔

بالک۔۔ گرودیو نے اسی لہجے میں کہا جب کبھی تو ہم سے فریب کرنا چاہے گا بھاگنا چاہے گا تب یہ لہو تیرے لیے شراپ بن جائے گا ڈنڈ بن جائے گا تو جہاں بھی ہوگا کوڑھی کتے کی طرح بھونکتا ہوا رینگتا ہوا ہمارے چرنوں میں آرہے گا ہاہاہا۔۔ ہاہاہاہ۔۔ جے کالی۔ گرودیو کا بلند بانگ اوز ہر میں بجھا ہوا قہقہہ پردیپ کے بدن پر لرزا طاری کرتا چلا گیا۔

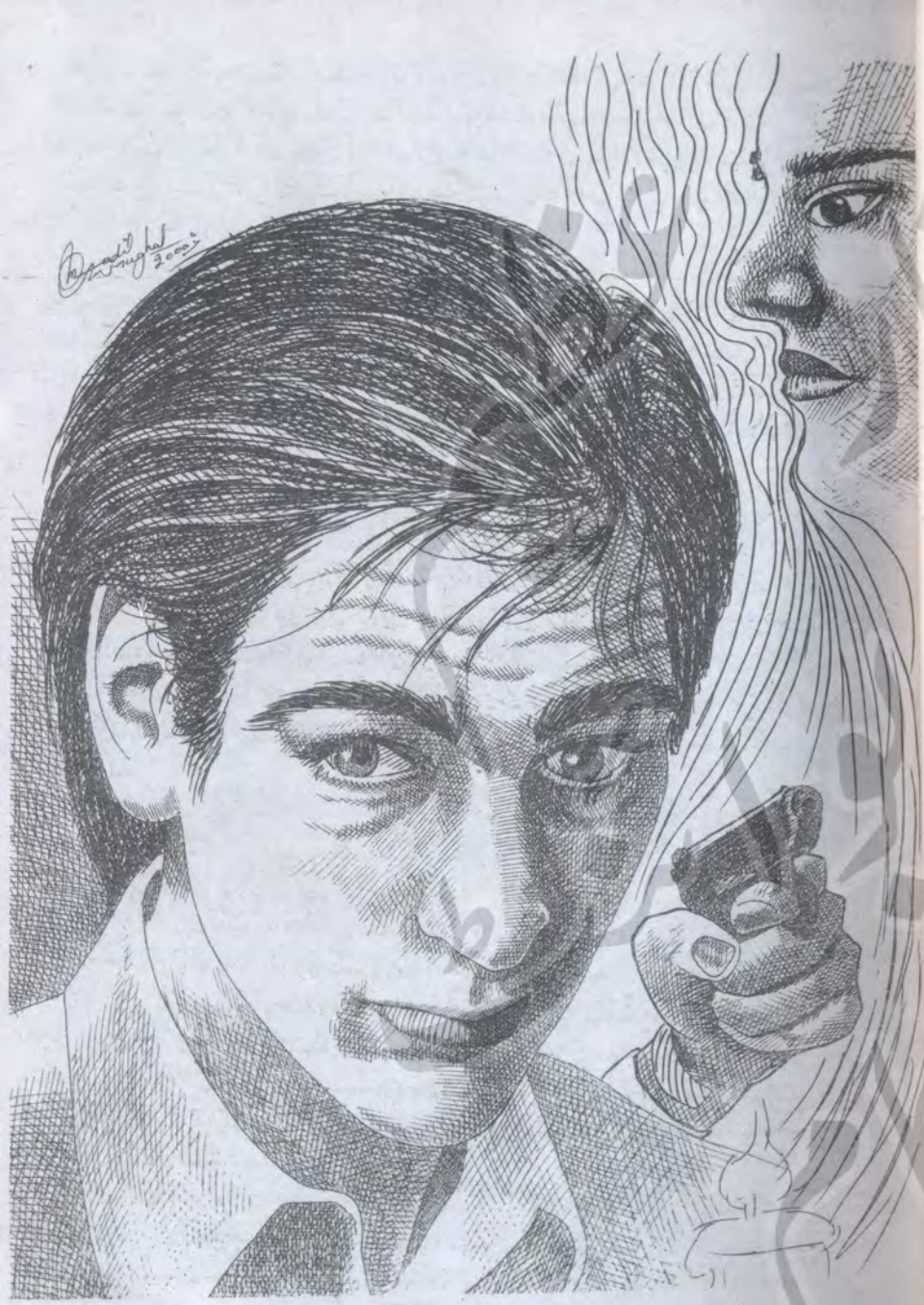
نہیں نہیں گرودیو ایسا کبھی نہیں ہوگا کبھی نہیں میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا وہ اندر باہر سے آندھی کی زد میں ائے ہوئے تنکے کی مانند لرز رہا تھا ہاتھ جوڑے وہ گرودیو کو بھک منگوں کی طرح دیکھ رہا تھا یہی تیرے لیے اچھا ہے بالکل کبھی ہمارے بارے میں غلط سوچنا بھی مت تبھی سکھ سے جی پائے گا ورنہ جو ہاتھ دہکتی آگ سے راکھ نکال سکتا ہے وہ تجھے پاتال سے بھی کھینچ لائیگا سمجھا۔ وہ تھوک نگلتے ہوئے جواب میں صرف سر ہلا کر رہ گیا۔ اب سن ہم نے صرف تیرے ایک پیالے لہو کے بدلے تجھ سے اندھا سودا یونہی نہیں کر لیا اب تو کالی کے بھگت دینا

ناتھ کا کتا بن چکا ہے اس لیے اب جو ہم کہیں اسے غور سے سن اور اس پر عمل کرتا جا وہ نخوت سے بولا۔ پردیپ اب بھی کچھ نہ بول سکا وہ ملتجی انداز میں اسے دیکھتا رہا۔

کل رات اسی وقت تک تجھے ایک کنواری کنیا کا بندوبست کرنا ہے گرودیو نے اس کی آنکھوں میں دیکھا کنواری کنیا وہ بڑبڑایا۔ ہاں گرودیو نے انگلی اس کی طرف اٹھادی ایسی کنواری کنیا جس کے بدن سے ایک پیالہ خون نکالا جا سکے اس کی مرضی سے یا زبردستی اس کا خیال تجھے کرنا ہے مگر یاد رہے کہ وقت صرف کل رات اسی پل تک کا ہے گھڑی میں وقت دیکھ لے اس سے دیر ہوئی تو بات بہت آگے جا پڑے گی نہ جانے پھر اماوس کے یہ خاص اندھیرے پل کب آئیں۔ پردیپ نے کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا رات کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے۔

پرنتو گرودیو میں ایسی کنواری کنیا کا بندوبست کیسے اور کہاں سے کروں گا اور وہ بھی اتنے کم سمے میں وہ الجھ کر بولا یہ ہمارا سر درد نہیں گرودیو نے خشک لہجے میں کہا۔ اب کیا تجھے پاؤں پر بٹھا کر سوسو بھی ہم کرائیں گے چل بھاگ جو کہا ہے اس پر پہرہ دے کل رات ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے سے پہلے کسی کنواری کنیا کا پیالہ بھر خون لے آ یا کسی کنواری کنیا کو یہاں لے آ خون ہم خود نکال لیں گے بس اب اٹھ جا بہت زیادہ سمے لے لیا ہے تو نے ہمارا اٹھ بھاگ گرودیو نے اسے کتے کی طرح دھتکار دیا چلا جا ہمارا اور سمے خراب نہ کر۔ اور پردیپ بادل نخواستہ اٹھ گیا وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر گرودیو نے اسے اٹھتے اٹھتے پھر ایسی جھاڑ پلائی کہ وہ دم دبا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ بوڑھے شنکر نے بھی اسے گرودیو کے مشورے پر آنکھیں بند کر کے عمل کرنے کی صلاح دی تھی سوچ سوچ کر اس کا دماغ پھٹنے لگا تھا مایوسی اور امید کے اندھے طوفان تھپیڑے اس کے ساتھ اٹھا پٹخ کا کھیل کھیلتے رہے مگر سڑکیں ناپتے ناپتے ذہنی طور پر تھک کر چور ہو جانے کے باوجود اسے اب تک یہ نہ سوجھا تھا کہ وہ کیا کرے کس طرح کسی کنواری کنیا تک رسائی حاصل کرے جس کے زندہ جسم سے وہ پیالہ بھر خون نکال سکے۔ اچانک وہ چونک پڑا ٹوں ٹوں کی مدھم آواز نے اسے پٹرول میٹر کی طرف متوجہ کر دیا پٹرول کو ریزرو لگ جانے کا سگنل سرخ بلب کی سپارکنگ کی شکل میں دیکھ کر اس نے سرد رات کے نیم اندھیرے میں دور تک سیاہ سانپ کی مانند لہراتی بل کھاتی سڑک پر نگاہیں مرکوز کر دیں پھر تقریباً ایک فرلانگ سیدھا چلنے کے بعد اس نے ٹرن لیا بے دھیانی میں وہ شہر سے کافی دور نکل آیا تھا شہر کی حدود میں داخل ہونے پر اس نے سب سے پہلے نظر آنے والے پٹرول پمپ کے احاطے میں گاڑی داخل کی اور انجن بند کر کے باہر نکل گیا۔ پٹرول پمپ کا ملازم تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔ ٹینکی فل کر دو۔ اس نے چابی اسے تھمائی اور پٹرول پمپ کے ساتھ بنے چھوٹے سے چائے کے کھوکھے کی جانب بڑھ گیا جہاں ایک بوڑھا چولہے پر ہاتھ تاپ رہا تھا اور ایک دس بارہ سال کا لڑکا سردی میں ٹھٹھرتا ہوا کھوکھے کے باہر پڑے بنچ پر سکڑا سمٹا بیٹھا تھا۔ اسے اس وقت کافی یا چائے کی سخت طلب ہو رہی تھی رات کے ایک بجے وہ اس کھوکھے کو غنیمت جان کر ادھر چلا آیا تھا بوڑھے نے اس کے اشارے پر دو منٹ میں چائے کا گرما گرم کپ تیار کر دیا ملازم لڑکے نے اسے کپ تھمایا اور خود پھر سکڑ کر بنچ پر ٹک گیا۔ وہ کھڑے کھڑے چائے کے سپ لینے لگا سردی اور طلب نے مل کر اسے چائے کا بے حد مزہ دیا چائے کے پیسے دے کر وہ واپس پٹرول پمپ پر آیا سیلز مین کو بل چکایا اور گاڑی کو پٹرول پمپ سے باہر لے آیا پھر اچانک جیسے وہ بت کی طرح ساکت ہو گیا۔ اس کی رگوں میں اضطراب سا لہرایا اور نظریں ونڈ سکرین کے پار سڑک پر جمی کی جمی رہ گئیں۔۔

جاری ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے خوفناک ڈائجسٹ کا آئندہ شمارہ ضرور پڑھیے۔



اندھیر نگری

---تحریر: محمد ذاکر۔ ہلاں آزاد کشمیر۔ آخری حصہ۔

اب ہم اپنی بستی میں واپس آ گئے ہیں مگر وہ بستی ہم کو کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی ہے جب ہم یہاں سے گئے تھے تو اس وقت یہاں کا ماحول کچھ اور تھا اور اب ہم پلک جھپکنے میں ان بن مانسوں کی بستی سے اپنی بستی میں واپس آ گئے تھے میں ان لمحات کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا اگر میں اس کی بات نہ مانتا تو آج ہم اپنی بستی کے بجائے اندھے کنویں کے مہمان ہوتے پھر معلوم نہیں ہمارے ساتھ کیا حشر ہوتا اسوقت میں اپنی سرزمین پر سجدہ ریز ہو گیا تھا میں نے دو رکعتیں شکرانہ ادا کیے اور خدا کے حضور گڑگڑا کر اپنی عاقبت کے لیے دعا مانگی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی نگہ پیر بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے دعا مانگ رہا تھا اب ہم جس جگہ کھڑے تھے تھی تو وہ ماضی والی جگہ مگر وقت کے ساتھ ساتھ ماحول بدل گیا تھا چھوٹے چھوٹے مٹی کے کچے مکانوں کی جگہ بڑے بڑے پکے اور پختہ مکان نظر آ رہے تھے اس بستی کی کایا ہی پلٹ گئی تھی بڑی بڑی سڑکیں تھیں ہر جگہ سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا وہ بستی دیہات سے شہر بن گئی تھی مگر جگہ جگہ بجلی کے کھمبے لگے ہوئے تھے ہر گھر اور گلی میں بجلی کے بلب روشن تھے بڑی بڑی دیو ہیکل عمارتیں قطار در قطار کھڑی تھیں سڑکوں پر بڑی بڑی گاڑیاں فراٹے بھرتی ہوئی گزر رہی تھیں ہر شخص اپنے کان کے ساتھ ایک عجیب سی چیز لگا رہی تھی شاید وہ کوئی نئی چیز ایجاد ہوئی تھی ہر کوئی ہیلو ہائے کرتا ہوا گزر رہا تھا اور ہم عجیب سے انداز میں ان کو گفتگو کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے شاید وہ کوئی نئی مشین ایجاد ہوئی تھی جو اس دیہات تک بھی پہنچ گئی تھی کہاں وہ پگڈنڈی چھوٹے چھوٹے کٹھن راستے جن پر سے انسان بمشکل گزر سکتا تھا اور کہاں یہ بائیس فٹ کی چوڑی اور کشادہ سڑکیں اکا دکا گھروں کی جگہ محلے بن چکے تھے حتیٰ کہ وہ بستی اپنی بستی ہی نہیں لگ رہی تھی۔ معلوم نہیں اس سانحہ کو کتنی صدیاں بیت چکی تھیں صدیاں بیت گئیں تھیں یا محض چند لمحے یہ ہماری سمجھ سے بالاتر تھا بہر حال جو ہماری حالت اور کیفیت تھی وہ سامنے نظر آ رہی تھی ہمارے چہرے پر داڑھی اور مونچھیں بے ترتیبی سے بڑھ چکی تھیں ہمارے پورے جسم پر لمبے لمبے بال اگے ہوئے تھے بے ترتیب بے ڈھنگے الجھے ہوئے جٹاؤں جیسے سر کے بال بڑھ کر ہماری کمر سے نیچے جا چکے تھے ہمارے ہاتھوں اور پیروں کے ناخن بہت لمبے اور نوکدار تھے ہماری شکل انسانوں جیسی نہیں تھی دوسرے لفظوں میں ہم بھی بن مانس بن چکے تھے میرے کانوں میں ایک سرگوشی سی ہوئی کہ تم کو مجھے دیکھنے کا بڑا شوق ہے میں نے کہ ہاں میں اپنے محسن اور مسیحا کو دیکھنا چاہتا ہوں وہ بولا۔ نہیں تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ میں ایک نادیدہ چیز ہوں ایک احساس ہوں تم صرف مجھ کو محسوس کر سکتے ہو۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ میں بھی اس بھاگتے ہوئے شخص کے ساتھ بھاگنے لگا میں اتنا تیز بھاگ رہا تھا کہ جیسے میں ہوا میں اڑ رہا ہوں زمین پر میرے پاؤں لگ ہی نہیں رہے تھے معلوم نہیں اس وقت میرے اندر اتنی

توانائی کہاں سے آگئی تھی دوڑتے دوڑتے میری سانسیں پھول گئی تھیں آخر کار میں تھک ہار کر زمین پر گر پڑا اور وہ شخص مجھ سے آگے نکل گیا مجھ میں اٹھنے کی سکت باقی نہ تھی وہ بھاگتے ہوئے بن مانس نما آدمی میرے سر پر پہنچ گئے تھے اور میں خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا بالآخر انہوں نے مجھ کو پکڑ لیا اور اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے لے چلے انکے جسموں سے اٹھنے والے بدبو کے بھبکے میرے نتھنوں سے ٹکرا رہے تھے اور میرا دل چکرا رہا تھا مجھ کو قے سی ہونے لگی اور پھر الٹیاں شروع ہوگئیں۔

الٹیاں کر کر کے میرا معدہ خالی ہوگیا تھا وہ مجھ کو اسی عالم میں گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے مجھ پر غنودگی سی چھا گئی تھی اور میری آنکھیں بند ہوگئی تھیں مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کتنی دیر تک مجھ کو اسی عالم میں گھسیٹتے رہے اور میرے ساتھ کیا کیا ہوتا رہا جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک اندھیری کوٹھڑی میں پایا اب میں مکمل ہوش میں آچکا تھا میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس گھپ اندھیرے میں دیکھ رہا تھا مجھ کو کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا میرے کانوں میں کسی کے کراہنے کی آواز آئی میں ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر اندھیرے میں مجھ کو کچھ بھی نظر نہ آیا تھا پھر وہ کراہنے کی آواز بند ہوگئی اور میں اپنے ماضی کے متعلق سوچنے لگا آج مجھ کو وہ خواب یاد آگیا تھا۔

جس میں میں نے ایک بن مانس نما مخلوق دیکھی تھی جس کے چنگل میں میں پھنس گیا تھا جنہوں نے مجھ پر بہت ظلم کیا تھا اور پھر میری اچانک ہی آنکھ کھل گئی تھی آج اس خواب کی مجھ کو تعبیر مل گئی تھی اور میں سچ مچ اس بدنما بن مانس نما مخلوق کے چنگل میں پھنس گیا تھا آج مجھ کو معلوم ہوا تھا کہ میں ایک طلسمی دنیا میں پھنس گیا تھا جس کا نام اندھیر نگری ہے یہاں اس اندھیر نگری میں کون کسی کی فریاد سنتا ہے یہاں قدم قدم پر مصیبتیں ہیں یہاں موت بھی اپنے ہاتھ میں نہیں ہے وہ بھی بیگانے ہاتھوں میں ہے معلوم نہیں آگے میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا ابھی تک تو بچتا آیا ہوں رات تھی کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی اور نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور بھاگ گئی تھی تاہم کبھی کبھی کراہنے کی آوازیں آتی تھیں اور پھر خاموشی چھا جاتی تھی رات کے مہیب سناٹے میں عجیب سی سنسناہٹ تھی۔

آخر کار لمبی اور طویل رات کا سلسلہ ختم ہوا اندھیری کوٹھڑی کے کواڑوں میں سے روشنی اندر جھانکنے لگی آہستہ آہستہ میری آنکھیں آس پاس کے ماحول کو دیکھنے کے قابل ہوگئیں کوٹھڑی کیا تھی وہ ایک گہری کھائی نما کوٹھڑی تھی کھائی میں اور اس میں کوئی فرق نہیں تھا بے ڈھنگی سی کھڑکیاں تھیں جن پر بڑی بڑی لمبی موٹی لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں ان زنگ آلودہ سلاخوں سے روشنی اندر آرہی تھی اندر پوری طرح روشنی پھیل چکی تھی میں بمشکل اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا اور پھر ایک کھڑکی کے پاس جا کر کھڑا ہوگیا دوسری طرف اسی طرح کی ایک اور کوٹھڑی نظر آئی کوٹھڑیاں کیا تھیں یوں سمجھ لو کہ وہ زندہ انسانوں کے لیے قبریں تھیں جس طرح کی قبر نما کوٹھڑی میں میں قید تھا اسی طرح کی وہ کوٹھڑی بھی تھی معاً ہی میری نظر اس قبر نما کمرے کی طرف کھڑکی سے اندر گئی اور میں ٹھٹھک گیا سامنے ہی ایک مخبوط الحواس شخص جس کے سر کے لمبے لمبے بکھیڑی نما بال شانوں پر لٹکے ہوئے تھے اور لمبی کھچڑی نما داڑھی اور بے ڈھنگی مونچھیں آگے کی طرف سے بے ترتیب بکھری ہوئی تھیں وہ آنکھیں موندھے ہوئے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا کراہ رہا تھا۔

میں اس شخص کو دیکھ کر حیران ہوا اور ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ کم از کم مجھ جیسا جیتا جاگتا ایک شخص یہاں موجود ہے جو میری ہی طرح گوشت پوست کا انسان ہے میں ٹکٹکی باندھے ہوئے اس کی طرف دیکھ رہا تھا میرے ذہن کے پردے پر اس کے جانے پہچانے نقوش ابھر رہے تھے اور میں اس شناسا چہرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا

میرے اندر ایک بے کلی سی چھائی ہوئی تھی

مجھ کو یاد نہیں آرہا تھا کہ میں نے اس شخص کو کہاں دیکھا تھا میں نے اپنی آنکھیں بند کیے ہوئے سوچ رہا تھا لیکن پھر بھی مجھ کو یاد نہیں آرہا تھا اتنا یقین ضرور تھا کہ یہ جو کوئی بھی ہے اس کو میں نے کہیں دیکھا ضرور ہے کافی دیر تک میں اس کی طرف دیکھتا رہا وہ اسی طرح بے سدھ بیٹھا ہوا تھا وقفے وقفے سے کراہ رہا تھا اور ساتھ ساتھ کھانس بھی رہا تھا مگر اس نے ایک بار بھی آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا تک نہیں تھا اس کو یہ احساس تک نہیں تھا کہ یہاں کوئی اور بھی مجھ کو اتنی دیر سے بڑی اپنائیت سے دیکھ رہا تھا آخر کار میرے ذہن میں ایک جانی پہچانی سی شکل ابھری اور میرے منہ سے بے ساختہ نکلا نکہ پیر اور پھر میں اس کو مکمل طور پر پہچان چکا تھا وہ نکہ پیر تھا جس کا نام نیک عالم تھا اور گھر اور گاؤں میں سب اس کو نکہ پیر سے پکارتے تھے مگر یہ نکہ پیر یہاں پہنچا کیسے آج سے کئی سال پہلے اچانک ہی نکہ پیر غائب ہوگیا تھا۔ اور پھر آج تک اس کا کوئی اتا پتہ معلوم نہیں تھا کہ وہ اچانک کہاں غائب ہوگیا تھا اس کے گھر والوں نے اس کو بہت تلاش کیا تھا مگر آج تک اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا تھا۔

آج اچانک ہی نکہ پیر میرے سامنے فقیر کی صورت میں تھا جس کو میں نے اس حلیے میں بھی پہچان لیا تھا میری سوچوں کا سلسلہ طویل ہوتا جا رہا تھا میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا پھر میں نے سوچا جس طرح میں اچانک اپنی بستی سے غائب ہوگیا ہوں۔ اسی طرح نکہ پیر اپنی بستی سے غائب ہوگیا ہوگا اتنا مجھ کو معلوم تھا کہ نکے پیر کو جن بھوت قابو کرنے کا بہت شوق تھا اور وہ چلہ کشی میں بھی مصروف رہتا تھا معلوم نہیں کتنی دیر تک میں وہاں کھڑا اس کی طرف دیکھتا رہا اتنی دیر میں اس نے ایک بار بھی آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا تھا وہ دنیا سے بے خبر مست الست آنکھیں بند کیے ہوئے بیٹھا ہوا تھا وہ اردگرد سے بالکل بے خبر تھا کہ یہاں کوئی دوسری ذی روح بھی مجھ کو دیکھ رہی تھی دن کافی چڑھ چکا تھا آس پاس کا منظر سب نظر آرہا تھا۔

اتنے میں دو بن مانس نما آدمی اس کی کوٹھڑی میں آئے اور ان میں سے ایک نے اس کو بالوں سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور بال کھینچنے لگا کہ اس کے منہ سے ہائے نکل گئی اور ساتھ ہی اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں وہ ان کو دیکھ کر چیخنے لگا چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو خدا کے لیے مجھ پر اتنا ظلم نہ کرو وہ بن مانس اس کو متواتر بالوں سے کھینچتا ہوا جا رہا تھا اور وہ چیخے جا رہا تھا دوسرے دن بن مانس نے جس کے ہاتھ میں ایک موٹا سا ڈنڈا تھا وہ اس ڈنڈے اس کو مارنے لگا وہ اندھا دھند اس پر ڈنڈے برسائے جا رہا تھا اور اس کے منہ سے غیض و غضب سے کف بہہ رہی تھی اس نے اس کے جسم پر اتنے ڈنڈے مارے کہ وہ مار کھا کھا کر ادھ موا سا ہوگیا اور پھر اس کا سر ایک طرف کو لڑھک گیا وہ بے ہوش ہوگیا اور زمین پر گر پڑا تھا ادھر میرے پورے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی تھی میرا ذہن ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

اس کو اس حال میں دیکھ کر مجھ کو بہت دکھ ہوا تھا میری ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور آخر کار میں غش کھا کر گر گیا تھا مجھ کو کوئی بھی خبر نہ تھی کہ بعد میں کیا ہوا جب میری آنکھ کھلی تو کوئی مجھ کو بالوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہا تھا میں نے ہڑبڑا کر اپنی دونوں آنکھیں کھول دیں ایک بن مانس مجھ پر جھکا ہوا تھا اور اس نے میرے بال اپنے بدنما ہاتھ میں پکڑ رکھے تھے وہ مجھ کو ہوش میں آتا دیکھ کر مجھ کو گھسیٹتا ہوا کھڑکی سے دور لے گیا میرے جسم میں بالکل طاقت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکتا درد سے میرا پورا جسم دکھ رہا تھا۔

اس نے مجھ کو کمرے کے کھردرے اور سخت فرش پر دے مارا اور پھر میرے منہ سے ایک چیخ برآمد ہوئی مجھ کو میرا سانس اپنی کنپٹیوں میں گھستا ہوا محسوس ہوا پھر اس نے آواز دے کر دوسرے بن مانس کو اندر بلایا جو ابھی تک

باہر ہی کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں چمڑے کی ایک باریک سی چابک تھی اندر آتے ہی اس نے وہ چابک مجھ پر برسانا شروع کردی میرے جسم پر چابک مار رہا تھا اور میرے منہ سے چیخیں بلند ہو رہی تھیں اندھیر نگری کی اس کال کوٹھڑی میں مجھ پر ظلم ہو رہا تھا اور وہاں پر میری فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا میں نے جس بغیر حرکت ان کی مار کھا رہا تھا مزاحمت کرنے کی مجھ میں طاقت نہ تھی کہ میں ان سے مقابلہ کرسکتا درد سے میرے جسم کے اندر چنگاڑیاں سی دوڑ رہی تھیں اور میرے حلق سے گھٹی گھٹی سی آوازیں نکل رہی تھیں وہ بس کرنے کا نام تک نہیں لے رہے تھے جیسے آج انہوں نے مجھ کو ختم کرنے کی ٹھان لی تھی آج وہ اپنی تمام حسرتیں پوری کرلینا چاہتے تھے میں موت کو قریب سے دیکھ رہا تھا کوئی بعید نہیں تھا کہ میں دنیا سے کوچ کر جاتا۔

میں اپنی دانست میں آخری سانس لے رہا تھا میری آنکھیں پتھرائی ہوئی تھیں اور ماحول دھندلا دھندلا سا نظر آرہا تھا میں نے ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ اچانک ہی اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چابک میں آگ کی ایک سرخ لکیر نمودار ہوئی اور اس کے ہاتھ کو ایک جھٹکا سا لگا جیسے کسی نے بجلی کا سوئچ آن کردیا ہو اس کے منہ سے ایک کرخت آواز نکلی اور وہ جھٹکے سے گر کر زمین پر تڑپنے لگا اس کے منہ سے ایک ذبح کئے ہوئے جانور کی طرح غراہٹیں نکل رہی تھیں اور وہ زمین پر تڑپ تڑپ کر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا اچانک ہی رونما ہونے والے اس واقعہ سے میرے دل میں ایک دھاڑس سی بندھ گئی تھی تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد اس کا جسم ساکت ہوگیا تھا دوسرا بن مانس کھڑا کانپ رہا تھا اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آرہا تھا کہ یہ اچانک کیا افتاد آن پڑی ہے اس نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس کو اٹھایا اور اپنے کندھے پر لاد کر کوٹھڑی سے باہر نکل گیا اب میں نے کچھ سکون سا محسوس کیا تھا اور میں حیران تھا کہ اچانک ہی یہ معجزہ کس طرح رونما ہوگیا تھا ویسے معجزے تو رونما ہوتے رہتے ہیں۔

میں نے ایک مانوس سی پھڑ پھڑاہٹ کی آواز سنی جس طرح کوئی پرندہ پھڑ پھڑاتا ہے وہی نادیدہ غائبی پرندہ جس نے کئی بار غائبانہ طور پر میری مدد کی تھی اس کے پیروں کا لمس میری پیٹھ پر محسوس ہوا تھا اور میں آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا تھا جس طرح کوئی شخص بیمار آدمی کو سہارہ دے کر بیٹھاتا ہے اسی طرح مجھ کو بھی بٹھا دیا گیا میں نے ادھر ادھر دیکھا مجھ کو کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا میرے جسم میں درد سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں میں نے اپنے پورے جسم پر نرم نرم پروں کا لمس محسوس کیا تھا جیسے کوئی شخص اپنے جسم پر ہاتھ پھیرتا ہے تھوڑی دیر کے بعد میرے جسم میں درد کی اٹھنے والی لہریں معجزانہ طور پر ختم ہوچکی تھیں اور میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کررہا تھا میرے کانوں میں شور کی آوازیں پڑیں میں خود کو گھسیٹتا ہوا کھڑکی کے پاس جا پہنچا باہر جھانک کر دیکھا بہت سارے بن مانس افراتفری کے عالم میں گھوم پھر رہے تھے ان میں سے گزرتے ہوئے کچھ میری طرف غصے سے دیکھ رہے تھے میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ان پر کیا مصیبت آگئی تھی پھر مجھ کو اچانک ہی اس بن مانس والا واقعہ یاد آگیا تو بات میری سمجھ میں آگئی وہ لوگ اس بن مانس کی موت کی وجہ سے افراتفری میں بھاگ رہے تھے میں کھڑکی میں لگی ہوئی موٹی سی لوہے کی سلاخ کو پکڑ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہوگیا اور پھر دوسری کوٹھڑی کی طرف دیکھنے لگا نکہ پیر اسی طرح دینا سے بے خبر چت لیٹا ہوا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ اردگرد کے ماحول سے بے خبر تھا اس کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھا کہ دوسری کوٹھڑی میں بھی ذی روح موجود ہے جس پر مظالم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں اور ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک سانحہ بھی پیش آچکا تھا بھوک سے میرے پیٹ میں گرہیں سی پڑ رہی تھیں۔ پیاس سے زبان خشک ہو رہی تھی میرے قدم لڑکھڑا رہے تھے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک بن مانس

کو میں نے آواز دے کر کہا۔

مجھ کو سخت بھوک لگی ہوئی ہے اگر کچھ کھانے کو مل جائے تو لے آؤ اور وہ مجھ کو خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا آگے کی طرف بڑھ گیا مگر تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ مجھ کو دوبارہ آتا ہوا نظر آیا اس نے کوئی چیز اپنے ہاتھوں میں اٹھائی ہوئی تھی جو ایک اونی کپڑے سے ڈھانپ رکھی تھی اس نے وہ چیز لاکر میرے سامنے رکھ دی اور خود باہر نکل گیا تھا۔ میں بے تابانہ کھانے کی طرف بڑھا اور کھانے سے کپڑا اتار دیا پلیٹ میں دیکھ کر میری ساری بھوک کافور ہوگئی تھی وہ ایک پوری بلی نما چیز تھی جو روسٹ کرکے پلیٹ میں رکھی ہوئی تھی ساتھ ایک بڑا سا پیالہ بھی تھا جو خون سے لبالب بھرا ہوا تھا جس سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے ان چیزوں کو میں حیرت سے دیکھ رہا تھا اور ساتھ ہی مجھ کو ابکائی سی آنے لگی تھی اور ساتھ ہی جو کچھ اب تک میرے پیٹ میں تھی وہ الٹی کے ذریعے باہر آگیا تھا اور میں منہ پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے اٹھ گیا تھا۔

مایوسی اور ناامیدی کے سائے مجھ پر چھائے جارہے تھے۔ میں ناکام و نامراد ہوکر ایک جگہ بیٹھ گیا میں آنکھیں بند کئے ہوئے اپنے مقدر کو کوس رہا تھا کہ یہاں رہ کر میں بھی ان بن مانسوں جیسا ہوگیا ہوں آخر کار مجھ کو اس پیٹ کے ہاتھوں مجبور ہوکر ایسی چیزیں کھانی پڑیں گی کیونکہ زندہ رہنے کے لیے پیٹ کا دوزخ بھرنا ضروری ہوتا ہے اس شش و پنج میں میں مبتلا تھا کہ مجھ کو اسی مخصوص پرندے کی پھڑ پھڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی بے تحاشا کھانے کی خوشبو میرے نتھنوں سے ٹکرائی جو میری ناک سے ہوتی ہوئی میرے معدے میں اتر گئی میں اسی عالم میں لمبی لمبی سانسیں لینے لگا اور اس اشتعال انگیز خوشبو کو اپنے اندر سمیٹنے لگا مجھ کو ایک بہت لذت اور سکون کا احساس ہو رہا تھا میں نے جھٹ سے اپنی آنکھیں کھول دیں یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی میرے سامنے گرم گرم بھاپ اڑاتا ہوا کھانا رکھا ہوا تھا جس کی خوشبو اٹھ کر میرے دل و دماغ کو معطر کررہی تھی اور ساتھ ہی صاف و شفاف سفید ڈھلکتے ہوئے پانی کا پیالہ بھرا ہوا تھا۔

کھانا اپنے سامنے دیکھ کر میری آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی تھی اور میں لپک کر کھانے کی پلیٹ کے قریب پہنچ گیا اور پھر بسم اللہ شریف پڑھ کر میں کھانا کھانے لگا اتنا لذیذ کھانا میں نے کبھی زندگی میں نہیں کھایا تھا کھانا کھانے کے بعد میں نے پانی پیا بیٹھا اور صاف پانی پینے سے میرے معدے میں گونا گوں طمانیت کا احساس ہوا میری کھوئی ہوئی طاقت واپس آگئی تھی شکم سیری کے بعد ایک بار پھر میرا دھیان نکے پیر کی طرف چلا گیا اور میں اس کی طرف دیکھنے لگا وہ اسی طرح ظلمت کی تصویر بنا ہوا تھا اپنی دینا میں مگن تھا کافی دیر تک میں اس کی طرف دیکھتا رہا آخر کار مجھ سے رہا نہ گیا اور میں با آواز بلند اس کو آوازیں دینے لگا میں اپنا گلا پھاڑ پھاڑ کر اس کو آوازیں دے رہا تھا مگر میری آوازوں کا مطلق اثر نہیں ہو رہا تھا تاہم کبھی کبھی اس کا ساکت جسم ایک جھرجھری سی لے کر پھر ساکت ہوجاتا تھا میں نے اپنی کوشش جاری رکھی اور مسلسل اس کو آوازیں دے رہا تھا بالآخر میری آوازوں کا اتنا اثر اس پر ہوا کہ اس نے بمشکل اپنی آنکھیں کھولیں اور جھپک کر پھر بند کرلیں میں نے اپنی کوشش جاری رکھی اور اس کو مسلسل بلاتا رہا۔

اب وہ اپنی آنکھیں کھول کر آواز کی سمت دیکھنے کی کوشش کررہا تھا اے ادھر میری طرف دیکھ میں نے اس سے کہا اس نے تھوڑا سا سر اٹھا کر میری طرف دیکھا پھر وہ مجھ کو غور سے دیکھنے لگا گویا وہ مجھ کو پہچاننے کی کوشش کررہا تھا تماہرا نام نکہ پیر ہے ناں میں نے اس سے پوچھا وہ اپنا نام سن کر چونکا اس کے ہونٹ پھڑ پھڑائے مگر وہ کچھ کہہ نہ سکا وہ مسلسل میری طرف دیکھ رہا تھا اس کا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا اور وہ اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش

کر رہا تھا لیکن اٹھ نہیں پا رہا تھا میں مسلسل اس کی دھار س بندھا رہا تھا شاباش اوپر اٹھنے کی کوشش کرو وہ اپنے کانپتے ہوئے وجود کو گھسیٹ کر اس کھڑکی تک آن پہنچا تھا جہاں میں کھڑا تھا ان دو کوٹھڑی نما کمروں میں وہ کھڑکی حائل تھی اب وہ اس قابل ہو گیا تھا کہ میری طرف دیکھ سکے میری بات سن سکے اس نے کھڑکی کی گرل پکڑی اور پھر لوہے کی موٹی سلاخ کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اب وہ میرے مدمقابل دوسری طرف کھڑا تھا اس کو اپنے سامنے اپنے ہی جیسا ایک انسان دیکھ کر بڑی ڈھارس ملی تھی وہ مجھ کو غور سے دیکھ رہا تھا میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اور ٹکٹکی لگا کر اس کو دیکھ رہا تھا اس کے منہ سے بمشکل نکلا میں نے آپ کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے مگر یاد نہیں آ رہا ہے کہاں دیکھا ہے میں نے کہا یاد کرنے کی کوشش کرو تم کو سب کچھ یاد آ جائے گا پھر اس نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔

آپ کا نام ظہور الٰہی تو نہیں ہے ہاں ہاں میرا ہی نام ظہور الٰہی ہے وہ حیرت کا مجسمہ بنا ہوا میری طرف دیکھ رہا تھا اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کے سامنے اس کال کوٹھڑی میں موجود ہوں وہ تو ابھی تک اسے بھی آسیب کی کارستانی سمجھ رہا تھا اس کے حلق سے آواز بمشکل نکل رہی تھی خوشی اور اداسی کے ملے جلے تاثرات اس کے چہرے پر عیاں تھے اس پر بے یقینی کی ملی جلی کیفیت طاری تھی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اس کی آنکھوں آنسوؤں کا ایک سیلاب سا امڈ آیا تھا وہ آنسو اس نے اپنی آنکھوں میں معلوم نہیں کب سے روک رکھے تھے اور آج اس کو بہانے کا موقع مل گیا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے تھے میری آنکھیں بھی بھیگ گئی تھیں آج میں بھی جی بھر کر رویا تھا رونے سے انسان کا من ہلکا ہو جاتا ہے سو ہم دونوں کے اندر کا چھپا ہوا غبار باہر نکل آیا تھا ہم دونوں ہی قسمت کے مارے ہوئے تھے جو اس اندھیر نگری میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

ہم دونوں ہی اپنے اندر کے چھپے ہوئے غم کو آنسوؤں کے ذریعے کا دیر تک بہاتے رہے اندر کا غبار آنسوؤں کی صورت میں بہہ کر ہلکا ہو گیا تھا پھر جب آنسوؤں کا سیلاب دونوں طرف سے ذرا تھم گیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے ہو اس نے یہی سوال مجھ پر کر دیا کہ تم یہاں کس طرح آئے ہو میں نے کہا یہ ایک لمبی کہانی ہے تم بتاؤ کہ یہاں تک کس طرح پہنچ گئے ہو۔

اس نے کہا میری بھی ایک لمبی کہانی ہے سن کر یقین نہیں کرو گے میں نے کہا میں یقین کر لوں گا کیونکہ میری کہانی بھی عجیب کہانی ہے کیونکہ جو مجھ پر بیتی ہے وہی تم پر بیتی ہو گی اس لیے یقین نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ابھی ہم باتیں کر ہی رہے تھے کہ دو بن مانس دور ہی سے آئے ہوئے نظر آئے وہ ہماری طرف ہی آ رہے تھے ان کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر ہم محتاط ہو گئے ان کو دیکھ کر اس کے منہ سے ایک سسکاری سی نکل گئی تھی اور اس نے میرا ہاتھ جھٹ سے چھوڑ دیا تھا جو اس نے بوہے کی موٹی موٹی سلاخوں کے درمیاں سے اندر لا کر پکڑ رکھا تھا وہ اسی حالت میں نیچے بیٹھ گیا اور پھر رینگتا ہوا اپنی جگہ پر چلا گیا۔

اب ہم دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کو دیکھ کر ڈھارس سی بندھ چکی تھی ہم ایک دوسرے کو اپنا سہارا سمجھ رہے تھے ہم اس اجنبی مخلوق کے درمیان میں رہ کر ایک دوجے کا دفاع کر سکتے تھے وہ دونوں بن مانس آئے اور انہوں نے دروازہ کھول کر اندر جھانک کر دیکھا۔ اور پھر تسلی کر کے واپس چلے گئے گویا وہ ہمیں وہاں موجود دیکھ کر اطمینان سے واپس چلے گئے تھے میں بھی واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا مجھ کو بھوک سی محسوس ہو رہی تھی۔

اب ایک معمول سا بن گیا تھا مجھے جب بھی بھوک اور پیاس کی طلب ہوتی تھی معجزانہ طور پر کسی پرندے کی

مخصوص پھڑ پھڑاہٹ کے ساتھ کھانا اور پانی میرے سامنے موجود ہوتا تھا اس وقت بھی میرے سامنے اعلیٰ قسم کا کھانا تھا اور پانی کا صاف شفاف ڈھلکتا ہوا پیالہ رکھا ہوا تھا میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا کہ اس بار دو آدمیوں سے بھی زائد کھانا تھا میں نے جی بھر کر کھانا کھایا اور پانی بھی پیا باقی بچا ہوا کھانا لے کر میں کھڑکی کے پاس پہنچا میں نے آواز دے کر نکے پیر کو بلایا اور وہ اٹھ کر میرے قریب آ گیا میرے ہاتھوں میں اعلیٰ قسم کا کھانا دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اور پوچھنے لگا۔

یہ اتنا اچھا کھانا یہاں کیسے آ گیا میں نے کہا کھا لو پھر بتاؤں گا اس نے کھانا لے لیا اور پھر ایک جگہ پر بیٹھ کر کھانے لگا کھانے سے فارغ ہو کر وہ بولا۔ آج پہلی بار اتنا اچھا اور لذیذ کھانا کھایا ہے یہاں تو روزانہ گندا کھانا کھا کھا کر میرا ہاضمہ خراب ہو گیا ہے اچھا اب بتاؤ کہ یہ اتنا اچھا کھانا تم کہاں سے لائے ہو میں نے کہا اس کے متعلق مت پوچھو میرے ساتھ رہو گے تو اسی طرح اچھا کھانا بھی ملتا رہے گا کھانا کہاں سے آتا ہے اس سے تم کو کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے اب اس کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہو چکی تھی اور وہ خوش خوش رہنے لگا تھا میں نے اسے پوچھا۔

اب تم بتاؤ کہ یہاں اس اجنبی بستی میں کیسے پہنچ گئے تھے میں نے سنا تھا کہ تم اچانک ہی کہیں غائب ہو گئے تھے اور آج تک تمہارا پتہ نہیں چل سکا تھا کہ تم کہاں گئے ہوئے ہو اور پھر میں نے تم کو یہاں اچانک دیکھ لیا ہے وہ ایک سرد سی آہ بھر کر بولا میں خود غائب نہیں ہوا تھا مجھ کو غائب کیا گیا تھا اس میں کسی کا قصور نہیں تھا میرا اپنا تھا مجھ کو میرے کرموں کا پھل ملا ہے میں نے پوچھا تیرے ساتھ آخر کار ایسا کیا ہوا تھا جو تو اس طرح کی باتیں کر رہا ہے۔

وہ بولا مجھ کو بچپن ہی سے جنوں اور بھوتوں کو اپنے تابع کرنے کا بڑا شوق تھا میں دل میں سوچتا تھا کہ تمام جن اور بھوت میرے تابع ہو جائیں اور پھر میرے ایک اشارے پر میری ہر خواہش کو پوری کریں میرے سر پر رات دن یہی بھوت سوار رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح میں جنوں اور بھوتوں کو اپنے ماتحت کر لوں آخر ایک دن مجھ کو معلوم ہوا کہ فلاں جگہ ایک بزرگ ہیں جو لوگوں کو بیعت کرتے ہیں اور چلہ بھی بتاتے ہیں جس سے جن اور بھوت انسان کے تابع ہو جاتے ہیں یہ سن کر میرے اندر کا شوق اور بڑھ گیا۔ میں اس بزرگ کا پتہ صحیح طرح سمجھ کر صبح سویرے ہی ان کے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا دوپہر کو میں ان کے گاؤں میں پہنچ گیا تھا ایک شخص سے ان کے متعلق پوچھا اس نے دور ہی سے ہاتھ کے اشارے سے ان کا گھر دکھایا اور پھر میں ان کے گھر پہنچ گیا وہ بزرگ اس وقت گھر پر موجود نہیں تھے ان کے گھر والوں نے مجھ کو ایک بیٹھک میں بٹھا دیا تھا اور کچھ دیر کے بعد چائے سے میری خاطر تواضع کی گئی ظہر کے وقت وہ بزرگ گھر واپس آئے۔ میری ان سے ملاقات ہوئی وہ پوچھنے لگے کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو میں نے کہا میں فلاں گاؤں کا ہوں اور میں آپ کی بیعت ہونے آیا ہوں انہوں نے کہا۔

ٹھیک ہے جاؤ نہا دھو کر آؤ پھر مسجد میں چلیں گے اور پھر نماز ادا کرنے کے بعد وہیں مسجد میں تمہارا کام ہو جائے گا میں نے کہا ٹھیک ہے میں ان کے بیٹے کے ساتھ دریا پر گیا اور غسل کر کے واپس آ گیا پھر ہم کھانے کھانے کے بعد مسجد میں چلے گئے ظہر کی نماز ادا کی اور جب نمازی چلے گئے تو ہم اکیلے رہ گئے انہوں نے مختصر سا خطبہ دیا اور پھر میں ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گیا۔

ابھی میرے دل میں جو اصل بات تھی وہ میں ان سے کہہ نہ سکا تھا جب ہم گھر پہنچے تو میں بیٹھک میں جا کر بیٹھ گیا اور وہ بھی تھوڑی دیر کے بعد آ کر میرے ساتھ بیٹھ گئے اور مجھ کو نصیحتیں کرنے لگے کہ اب تم بیعت ہو گئے

ہو۔ اللہ اور رسول ﷺ کی پیروی کرنا اور غلط کاموں سے بچنا حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا کسی سے زیادتی نہ کرنا ہمیشہ سچ کو اپنا شعار بنانا اور جھوٹ سے ہر ممکن بچنا اور کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرنا اور ایک مسلمان کی سی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنا کسی مظلوم و مسکین کی حق تلفی نہ کرنا ہر ایک کو اپنے سے برتر سمجھنا کسی حقیر کو بھی کبھی خود سے بدتر نہ سمجھنا اللہ کے بندوں سے پیار کرنا یہی چیزیں ایک مومن و مسلمان شخص کا شعار ہیں۔

ان کی باتیں سن کر میرا دل موم ہو گیا تھا میرے اندر کی ساری قدورت ضائع ہو گئی تھی تاہم میرے اندر کے کسی کونے میں میری چھپی ہوئی خاموش خواہش کسی کیڑے کی طرح کلبلانے لگی تھی میں نے دھیرے سے کہا۔

مولوی صاحب میں انشاء اللہ ان تمام باتوں پر عمل کروں گا اور دین اسلام کی پیروی کروں گا مجھ سے کبھی آپ کو کوئی شکایت نہیں ہوگی میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھلاؤں گا اور کہا ہے بگا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہوں گا لیکن میری ایک عرض ہے اگر آپ پوری کر دیں تو میں زندگی بھر آپ کا مشکور رہوں گا۔

وہ بولے کیا خواہش ہے اگر میرے بس میں ہوئی تو میں ضرور پوری کروں گا پھر میں نے اپنا تمام مدعا ان کے گوش گزار دیا وہ بولے تم ان چکروں میں نہ پڑو دین سے جاؤ گے اور دنیا سے بھی جاؤ گے میں نے کہا۔

انشاء اللہ میں ثابت قدم رہوں گا اور آپ کی دی ہوئی ہدایت پر پورا عمل کروں گا۔ بہر حال میری بڑی منت سماجت پر وہ بزرگ مان گئے اور انہوں نے مجھ کو اکتالیس دن کا چلہ بتا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اس دوران بہت مشکل اور کٹھن مراحل بھی آئیں گے اور تم کو ان کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔ کسی چیز کے خوفزدہ کرنے سے نہ ڈرنا وہ محض نظر کا دھوکا ہوتا ہے خاص طور پر چلہ کے دروان ہر قسم کی عورت سے بچنا ہو سکے تو ان کے منہ بھی نہ لگنا کیونکہ عورت کی صورت میں ہر وقت شیطان گھومتا پھرتا ہے اور وہ انسان کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے اور انسان کو ہر وقت بھٹکاتا رہے کہ وہ دین کی طرف راغب نہ ہو۔ بہر حال میں نے تم کو سمجھا دیا آگے تو خود اپنا ذمہ دار ہوگا۔ میں تو اب بھی کہتا ہوں چھوڑ ان فضول باتوں کو ایسا نہ ہو کے کل کو تو پچھتائے اور جس وقت تجھ کو ہوش آئے اس وقت بہت دیر ہو چکی ہو۔

مجھ پر اس وقت جن اور بھوتوں کو تابع کرنے کی دھن سوار تھی میں ان سے اجازت لے کر گھر واپس آ گیا میں دل میں بہت خوش تھا کہ جب میں جنوں اور بھوتوں کو اپنا تابع بنا لوں گا تو میں اپنی ہر خواہش ان سے پوری کرواؤں گا میں دنیا کو خوش قسمت انسان بنوں گا لوگ میری حیثیت دیکھ کر جلیں گے میں دنیا کو عظیم ترین آدمی بن جاؤں گا جنوں اور بھوتوں پر میری حکومت ہوگی میں جو حکم کروں گا وہ ہاتھ باندھے میری ہر چھوٹی موٹی خواہش کی تکمیل کریں گے دوسرے دن میں بازار گیا اور ضروری چیزیں لے کر واپس آ گیا۔

آج شام کو میں نے ایک قبرستان میں چلہ شروع کرنا تھا نصف رات کو جب سب گھر والے سو گئے اور میں اٹھ کر قبرستان کی طرف چلا گیا جب قبرستان کے قریب پہنچا تو آہستہ سے گیٹ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی میرے اندر خوف کی ایک سرد لہری دوڑ گئی قبرستان کا ہولناک سناٹا اور پراسرار ماحول انسان کے دل کو لرزا دیتا ہے مگر دوسرے ہی لمحے میں نے خود پر قابو پا لیا تھا اور دل میں سوچنے لگا کہ ابھی تو میں نے کام شروع کیا ہی نہیں ہے پہلے ہی ڈرنے لگا ہوں ابھی تو میں نے پورے چالیس دن کا چلہ یہاں کاٹنا ہے میرے اندر یکلخت طاقت سی آ گئی تھی اور میں اندھیرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگا دور تک پھیلے ہوئے قبرستان میں قبروں کے کتبے کسی سفید دیو کی طرح کھڑے میرا منہ چڑا رہے تھے۔

میں قبروں کے بیچ و بیچ گزرتا ہوا ایک اونچی سی قبر کے پاس پہنچ گیا اس کے پیچھے خالی جگہ تھی جہاں پر میں

بیٹھ کر با آسانی عمل کر سکتا تھا میں نے وہ جگہ صاف کی اور اس پر چادر بچھا کر بیٹھ گیا سب سے پہلے میں نے اسم اعظم پڑھ کر اپنے ارد گرد ایک حصار کھینچا اور اس کے اندر براجمان ہو گیا میں بزرگ کا بتایا ہوا عمل پڑھنے لگا جوں جوں عمل کی جاپ کر رہا تھا توں توں میرے اندر جنات کو قابو کرنے کی تمنا بڑھتی جا رہی تھی اس وقت بھی میرے ذہن میں بار بار خیال آ رہا تھا کہ جتنا بھی جلدی ممکن ہو تمام جنات میرے تابع ہو جائیں اور میری تمام حسرتیں پوری ہو جائیں کاش ایسا ہو جائے۔

تقریباً نصف گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ ایک دم میرے سامنے ایک بن مانس نما چیز ظاہر ہو گئی جس کے بڑے بڑے کان اور دانت منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے سر پر دو بڑے بڑے سینگ تھے پورا جسم بالوں سے ڈھکا ہوا تھا کانٹے دار بال تیر کی طرح اس کے جسم پر کھڑے تھے وہ کسی بگڑے ہوئے بھینسے کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ اور بار بار مجھ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا وہ اپنے سینگ خلا میں ادھر ادھر مار رہا تھا مگر کسی غیر مرئی دیوار میں اس کی سینگ اٹک کر رہ جاتے تھے وہ مجھ تک پہنچنے کے لیے بے تاب تھا اس کو دیکھ کر میں چلہ کرنا بھول گیا تھا میرے جسم میں کپکپاہٹ سی طاری ہو گئی تھی خوف سے میرا جسم پسینے میں بھیگ گیا تھا وہ کسی غیر مرئی دیوار کو ٹکریں مار رہا تھا بہت پیچھے جا کر پھر دوڑ کر آگے آتا تھا مگر اس کا سر کسی غیر مرئی دیوار سے ٹکرا کر رہ جاتا تھا۔ کافی دیر تک وہ اسی طرح کرتا رہا مگر اس کا ہر وار ناکام ہو جاتا تھا اس کی آنکھوں سے غیض و غضب ٹپک رہا تھا وہ غصے کے عالم میں پاگل ہوا جا رہا تھا۔

میں حیران تھا کہ وہ مجھ تک کیوں نہیں پہنچ رہا تھا یہ سب کمال کلام الٰہی اور اسم اعظم کا تھا آخر کار وہ اسی طرح چنگھاڑتا ہوا ناکام و نامراد واپس لوٹ گیا تھا اب میں ہوش کی دنیا میں واپس آ گیا تھا اور پھر باقی چلہ میں نے بڑے سکون سے کاٹا تھا رات دبے پاؤں گزرتی جا رہی تھی اور میں اپنے کام میں مصروف تھا۔ میری ساری توجہ اپنے کام پر مرکوز تھی میں وہ سارا کام جلد از جلد نمٹا رہا تھا تاکہ جلد ہی میں جنوں اور بھوتوں کو اپنے قبضے میں کر سکوں مجھ پر جنون سا طاری تھا سحری کا وقت تھا دور کسی مسجد میں آذان کی آواز بلند ہو رہی تھی اور میں اٹھ کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا تھا گھر کے تمام لوگ سوئے ہوئے تھے میں چپکے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا جاتے وقت میں باہر سے تالا لگا کر گیا تھا جس کی چابی میرے پاس تھی رات کے جگراتے کی وجہ سے میں جلد ہی نیند کی وادی میں گم ہو گیا تھا مجھ کو نماز پڑھنے کی بھی فرصت نہ رہی تھی صبح کافی دیر تک سوتا رہا۔

جب آنکھ کھلی تو دن کافی چڑھ چکا تھا اٹھ کر ناشتہ وغیرہ کیا اور پھر دوستوں کی طرف چل نکلا تھا کام کوئی نہ تھا ویسے ہی دن بھر آوارہ گردی کرتا رہا مجھ کو رات کا شدت سے انتظار تھا کہ جلد رات ہو اور میں اپنے کام کی خاطر نکلوں بالآخر رات بھی آ ہی گئی آج میرا دوسرا دن تھا کل کی طرح آن بھی میں وقت پر قبرستان پہنچا تھا کچھ دیر کے بعد اپنی سابقہ جگہ پر براجمان تھا سب سے پہلے میں نے حصار کھینچا اور میں اس دائرے میں بیٹھ گیا اور پھر کلام الٰہی کا ورد کرنے لگا آج کافی وقت گزر گیا تھا مگر کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا تھا میں دل میں بہت خوش تھا کہ میں کامیابی کی طرف بڑھ رہا ہوں مگر محض میرا خیال تھا کچھ دیر کے بعد ہا ہو کی ملی جلی آوازیں آنے لگیں آوازیں سن کر میرے کان کھڑے ہو گئے تھے اور خوف کی وجہ سے ایک لہر سی میرے پورے وجود میں دوڑ گئی۔

پھر یکایک کئی خوفناک جنوں نے مجھ کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا وہ تمام کے تمام کل کے جن کی طرح تھے انہوں کی ہا ہو سے پورا قبرستان لرز رہا تھا وہ چاروں طرف سے خلا میں ٹکریں مار رہے تھے مگر ان کے سر کسی غیر مرئی دیوار سے ٹکرا رہے تھے اور ان کے منہ سے عجیب و غریب دہشت بھری چنگھاڑ نکل رہی تھی ان کا ہر وار

ناکام ہوتا جارہا تھا ادھر میری حالت دیدنی تھی کوئی بھی دل والا ان کی دہشت دیکھ کر جینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا پھر میں بھی تو ایک انسان تھا میرا ڈرنا بھی تو فطری تھا ایک گھپ اندھیرا دوسرا قبرستان اور تیسرا ان کی دہشت بھری آوازیں مجھے اگلے جہاں کا پتہ دکھارہی تھیں بہت دیر تک یہی سلسلہ جاری رہا اور میں سب کچھ بھول بھال کر ان کی طرف دیکھ رہا تھا پھر یکا یک میرے کانوں میں پیر صاحب کی آواز گونجی کہ تم کو ہر قیمت پر چلہ کاٹنا ہے یہ محض نظر کا دھوکا ہوتا ہے یہ چلے کو روکنے کے لیے ان کی چال ہوتی ہے میرے اندر ایک طاقت سی عود کر آگئی تھی اور میں کلام الٰہی میں مشغول ہوگیا تھا۔ کچھ ہی دیر کے بعد وہ غائب ہوگئے اور بقیہ عبادت میں نے سکون سے کی تھی۔

اب میرا خوف اور ڈر دور ہوگیا تھا مجھ کو اب لطف سا آنے لگا تھا میں نڈر سا ہوگیا تھا گویا میں منزل کو پانے کے لیے سب کچھ کرسکتا تھا رات کے آخری پہر میں گھر کی طرف روانہ ہوگیا تھا گھر پہنچ کر تالا کھولا اور اندر جا کر بستر پر ڈھیر ہوگیا صبح کو بہت دیر سے اٹھا تھا کام کاج کوئی نہیں تھا جو میں کرتا بازار چلا گیا دن بھر ادھر ہی رہا میرے اندر انجانی سی خوشی سر اٹھا رہی تھی جس کو محسوس کر کے میں مسحور سا ہوجاتا تھا اب میرا روزمرہ کا معمول بن گیا تھا میں بغیر کسی خوف وخطر کے رات چلے کی خاطر قبرستان میں جاتا تھا چھوٹے چھوٹے واقعات پیش آتے رہتے تھے تاہم میں تھوڑی سی گھبراہٹ کے بعد اپنے کام میں مصروف ہوجاتا تھا۔

آج چلے کا اٹھتیسواں دن تھا میں اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک دم مجھ کو زمین ہلتی ہوئی محسوس ہوئی یوں محسوس ہورہا تھا کہ جیسے شدید قسم کا زلزلہ آگیا ہو مجھ کو اپنے پاؤں تلے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی زور زور سے جھٹکے لگ رہے تھے چند لمحات کے بعد جھٹکے لگنا بند ہوگئے اور میرے سامنے ایک بہت ہی خوفناک سات سروں والی بلا کھڑی تھی جس کے ہاتھوں میں ایک نومولود بچہ تھا بچہ بہت ہی خوبصورت تھا جو اس کے ہاتھوں میں قلقاریاں مار رہا تھا معلوم نہیں وہ بلا اس بچے کو اٹھا کر کہاں سے لائی تھی وہ خونخوار نظروں سے مری طرف دیکھ رہی تھی میں اس کی پھنکار سے لرز کر رہ گیا تھا مگر وہ حصار کے اندر داخل نہیں ہوسکا تھا میں سمجھ چکا تھا کہ یہ سب کچھ میرا عمل زائل کرنے کی خاطر کیا جارہا ہے اور میری توجہ ہٹانے کے لیے کیا جارہا ہے مجھ کو مزید خوف زدہ کرنے کے لیے اس نے بچے کو ہوا میں اچھالنا شروع کردیا تھا جتنا وہ بچے کو اوپر اچھالتا تھا اتنی ہی بچے کی چیخیں بلند ہوتی جارہی تھیں۔

میرے اندر ایک ہلچل سی مچی ہوئی تھی میں عمل کرنا بھول گیا تھا میں حصار کے اندر اٹھ کر کھڑا ہوگیا تھا بچے کی اذیت ناک چیخیں مجھ سے برداشت نہیں ہورہی تھیں میں اس معصوم بچے کی حالت دیکھ کر تڑپ رہا تھا جونہی میں نے حصار کی طرف قدم بڑھایا مجھے اچانک ہی ایک زوردار دھکا لگا۔ اور میں دوبارہ اپنی جگہ پر جا کر گرا اور پھر اٹھ نہ سکا تھا وہ دھکا مجھ کو غائبانہ طور پر لگا تھا اگر میں حصار کے باہر چلا گیا ہوتا تو معلوم نہیں میرا کیا انجام ہوتا اب میں سنبھل گیا تھا ادھر وہ بلا بیچ وتاب کھا رہی تھی اور بچے کو بدستور اوپر اچھالے جارہی تھی اور میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جارہا تھا ایک بار میں پھر اٹھ کھڑا ہوا مگر اسی لمحے مجھ کو سرگوشی سی سنائی دی۔

یہ تم کیا کررہے ہو اپنے کام کی طرف توجہ دو میں ایک دم سنبھل گیا اور پھر پوری توجہ اپنے کام میں دے دی۔ اب وہ بلا بے بس اور مجبور دکھائی دے رہی تھی اور مایوس نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی آخر کار اس کا کوئی ہر بہ کامیاب نہ ہوسکا تو اس نے بچے کو دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر کھینچنا شروع کردیا میرے کانوں میں بچے کے رونے کی آوازیں زہر گھول رہی تھیں میرا جگر پھٹتا جارہا تھا۔

میں اس اذیت میں بچے کو نہیں دیکھ سکتا تھا میں پھر اوپر اٹھنے لگا تو مجھ کو اپنے کندھوں پر وزن سا محسوس ہوا جس سے میں دوبارہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا مگر اسی لمحے بچے کی ٹانگیں کھینچنے سے اس کے دو حصے ہوچکے تھے اور ساتھ ہی اس کی چیخیں بھی دب کر رہ گئی تھیں اس نے وہ دونوں کٹے ہوئے حصے نفرت سے اوپر خلا میں پھینک دیئے جو اس کے اوپر ہی آکر گرے تھے وہاں خون ہی خون بکھرا ہوا تھا اتنا دلخراش واقعہ دیکھ کر میرا دل میری کنپٹیوں میں دھڑکتا ہوا معلوم ہورہا تھا اب وہاں کا منظر بالکل صاف تھا مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے یہاں کوئی خوفناک واقعہ پیش آیا تھا میرے حواس بحال ہوچکے تھے۔

سحری سے پہلے میں اپنا کام ختم کر کے گھر کی طرف روانہ ہوگیا تھا اندر داخل ہوتے ہی آزان ہوگئی تھی پھر میں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا تھا واپس آکر میں کافی دیر تک سوتا رہا اب میں مطمئن تھا کیونکہ میں منزل کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے قریب پہنچ گیا تھا۔

تین دن باقی تھی دو دن خیر سے اچھے گزر گئے تھے اب آخری دن رہتا تھا میں خوش تھا کہ اب ہر شے مجھ سے ڈرنے لگی ہے اسی لیے ان دو دنوں میں کوئی بلا میرے قریب نہیں آئی ہے یہ محض میری خام خیالی تھی مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ آخری دن آنے سے پہلے ہی میرے ساتھ کیا ہونے والا تھا رات ہونے سے پہلے ہی میرے ساتھ وہ ہوگیا جو میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا جس کی سزا میں آج بھگت رہا ہوں ہوا یہ کہ دن بھر میں گھومتا رہا تھا میں دوسرے گاؤں جو قریب ہی تھا وہاں ایک دوست کے ہاں چلا گیا تھا واپسی پر مجھ کو دیر ہوگئی جب میں راستے میں ہی تھا کہ شام ہوچکی تھی ملگجہ اندھیرا چھا چکا تھا میں تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جارہا تھا تاکہ میں اندھیرا پھیل جانے سے پہلے گھر پہنچ جاؤں کیونکہ راستہ دشوار تھا مجھ کو جلدی ہموار جگہ تک بھی پہنچنا تھا۔

جیسے ہی میں آگے بڑھا مجھ کو ہلکی ہلکی پائل کی جھنکار کی آواز سنائی دی میں حیران ہوگیا تھا کہ اس وقت یہ پائل کی جھنکار کی آواز کیسی ہے جب میں نے غور کیا تو تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جوان لڑکی آتی ہوئی دیکھائی دی میں اس کو دیکھ کر حیران رہ گیا کیونکہ اس سے قبل میں نے ایسی خوبصورت لڑکی گاؤں میں نہیں دیکھی تھی ملگجے اندھیرے میں اس کا چہرہ دور ہی سے چمکتا ہوا دکھائی دے رہا تھا وہ اتنی خوبصورت تھی کہ اس کی کوئی بھی مثال نہیں تھی میں سب کچھ بھول چکا تھا ابھی وہ دور ہی تھی اور میں ایک ہی نظر میں اس کا دیوانہ ہوچکا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ شان بے نیازی سے قدم اٹھاتی ہوئی میرے قریب پہنچ چکی تھی اور میں ایک ٹک اسے دیکھے جارہا تھا میں اپنی سدھ بدھ کھو چکا تھا مجھ کو دنیا کی کوئی پرواہ نہیں تھی بس میں اس کے سحر میں کھو گیا تھا۔ وہ اسی طرح میری طرف دیکھ رہی تھی اور میں اس کی جھیل جیسی گہری آنکھوں کے سمندر میں غوطے کھا رہا تھا میں اپنی نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹا نہیں پارہا تھا یکا یک میرے ذہن کو ایک جھٹکا سا لگا جیسے میں خود کو ہواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے لگا تھا پھر مجھ کو ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے خدوخال بدلنے لگے تھے۔

اب میرے سامنے کسی دیوہیکل عورت کا مونوگرافی کھڑا تھا جو کسی مجسمے سے کم نہ تھا اس کے منہ کی جگہ ایک دروازہ نظر آرہا تھا اور آنکھوں کی جگہ دو کھڑکیاں نظر آرہی تھیں ان کھڑکیوں اور دروازے کے پار مجھ کو کوئی اور ہی جہاں نظر آرہا تھا ایسا جہاں میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا تھا خواب میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ میرے ساکت جسم میں حرکت سی ہوئی اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس دروازے کے اندر داخل ہوگا اس ویران اور اجاڑ بستی میں جیسے ہی میں نے قدم رکھا میرا اپنی بستی سے رابطہ کٹ چکا تھا میں حیران و پریشان آگے ہی آگے بڑھتا جارہا تھا پھر ایک جگہ مجھ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی اور میں گر پڑا میں ہوش وخرد کی دنیا میں سے بیگانہ ہوگیا تھا پھر جب مجھ کو ہوش

آئی تو خود کو اس کال کوٹھڑی میں بند پایا اس دن سے لے کر آج دن تک میں اسی کال کوٹھڑی میں بند ہوں جہاں ہر روز مجھ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔

میں جنوں اور بھوتوں کو قابو کرنے نکلا تھا اور خود ان کا قیدی ہو کر رہ گیا تھا یہ تھی میری یہاں تک پہنچنے کی داستان نہ میں جنوں بھوتوں کو اپنے قبضے میں کرنے کا قصد کرتا اور نہ میں آج یہاں ہوتا مجھ کو تو یہ بستی کوہ قاف کی بستی لگتی ہے جو جنوں اور بھوتوں کا ملک ہے انسان تو کیا یہاں پر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا ہے یہ مخلوق جس انسان کی دشمن ہوتی ہے اس کو یہاں لا کر قید کر دیتی ہے۔ اس دن سے لے کر آج تک وہ دوشیزہ مجھ کو نظر نہیں آئی نظر بھی کہاں سے آتی نظر تب آتی اگر وہ انسان ہوتی میری سمجھ میں بات آئی مگر بہت دیر کے بعد کہ مجھ کو ایسا کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

وہ کہتے ہیں ناں کہ جیسی کرنی ویسی بھرنی اور آج میں اپنی کرنی کا پھل پا رہا ہوں میں اس کی داستان زندگی بڑھی المناکی سے سن رہا تھا میں نے کہا ہو بہو تیری اور میری کہانی ایک جیسی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ تجھ کو چلے کاٹنے کی سزا ملی اور مجھ کو ایک شخص سے لڑنے کی سزا ملی ہے پھر میں نے بھی اس کو اپنی تمام کہانی سنا دی جو جو مجھ پر بیتی تھی پھر میں نے اس سے کہا پھر میں نے اس سے کہا۔

میں بھی اسی خوبصورت دوشیزہ کی محبت میں گرفتار ہوا ہوں میں نے بھی جب اس دوشیزہ کو دیکھا تو اسی طرح میں بھی اسکی حسین آنکھوں کے سحر میں ڈوب کر یہاں تک پہنچا ہوں جس طرح تم یہاں تک پہنچے ہو اس نے میری کہانی سن کر ٹھنڈی اور سرد آہ بھری اب کیا ہوگا۔ ہم کسی دوسرے ہی جہاں میں پہنچ گئے ہیں جہاں سے واپسی بہت مشکل ہے ہمارے گھر والوں کا کیا ہوگا ہم کسی دوسرے ہی جہاں میں پہنچ گئے ہیں جہاں سے واپسی بہت مشکل ہے ہمارے گھر والوں کا کیا ہوگا وہ کیا سوچتے ہوں گے ان پر کیا بیتی ہے وہ جیتے جاگتے ہنستے کھیلتے کہاں غائب ہو گئے ہیں انہوں نے تو ہمیں ڈھونڈنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہوگی اب ہمارا یہاں سے نکلنا محال ہے اتنا کہہ کر نکہ پیر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور میں اس کو تسلیاں دینے لگا۔

اس کو کیا معلوم تھا کہ اندر سے میں بھی ٹوٹ چکا تھا میں نے کہا پہلے تم اکیلے تھے اب ہم دو ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ ہم کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے ایک دوسرے کے ساتھ دکھ سکھ کا اظہار کریں گے تم کو کیا معلوم کہ میں کن کن کٹھن مراحل سے گزرا ہوں اگر تم میری جگہ ہوتے تو کب کے اس جہاں فانی سے کوچ کر گئے ہوتے۔ تم نے تو صرف یہ کال کوٹھڑی ہی دیکھی ہے میں موت کے منہ سے بچ کر نکلتا آرہا ہوں خیر اب جانے دو ان باتوں کو پچھلے سارے غم بھول جاؤ انشاء اللہ اللہ نے چاہا تو ہم ایک دن ضرور اس مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کر لیں گے۔ اب ہم دونوں کو ایک دوسرے کا سہارا ہے جس اللہ نے ہم کو اس مصیبت میں ڈالا ہے وہی اللہ ہم کو اس مصیبت سے بھی نکالے گا اب ہمیں پچھلے سارے دکھ درد بھلا کر اپنے مستقبل کے متعلق سوچنا ہے اب ہم ایک دوسرے کے ساتھ مکمل کھل کر بات چیت کر لیتے ہیں ایک دوسرے کے دکھ سکھ بانٹ لیتے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد اب تک انہوں نے ہمارے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی صرف ایک بار مانس کی ڈیوٹی تھی جو ہم کو وقت پر عجیب وغریب قسم کا کھانا دے جاتا تھا جس کو دیکھ کر دل متلانے لگتا تھا اور ساتھ ہی قے بھی شروع ہو جاتی تھی ہم اس کھانے کو منہ نہیں لگاتے تھے نیند کھانا غائب سے مل جاتا تھا جس کو ہم دونوں خوب سیر ہو کر کھا لیا کرتے تھے اور پھر لذیذ اور میٹھے پانی سے اپنی پیاس بجھا لیتے تھے اب نکہ پیر بھی کافی حد تک سنبھل گیا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اتنا عمدہ اور لذیذ کھانا کہاں سے آجاتا ہے میں نے اتنا ہی اس کو بتایا تھا کہ یہ

قدرت کی طرف دے ایک معجزہ ہے جس کی بدولت ہمیں یہ کھانا ملتا ہے مگر وہ حیران بہت تھا وہ لوگ جیسے ہمیں بھول گئے تھے۔

اس بن مانس کی ہلاکت کے بعد وہ کچھ محتاط سے ہو گئے تھے شاید وہ اس کے سوگ میں لگے ہوئے تھے یا پھر ان کی چھٹی حس نے ان کو خبردار کر دیا تھا بہر حال کوئی بات ضرور تھی ورنہ پہلے تو کوئی دن ایسا نہیں ہوتا تھا کہ وہ ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ نہ توڑے مگر یہ محض میری خام خیالی تھی ایک دن وہ پھر ہم پر لاوا بن کر ٹوٹ پڑے پہلے تو وہ نکے پیر کی طرف گئے اور اس کو خوب مارا پیٹا اس کو ادھ موا چھوڑ کر وہ میری طرف آئے ان کی تعداد چار تھی وہ غیض وغضب سے میری طرف بڑھ رہے تھے غصے کے عالم میں ان کے بدہیت نتھنوں سے پھنکاریں نکل رہی تھیں ان کے بدہیت چہرے اور ڈراؤنے لگ رہے تھے وہ رفتہ رفتہ میری طرف بڑھ رہے تھے اور میں ان کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر خوف سے کانپ رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اگلی پچھلی تمام کسر آج نکال کر رہیں گے مجھ کو اپنی موت قریب تر قریب آتی دکھائی دے رہی تھی۔

آتے ہی وہ مجھ پر پل پڑے تھے ان کے منہ سے چنگاڑیاں نکل رہی تھیں وہ مجھ کو لاتوں اور مکوں سے مار رہے تھے جسم پر جہاں بھی انکی لاتوں اور مکوں کی ضرب لگتی تھی وہ جگہ سن ہو کر رہ جاتی تھی مجھ کو اپنے تمام جسم میں چیونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں میرے جسم کو ان کے لمبے لمبے ناخن چھری کی طرح کاٹ رہے تھے اور میرا پورا جسم لہولہان ہو گیا تھا وہ مجھ کو فٹ بال کی طرح ایک دوسرے کی طرف اچھال رہے تھے اور میں فٹ بال بنا ہوا اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہا تھا۔ اسی دھنگا مشتی میں میرا سر ایک ٹھوس جگہ پر لگا اور میری آنکھوں کے سامنے تارے سے ناچنے لگے پھر میں دنیا سے بے خبر ہو کر بے ہوش ہو چکا تھا معلوم نہیں کب تک میں بے ہوش رہا تھا میری آنکھ اس وقت کھلی جب میں نے اپنے جسم پر نرم نرم پروں کو مس ہوتا ہوا محسوس کیا۔ اور میری آنکھیں فورا کھل گئیں میرے پورے جسم میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں جیسے پورے جسم میں کسی نے انگارے بھر دیئے ہوں اس وقت مجھ کو پانی کی طلب محسوس ہو رہی تھی میں نے دائیں طرف دیکھا سامنے سامن پانی کا بھرا ہوا پیالہ رکھا ہوا تھا جو میں نے جھٹ سے اٹھا کر منہ سے لگا لیا پھر ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔

معنا ہی مجھ کو کسی کے کراہنے کی آواز سنائی دی نکہ پیر لوہے کی گرل پکڑے ہوئے کراہ رہا تھا مجھ کو ہوش میں دیکھا اس کے جسم میں بھی توانائی لوٹ آئی تھی وہ میری طرف بے بسی کے عالم میں دیکھ رہا تھا اس کے جسم میں سے بھی لہو رس رہا تھا اس کی حالت بھی مجھ سے ابتر تھی تاہم وہ مجھ سے بہتر حالت میں تھا اس نے مجھ سے پوچھا۔

تم ٹھیک ہو ناں۔ میں نے ایک خفیف سے اشارے سے اس کو ہاتھ اٹھا کر بتایا کہ میں ٹھیک ہوں میری زبان سے الفاظ نہیں نکل رہے تھے وہ مجھ کو زندہ حالت میں دیکھ کر خوش ہو گیا تھا خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھیں بحر کیف میں نے اس کو سر کے اشارے سے بتایا کہ میں ٹھیک ہوں وہ اطمینان سے وہاں سے پلٹ گیا اور ہاتھ اوپر اٹھا کر دعا مانگنے لگا میرا پورا جسم اکڑ گیا تھا مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں کہ میں حرکت کر سکتا۔

بہر حال پانی پینے سے میرے اندر توانائی سی آگئی تھی رفتہ رفتہ میں سنبھلتا جا رہا تھا بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ وہ لوگ مجھ کو مار کیوں رہے تھے وہ درندے تو مجھ کو ایک ہی بار مار سکتے تھے اور اپنی خوراک بنا سکتے تھے مگر وہ ایسا نہیں کر رہے تھے اس میں بھی معلوم نہیں کیا راز تھا اس اندھیر نگری میں خدا کے سوا ہمارا اور کون تھا وہ اندھیر نگری کے باسی تھے وہ کچھ بھی کر سکتے تھے ان کو روکنے والا کون تھا وہاں ان کا قانون تھا اور ان کا حکم چلتا تھا ان کی حکم عدولی کرنے والا بھلا زندہ کیسے بچ سکتا تھا۔ پھر معلوم نہیں کہ ہم کس مصلحت کی بنا پر ابھی تک زندہ تھے

ید کاتب تقدیر ہمارے مقدر میں ایسا لکھ دیا تھا جس کی سزا ہم کاٹ رہے تھے میں آنکھیں موندے ہوئے ان خطوط پر سوچ رہا تھا میرے کانوں میں پھڑ پھڑاہٹ کی آواز سنائی دی۔

میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں میرے سامنے کھانا اور فروٹ رکھا ہوا تھا اس وقت مجھ کو بھوک بھی بہت لگی ئی تھی میں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا میرے بازو مین سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ میں نے کوشش کر کے کھانا اٹھالیا اور پھر آہستہ آہستہ کھانے لگا لقمہ میرے حلق سے اتر نہیں رہا تھا میں نے تھوڑا سا کھانا اور تھوڑا سا ل کھایا تھا باقی کھانا اور پھل میں نے نکے پیر کی طرف بڑھا دیا شاید اس کو بھی بھوک لگی ہوئی تھی اور وہ بھی اسی نظار میں تھا اس نے بھی جی بھر کر کھایا اور برتن مجھ کو لا کر دے دیئے کھانا کھانے کے بعد مجھ پر غنودگی سی چھانے لی اور میں جلد ہی سو گیا۔

میری آنکھ اس وقت کھلی جب مجھ کو کوئی بری طرح جھنجھوڑ رہا تھا۔ میں نے فورا اپنی آنکھیں کھول دیں رے سامنے دو بن مانس ہاتھوں میں لوہے کی زنجیریں لیے کھڑے تھے ایک نے میرے ہاتھ باندھ دیئے تھے پیر کو بھی لوہے کی ہتھکڑی لگا دی گئی اب ان دونوں نے ہم کو پکڑ لیا تھا ہم ان کے ساتھ چل رہے تھے ہماری سمجھ ں کچھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ہم کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر کہاں لے جارہے ہیں ہم مختلف راہ داریوں سے زرتے ہوئے ایک کشادہ سی ہال نما جگہ پر پہنچ گئے جہاں بہت سے بن مانس بیٹھے ہوئے تھے کچھ ادھر ادھر انتفری کے عالم میں بھاگ رہے تھے کچھ اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے کانوں کو کھجا رہے تھے کچھ گپ پ میں مصروف تھے۔

اس ہال میں ایک چبوترہ سا بنا ہوا تھا جس پر تخت نما دو کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اس جگہ سے آگے ایک نگری آباد تھی قطار در قطار مکان نظر آرہے تھے وہاں پر آبادی کے آثار نظر آرہے تھے ہمیں بھی اس ہال میں لے جا کر جگہ بٹھا دیا گیا ماحول پر سکوت طاری تھا جیسے تمام درندہ نما مخلوق کو سانپ سونگھ گیا تھا۔

ہم بھی اسی عالم میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے پھر یکا یک جیسے خاموشی کا طلسم ٹوٹا پھر دور سے ایک درمیانے کا گھٹے ہوئے جسم کا بن مانس نما آدمی جس کے سر پر سونے کا زرد تاج جھلملا رہا تھا ہیرے اور موتی تاج کی صورتی میں چار چاند لگا رہے تھے اس کے ساتھ ایک درمیانی عمر کی لنگور نما بلا بھی تھی اس کے سر پر بھی تاج تھا ں میں جڑے ہوئے ہیرے اور موتی دور ہی سے چمک رہے تھے۔

وہ دونوں تقریبا دس بارہ لنگور نما آدمیوں کے جھرمٹ میں چلے آرہے تھے ان میں سے ایک آدمی با آواز پکار رہا تھا ہوشیار اندھیر نگری کے راجہ جناب ہنومان صاحب تشریف لا رہے ہیں پھر وہ بڑی شان بے نیازی چلتے ہوئے اس چبوترے پر آکر کرسیوں پر بیٹھ گئے ان کے احترام میں سب بیٹھے ہوئے بن مانس نما اشخاص ڑے ہوئے اور پھر نعرے لگانے لگے۔

ہنومان جی کی جے ہو ہنومان جی کی جے ہو پھر اس نے اپنے بدنما ہاتھوں کے اشارے سے تمام بن مانسوں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ تمام بن مانس اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں وہاں سے اٹھ کر ایک ت کے اندر داخل ہو گئے وہ مخلوق وہیں پر بیٹھی رہی شاید وہ بھی ہماری طرح مجرم تھے جو ان کی قید میں تھے اور ان کی پیشی تھی اور وہ راجہ کی عدالت میں پیش ہونے کے لیے آئے ہوئے تھے تھوڑی دیر بعد ہی مقدمات کی وائی شروع ہو گئی تھی ایک بن مانس ان کے عجیب و غریب نام لے کر پکار رہا تھا اور وہ راجہ کی عدالت میں پیش ہے تھے اسی طرح کافی دیر تک یہی سلسلہ چلتا رہا ان میں سے جو بھی باہر آتا تھا کسی کے ہاتھ زنجیروں سے

باندھے ہوتے تھے اور کوئی اسی طرح اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلے جاتے تھے جو زنجیروں سے جکڑے ہوتے ان کو دو تین بن مانس ساتھ لے کر کسی نامعلوم جگہ کی طرف چلے جاتے تھے۔

آخر کار ایک شخص نے ہم دونوں کا نام لے کر پکارا ہم دو بن مانسوں کی نگرانی میں اندر داخل ہو گئے جب میں نے اندر قدم رکھا میری نظر ایک شخص پر پڑی اور میں اچھل پڑا یہ وہی شخص تھا جس کے ساتھ شروع میں میرا جھگڑا ہوا تھا اور جس کو میرا مکا لگنے سے اس کی گردن سوکھی لکڑی کی طرح ٹوٹ کر گر پڑی تھی اور پھر دوبارہ اس کی گردن اپنی جگہ پر جا کر جڑ گئی تھی اس کے چہرے پر ایک مکروہ شیطانی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی وہ میری ہی طرف دیکھ رہا تھا اسی نے ہمارا نام بھی پکار کر بلایا تھا ملزمان کو حاضر کیا جائے راجہ ہنومان نے حکم دیا۔

میری نظر اس ادھیڑ عمر کالی بلا پر پڑی جس کے چہرے پر لمبے لمبے بال اور منہ سے باہر نکلے ہوئے دانت اس کو اور بھی ڈراؤنا بنا رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں ایک خاص اور شناسا سی چمک تھی جس کو میں محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا تھا میں نے ایسی آنکھیں پہلے بھی کہیں دیکھی تھیں مگر مجھے یاد نہیں آرہا تھا معلوم نہیں اس بدصورت چڑیل نما بلا کی آنکھوں میں یہ کیسی کشش تھی جس کو دیکھ کر میں نے اپنے پورے جسم میں خون کی گرم حرارت کو گردش کرتے ہوئے محسوس کیا تھا وہ ایکٹک میری ہی طرف دیکھ رہی تھی میں اس کی آنکھوں کی کشش میں کھو سا گیا تھا کہ راجہ کہ آواز میرے کانوں میں گونجی۔

انکا قصور کیا ہے یہ کس جرم میں یہاں لائے گئے ہیں ان میں سے وہی شخص بولا سر اس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تھا اور میں بال بال بچ گیا تھا اس نے میری گردن پر وار کیا تھا جس کا نشان اب بھی میری گردن پر موجود ہے اس نے اپنی گردن جھک کر آگے کی جس پر واقعی ایک بڑا سا کٹنے کا نشان موجود تھا نشان ایسا تھا جیسے کسی نے چھری سے گردن کاٹنے کی کوشش کی ہے وہاں موجود تمام لوگوں نے اس کے نشان کی تصدیق کر دی۔

راجہ نے پوچھا۔ اس کے علاوہ اس کا جرم کیا ہے ان میں سے دو بن مانس کھڑے ہو گئے جناب اس نے ہمارے ایک ساتھی کو قتل کیا ہے ہم نے اس کو موقع پر پکڑا ہے اور اس سے قبل بھی یہ ہمارے ایک ساتھی کو قتل کر کے بھاگ گیا تھا جس کی وجہ سے ہم نے اس کو کال کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا اور پھر اسی کوٹھڑی میں اس نے ہمارے دوسرے ساتھی کو مار دیا تھا اچھا اس دوسرے آدمی کا کیا قصور ہے ان میں سے ایک بن مانس بولا۔

سر یہ جنوں اور بھوتوں کو اپنے قبضے میں کرنے کے جرم میں یہاں لایا گیا ہے اس کی صرف اتنی ہی غلطی ہے کہ اس سے بڑھ کر اس نے اور کوئی جرم نہیں کیا ہے راجہ غور سے ان لوگوں کے دلائل سنتا رہا اور سر کو ہلکی ہلکی جنبش بھی دیتا رہا پھر وہ بولا ہم ان مقدمات کا فیصلہ جلد از جلد نمٹا دیں گے اگلی پیشی پر ہم ان کے جرم کا فیصلہ سنا دیں گے کیونکہ ہماری بستی اندھیر نگری میں مقدمات کے جلد فیصلے ہوتے ہیں ہم انسانوں کی طرح کھینچا تانی میں صدیاں نہیں لگا دیتے۔ ہمارے فیصلے اٹل ہوتے ہیں کیونکہ ہم اندھیر نگری کے راجہ ہیں تاہم اپنی پیاری بیٹی کی مشاورت کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے ہم اپنے فیصلوں میں جان سے عزیز بیٹی کا مشورہ ضرور لیتے ہیں معلوم نہیں اس کی یہ بات سن کر میرے دل میں امید کی کرن کیوں چمک اٹھی تھی اس کے بعد ہم کو لے جا کر ہمارے ٹھکانے پر بند کر دیا تھا۔

اس بار میں اکیلا نہیں تھا میرے ساتھ نکہ پیر تھی میری ہی کوٹھڑی میں تھا اب ہم ایک دوسرے کے ساتھ کھل کر بات کر سکتے تھے ایک دوسرے کا دکھ سکھ بانٹ سکتے تھے پھر اچانک ہی نکہ پیر بولا مجھ کو اس کالی بلا کی آنکھیں کچھ جانی پہچانی سی لگی تھیں میں نے کہا ہاں یار یہ بات میں نے بھی اس کو دیکھتے ہی محسوس کر لی تھیں

خدا جانے اس کی آنکھوں میں یہ کیسی کشش تھی کہ اس کی اس بدصورتی میں بھی اس کی آنکھوں میں انسان کا دل مول لینے والی کشش تھی یہ بات ہماری سمجھ سے باہر تھی کہ اس میں کیا راز تھا۔ بحرحال میں کچھ مطمئن سا ہو گیا تھا کہ پہلے میں اکیلا تھا اب ہم دو ہو گئے تھے اور کچھ نہیں تو ہم ایک دوسرے کے سہارے جی لیں گے۔

کافی دیر تک ہم آپس میں باتیں کرتے رہے اپنے ماضی کو یاد کر کے روتے رہے اپنے گھر والوں کو یاد کر کے آہیں بھر رہے تھے معلوم نہیں ان کا کیا حال ہوگا وہ ہمارے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے وہ یہی سوچ کر صبر کر کے بیٹھے ہوں گے کہ وہ کہیں مر کھپ گئے ہوں گے اب صبر کے بغیر کیا بھی کیا جا سکتا تھا جس طرح انہوں نے میرے کرلیا ہے اسی طرح ہمیں بھی صبر اور حوصلے سے کام لینا ہوگا آگے مالک کی مرضی جو ہوگا وہی کرے گا ابھی تو ہمارے خلاف مقدمات شروع ہوئے ہیں معلوم نہیں زندگی بھر ختم نہ ہوں یہ مجھ کو جنوں کی بستی لگتی ہے جبھی تو اس کا نام اندھیر نگری ہے ان وحشیوں کا قانون بھی وحشی اور اندھا ہوتا ہے۔

یہ مخلوق ویسے بھی انسان کی دشمن ہوتی ہے معلوم نہیں یہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے ابھی تو ابتدا ہے معلوم نہیں انتہا کیا ہوگی بحرحال اب ہم ان کے عادی ہو گئے تھے پہلے گھٹن اور عجیب لگتا تھا۔ اب اس میں قدرے بہتری سی آ گئی تھی انسان جس جگہ رہتا ہے اس جگہ سے مانوس بھی ہو جاتا ہے رفتہ رفتہ میں بھی ماحول میں ڈھل چکا تھا کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں رہی تھی کھانا اور پانی وقت پر مل جاتا تھا صرف جان کی فکر تھی کہ کب موت کا پروانہ آ جائے معلوم نہیں وہ لوگ پھر کب راجہ کی عدالت میں بلائیں اور راجہ ہماری قسمت کا کیا فیصلہ کرتا ہے یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔

تقریباً دو دن کے بعد دوپہر کا وقت تھا میں اپنی کال کوٹھڑی میں بیٹھا ہوا تھا کہ راجہ کی بیٹی دو بن مانسوں کے ساتھ چلتی ہوئی میری کوٹھڑی کے پاس آ کر رک گئی میں نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اس کو دیکھتے ہی مجھ کو گن آنے لگی ناگواری بدبو سے میرا دماغ چکرانے لگا اس کی شکل دیکھ کر مجھ پر وحشت سی طاری ہونے لگی تاہم میں نے اپنی کیفیت پر قابو پا رکھا تھا وہ باہر کھڑکی سے ایک ٹک میری ہی طرف دیکھ رہی تھی جیسے وہ میری کیفیت بھانپ کر لطف اندوز ہو رہی تھی کافی دیر تک وہ مجھ کو اسی طرح گھورتی رہی میں چپ چاپ بیٹھا ہوا اس کی طرف دیکھتا رہا پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھ کو اپنے قریب بلایا اور میں نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر اس کے قریب چلا گیا مجھ کو اس سے خوف آ رہا تھا مگر پھر بھی میں اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا جاتا نہ تو کیا کرتا وہاں ان کی حکومت تھی وہ اندھیر نگری کی رانی تھی اور میں اس کا قیدی تھا اس کی حکم عدولی کرنا خود کو موت کے منہ میں دھکیلنے کے مترادف تھا میں چپ چاپ کھڑا اس کے حکم کا منتظر تھا۔

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر اس کی بدھی آواز گونج اٹھی۔

اے تیری سزا معاف ہو سکتی ہے تم بچ سکتے ہو مگر ایک شرط پر میں نے پوچھا کیسی شرط وہ بولی تم مجھ سے شادی کر لو تو تم بچ سکتی ہو میں تمہاری سزا معاف کروا سکتی ہوں۔

اس کی بات سن کر مجھ پر بجلیاں سی گر پڑیں اور میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی میرا پورا تن بدن جل کر راکھ بن گیا تھا گویا ایک قید سے نکل کر دوسری عمر قید اپنے سر لے لوں۔ اس کا بدصورت چہرہ اور لمبے لمبے دانت چہرے پر گھنے بال اس کا بدھا چہرہ مجھ کو کسی کڑیالے ناگ کی طرح ڈس رہا تھا اس کا بدہیت وجود مجھ کو موت کی صورت میں نظر آنے لگا میرے منہ سے بمشکل الفاظ نکلا میں نے کہا۔

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا چاہے مجھے موت ہی کیوں نہ آ جائے میرا جواب سن کر اس کے چہرے پر غصے کی ایک

لہر سی دوڑ گئی جس سے اس کا بدشکل چہرہ اور بھی ڈراؤنا ہو گیا مگر وہ بولی کچھ بھی نہیں صرف اتنا کہہ کر وہ وہاں سے واپسی کے لیے پلٹی اور بولی تم سوچ لو میں پھر آؤں گی میں تمہارے بھلے کے لیے کہہ رہی تھی اگر مان گئے تو فائدے میں رہو گے انکار کیا تو نقصان اٹھاؤ گے اتنا یاد رکھنا میں نے کسی سے قسم کھائی ہے کہ اور عہد کر رکھا ہے کہ کسی آدم زاد کو شادی پر آمادہ کر کے ہی رہوں گی وہ چلی گئی اور میں سوچتا رہ گیا۔ کہ یہ بدصورت بلا کیا کہہ کر چلی گئی۔

میں نے بزرگوں سے سنا تھا کہ بن مانس مرد کے دشمن ہوتے ہیں اور عورت کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور مرد کو مار کر عورت سے شادی کر لیتے ہیں اس کو مارتے نہیں اسی طرح مادہ بن مانس عورت کو مار دیتی ہے اور مرد کو اٹھا کر لے جاتی ہے اور اس کے ساتھ شادی کر لیتی ہے میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا میں بھی کسی مادہ بن مانس کے چنگل میں پھنس گیا تھا مادہ بن مانس روپ بدلتی رہتی تھی وہ ہر روپ میں دھار سکتی تھی وہ بھی چڑیل ہی کی نسل سے ہوتی ہے وہ خوبصورت لڑکی بھی بن جاتی ہے اور کئی دوسرے جانوروں کے روپ میں بھی آ سکتی ہے اب مجھ کو یاد آ گیا تھا کہ وہ کوئی مادہ بن مانس ہی تھی جو ایک خوبصورت لڑکی کے روپ میں میرے سامنے آ گئی تھی اور میں اس کے حسن و شباب کے سحر میں آ کر یہاں تک پہنچا تھا میرے دل میں کھد بد سی ہو رہی تھی میں بے خودی کے عالم میں بڑبڑا رہا تھا کہ پیر میرے پاس کھڑا مجھ کو تسلیاں دے رہا تھا۔

وہ کہنے لگا کہ یہ بلا کیا کہہ کر چلی گئی ہے کیا تم ایسا کرو گے میں نے کہا تمہارے سامنے ہی اس نے شادی کی شرط رکھی ہے۔

وہ بولا اب کیا کرو گے اگر تم نہ مانے تو وہ تم کو مار دے گی ویسے بھی اس کا باپ اس کی بہت سنتا ہے اور وہ اندھیر نگری کا راجہ کہلاتا ہے ویسے بھی ہم ان بن مانسوں کے چنگل میں پھنس گئے ہیں اب جینے کی توقع کیا رکھیں ایک نہ ایک دن یہ ہمیں مار ڈالیں گے اب ہم اپنی بستی میں زندگی بھر نہیں جا سکتے کافی دیر تک ہم وہاں کھڑے ایک دوسرے کے ساتھ دکھ سکھ بانٹتے رہے ہمارے لیے دن رات ایک تھا اس اندھیر نگری میں دن اور رات کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ کب صبح ہوتی ہے اور کب شام جس وقت بھی نیند آتی تھی اور ہم سو جاتے تھے۔

اندھیرے میں رہ رہ کر ہم اندھیر سے مانوس ہو گئے تھے ہمارے سر اور ڈاڑھی کے بال بڑھ چکے تھے ہم عمر رسیدہ بابے لگتے تھے ہماری شکلیں بھی ان ہی جیسی ہو چکی تھیں ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں تھا فرق صرف اتنا تھا کہ ان کے اندر درندگی تھی جو ان کی فطرت کا حصہ تھی ہمارے اندر انسانیت کا مادہ موجود تھا۔ جو ہماری فطرت میں شامل تھا۔ وہ جب درندگی پر اتر آتے تھے تو ان کے اندر کا سویا ہوا جانور جاگ اٹھتا تھا اور پھر وہ ہم پر ظلم کے پہاڑ توڑ دیتے تھے اور ہم ان کے ہاتھوں انسانیت کا خون ہوتے ہوئے دیکھ کر خون کے آنسو بہاتے تھے وہاں کا دن بھی صدیوں پر محیط تھا معلوم نہیں ہمیں وہاں کتنی صدیاں بیت گئی تھیں یا پھر محض کچھ سال جو حالت ہماری تھی اس سے معلوم ہوتا تھا کہ ہم صدیوں سے یہاں رہ رہے ہیں آج پھر وہ میرے پاس آئی تھی آج وہ کچھ زیادہ ہی نرم دلی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس نے آتے ہی پوچھا۔

تم نے کیا سوچا ہے میں نے کہا کس کے متعلق وہ بولی جو میں نے تم سے بات کی تھی اس کے متعلق میں فوراً اس کی بات کا مطلب سمجھ گیا مگر میں انجان بن کر اس سے پوچھ رہا تھا میں نے کہا اچھا وہ شادی والی بات یہ تو کسی بھی صورت میں نہیں ہو سکتی ہے وہ نرم لہجے میں بولی۔

دیکھو میں تمہاری بھلائی کے لیے ایسا کر رہی ہوں اگر تم مان جاؤ تو اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے فائدے میں رہو گے میں نے کہا ناں کہ ایسا بالکل نہیں ہو سکتا میں نے اٹل جواب دیا اس کے بدصورت چہرے پر ایک

رنگ سا آ کر گزر گیا اس کے خدوخال مزید ڈروانے ہو گئے۔

وہ دھاڑ کر بولی بدقسمت انسان میں ایسا تمہاری بھلائی کے لیے کر رہی ہوں مگر تم ہو کہ مانتے ہی نہیں ہو کاش میں مجبور نہ ہوتی تو زبردستی تم سے شادی کر لیتی مگر میں ایسا کرنے سے مجبو ہوں میں کسی کے دیئے ہوئے قول کی پابند نہ ہوتی تو تم میں انکار کرنے کی جرات نہ ہوتی آج تک میں نے کسی کے منہ سے انکار نہیں سنا تھا انکار کرنے والے کو میں جہنم واصل کر دیتی ہوں لیکن میں تیرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ تیرے ساتھ میری امیدیں وابستہ ہیں اور تیرے انکار کے پنجرے میں میری محبت قید ہے اگر میں تم کو مار دیتی ہوں تو اپنی محبت سے محروم ہو جاتی ہوں تم میرے ساتھ شادی کی حامی ضرور بھرو گے میں نے کہا۔

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا اس نے کہا ایسا ہی ہو گا تو ہماری بحث و تکرار طول پکڑ گئی اس نے اپنے ساتھی بن مانسوں کو حکم دیا کہ اس کو انکار کرنے کا مزہ چکھا دو۔ پھر بس کیا تھا اسکا حکم سننے کی دیر تھی وہ بن مانس مجھ پر پل پڑے اور میری ہڈی پسلیاں یکساں کر دیں اور پھر میں ہوش و خرد کی دنیا میں بیگانہ ہو گیا تھا جب دوبارہ ہوش میں آیا تو نکہ پیر میرے ہاتھوں اور پیروں کی تلیوں کی مالش کر رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے بہتے ہوئے گرم گرم آنسوؤں کے قطرے میرے چہرے کو تر کر رہے تھے مجھ کو ہوش میں آتے دیکھ کر اس کا مرجھایا ہوا چہرہ کھل اٹھا تھا اور وہ اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر دعائیں مانگنے لگا تھا درد سے میرے پورے جسم میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں میرا پورا جسم لہولہان ہو گیا تھا ان کے تیز ناخنوں نے میرا جسم ادھیڑ کر رکھ دیا تھا۔

نکے پیرے نے مجھ کو سہارا دے کر بٹھایا تھا میں نے اشارے سے اس سے پانی مانگا تھا وہ ایک گلاس پانی کا لے کر آیا اور میں نے وہ گلاس ایک ہی سانس میں خالی کر دیا تھا نکہ پیر مجھ کو ہوش میں آتے ہوئے دیکھ کر بولا۔

اگر تم کو کچھ ہو گیا ہوتا تو میں بھی اپنی زندگی کا خاتمہ کر لیتا۔ میں نے اس کو تسلی دی اور کہا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مایوسی گناہ ہے اللہ بہتر کرے گا اگر رہائی ہمارے مقدر میں ہوئی تو انشاء اللہ مل کر رہے گی ورنہ جو انجام ہوا وہ ایک ہی ساتھ ہو گا جہاں تک ممکن ہو سکا تم میرے قریب ہی رہنا کبھی دور رہنے کی نہ سوچنا۔

وہ بولا کیسی باتیں کرتے ہو تیرے بغیر میرا یہاں کون ہے اب ہم ہی ایک دوسرے کے عزیز ہیں مریں گے تو ایک ساتھ جئیں گے تو ایک ساتھ بشرطیکہ انہوں نے ہم کو الگ کرنے کی کوشش نہ کی خیر اس نے میری مٹھی چاپی کر کے مجھ کو اس قابل کر لیا کہ میں اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا کئی دن اسی طرح گزر گئے ان میں سے کسی نے بھی ادھر کا رخ نہ کیا میں نے سمجھا کہ شاید وہ لوگ ہمیں بھول گئے ہیں مگر ایسا نہیں تھا شاید وہ جان بوجھ کر ایسا کر رہے تھے مجھ کو وقت دے رہے تھے کہ میں کچھ سوچ سکوں اب میرے دل سے بھی خوف بالکل ختم ہو گیا تھا میں نے سمجھ لیا تھا کہ موت ایک دن ضرور آئے گی وہ ٹل نہیں سکتی ہے کل کے بدلے آج ہی کیوں نہ آ جائے میں ان کا ڈٹ کر مقابلہ کروں گا۔

بہت عرصہ بیت گیا تھا وہ واپس ہماری طرف نہیں آئی تھی جیسے وہ ہمیں بھول چکی تھی پھر اچانک ہی ایک دن وہ ہرکارے آ پہنچے اور پھر وہ ہمیں اپنے ساتھ لے کر راجہ کی عدالت میں پہنچ گئے تھے وہاں پر اور بھی تمام مخلوق خاموش بیٹھی ہوئی تھی جیسے ان پر سکوت موت چھائی ہوئی تھی ہر طرف سناٹا ہی سناٹا تھا اور ہو کا عالم تھا فضا سوگوار سی بھی لگ رہی تھی جیسے کچھ ہونے والا ہے وہ بن مانس خاموش بیٹھے ہوئے اپنے سر کھجا رہے تھے کسی میں بھی بولنے کی ہمت نہ تھی پھر اچانک ہی ایک آواز گونجی اور خاموشی کا سکوت ٹوٹ گیا۔

ہوشیار اندھیر نگری کے راجہ جناب مادھو صاحب تشریف لا رہے ہیں ہر ایک فرد راجہ کو کا موش بیٹھا کن

انکھیوں سے دیکھ رہا تھا راجہ آ کر اپنے تخت نما چبوترے پر براجمان ہو گیا اور آہستہ آہستہ مقدمات نمٹانے لگا۔ وہ ہر ایک کو اس کے جرم کے مطابق سزائیں سنا رہا تھا اور وہ لوگ خاموشی سے اپنے اپنے فیصلے سنتے جا رہے تھے کسی کو رہائی مل رہی تھی اور کسی کو سزائیں سنائی جا رہی تھیں۔ ہر کوئی چپ چاپ اپنے مقدر کے فیصلے پر لبیک کہتا ہوا جا رہا تھا۔

پھر ہم دونوں کی باری آئی اور ہم دونوں کے نام لے کر پکارا گیا ہم اٹھ کر عدالت میں کھڑے ہو گئے راجہ نے ہمیں دیکھتے ہوئے کہا۔

میں نے ان دونوں کی فائل اچھی طرح دیکھ لی ہے ان دونوں کا جرم نا قابل معافی ہے ان کو سزا بھی انکے جرم کے مطابق دی جائے گی یہ انسان لوگ کسی بھی رعایت کے مستحق نہیں ہو سکتے ویسے بھی انسان ہمارے دشمن ہیں بھول کر اگر کوئی ہمارا بندہ ان کی بستی میں چلا جائے تو یہ ان کو ننگی کا ناچ نچاتے ہیں کوئی اس کو اپنا غلام بنانے کے لیے چلا کشی کرتا ہے کوئی کلام الٰہی کے ذریعے انہیں بھگانے کی کوشش کرتا ہے حتیٰ کہ کئی حیلے بہانوں سے یہ اپنی بستی سے نکالنے کے لیے معلوم نہیں کیا کیا پاپڑ بیلتے ہیں اور پھر ان کو بھگا کر ہی دم لیتے ہیں ہم بھی اللہ کی مخلوق ہیں فرق صرف اتنا کہ یہ انسان ہیں اور ہم ازلی مخلوق جو کئی روپ بدلنے کے ماہر ہیں آج ہماری بستی میں بھول کر آ گئے ہیں ہم ان کو ایسی سزا دیں گے کہ یہ روز قیامت تک یاد رکھیں گے۔

ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو اندھے کنویں میں پھینک دیا جائے جہاں یہ سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر خود ہی مر جائیں گے اگر مرے نہ بھی تو کنویں کی مخلوق سانپ اور بچھو ان کو پل بھر میں چٹ کر جائیں گے اگر اس سے بڑی سزا بھی ہمارے پاس ہوتی تو وہ بھی ہم سنا دیتے اس سے بڑی سزا بھی ہے وہ یہ کہ ان کو ایک لمحے میں ختم کر دیا جائے اور پھر یہ ہمارے ان لاغر اور کمزور بندروں کی خوراک بن جائیں مگر یہ سزا ہم ان کو سنائیں گے نہیں کیونکہ وہ سزا لحہ لحہ ان کو ان کی کرنی کی یاد دلاتی رہے گی یہ اپنی زندگی میں کیا کیا گل کھلاتے ہیں کہ لہذا ان کے لیے وہی سزا برقرار ہے ان کی یہ سزا رہتی دنیا تک ایک مثال بن جائے گی اور آئندہ کوئی بھی انسان ہمارے کسی بندے کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھے گا اور نہ ہی دیکھنے کی جرات کرے گا اپنا فیصلہ سنا کر راجہ مادھو اپنی جگہ سے اٹھ کر اپنے محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہمیں آہنی زنجیروں میں جکڑ کر بن مانسوں کے جلوس میں اندھے کنویں کی طرف روانہ کر دیا ہم اپنی بے بسی کا ماتم کرتے ہوئے جا رہے تھے دور کہیں سے گرد و غبار سا اٹھتا ہوا نظر آیا اور اس گرد و غبار میں سے راجہ مادھو کی بیٹی ہانپتی ہوئی برامد ہوئی وہ آندھی اور طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی چلی آ رہی تھی اس کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں اور غصے کے عالم میں اس کا بدہیت چہرہ اور ڈراؤنا ہو گیا تھا آتے ہی اس نے اپنے بندوں سے پوچھا۔

ان کو تم کہاں لے جا رہے ہو وہ بولے ان کو ہم راجہ صاحب کے حکم پر اندھے کنویں میں پھینکنے کے لیے لے جا رہے ہیں اوہ تو ان کو سزا بول دی گئی ہے بابا جان نے میرا بھی انتظار نہیں کیا خیر کوئی بات نہیں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے میں نے اس بدبخت کو بہت سمجھایا تھا کہ میری شرط مان لے اگر تو میری شرط مان لیتا تو آج تم کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا میں نے قدرے ناگواری سے اس کی طرف دیکھا اور کہا مجھ کو یہ سزا منظور ہے جو تیرے بابا نے دی ہے کم از کم اس اندھے کنویں میں تیری شکل تو نہیں دیکھ سکوں گا وہ بولی۔

کوئی بات نہیں میں تیری بات کا برا نہیں مانوں گی پھر بھی میں تجھ سے کہتی ہوں کہ تو میری بات مان لے تو فائدے میں رہے گا میں تیری سزا معاف بھی کروا سکتی ہوں اور میں تیری ہی بھلائی کے لیے کر رہی ہوں بے

شک اس میں میرا بھی فائدہ ہے میں نے جواب دیا۔

چل کالی ڈائن دفع ہو جا یہاں سے میں پھر تجھ کو کہتی ہوں کہ ہم دونوں کا فائدہ ہے اس نے برا ماننے کی بجائے مجھے تسبیح کی میرا پورا جسم غصے سے کانپ رہا تھا میں نے زور دے کر کہا ہٹ جا مجھے جانے دے میرے سر پر غصے کا بھوت سوار ہو رہا تھا میں نے ان بن مانسوں سے کہا کہ ہمیں فوراً یہاں سے لے چلو اور جتنی جلدی ممکن ہو سکے ہمیں اس اندھے کنویں میں پھینک دیں اس طرح کم از کم اس ڈائن سے تو جان چھوٹے گی وہ بن مانس غصے میں ہم کو گھسیٹتے ہوئے وہاں سے آگے بڑھ گئے وہ پیچھے سے آوازیں دیتی رہ گئی۔

رک جاؤ ٹھہر جاؤ۔ وہ ہمارے پیچھے بھاگنے لگی ابھی ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ مجھ کو وہی مانوس سی مخصوص پھڑ پھڑاہٹ کی آواز آئی جو ایسے دشوار اور کٹھن وقت پر آتی تھی پھر میرے کانوں میں سرگوشی ہوئی۔

تم اس کی بات مان لو یہ جو کہتی ہے اس پر عمل کرو اب جبکہ تم کو سزا ہو گئی ہے تم پر لازم ہے کہ تم اس کی آخری خواہش کو پورا کر دو ہو سکتا ہے کہ اس میں بھی کوئی بہتری ہو شاید اس طرح تمہیں بھی آزادی مل جائے اور وہ بھی خوش ہو جائے اور تم گھٹ گھٹ کر مرنے سے بچ جاؤ۔

اس نادیدہ چیز کی سرگوشی سن کر میں وہیں پر رک گیا تھا اتنے میں وہ بھی قریب آ گئی اور عاجزی سے بولی دیکھ ضد نہ کر تو میری بات مان جا اور ہاں کر دے مجھ کو اس کی شکل سے نفرت تھی اس کی شکل دیکھ کر ہی میں کانپ جاتا تھا میں نے بہت سوچ بچار کرنے کے بعد بے دلی سے کہا۔

ہاں اس سے کیا ہوتا ہے چل کیا یاد کرے گی میں تیری یہ آخری خواہش کو پورا کر دیتا ہوں۔ میں تیری شرط کے آگے ہار گیا ہوں اور تم جیت گئی ہو میری یہ بات سن کر ہی اس کے بدصورت چہرے پر ایک رنگ سا آ گیا اس کی موٹی موٹی بدصورت بدھی بھینس جیسی آنکھوں میں ایک خاص چمک سی آ گئی اور وہ خوشی سے سرشار لہجے میں بولی۔

ہاں تیری اس ایک چھوٹی سی ہاں نے میری ایک بہت بڑی مشکل آسان کر دی ہے اب ہماری دینا کی کوئی بھی طاقت تجھ کو سزا نہیں دے سکتی اب تم ایک مجرم نہیں بلکہ تم میرے محسن ہو میں اپنی جان دے دوں گی مگر تم پر آنچ نہیں آنے دوں گی ہماری بستی کے لوگ برے نہیں ہیں وہ بہت بے ضرر ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کرے تو وہ کسی کو کچھ نہیں کہتے اور جوان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے تو وہ پھر اس کے دشمن بن جاتے ہیں اب تو میرا محسن ہے تیری حفاظت کرنا میرا فرض ہے کیونکہ تو نے میری مشکل آسان کر دی ہے۔

اب میں تم کو اپنی کہانی سناتی ہوں تا کہ جو کچھ تمہارے اندر وسوسے جنم لے رہے ہیں وہ ختم ہو سکیں ہم لوگوں میں بھی عشق پیار اور محبت کا سلسلہ چلتا رہتا ہے میں بھی اپنی ہی بستی کے ایک شخص کو دل دے بیٹھی ہوں میں اس کو بہت چاہتی ہوں یوں سمجھ لو کہ اپنی جان بھی زیادہ چاہتی ہوں اگر اس کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو درد میرے پاؤں میں محسوس ہوتا ہے ہم دو قلب ایک جان ہیں ہم ایک دوجے کے بغیر زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

ایک دن ہنسی مذاق میں اس نے ایک انوکھی شرط رکھی شرط یہ تھی کہ میں تجھ سے شادی کے لیے قابو کرنا بہت مشکل کم ہے کیونکہ انسان ایسی باتوں پر کم ہی رضامند ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت طاقتور بنایا ہے اور جو کلام اس کے پاس ہے وہ اس کلام سے بڑے بڑے دیوؤں جنوں بھوتوں کو قابو میں کر لیتے ہیں میں نے اس کی شرط ایک چیلنج سمجھ کر قبول کر لی اور پھر ایک دن میں گھومتی ہوئی تیری بستی میں جا پہنچی میں ادھر ادھر گھوم پھر رہی تھی

کہ مجھ کو اس بستی میں طرح طرح کے جوان نظر آئے مگر مجھ کو ان میں سے ایک بھی اچھا نہیں لگا۔

پھر اچانک ہی میری نظر تم پر پڑی اور پھر میں نے ایک ہی نظر میں تجھ کو پسند کر لیا کہ یہ بندہ میرے کام آ سکتا ہے میں نے تجھ پر اپنی طاقت کا جال پھینکا مگر تجھ پر ذرا بھی اثر نہ ہوا مجھ کو نہیں معلوم کہ تیرے پاس ایسی کیا چیز تھی جس پر میرا علم قابو نہ پا سکا میں وہاں سے واپس لوٹ آئی اور پھر دوسرے دن حتیٰ کہ کئی دن میں تیرے پیچھے تیری بستی میں جاتی رہی مگر میں تجھ کو قابو نہ کر سکی پھر میں نے اپنے ایک خاص غلام کو تیرے پیچھے لگا دیا جس کے ساتھ تیرا جھگڑا بھی ہوا تھا اور تو نے اس کی گردن بھی توڑ دی تھی اور وہ بھی بے بس اور نامراد واپس لوٹ کر آ گیا تھا ادھر آتش عشق نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی تھی کئی دنوں سے میں اپنے محبوب سے نہ مل سکی تھی کیونکہ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ میں تجھ کو اپنی شکل اس وقت دکھاؤں گی جب تک میں کسی آدم زاد کو اپنی بستی میں نہ لے آؤں میرا لمحہ لمحہ اذیت اور کرب میں گزر رہا تھا۔

میرے پاس ایک حربہ موجود تھا مگر میں وہ حربہ ذہنی پریشانی کی وجہ سے بھول گئی تھی پھر مجھ کو ایک دن اچانک وہ حربہ یاد آ گیا کہ میرے پاس تو ایک قیمتی حربہ ہے میں کیوں نہ اس کو استعمال کروں ایسے حربے تو بڑے بڑے شہنشاہوں کو بھی گداگر بنا دیتے ہیں۔

پھر ایک دن میں نے تم پر وہی حربہ استعمال کیا اور تیرے سامنے پہنچ گئی تو اس وقت اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا تیرے سامنے ایک خوبصورت حسینہ اچانک ہی راستے میں آ کر رک گئی تھی اور جس کی حسین آنکھوں کے سحر میں تو کھو گیا تھا وہ حسین اور خوبصورت دوشیزہ میں ہی تھی جس کی حسین آنکھوں میں گہرے سمندر میں غوطہ لگا کر تو اس بستی میں پہنچ گیا تھا اور آج تو یہاں موجود ہے یہ جو تیرے پیچھے کھڑا ہے اس کو بھی میں نے ہی اغوا کیا تھا کیونکہ یہ ہم لوگوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا تھا خیر اس کی کہانی الگ ہے۔

میں اس کی کہانی سن کر حیران رہ گیا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے مجھ کو اپنی بستی میں لا کر پھر کیوں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں وہ بولی اس سے آگے میں تجھ کو نہیں لا سکتی تھی کیونکہ میرے بہت سے دشمن تھے وہ تجھ کو بھی میرے ساتھ نقصان پہنچا سکتے تھے اسلیے میں نے تجھ کو راستے میں ہی چھوڑ دیا تھا مجھ کو معلوم تھا کہ اگر تم کو کسی نے پکڑ لیا تو وہ تم کو ہمارے ہی پاس لائیں گے کیونکہ اس بستی میں کوئی بھی کام میرے بابا کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا ہے میں تو تم کو بھول ہی گئی تھی مگر پھر اچانک ہی تم کو بابا کی عدالت میں دیکھ لیا تھا۔ اور پھر میں تیرے پاس آتی رہی اور تم کو مناتی رہی آج تو نے میری بات مان کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے اب میں اپنے محبوب کو پا کر بہت خوش ہوں گی میں نے اس کو اطلاع دے دی ہے وہ آتا ہی ہوگا اس کی گفتگو سن کر میں حیران و پریشان رہ گیا تھا کہ اس کالی بلا کے سینے میں بھی دل ہے اور یہ مخلوق بھی آپس میں پیار و محبت کرتی ہے۔

ابھی ہماری گفتگو جاری تھی کہ دور سے ایک لنگور نما بن مانس چوکڑیاں بھرتا ہوا نمودار ہوا اور اچھلتا کودتا ہوا آ کر ہمارے پاس رک گیا وہ عام بن مانسوں سے ذرا مختلف تھا وہ ان تمام میں سے منفرد تھا اور الگ تھا۔ جب وہ ہمارے سامنے آ کر رکا تو وہ دیوانہ وار اس کی طرف لپکی۔

میرے محبوب میرے ہمدم میں نے تیری شرط جیت لی ہے وہ دیکھو سامنے جو شخص کھڑا ہے اس نے مجھ سے شادی کے لیے ہاں کر دی ہے وہ مسکراتا ہوا آگے بڑھا میں خوف سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا تھا کیونکہ اس کی ڈراؤنی شکل دیکھ کر میں ڈر گیا تھا وہ میری کیفیت دیکھ کر بولا ڈرو نہیں میں تجھ کو کچھ نہیں کہوں گا پھر گویا ہوا۔

اے عظیم انسان ہم یہ الفاظ اپنے کانوں سے سننا چاہتے ہیں جو ہماری محبوبہ کہہ رہی ہے میں نے کہا ہاں میں نے اس سے شادی کی ہاں کردی ہے شکریہ میرے دوست تو نے ہم دونوں کی لاج رکھ لی ہے ہم دونو ایک انوکھی شرط لگا بیٹھے تھے جس کا پورا ہونا بہت ہی مشکل تھا مگر آج تو نے وہ شرط پوری کر کے ہمارا مان رکھ لیا ہے اب دینا کی کوئی طاقت بھی ہم کو جدا نہیں کر سکے گی اور آج کے بعد ہم ایسی کوئی شرط نہیں لگائیں گے جو ہماری راہ میں رکاوٹ ہوگی آج سے ہم الگ اپنی ایک دنیا آباد کریں گے اے انسان تو بہت عظیم ہے ہم تیرا یہ احسان زندگی بھر یاد رکھیں گے وہ دونوں خوشی سے جھوم رہے تھے۔

میں انکی لازوال محبت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ بلائیں پیار و محبت سے مبرا ہو کر پھر بھی ایک دوسرے کے لیے اپنے سینے میں کتنی تڑپ رکھتے ہیں اور پھر ایک انسان ہیں جو ایک دوجے کے دشمن ہیں۔

چمیا اپنے بندروں سے کہہ ان کو آہنی زنجیروں سے آزاد کر دیں۔

اچھا منکاری پھر اس نے اپنے بندروں سے کہا کہ ان کو آہنی زنجیروں سے آزاد کر دو انہوں نے فوراً ہی حکم کی تعمیل کی تھی وہ بولی اب تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا کہ میں تیرے پیچھے کیوں پڑی ہوئی تھی وہ باتیں کرتی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ اس کے خدوخال بھی بدلتے جا رہے تھے نگے پیر نے ابھی تک میرا ہاتھ تھام رکھا تھا اور ابھی تک اس پر کپکپی سی طاری تھی میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مجھ پر غنودگی سی چھائی ہوئی تھی میری آنکھیں بند ہونے لگی تھیں مجھ کو ایک معمولی سا جھٹکا لگا اور میں سنبھل سا گیا جیسے میں گرتے گرتے بچا ہوں ایک لمحے کی دیر تھی کہ میرے سامنے ایک بہت ہی خوبصورت حسینہ کھڑی تھی اور وہ میری ہی طرف دیکھ رہی تھی اس کے ساتھ ایک جوان بھی کھڑا تھا جو کسی شہزادے سے کم نہیں تھا وہ اسی طرح محبت پاش نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی میں ایک پل میں اس کو پہچان گیا تھا یہ وہی حسینہ تھی جس کی آنکھوں کے سحر میں کھو کر میں اس اندھیر نگری میں آن پہنچا تھا۔

اب ایک بار پھر وہ میرے سامنے کھڑی تھی اور میں اس کی حسین مدھ بھری آنکھوں کے سحر میں جکڑا ہوا تھا ایک بار پھر وہی ماضی والا منظر میرے سامنے تھا وہی دیوہیکل انسانی مجسمہ جس کی آنکھوں کی جگہ دو کھڑکیاں اور منہ کی جگہ ایک بڑا سا دروازہ کھلا ہوا تھا میرے ساکت جسم میں حرکت سی ہوئی اور میں مدہوشی کے عالم میں چلتا ہوا نگے پیر سمیت اس دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھ کو ایک خفیف سا جھٹکا لگا اور پھر میں ہوش میں آ گیا تھا میں یکدم اپنی آنکھیں کھول دیں میرے سامنے وہی ماضی کا منظر تھا وہی راستہ تھا جس راستے پر سے گزر کر میں گھر جایا کرتا تھا میں نے آنکھیں کھول کھول کر اور مل مل کر دیکھا کہ میں کہیں خواب کے عالم میں تو نہیں ہوں مگر نہیں میں تو اپنی بستی میں موجود تھا اور نگہ پیر بھی میرے ساتھ ہی تھا۔ وہ بولا۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا میں نے کہا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو میرے ساتھ بھی اسی جگہ واقعہ پیش آیا تھا اب ہم اپنی بستی میں واپس آ گئے ہیں مگر وہ بستی ہم کو کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی ہے جب ہم یہاں سے گئے تھے تو اس وقت یہاں کا ماحول کچھ اور تھا اور اب ہم پلک جھپکنے میں ان بن مانسوں کی بستی سے اپنی بستی میں واپس آ گئے تھے میں ان لمحات کے بارے میں سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا اگر میں اس کی بات نہ مانتا تو آج ہم اپنی بستی کے بجائے اندھے کنویں کے مہمان ہوتے پھر معلوم نہیں ہمارے ساتھ کیا حشر ہوتا اسوقت

میں اپنی سرزمین پر سجدہ ریز ہو گیا تھا۔

میں نے دو رکعتیں شکرانہ ادا کیے اور خدا کے حضور گڑگڑا کر اپنی عاقبت کے لیے دعا مانگی اور اپنے گناہوں کی معافی مانگی نگہ پیر بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے دعا مانگ رہا تھا اب ہم جس جگہ کھڑے تھے تھی تو وہ ماضی والی جگہ مگر وقت کے ساتھ ساتھ ماحول بدل گیا تھا چھوٹے چھوٹے مٹی کے کچے مکانوں کی جگہ بڑے بڑے پکے اور پختہ مکان نظر آ رہے تھے اس بستی کی کایا ہی پلٹ گئی تھی بڑی بڑی سڑکیں تھیں ہر جگہ سڑکوں کا جال بچھا ہوا تھا۔

وہ بستی دیہات سے شہر بن گئی تھی جگہ جگہ بجلی کے کھمبے لگے ہوئے تھے ہر گھر اور گلی میں بجلی کے بلب روشن تھے بڑی بڑی دیوہیکل عمارتیں قطار در قطار کھڑی تھیں سڑکوں پر بڑی بڑی گاڑیاں فراٹے بھرتی ہوئی گزر رہی تھیں ہر شخص اپنے کان کے ساتھ ایک عجیب سی چیز لگا رہی تھی شاید وہ کوئی نئی چیز ایجاد ہوئی تھی ہر کوئی ہیلو ہائے کرتا ہوا گزر رہا تھا اور ہم عجیب سے انداز میں ان کو گفتگو کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے شاید وہ کوئی نئی مشین ایجاد ہوئی تھی جو اس دیہات تک بھی پہنچ گئی تھی کہاں وہ پگڈنڈی چھوٹے چھوٹے کٹھن راستے جن پر سے انسان بمشکل گزر سکتا تھا اور کہاں یہ بائیس فٹ کی چوڑی اور کشادہ سڑکیں اکا دکا گھروں کی جگہ محلے بن چکے تھے حتیٰ کہ وہ بستی اپنی بستی ہی نہیں لگ رہی تھی۔

ہم ابھی تک وہی پر کھڑے ہونقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہے تھے قریب سے گزرتے ہوئے لوگ ہم کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے شاید وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ نئی مخلوق کہاں سے آ گئی ہے ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ کہ ہم کیا کریں کہاں جائیں سب کچھ بدل گیا تھا ہمارے وقت میں تو ان چیزوں کا نام و نشان تک نہیں تھا معلوم نہیں کون کون سی نئی چیز دیکھنے کو ملے گی۔

سماں بدلا بدلا سا تھا صرف وہ جگہ نہیں بدلی تھی جہاں ہم کھڑے تھے وہ جگہ جوں کی توں تھی شاید ہماری پہچان کے لیے وہ جگہ قدرت نے محفوظ رکھی ہوئی تھی یا اس جگہ پر ابھی تک کسی کی نظر نہیں پڑی تھی ورنہ اس جگہ پر بھی تعمیر و ترقی ہو چکی تھی معلوم نہیں اس سانحہ کو کتنی صدیاں بیت چکی تھیں صدیاں بیت گئیں تھیں یا محض چند لمحے یہ ہماری سمجھ سے بالاتر تھا بہرحال جو ہماری حالت اور کیفیت تھی وہ سامنے نظر آ رہی تھی ہمارے چہرے پر داڑھی اور مونچھیں بے ترتیبی سے بڑھ چکی تھیں ہمارے پورے جسم پر لمبے لمبے بال اگے ہوئے تھے بے ترتیب بے ڈھنگے الجھے ہوئے جٹاؤں جیسے سر کے بال بڑھ کر ہماری کمر سے نیچے جا چکے تھے ہمارے ہاتھوں اور پیروں کے ناخن بہت لمبے اور نوکدار تھے ہماری شکل انسانوں جیسی نہیں تھی دوسرے لفظوں میں ہم بھی بن مانس بن چکے تھے اسی لیے لوگ ہم کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے غنیمت تھا کہ ابھی تک انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی تھی۔ ورنہ ہم کو بن مانس سمجھ کر کب کے گولیوں سے بون چکے ہوتے۔

یہ ہماری بھول تھی پھر اچانک ہی دو تین آدمی اپنے ہاتھوں میں بندوقیں لیے ہوئے نمودار ہوئے بندوقیں انہوں نے لوڈ کر رکھی تھیں اور وہ پوزیشنیں پکڑے ہوئے ہماری ہی طرف بڑھ رہے تھے ہم نے جب ان کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو پریشان ہو گئے وہ ہمارے بالکل قریب آ گئے تھے اگر ہم ذرا بھی حرکت کرتے تو وہ ہم کو لمحے بھر میں بھون کر رکھ دیتے بندوقیں دیکھ کر ہمارے اندر خوف کی لہریں اٹھنے لگیں ان نے ہم پر اپنی بندوقیں تان رکھی تھیں ان میں سے ایک بولا ان پر گولی نہیں چلانا اگر ممکن ہو سکے تو ان کو زندہ پکڑنے کی کوشش کرو کیونکہ ان کے اچھے دام ملیں گے۔

انہوں نے ہاتھوں میں بندوقیں لیے ہوئے ہم کو گھیرے میں لے لیا تھا وہ ہمارے قریب تر قریب ہوتے

جارہے تھے ابھی تک ہم بے حس و بے حرکت اسی طرح کھڑے تھے ہمارے جسم میں ذرا سی بھی حرکت نہیں ہوئی تھی نکے پیر نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا پھر اچانک ہی ہماری چھٹی حس بیدار ہوئی اور ہم کو خطرے کا احساس ہوا۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اپنی جان بچانے کا پیغام دیا اب ان کے ہاتھ ہم کو چھوڑ رہے تھے اور ہم آہستہ آہستہ مزاحمت کرنے لگے تھے پھر اچانک ہی ہم نے ایک زوردار جمپ لگایا اور پیچھے کی طرف کود گئے ہمارے پیچھے ڈھلوان تھی جہاں بہت گھنی جھاڑیاں تھیں ہم ان جھاڑیوں میں نیچے کی طرف لڑھک گئے اس اچانک غیر متوقع اقدام سے وہ بوکھلا کر رہ گئے تھے اور ہم لڑھکتے ہوئے نیچے جارہے تھے ہمارے پیچھے گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

بالآخر ہم تھوڑی دور جانے کے بعد ایک کشادہ سی جگہ پر جا کر رک گئے تھے ہم حیران تھے کہ ہم ان کے چنگل میں سے کیسے جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے شاید ہمارے اندر بن مانسوں کی خورچ بس گئی تھی اسی لیے ہم میں پھرتی سی آگئی تھی جس جگہ پر ہم رکے تھے اس کے نیچے دریا بہہ رہا تھا ہم اٹھ کر نیچے دریا کی طرف چلے گئے تھے غسل وغیرہ کیا خوب سیر ہو کر پانی پیا اور پھر ایک جگہ پر بیٹھ کر اگلے مرحلے کے متعلق سوچنے لگے کافی دیر تک ہم دونوں وہاں بیٹھے رہے کافی دیر تک ہم وہاں پر بیٹھے رہے تھے پھر ہم دوسری طرف سے اوپر کی طرف چڑھنے لگے اب ہم دوسری طرف سے اوپر آگے تھے وہ جگہ تھوڑی سائیڈ پر تھی ادھر امدورفت ذرا کم تھی ہم دونوں ایک جگہ پر بیٹھ گئے میں نے نکے پیر کو مخاطب کر کے کہا یا نکہ پیر یہاں کی تو کایا ہی پلٹ گئی ہے یہ تو ہماری بستی ہی نہیں ہے۔

وہ بولا شاید ہم کسی دوسری بستی میں آگئے ہیں۔

میں نے کہا ایک مصیبت سے نکلے ہیں تو شاید دوسری مصیبت میں پھنس گئے ہیں ابھی تو ہم بچ گئے ہیں معلوم نہیں آگے ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا وہ بولا اب کیا ہوگا۔

مگر نہیں یار یہ بستی وہی ہے شاید وقت بدل گیا ہے زمانہ بدل گیا ہے ہم کسی اور زمانے میں آگئے ہیں وہ یار سامنے کی طرف دیکھ میں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا وہ سامنے جو جنگل ہے یہ وہی جنگل ہے بستی بدل گئی ہے مگر جنگل ابھی تک نہیں بدلا ہے یہ وہی جنگل ہے جہاں ہے ہم بچپن میں لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے وہ سامنے دیکھ نیل کنٹھ کی پہاڑی جولی مرگی اور مہندے کی پہاڑیاں جوں کی توں کھڑی ہیں بے شک پہاریوں پر بھی تھوڑی بہت تبدیلی آچکی ہے مگر میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ یہ وہی پہاڑیاں ہیں جن پر ہم گرمیوں کے موسم میں مال مویشی چرانے کے لیے جایا کرتے تھے۔

نکے پیر نے بھی میری بات کی تائید کی نہیں یار یہ ہماری اپنی ہی بستی ہے زمانہ ترقی کر گیا ہے ہمارے زمانے میں یہ چیزیں بالکل بھی نہیں ہوتی تھیں بہت ہی سادہ زمانہ تھا معلوم نہیں یہ کون سا زمانہ تھا بہرحال جون سا بھی زمانہ ہے ہمارا اپنا ہی زمانہ ہے۔

اب ہم اپنی بستی میں آچکے ہیں بہت دیر تک ہم وہاں کھڑے سوچتے رہے پھر میں نے کہا چل نئی منزل کی تلاش کرتے ہیں ہم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔

اب دو بے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ایک انجانی سی منزل کی طرف روانہ ہو گئے تھے اور چھپتے چھپاتے ہوئے لوگوں کی نظروں میں آئے بغیر ہم اپنی دانست میں چلتے ہوئے بستی کے درمیان میں پہنچ گئے تھے میر متلاشی نگاہیں اپنا گھر ڈھونڈ رہی تھیں گھوم پھر کر میں ایک جگہ پہنچا گئی زمانے میں وہاں ایک پرائمری سکول ہوا کرتا تھا

جس میں میں نے پانچویں جماعت تک پڑھا تھا اب اس جگہ پر ایک ڈگری کالج بنا ہوا تھا جس کے دروازے پر ڈگری کالج کا بورڈ اویزاں تھا میں فوراً اس جگہ کو پہنچان گیا تھا اس سکول کے پیچھے کچے والا مکان نہیں تھا اس کی جگہ ایک عالیشان حویلی بنی ہوئی تھی جب کچا مکان ہوا کرتا تھا تو اس کی دیوار کے ساتھ اخروٹ کا ایک چھوٹا سا درخت تھا جو میرے والد صاحب نے لگایا تھا اب وہ درخت بڑا ہو کر بہت دور تک پھیلا ہوا تھا اس کے قد و کاٹھ اور جسامت کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمانہ قدیم کا درخت ہے اور صدیوں پرانا ہے اب میں اچھی طرح سے وہ جگہ پہنچان گیا تھا۔

میں نے کہا نکہ پیر وہ دیکھ عالیشان حویلی جس جگہ پر بنی ہوئی ہے اس جگہ میرا گھر ہوا کرتا تھا یہ اخروٹ کا درخت ابھی تک نشانی کے طور پر کھڑا ہے آ چل اس حویلی کے مکینوں سے پوچھتے ہیں میں نے ہاتھ پکڑا اور حویلی کی طرف چلا گیا ہم جا کر حویلی کے دروازے کے قریب کھڑے ہو گئے تھے میں نے ہاتھ سے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر کے بعد ایک عمر رسیدہ بوڑھا دروازہ کھول کر باہر جھانکنے لگا جس کی عمر سو سال کے لگ بھگ تھی وہ کافی عمر رسیدہ لگ رہا تھا اس کے پپوٹے اس کی آنکھوں پر جھک آئے تھے وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر عجیب سی نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہا تھا شاید وہ سوچ رہا تھا کہ یہ دو بن مانس میرے دروازے پر کیسے آگئے ہیں اس کشمکش و پنج میں دیکھ کر میں نے اس کو سلام کیا اور پوچھا بابا جی یہ حویلی آپ کی ہے۔

وہ بولا جی ہاں یہ گھر میرا ہی ہے اس کی آواز اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی بہت ہی خفیف اور لاغری آواز تھی یہ گھر آپ کا ہے میں نے دوبارہ پوچھا جی ہاں یہ گھر میرا ہی ہے اور اس میں میں ہی رہتا ہوں آپ کب سے اس گھر میں رہتے ہیں میں نے پوچھا وہ بولا جب سے میں پیدا ہوا ہوں اسی گھر میں رہتا ہوں یوں سمجھ لیں کہ یہ گھر میری موجودگی میں ہی بنا ہے اس وقت میں چھاٹا سا تھا جب یہ گھر میرے والد صاحب نے بنوایا تھا خیر چھوڑیں آپ کس بات میں الجھ گئے ہیں۔

بوڑھا بولا آپ کون ہیں کس خاندان میں سے تعلق رکھتے ہیں بوڑھا مشکوک نگاہوں سے ہم کو دیکھ رہا تھا جیسے اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ میں انسانوں سے بات کر رہا ہوں یا کہ بن مانسوں سے میں نے پوچھا بابا جی یہ جو حویلی ہے اس کی جگہ بھی کچا مکان ہوا کرتا تھا اس مکان میں بہادر نامی ایک شخص رہتا تھا بوڑھا بولا۔

یہ آپ کب کی بات کر رہے ہیں میں نے اس کو جواب دیا آپ میری عمر کا اندازہ لگا کر سمجھ سکتے ہیں کہ میں کب کی بات کر رہا ہوں۔ پھر بوڑھا اپنے ذہن پر زور دے کر بولا ہاں مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ میرے پردادا کا نام بہادر ہوا کرتا تھا میں اس کی بات سن کر ہکا بکا رہ گیا میں نے کہا۔

بابا جی آپ بہت دور کی بات کر رہے ہیں وہ بولا اس کے بعد تو یہاں کوئی بھی بہادر نام کا شخص پیدا نہیں ہوا اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ کوئی تین سو سال پہلے کی بات کر رہا ہے جب کہ اس نے اپنی عمر سو سال بتائی تھی اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم تین سو سال تین صدیاں گزر جانے کے بعد اپنی بستی میں واپس آئے تھے مگر آپ ہیں کون جو اتنی باریک بینی سے پوچھ رہے ہیں بوڑھے کی بات نے مجھ کو چونکا دیا اور میں سنبھل گیا پھر میں بولا۔

بہادر میرے والد کا نام تھا معلوم نہیں آپ کس بہادر کی بات کر رہے ہیں بوڑھا بولا میں اپنے پردادا کی بات کر رہا ہوں اگر آپ نے اپنا باپ ڈھونڈنا ہے تو براہ کرم یہاں سے آگے تشریف لے جائیں خواہ مخواہ مجھ جیسے بوڑھے کا وقت ضائع نہ کریں۔ پھر اس نے کھٹ سے دروازہ بند کر دیا ہم وہیں پر کھڑے ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔

چل یار نکہ پیر یہاں پر اپنی دال نہیں گلی کہیں اور چلتے ہیں میں حسرت ویاس سے اس حویلی کو دیکھتا ہوا جارہا تھا وہ جگہ میرے لیے اجنبی بن گئی تھی جس جگہ میں نے اپنا بچپن گزارہ تھا اور پھر اسی گھر سے میں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تھا اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کے ساتھ ہنستا بستا ایک گھر آباد تھا آج میں اسی گھر کی دہلیز سے کسی اجنبی کی طرح کسی نامعلوم منزل کی طرف جارہا تھا اب میرا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس سے بہتر تھا کہ میں اس بستی میں رہا ہوتا وہ بوڑھا میرا اپنا خون تھا جو میری ہی دوسری پشت سے تھا اور رشتے میں میرا پوتا لگتا تھا مگر اس کو کیا علم تھا کہ میں اس کے جدامجد میں سے ہوں اگر میں بتا بھی دیتا تو وہ کب یقین کرتا وہ مجھ کو پاگل دیوانہ یا خبطی ہی سمجھتا یا پھر کوئی بن مانس ہی سمجھتا کیونکہ معاملہ ہی کچھ ایسا تھا۔

میں اخروٹ کے اس بوڑھے درخت کو بھی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا جارہا تھا جو اس وقت چھوٹا سا تھا مگر اس پر اخروٹ لگنے شروع ہوگئے تھے اور میں اس کی شاخیں جھکا کر اخروٹ اتارا کرتا تھا اور اس کی جھکی ہوئی شاخوں سے جھولا بھی جھولا کرتا تھا اب وہ سب کچھ میرے لیے اجنبی تھا میں اور نکہ پیر دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے محلوں اور بازاروں میں سے گزرتے ہوئے جارہے تھے چھوٹے چھوٹے بچے ہم کو پاگل سمجھ کر چھیڑ رہے تھے ہم پر فقرے کس رہے تھے ان میں سے کچھ اوباش قسم کے بچے بھی ہم پر روڑے بھی برسا رہے تھے اور دو بابے ان کی چھیڑ خانی کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے لوگ ہم کو گھور گھور کر دیکھ رہے تھے یہ بھی بڑی بات تھی کہ ابھی تک انہوں نے ہمارے متعلق سوچا نہیں تھا یا پھر غور نہیں کیا تھا جبھی تو ہم وہاں سے گزرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

اب ہمارا رخ نکے پیر کے گھر کی طرف تھا وہاں بھی جا کر مایوسی ہوئی جس جگہ کی نشانی دہی نکے پیر نے کی تھی وہاں پر پہنچ کر ہم نے ایک گھر کے دروازے پر قدم رکھا وہاں چھوٹے چھوٹے تین چار بچے کھیل رہے تھے پہلے تو وہ ہم کو دیکھ کر ڈر گئے وہ سہمی ہوئی نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہے تھے میں نے ایک بچے کو پیار سے بلایا بیٹا ڈرو نہیں ہم تم کو کچھ نہیں کہیں گے اندر سے اپنے کسی بڑے بزرگ کو بلا کر لاؤ بچہ فوراً گھر کے اندر چلا گیا تھوڑی دیر کے بعد ایک بزرگ آدمی کو ساتھ لیے ہوئے باہر آگیا میں نے اس بزرگ کو سلام یا وہ عجیب سی نظروں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔

آپ جس مکان میں رہتے ہیں نکے پیر نے اس سے پوچھا۔ پہلے یہاں عبدالقدوس صاحب رہتے تھے وہ شخص بولا۔

مجھ کو تو اتنا معلوم نہیں ہے کہ پہلے اس مکان میں کون رہتا تھا میں نے جب سے آنکھ کھولی ہے اس گھر میں ہم رہتے ہیں میں نے سنا ہے کہ یہ جگہ ہمارے بزرگوں نے خریدی تھی ان میں سے کچھ تو مر کھپ گئے تھے ایک بچا تھا اور وہ یہ زمین بیچ کر کہیں اور چلا گیا تھا یہ زمین میرے پردادا نے خریدی تھی لیکن آپ کون ہیں اور کیوں پوچھ رہے ہیں۔

اس سے بحث کرنا فضول تھا اس کی باتوں سے کافی معلومات اکٹھی ہوگئی تھیں وہاں سے بھی ہم نامراد لوٹ آئے تھے وہ شخص دروازے پر کھڑا ہم کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا ہم کافی دور نکل چکے تھے ایام گردش نے ہم سے ہمارا سب کچھ چھین لیا تھا ہم اپنی بستی میں واپس آتو گئے تھے مگر سر چھپانے کے لیے کوئی ٹھکانہ نہ رہا تھا اب جینے کے لیے کسی ٹھکانے کی ضرورت تھی بغیر ٹھکانے کے ہم کہاں رہتے نکہ پیر بھی مغموم سا نظر آرہا تھا۔

میں نے کہا حوصلہ کرنکہ پیر اللہ کی زمین بہت وسیع ہے کہیں نہ کہیں سر چھپانے کے لیے جگہ مل جائے گی

باتوں ہی باتوں میں ہم شہر سے کافی دور نکل آئے تھے جنگل کے قریب ایک ہموار سی جگہ تھی میں نے وہ جگہ دیکھ کر دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ اسی جگہ کو ہم اپنا ٹھکانہ بنائیں گے پھر وہاں پر ہم نے ایک جھونپڑی تیار کر لی۔ اور آج کل اپنی جھونپڑی میں ہم زندگی کے بقیہ ایام گزار رہے ہیں ہر روز کوئی نہ کوئی بھولا بھٹکا ہوا شخص وہاں آجاتا ہے اور ہم کو مانگ یا سادھو سمجھ کر کھانے پینے کو دے جاتا ہے یہ سلسلہ روزانہ شروع رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ٹھکانے اور روزی کا بندوبست کر دیا ہے اور ہم اس کی رضا پر راضی ہیں اب ہمارے حولیے بھی اچھی حالت میں ہیں اب ہم میں بن مانسوں جیسی کوئی بھی خو نہیں پائی جاتی ہم زمانے کے ستائے ہوئے عمر رسیدہ مظلوم انسان لگ رہے ہیں جن پر ترس کھا کر لوگ کھانے کا بندوبست کر دیتے ہیں۔

اب ہمارے استانے پر لوگوں کا تانتا بندھا رہتا ہے لوگ ہم کو اللہ لوگ سمجھ کر مرادیں لے کر ہمارے پاس آتے ہیں یہ سلسلہ صبح سے شام تک جاری رہتا ہے معلوم نہیں کب تک جاری رہے گا ایک دم میں بیٹھا ہوا اپنے ماضی کے متعلق سوچ رہا تھا کہ میں کن کن مراحل سے گزر کر اپنی بستی تک پہنچا ہوں اور پھر میرا ذہن میری سوچ اس نادیدہ قوت کی طرف چلی گئی کہ کس طرح اس نادیدہ چیز نے میری قدم قدم پر رہنمائی کی اگر وہ نادیدہ قوت میری رہنمائی نہ کرتی تو معلوم نہیں میرا کیا حشر ہوتا کاش مجھ کو معلوم ہوسکتا کہ وہ نادیدہ چیز کیا تھا اور اس نے میری رہنمائی کیوں کی تھی۔

ان ہی سوچوں میں میں غرق تھا کہ ایک بار پھر وہی مخصوص پھڑ پھڑاہٹ کی مانوس آواز میرے کانوں میں پڑی اور میں سوچوں کی دنیا سے باہر نکل کر حقیقت کی دنیا میں واپس آگیا۔

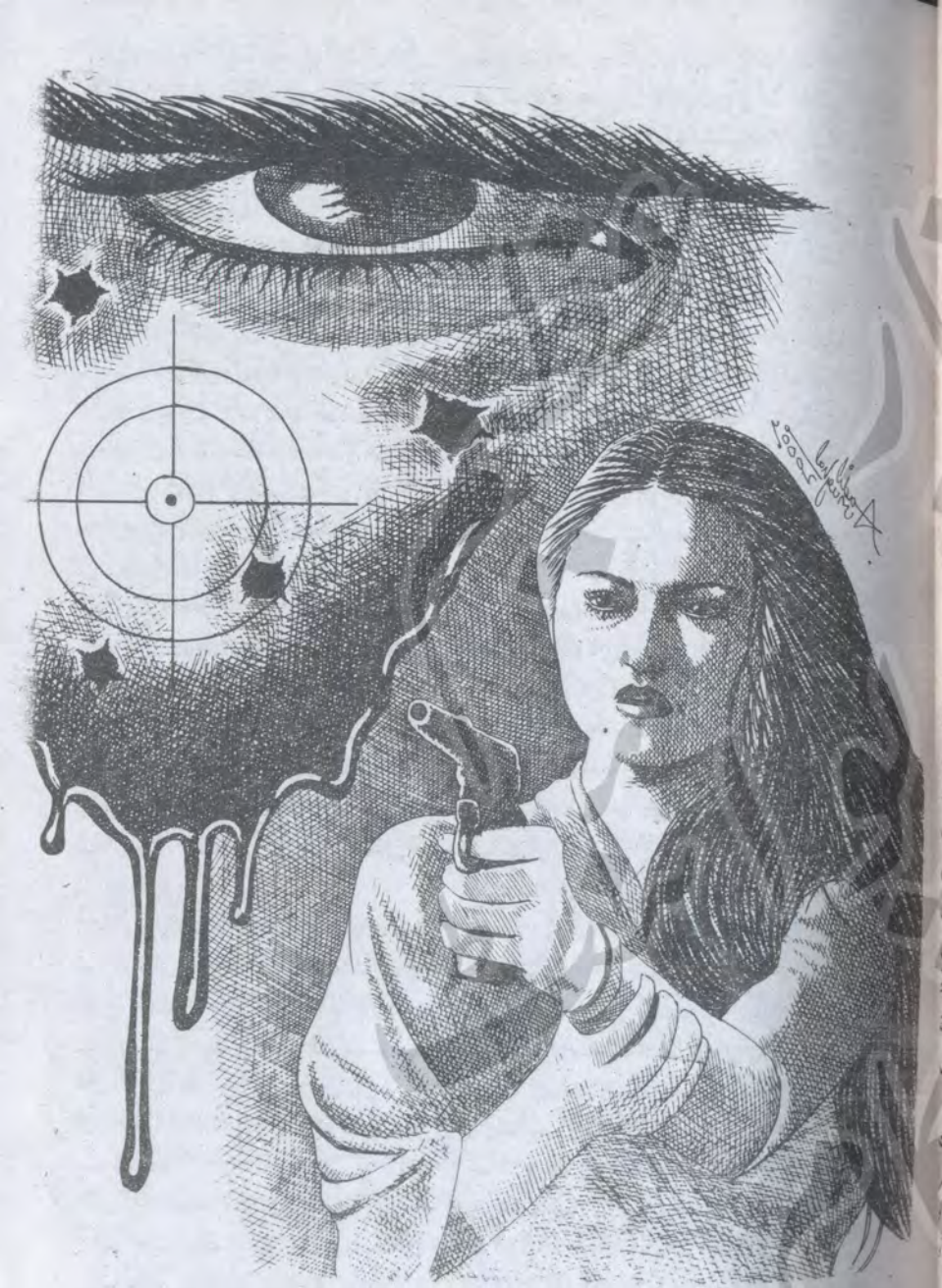
میرے کانوں میں ایک سرگوشی سی ہوئی کہ تم کو مجھے دیکھنے کا بڑا شوق ہے میں نے کہ ہاں میں اپنے محسن اور مسیحا کو دیکھنا چاہتا ہوں وہ بولا۔

نہیں تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ میں ایک نادیدہ چیز ہوں ایک احساس ہوں تم صرف مجھ کو محسوس کر سکتے ہو میں تجھ کو نظر نہیں آسکتی کیونکہ میں ایک غیری مرئی چیز ہوں جو نظر نہیں آسکتی بلکہ محسوس کی جاسکتی ہوں۔ اس کی باتوں سے میرے تجسس میں اضافہ ہوتا جارہا تھا میں نے کہا۔

پھر تو کون ہے وہ بولی میں تیری نیکی ہوں آج تک تیرا ساتھ دیتی آرہی ہوں تو نے کبھی زندگی میں ایک نیکی کی تھی میں وہی تیری نیکی ہوں جو قدم قدم پر تیرا ساتھ دیتی آئی ہوں آج میں تجھ کو تیری بستی میں مبارک باد دینے آئی ہوں تجھ کو تیری نئی زندگی مبارک ہو۔

اتنا کہہ کر وہ ایک مخصوص پھڑ پھڑاہٹ کے ساتھ کہیں غائب ہوگئی تھی اور میں دیوانوں کی طرح ہاتھ پھیلائے ہوئے اس کو اپنے گلے سے لگانے کے لیے بے تاب تھا سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی ایک نیکی بھی ضائع نہیں کرتا اگر وہ نیکی اس نے خلوص دل سے کی ہو وہ اس نیکی کا بدلہ دینا میں بھی اور آخرت میں بھی دے دیتا ہے۔

میری تمام مخلوق خدا سے گزارش ہے کہ وہ نیکی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں اگر خدا ایک نیکی کے بدلے میں اتنا کچھ دے سکتا ہے تو پھر سوچ لو جس نے عمر بھر نیکیاں ہی نیکیاں کی ہوں اس کو کتنا اجر و ثواب ملے گا۔ ختم شد۔



بھیانک مخلوق

---تحریر: قم قم نشاد، رتوال فتح جنگ

میں نے اس کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو وہ بڑھیا ایک سایہ بن کر آئی اور پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب مجھے ہوش آیا تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دے رہا تھا اچانک ہی مجھے اپنے بازو پر چبھن سی محسوس ہوئی میں نے اپنا دوسرا ہاتھ اپنی جیب میں ڈالا اور لائٹر نکال کر اسے جلایا تو مجھے تپش دکھائی دیا وہ میرے بازو سے خون پی رہا تھا آگ کو دیکھ کر وہ ایک دم گھبرا گیا اور پیچھے ہٹ گیا میں جلدی سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھا لیکن وہ کمرے سے نکل کر بھاگ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس مخلوق کو صرف آگ سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ پھر میں بھاگتا ہوا جنگل میں آ گیا میں نے درختوں کی سوکھی لکڑیاں اکٹھی کیں اور انہیں آگ لگا دی اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے غراہٹ سنائی دی میں نے پیچھے دیکھا تو وہی خوفناک بلی کھڑی تھی میں نے آگ سے جلتی لکڑیاں اس پر پھینکی تو اسے آگ لگ گئی اور اس کا جسم دھواں بن کر غائب ہو گیا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی

میں اور ارسلان نظریں گھما گھما کر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے لیکن یہاں تو کسی چرند پرند کا نام و نشان تک نہ تھا یار یہ جنگل کتنا ویران سا ہے مسلسل دو گھنٹے سے ہم شکار تلاش کر رہے ہیں لیکن ان دو گھنٹوں کے دوران ہمیں پرندہ تک نظر نہیں آیا ارسلان نے اوپر درختوں کو دیکھتے ہوئے کہا تمہارا ہی خیال تھا کہ ہمیں اس جنگل میں جانا چاہیے میں نے تو کہا بھی تھا کہ اسی جنگل میں چلتے ہیں جس میں ہم نے پہلے بھی کئی شکار کیے تھے میں نے بے زاری سے کہا ہاں یار اسجد اگر میں تمہاری بات مان لیتا تو فائدے میں رہتا لیکن اب میرے خیال میں ہمیں چلنا چاہیے ایک تو یہ جنگل اتنا بڑا ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔

ارسلان نے مایوسی سے کہا۔ نہیں میرا خیال ہے ہمیں تھوڑا آگے جانا چاہیے ہو سکتا ہے شکار مل ہی جائے میں نے چلتے چلتے کہا اور ارسلان نہ چاہتے ہوئے بھی میرے ساتھ آگے چلنے لگا۔

آج موسم بہت ہی خوشگوار تھا آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے میری نظر میں آج شکار کے لیے موسم بہت اچھا تھا لہٰذا میں نے ارسلان کو فون کر کے اپنے گھر بلایا اور اسے شکار پر چلنے کو کہا تو وہ تیار ہو گیا میں نے اپنی ریوالور اٹھائی اور ہم دونوں جنگل کی طرف چل پڑے جب ہم جنگل میں داخل ہوئے تو اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے اس جنگل میں ہم آج پہلی بار آئے تھے ارسلان کے ہی کہنے پر میں اس جنگل میں آیا تھا ورنہ میرا ارادہ تو دوسرے جنگل میں جانے کو تھا۔ ابھی ہمیں یہاں آئے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے لیکن ہمیں کوئی بھی شکار نہیں ملا تھا۔

یار اسجد اب ہمیں واپس چلنا چاہیے میں تو بہت زیادہ تھک گیا ہوں اور ابھی تھوڑی ہی دیر میں اندھیرا بھی پھیلنے والا ہے ارسلان نے ڈوبتے سورج کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے رک کر ایک نظر سورج کو دیکھا جو بس ڈوبنے ہی والا تھا۔

ہاں یار کہتا تو تو ٹھیک ہے ابھی بھی ہمیں جنگل سے نکلتے ہوئے اندھیرا تو پھیل ہی جائے گا میں نے ثنائی سے کہا ابھی ہم آپس میں باتیں ہی کر رہے تھے کہ ہمیں اپنے پیچھے کسی کے غرانے کی آواز سنائی دی جب ہم نے پیچھے دیکھا تو ہمارا سانس اوپر کا اوپر رہ گیا ہمارے سامنے ایک بہت ہی خوفناک بلی کھڑی ہو رہی تھی وہ عام بلی بہت ہی بڑی تھی اس کا رنگ بالکل سیاہ تھا اور آنکھیں سرخ انگاروں کی طرح تھیں آج ہم نے زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی بلی دیکھی تھی وہ غراتی ہوئی ہماری طرف بڑھی میں نے ریوالور سنبھالی اور اس کا نشانہ لے کر فائر کر دیا میں خوش قسمتی تھا کہ میرا نشانہ بالکل ٹھیک ہے لیکن میری خوشی چند دم ہی پریشانی میں بدل گئی تھی کیونکہ گولی اس کے جسم میں سے ہوتی ہوئی درخت میں جا لگی تھی لیکن اس کو کچھ بھی نہیں ہوا تھا گولی اس کے سر سے ایسے گزر گئی جیسے وہ بلی نہ ہو بلکہ ہوا ہو میں اور ارسلان خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے میں نے سوچا لگتا ہے میرا نشانہ غلط ہو گیا ہو اور گولی بلی کو لگنے کی بجائے درخت میں جا لگی ہو اس سے پہلے کے وہ بلی ہم پر حملہ کرتی میں نے ایک اور فائر کر دیا لیکن گولی سے اس کے جسم سے گزر گئی لیکن اسے کچھ نہیں ہوا

بھاگو یہاں سے ارسلان نے چیخ کر کہا اور ایک دم کو بھاگا میں ابھی بھاگنے ہی والا تھا کہ اس بلی مجھ پر چھلانگ لگا دی اور میں دور جا گرا ریوالور میرے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری گرنے سے کافی زخم آئے تھے لیکن میں ان زخموں کی پروا کیے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا ٹے چھوٹے راستوں کو پھلانگتا ہوا میں بھاگ میں کسی طرف جا رہا تھا اس کا مجھے کچھ علم نہیں تھا آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے اندھیرے سے بھی آ رہا تھا میرے پاؤں میں کانٹے دار جھاڑیوں کے کانٹے چبھ رہے تھے کہیں کہیں درختوں سے ٹھوکر کھا کر گرنے سے میرا جسم کافی زخمی ہو گیا تھا لیکن میں ان زخموں کی پروا کیے بغیر صرف ایک بے نام منزل کی طرف بھاگ رہا تھا۔

مجھے ڈر تھا تو صرف اس بلی کا تھا میرا پورا بدن پسینے سے شرابور تھا میں بھاگتے بھاگتے کافی تھک گیا تھا میں نے رک کر پیچھے کی طرف دیکھا لیکن اس بلی کا نام و نشان تک نہیں تھا میں نے وہین بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینا شروع کر دیں اندھیرا کافی پھیل چکا تھا میں نے ادھر ادھر دیکھا تو میں جنگل کے کسی حصے میں موجود تھا اچانک ہی مجھے درختوں کے درمیان کچھ دور روشنی نظر آئی تو مجھے کچھ حوصلہ ملا میں نے اپنے زخموں سے بھرے جسم کو حرکت دی اور اٹھ کھڑا ہوا اور اس روشنی کی طرف چلنے لگا میں جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا روشنی تیز ہو رہی تھی میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا لیکن پھر بھی میرا جسم جگہ جگہ سے دکھ رہا تھا مجھے چلنے میں بھی کافی مشکل پیش آ رہی تھی اور اب تو میرا سر بھی چکرانے لگا تھا درختوں کا سلسلہ اب کافی کم ہو چکا تھا وہ روشنی کسی حویلی سے آ رہی تھی مجھے اب وہ حویلی صاف نظر آ رہی تھی چاند کی روشنی میں یہ جگہ بہت ہی پراسرار اور وحشت زدہ لگ رہی تھی حویلی تو ایسے لگ رہی تھی جیسے بہت ہی خوفناک بھوت کھڑا ہوا میرا دماغ ڈوبتا ہوا جا رہا تھا میں کافی مشکل سے گیٹ تک پہنچا تھا اور دستک دی اور دیوار کا سہارا لے کر وہیں کھڑا ہو گیا میں نے دوبارہ دستک دی تھوڑی دیر بعد مجھے کسی کے چلتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی آواز دھیرے دھیرے قریب آ رہی تھی پھر اچانک ہی گیٹ ایک عجیب سی آواز کے ساتھ کھل گیا کون ہے ایک بڑھیا نے سر باہر نکال کر کہا اس بڑھیا کی شکل دیکھ کر میں ایک دم کانپ سا گیا اس کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا وہ کالی رنگت اور سفید بالوں میں کسی چڑیل سے کم نہیں لگ رہی تھی کون ہو تم اور یہاں کیا

کر رہے ہو اس بڑھیا نے پوچھا۔۔

مم۔۔ میں مسافر ہوں اور اس جنگل۔۔ جنگل میں ب۔ بھٹک گ۔ گیا ہوں اے ایک رات ک۔ ک۔ کے لیے جگہ مل سکتی ہے میں نے مشکل سے کہا اور وہاں ہی گر گیا کون ہے اماں اندر سے کسی لڑکی کی شیریں آواز مجھے سنائی دی۔

بیٹا کوئی مسافر ہے اور کافی زخمی بھی ہے آؤ میری مدد کرو اسے اندر لے جاتے ہیں اس بڑھیا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اس کے بعد مجھے کچھ ہوش نہ رہا اور میرا دماغ تاریکیوں میں ڈوب گیا اس کے بعد میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا مجھے خبر نہیں جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک کمرے میں بستر پر تھا میں نے اٹھنا چاہا لیکن ناکام رہا میرے جسم پر موجود زخموں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اچانک ہی اس کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نہایت ہی حسین دوشیزہ کمرے میں داخل ہوئی۔۔

تمہیں ہوش آ گیا اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا میں نے پھر اٹھنا چاہا لیکن ناکام رہا۔

ارے ابھی تم لیٹے رہو تمہارے جسم پر کافی زخم آئے ہیں میں نے مرہم لگا کر پٹیاں کر دیں ہیں بس کچھ ہی دنوں میں تم ٹھیک ہو جاؤ گے اس نے میرے پاس بیٹھتے ہوئے کہا وہ نہایت ہی حسین دوشیزہ تھی اس کی نیلی نیلی گہری آنکھیں بہت ہی خوبصورت تھیں میں اسے ہی دیکھے جا رہا تھا۔

تمہارا کیا نام ہے اور تمہارے جسم پر یہ زخم کیسے آئے ہیں اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا میرا نام اسجد ہے تمہارا نام بہت پیارا ہے اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو میں بھی مسکرا دیا اور پھر میں نے اسے اپنے بیتنے والی داستان سنا دی میری داستان سن کر وہ کافی خوفزدہ ہو چکی تھی۔

اچھا تو تمہارا دوست بھی تمہارے ساتھ آیا تھا اس نے پوچھا ہاں وہ میرے ساتھ آیا تھا لیکن وہ بھی کہیں جنگل میں بھاگ گیا تھا مجھے تو اس کی بہت فکر ہو رہی ہے کہیں اس کو اس خوفناک بلی نے تو۔۔ میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

اسجد تم فکر نہ کرو میں ابھی مہیش کو جنگل بھیجتی ہوں تاکہ وہ تمہارے دوست کو ڈھونڈ لاتے ہیں اس نے سنجیدگی سے کہا۔

اچھا تمہارا نام کیا ہے اور یہ مہیش کون ہے اور اس گھر میں اور کون کون رہتا ہے میں نے ایک ساتھ کئی سوال کر دیئے اس نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ میرا نام غزل ہے اور تمہارا نام تمہاری طرح بہت ہی خوبصورت ہے میں نے غزل کی بات کاٹ کر کہا اور مہیش میرا شوہر ہے اس گھر میں میرے اور مہیش کے علاوہ مہیش کی امی رہتی ہے غزل نے بتایا میں تو سمجھ رہا تھا کہ غزل کنواری ہے لیکن وہ تو شادی شدہ تھی اچھا تم آرام کرو میں تمہارے لیے کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں اور مہیش اور امی کو بھی بتا دوں گی کہ تم کو ہوش آ گیا ہے غزل نے کہا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی تھوڑی دیر بعد غزل کمرے میں آئی تو اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی اس نے وہ ٹرے میرے سامنے رکھ دی اس نے ٹرے سے کپڑا ہٹایا تو پرلطف خوشبو کے جھونکے میری سانسوں کو معطر کرنے لگے وہ بھونا ہوا گوشت تھا اس گوشت کو دیکھ کر میری بھوک اور بڑھ گئی۔

کھانا کھالو غزل نے کہا تو میں کھانے پر ٹوٹ پڑا اور کھاتا ہی چلا گیا۔ وہ گوشت بہت ہی مزے دار تھا میں کھانے کے دوران میں غزل کو بھی دیکھے جا رہا تھا اس کے لبوں پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی کھانا کھانے کے بعد میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور کھانے کے برتن اس کی طرف بڑھا دیئے۔

اچھا میں ابھی آتی ہوں اتنا کہہ کر وہ کمرے

سے باہر نکل گئی۔ اور میں اس کو جاتا ہوا دیکھتا رہ گیا کاش غزل اگر تمہاری شادی نہ ہوئی ہوتی تو میں تم کو اپنے دل کی ملکہ بناتا میں تمہیں کیسے بتاؤں کہ میں تمہیں چاہنے لگا ہوں میں نے دل ہی دل میں سوچا وہ قدرت کا ایک حسین شہکار تھی اس کی جھیل جیسی گہری آنکھوں میں ایک کشش تھی مو مجھے اپنا دیوانہ کیے ہوئے تھی اچانک ہی کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور غزل کمرے میں داخل ہوئی اس کے ساتھ ایک لڑکا اور ایک وہی بڑھیا تھی جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا اسجد یہ مہیش ہیں اور یہ ہماری امی ہیں غزل نے تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

اب کیسی طبیعت ہے تمہاری اسجد مہیش نے میری طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا اب کافی بہتر محسوس کر رہا ہوں میں نے مسکراتے ہوئے اور ہاں اسجد میں ابھی جنگل سے آرہا ہوں میں تمہارے دوست کو بہت تلاش کیا لیکن وہ مجھے کہیں بھی نظر نہیں آیا ہوسکتا ہے تمہارا دوست گھر چلا گیا ہو مہیش نے تفصیل سے مجھے بتایا اللہ کرے ایسا ہی ہو میں نے مہشی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اچھا بیٹا تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو ہم وہ بڑھیا کچھ کہتے کہتے رک گئی جبکہ غزل اور مہیش کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اچھا اسجد تم آرام کرو ہم پھر آئیں گے مہیش نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا اس کے پیچھے پیچھے غزل اور بڑھیا بھی باہر نکل گئیں اور پھر یونہی لیٹے لیٹے میری آنکھ لگ گئی اور میں سوتا چلا گیا رات کے کسی پہر میری آنکھ سخت پیاس کی وجہ سے کھل گئی کمرے میں چاند کی ہلکی ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے مجھے کمرے کی ہر چیز دکھائی دے رہی تھی میں کافی مشکل سے اٹھ بیٹھا میرے بستر کے سرہانے کی طرف ایک چھوٹا سا ٹیبل رکھا گیا تھا جہاں پانی کا جگ موجود تھا میں نے ہاتھ آگے بڑھا کر گلاس میں پانی انڈیلا اور ایک ہی سانس میں پی گیا لیکن پھر بھی میری پیاس نہ بجھی میں نے دو تین گلاس پانی کے پیئے تب جا کر میری پیاس بجھی تھی میں نے اپنے آپ کو عجیب سا محسوس کر رہا تھا مجھے اپنے اندر ایک تبدیلی سی محسوس ہو رہی تھی میرے بدن سے درد کی ہلکی ہلکی سی ٹھیس اٹھ رہی تھیں اچانک ہی میری نظر اپنے بازو پر بندھی ہوئی پٹی پر چلی گئی اور میں حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا جس پر تھوڑا سا خون بھی لگا ہوا تھا میں حیران اس لیے ہو رہا تھا کہ پہلے تو میرے بازو پر کوئی بھی پٹی نہیں تھی ہاں البتہ ٹانگوں پاؤں اور ہاتھوں پر پٹیاں پہلے سے موجود تھیں لیکن بازو پر نہیں تھی میں نے ایک گہری سانس لی اور دوبارہ لیٹ گیا لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی ایک عجیب سی بے چینی اور گھبراہٹ سی محسوس ہو رہی تھی اور دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا اور یہ رات میری آنکھوں میں ہی کٹ گئی صبح ہوتے ہی غزل میرے لیے ناشتہ لے کر آ گئی اور مجھے دیکھتے ہی بولی۔

ارے تمہارے چہرے پر یہ بارہ کیوں بج رہے ہیں اس نے ناشتے کی ٹرے میرے سامنے رکھ دی غزل یہ دیکھو یہ پٹی کل تو یہاں نہیں تھی اور نہ ہی میرے بازو پر کوئی زخم تھا میں نے پریشانی سے کہا ارے اسجد تم تو ایسے ہی پریشان ہو رہے ہو تمہارے بازو پر زخم تھا لیکن میں نہ دیکھ سکی تھی تمہارے بازو پر ایک بہت زہریلا کانٹا چبھا ہوا تھا میں جب کل کمرے میں آئی تو تم سو رہے تھے میں نے تمہارے بازو پر چبھا ہوا کانٹا دیکھ لیا تھا پھر میں نے وہ کانٹا نکال کر پٹی کر دی تھی۔

غزل نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا تو میں مسکرا دیا۔

اچھا اب جلدی سے ناشتہ کر لو غزل نے کہا۔ اور کمرے سے باہر چلی گئی اور میں ناشتہ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں نے بازو

سے پٹی کھول کر دیکھی تو میرے بازو پر دو ننھے ننھے سوراخ تھے اور میرے بازو پر خون بھی جما ہوا تھا میں نے بازو کو تھوڑا دبایا تو ان سوراخوں سے خون کے دو ننھے ننھے قطرے ابھر آئے تھے میں نے دوبارہ بازو پر پٹی باندھی اور بستر سے اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگا اتنے میں غزل اور مہیش کمرے میں داخل ہوئے ارے واہ اسجد تم تو اتنی جلدی اٹھ کھڑے ہوئے یہ تو ہمارے لیے بہت ہی اچھی بات ہے مہیش نے میری طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا بس یار ایسے ہی بیٹھے بیٹھے تھک گیا تھا اس لیے سوچا تھوڑی دیر ٹہل لوں میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اچھا تو پھر آؤ تمہیں اپنی حویلی دکھا دوں مہیش نے کہا تو میں خوشی سے اس کے ساتھ چل پڑا غزل بھی ہمارے ساتھ تھی مہیش اور غزل مجھے حویلی کے مختلف کمرے دکھا رہے تھے اور مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ حویلی کے سب کمروں کی سجاوٹ بہت ہی عمدہ انداز سے کی گئی تھی اچانک ہی گزرتے ہوئے میری نظر ایک ایسے کمرے کی طرف چلی گئی جس کا دروازہ بند تھا اس کمرے کی کھڑکی کے پاس مجھے ایک سایہ دکھائی دیا جو ایک دم ہی وہاں سے غائب ہو گیا میں نے اسے اپنا وہم سمجھا اور مہیش اور غزل کے ساتھ چلتا رہا انہوں نے مجھے حویلی کے اور تو سارے کمرے دکھائی لیکن وہ کمرہ نہیں دکھایا جو بند تھا اور جس کے پاس میں نے سایہ دکھا تھا بہرحال یہ دن میرا بہت ہی اچھا گزرا رات کو میں سو رہا تھا کہ اچانک ہی میری آنکھ بازو میں سخت درد کی وجہ سے کھل گئی میں نے جب اپنے بازو کی طرف دیکھا تو میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں دل زور زور سے دھڑکنے لگا ایک سایہ میرے بازو پر جھکا ہوا تھا اور وہ میرا خون پی رہا تھا اچانک ہی میرے منہ سے ایک فلک شگاف چیخ نکل گئی اس سائے نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اف خدایا اس کی سرخ انگارہ آنکھیں بالکل اس خوفناک بلی کی طرح تھیں اور اس کا رنگ بھی بالکل اس خوفناک بلی کی طرح تھا کالا سیاہ اس سائے نے اپنی خونی نظروں سے مجھے گھورا اور آنکھ جھپکتے ہی وہاں سے غائب ہو گیا میرا جسم بری طرح کپکپانے لگا تھا میں نے اپنے بازو کی طرف دیکھا جس سے خون بہہ رہا تھا اچانک ہی میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور میں بے ہوش ہو گیا جب مجھے ہوش آیا تو میں بستر پر تھا اور ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی میں نے ایک نظر اپنے بازو کی طرف دیکھا جس پر اب پٹی باندھی ہوئی تھی ایک پل کے لیے تو میں حیران ہوا پھر سوچا غزل نے ہی دوبارہ پٹی کر دی ہو گی اور اب مجھے پورا یقین ہو گیا تھا کہ اس حویلی میں ایک خوفناک سایہ ہے اور وہ سایہ اس خوفناک بلی کا ہی ہے مجھے اس حویلی سے خوف آنے لگا تھا کیونکہ اس حویلی میں موجود سایہ میری جان کا دشمن بن گیا تھا میرا ارادہ تھا کہ اب جلد ہی اس حویلی سے جانے کو تھا کیونکہ وہ سایہ کسی بھی وقت میری جان لے سکتا تھا میں غزل کا انتظار کر رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ میں غزل کو کہہ دوں گا کہ میں اب اس حویلی میں نہیں رک سکتا کیونکہ اس خوفناک بلی کا سایہ میرا پیچھا کرتے ہوئے اس حویلی میں آ گیا ہے میں کافی دیر غزل کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہ آئی میں نے گھڑی کی طرف دیکھا تو دن کے گیارہ بج رہے تھے آخر کار میں تنگ آ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کمرے میں سے باہر آ گیا باہر بھی ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی میرا دل ایک انجانے خوف سے دھڑکا مجھے یہ خاموشی کسی بڑے طوفان کا اشارہ لگ رہی تھی میں نے مختلف کمروں میں جا کر دیکھا لیکن مجھے غزل مہیش اور وہ بڑھیا کہیں بھی نظر نہ آئیں میں اپنے کمرے کی طرف جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ مجھے ہلکے ہلکے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں میں نے غور کیا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ آوازیں اس بند کمرے سے آ رہی تھیں جس کے پاس میں نے اس سائے کو بھی

دیکھا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی میرے قدم اس کمرے کی طرف اٹھنے لگے میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور قدم لڑکھڑا رہے تھے میں کمرے کے دروازے کے پاس پہنچا تو مجھے اندر سے مہیش کی آواز سنائی دی مہیش کہہ رہا تھا۔

اب ہمیں اسجد کا کام تمام کر دینا چاہیے پہلے بھی اس کا دوست ارسلان یہاں سے بھاگ گیا ہے کہیں یہ نہ ہو کہ اسجد بھی ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے پھر مجھے غزل کی آواز سنائی دی۔

مہیش تم فکر نہ کرو آخر ارسلان ہم سے بچ کر کہاں جائے گا اسے تو ہماری بلی ہی ختم کر دے گی غزل کی یہ بات سن کر مہیش نے خوفناک انداز میں قہقہے لگانے شروع کر دیئے اس کے قہقہے میں اب غزل اور بڑھیا کے بھی قہقہے شامل ہو گئے تھے غصے سے میرا چہرہ سرخ ہونے لگا میں نے ایک زوردار دھکا دروازے کو دیا۔ تو دروازہ ایک جھٹکے سے کھلتا چلا گیا لیکن اندر کا منظر دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں دل نے زور زور سے دھڑکنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اندر کا منظر ہی کچھ ایسا تھا غزل مہیش اور بڑھیا کی شکلیں بہت ہی خوفناک حد تک بگڑی ہوئی تھیں ان کے منہ سے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے منہ سے خون ہی خون لگا ہوا تھا اور ہاتھوں کے ناخن کافی حد تک بڑھے ہوئے تھے ان کے آگے ایک لاش پڑی وئی تھی جس کو وہ نوچ نوچ کر کھانے میں مصروف تھے جھے اپنے سامنے ایک دم دیکھ کر وہ گھبرائے لیکن پھر ان کے خوفناک قہقہے پورے کمرے میں گونجنے لگے قہقہے لگاتے ہوئے ان کے چہرے اور بھی خوفناک ہو گئے تھے۔

آؤ۔۔آؤ اسجد مہیش نے خوفناک انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ تم انسان نہیں درندے ہو درندے میں غصے سے چیخا۔

ہاں اسجد تم نے ٹھیک کہا ہم انسان نہیں ہیں لیکن ہمارا تعلق کسی مخلوق سے ہے یہ کوئی نہیں جان سکا ہے اگر کوئی جان لے کہ ہمارا تعلق کسی مخلوق سے ہے تو ہم اس کے آگے بے بس ہو جائیں گے ہم لوگ صدیوں سے یہاں رہ رہے ہیں لیکن کوئی بھی ہمیں جان نہیں سکا ہے جو بھی یہاں آتا ہے وہ واپس نہیں جاتا ہے بلکہ ہماری خوراک بن جاتا ہے تمہارا دوست ارسلان بھی ہماری ہی قید میں تھا لیکن وہ یہاں سے بھاگ گیا ہے کوئی بات نہیں لیکن پھر بھی وہ زندہ گھر نہیں جا سکے گا اس کو تو ہماری بلی اپنی خوراک بنائے گی اب تک کتنے ہی لوگ یہاں آئے اور ہماری خوراک بن گئے جب کوئی انسان یہاں نہ آئے تو مہیش روزانہ قبرستان جاتا ہے اور قبرستان سے ایک تازی لاش نکال کر لے آتا ہے اور پھر ہم اسے کئی روز تک کھاتے رہتے ہیں لیکن زندہ انسانوں کا کچھ اور ہی مزے دار ہوتا ہے گوشت اب ہم اس لاش کو نہیں بلکہ تمہیں اپنی خوراک بنائیں گے۔

غزل نے قہقہہ لگا کر کہا اور ہم تم کو جو روزانہ بھونا ہوا گوشت دیتے ہیں وہ انسانوں کا ہی گوشت ہوتا ہے تم نے جتنا بھی گوشت کھایا ہے انسانوں کا ہی کھایا ہے وہ بھی مردہ انسانوں کا بڑھیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

تمہارا دوست تو یہاں سے بھاگ گیا ہے لیکن تم یہاں سے نہیں بھاگ سکتے مہیش نے اٹھتے ہوئے کہا مجھے ایسا لگا کہ جیسے میرا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ہو مہیش دھیرے دھیرے میری طرف بڑھ رہا تھا مجھے اپنی موت یقینی لگ رہی تھی میں وہاں سے بھاگنا چاہ رہا تھا لیکن بھاگ نہیں پا رہا تھا مہیش میرے پاس آ کر رک گیا میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو میں ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اس کی آنکھیں بھی اس سائے کی طرح خوفناک تھیں مجھے پیچھے ہٹتا ہوا دیکھ کر اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی پھر اچانک ہی اس کی شکل بدلنے لگی۔

اب میرے سامنے مہیش کی جگہ وہ سایہ کھڑا تھا جس کو میں نے اپنا خون پیتے ہوئے دیکھا تھا وہ سایہ یعنی مہیش میری طرف بڑھا اور اپنے لمبے دانت میری گردن میں گاڑھ دیئے اور میری فلک شگاف چیخیں پورے کمرے میں گونج گئیں رک جاؤ مہیش ایک جانی پہچانی آواز کمرے میں گونجی مہیش نے گھبرا کر میری گردن سے اپنا سر اٹھایا۔

میں نے سامنے دیکھا تو میری جان میں جان آئی کیونکہ سامنے ہی میرا دوست ارسلان کھڑا تھا اس کے ہاتھوں میں ایک لکڑی تھی جس کے سرے پر آگ جل رہی تھی ارسلان میں نے کہا اور بھاگ کر اس کے پیچھے جا کھڑا ہوا ارسلان مجھے بچالو ان سے یہ مجھے مار ڈالیں گے میں نے ڈرتے ہوئے کہا اسجد بے فکر رہو اب ان کا آخری وقت آ گیا ہے ان کی موت آج یقینی ہے میں ان کی موت کا راز جان گیا ہوں انہیں صرف آگ سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے ارسلان نے مہیش کی طرف بڑھتے ہوئے کہا مہیش خوفزدہ نظروں سے ارسلان کو دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر موت کا خوف چھا گیا تھا اور وہ ڈری ڈری سی نظروں سے ارسلان کے ہاتھ میں موجود آگ کو دیکھ رہا تھا اس کے شیطانی چہرے پر گھبراہٹ کے اثرات نمایاں نظر آ رہے تھے ارسلان نے لکڑی کا ایک زبردست وار اس پر کیا تو اس کے جسم پر آگ لگ گئی اور اس کی خوفناک اور کربناک چیخیں گونج اٹھیں۔

بڑھیا نے ایک چیخ ماری اور ارسلان پر حملہ آور ہوئی ارسلان اس حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا لہذا وہ دور جا گرا لکڑی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ایک طرف گر پڑی میں ارسلان کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ غزل میرے سامنے آ گئی اس کی شکل بہت ہی خوفناک تھی اس کے منہ سے دو دانت باہر کو نکلے ہوئے تھے اور منہ سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے غزل نے مجھے ایک زوردار دھکا دیا اور میں کمرے میں سے باہر جا گرا۔

غزل اپنے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ پھیلائے میری طرف بڑھی مجھے اپنی موت اپنی طرف بڑھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی میں اپنے آپ کو اس سے بچانے کے لیے ایک طرف بھاگ کھڑا ہوا غزل بھی اپنی تمام تر خوفناکی کے ساتھ میرے پیچھے بھاگ رہی تھی میں بھاگتے بھاگتے حویلی سے باہر نکل آیا میں نے رک کر ادھر ادھر نظر دوڑائی تو ہر طرف جنگل ہی جنگل تھا اور پھر جس طرف میرا منہ تھا میں بھاگ کھڑا ہوا۔

غزل ابھی تک میرا پیچھا کر رہی تھی آخر کار میں غزل کی نظروں سے بچتا ہوا ایک درخت کے پیچھے جا چھپا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا غزل کے غرانے کی آوازیں مجھے واضح سنائی دے رہی تھیں اس کی غراہٹ میں ایک وحشت نمایاں تھی اس کی خوفناک اور دل کو ہلا دینے والی غراہٹ آہستہ آہستہ سے درخت کے قریب تر ہوتی جا رہی تھی میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا میں نے آہستہ سے درخت کے پیچھے سے دیکھا تو غزل دوسری طرف جا رہی تھی پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ جنگل میں ہی کہیں گم ہو گئی اور میں نے سکھ کا سانس لیا ابھی میں درخت کے ساتھ ہی کھڑا تھا اپنی سانسیں بحال کر رہا تھا کہ مجھے اپنے پیچھے غراہٹ کی آواز سنائی دی میں نے پیچھے دیکھا تو میرے سامنے غزل کھڑی تھی اس کی آنکھوں میں وحشت اور چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

میں پتھرائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا اچانک ہی اس کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اس نے مجھے پکڑ لیا اور اپنے لمبے لمبے دانت میری گردن میں گاڑھ دیئے اور میرے منہ سے نہ ختم ہونے والی چیخوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اچانک ہی غزل کی ایک بھیانک چیخ وہاں گونجی اور وہ مجھے چھوڑ کر ادھر ادھر

بھاگنے لگی اس کے جسم کو آگ لگ چکی تھی اور وہ اس آگ میں جل رہی تھی اس کی بھیانک اور کربناک چیخیں وہاں گونج رہی تھیں۔

میں نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تو میرے سامنے ارسلان کھڑا تھا اس کے چہرے پر گہرے خراشوں کے نشان تھے جن سے خون بھی بہہ رہا تھا میں اس کا یہ حال دیکھ کر تڑپ اٹھا ارسلان کے ہاتھ میں آگ کی لکڑی اب بھی موجود تھی ارسلان کی نظریں غزل پر جمی ہوئی تھیں جس کی چیخیں اب مدہم پڑ چکی تھیں اور پھر غزل کا جلا ہوا کوئلہ جسم ایک طرف گر پڑا میں نے اپنی گردن پر ہاتھ لگا کر دیکھا تو میری گردن خون سے تر ہو چکی تھی اور اب بھی میری گردن پر موجود سوراخوں سے خون بہہ رہا تھا۔

ارسلان میں نے ارسلان کے پاس جا کر کہ ارسلان نے آگ سے جلتی لکڑی ایک طرف پھینکی اور مجھے گلے سے لگا لیا اسجد میں نے ان درندوں کا خاتمہ کر دیا ہے یہ اب دوبارہ کبھی بھی زندہ نہیں ہوں گے ارسلان نے ہنس کر کہا۔

ارے اسجد تمہاری گردن سے تو خون بہہ رہا ہے ارسلان نے پریشانی سے کہا میں نے اپنی گردن پر دوبارہ ہاتھ لگایا تو میرا ہاتھ خون سے سرخ ہو گیا ارسلان نے اپنی جیب سے رومال نکال کر میری گردن پر باندھ دیا تو مجھے کچھ سکون ملا ارسلان تم کیسے ہو اس حویلی تک پہنچے میں نے چلتے چلتے ہوئے پوچھا اسجد میں اس خوفناک بلی کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا تھا پھر میں ایک طرف کو بھاگ نکلا بھاگتے ہوئے میں اس حویلی تک پہنچ گیا تھا میں نے حویلی کے دروازے پر دستک دی تھوڑی دیر بعد مہیش نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر لے گیا حویلی کے اندر غزل اور بڑھیا بھی تھیں مجھے دیکھتے ہی ان کے چہروں پر شیطانی مسکراہٹ پھیل گئی تھی لیکن میں اس وقت ان کی مسکراہٹ کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔

پھر میں نے اپنے اوپر بیتنے والی داستان ان کو سنا دی مجھے تمہاری بھی بہت فکر تھی مجھے اپنے آپ سے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ میں تمہیں مشکل میں چھوڑ کر خود بھاگ گیا تھا مجھے دل ہی دل میں خود سے نفرت ہونے لگی تھی اور مجھے پورا یقین ہو چکا تھا کہ تم ضرور اس خوفناک بلی کا شکار ہو گئے ہو گے میں نے مہیش کے ساتھ جا کر پورا جنگل چھان مارا لیکن نہ تو تم مجھے دکھائی دئے اور نہ ہی وہ خوفناک بلی دکھائی دی پھر میں مہیش کے ساتھ حویلی واپس آ گیا ارسلان نے مجھے تفصیل بتائی۔

ارسلان پھر تمہیں کیسے پتہ چلا کہ یہ انسان نہیں ہے تم کیسے حویلی سے بھاگے اور تمہیں کس نے بتایا کہ انہیں صرف آگ سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے میں نے ایک ساتھ کئی سوال کر دیئے۔

اسجد اس رات مجھے نیند نہیں آ رہی تھی کیونکہ مجھے تمہاری فکر تھی میں کھڑکی کھول کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی بڑھیا نے جا کر دروازہ کھولا اور تھوڑی دیر بعد بڑھیا اور غزل کسی کو اٹھائے ہو حویلی میں لے آئے تھوڑی دیر بعد مہیش حویلی میں داخل ہوا اس کے کندھے پر کوئی تھا اور وہ اسے اٹھائے حویلی کے اندر داخل ہو گیا میں بھی کمرے میں سے باہر نکلا اور باہر آ گیا باہر ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی میں ایک کمرے کے پاس پہنچا تو مجھے بڑھیا مہیش اور غزل کے ہنسنے کی آوازیں آئیں جب میں نے کمرے کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ غزل مہیش اور بڑھیا کسی کی لاش کھانے میں مصروف تھیں اور ان کی شکلیں بھی کافی خوفناک تھیں میں وہیں گر کر بے ہوش ہو گیا جب مجھے ہوش آیا تو میں اسی کمرے میں تھا جس میں وہ درندے لاش کو کھا رہے تھے لیکن اب اس کمرے میں اس بڑھیا کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا اچانک ہی مجھے باہر سے تمہاری آواز سنائی دی میں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تو

تم غزل اور مہیش کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔

میں نے اس کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو وہ بڑھیا ایک سایہ بن کر آئی اور پھر مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب مجھے ہوش آیا تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دے رہا تھا اچانک ہی مجھے اپنے بازو پر چبھن سی محسوس ہوئی میں نے اپنا دوسرا ہاتھ اپنی جیب میں ڈالا اور لائٹر نکال کر اسے جلایا تو مجھے مہیش دکھائی دیا وہ میرے بازو سے خون پی رہا تھا آگ کو دیکھ کر وہ ایک دم گھبرا گیا اور پیچھے ہٹ گیا میں جلدی سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھا لیکن وہ کمرے سے نکل کر بھاگ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس مخلوق کو صرف آگ سے ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔

پھر میں بھاگتا ہوا جنگل میں آ گیا میں نے درختوں کی سوکھی لکڑیاں اکٹھی کیں اور انہیں آگ لگا دی اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے غراہٹ سنائی دی میں نے پیچھے دیکھا تو وہی خوفناک بلی کھڑی تھی میں نے آگ سے جلتی لکڑیاں اس پر پھینکی تو اسے آگ لگ گئی اور اس کا جسم دھواں بن کر غائب ہو گیا صبح ہوئی تو میں نے ایک لکڑی اٹھائی اور تم کو بچانے کے لیے حویلی میں واپس آ گیا وہ درندے تم کو ختم کرنے ہی والے تھے کہ میں ان کے سامنے آ گیا اور مہیش کو آگ لگا دی۔

اچانک ہی بڑھیا نے مجھ پر چھلانگ لگا دی اور میں دور جا گرا اس بڑھیا نے اپنے لمبے ناخنوں سے میرا چہرہ نوچنا شروع کر دیا پھر میں نے ہمت کر کے اسے دور پھینکا اور اسے بھی آگ لگا دی میں نے دیکھا کہ تم حویلی سے باہر بھاگ رہے ہو اور وہ غزل بھی تمہارے پیچھے ہی تھی اور پھر میں بھی بھاگتا ہوا جنگل آ گیا اور تم کو غزل سے بچا لیا ارسلان یہ سب بتا کر خاموش ہو گیا۔

میں اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگا اور سوچ رہا تھا کہ اگر آج ارسلان نہ ہوتا میں زندہ نہ ہوتا میں دل ہی دل میں ارسلان کی لمبی زندگی کی دعائیں کرنے لگا۔

اچھا یار اسجد تم بتاؤ کہ تم کیسے ان درندوں تک پہنچے ارسلان نے مجھ سے پوچھا تو میں نے اپنے اوپر بیتنے والی تمام کہانی اس کو سنا دی ہم چلتے چلتے اس جگہ پہنچ گئے جس جگہ اس خوفناک بلی نے مجھ پر حملہ کیا تھا ارے اسجد وہ دیکھو تمہارا ریوالور ارسلان نے ایک طرف اشارہ کیا۔

میں نے آگے بڑھ کر اپنا ریوالور اٹھایا اچانک ہی مجھے اپنے پیچھے غراہٹ سنائی دی میں نے ایک چیخ ماری اور وہاں سے بھاگ پڑا میں ایسے بھاگ رہا تھا جیسے موت میرا پیچھا کر رہی ہو مجھے اپنے پیچھے سے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی ہنسنے کی آوازیں سن کر میں بھاگتے بھاگتے رک گیا اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو میں شرمندہ سا ہو گیا کیونکہ ارسلان میری یہ حالت دیکھ کر ہنس رہا تھا غراہٹ کی آواز ارسلان نے ہی نکالی تھی ارسلان نے غراہٹ کی آواز مجھے ڈرانے کے لیے نکالی تھی جس میں وہ کامیاب ہو گیا تھا۔

❁❁❁

غزل

وہ شخص مجھے پیارا ہے اسے کہنا
وہ جینے کا سہارا ہے اسے کہنا
لوگ پیارے ہیں بہت سے مجھ کو
وہ سب سے پیارا ہے اسے کہنا
محبتیں شکایتیں اداوتیں اس کی
مجھے سب گوارہ ہیں اسے کہنا
چاہنے والے اور بھی ہیں لیکن
یہ دل صرف اور صرف تمہارا ہے اسے کہنا

قم قم نشاد۔ رتوال۔ فتح جنگ۔



اک تازہ حکایت ہے

---تحریر: ساحل دعا بخاری۔ بصیر پور---



وہ ایک قدرے گرم دوپہر تھی اگرچہ گرمی کا زور ٹوٹ چکا تھا لیکن آج گرمی تھی اس گرمی سے بے نیاز ایک ہستی رائٹنگ ٹیبل پر جھکی ہوئی تیزی سے لفظوں کے تانے بانے بن رہی تھی ٹیبل پر بکھرے کاغذات چھت پہ جھولتے پنکھے کی ہوا سے پھڑ پھڑا رہے تھے خوبصورت رائٹنگ پیڈ پر قلم تیزی سے چل رہا تھا دفعتاً پاس رکھے سیل فون کی ٹون بجی ہیلو انہوں نے بے دلی سے فون اٹھایا دھیرے دھیرے ان کے تاثرات بدلنے لگے چہرے پر پھیلی بیزاری کی جگہ دلچسپی نے لے لی تھی فون بند کرنے تک ان کے چہرے پر مسکراہٹ سج چکی تھی دراصل شہزادہ بھائی کی کال تھی انہوں نے خوفناک ڈائجسٹ کی سالگرہ پر دی کنگ آف خوفناک کو مدعو کیا تھا سیل رکھ کر وہ اپنی نئی تحریر کی سمت متوجہ ہو گئے تھے۔

❁❁❁

بلال وہ جو سامنے کی چھت پر موجود حسینہ کے حسن کی رعنائیوں میں کھویا ہوا تھا شبنم گل کی صدا پر بیزاری سے پلٹا۔ کیا ہے لہجہ پھاڑ کھانے والا تھا دل تو پہلے ہی جلا ہوا ہے اب زبان بھی جلنے لگی تھی اور اگر تم یونہی سارا سارا دن چھپ پر گزارتے رہے تو رنگ بھی جل جائے گا شبنم کہاں ہے۔ ادھار رکھنے کی قائل تھی بکو کیوں آئی ہو وہ بھنا کر بولا۔

شہزادہ بھائی نے ہمیں خوفناک کی برتھڈے پر انوائٹ کی اہے وہ خوشی خوشی بتانے لگی میں نہیں جاؤں گا وہ بولا تو شبنم گھورنے لگی کیوں بس میری مرضی وہ بے نیازی سے کندھے اچکا کر پلٹا مگر میں اور عظمیٰ جا رہے ہیں تو ظاہر ہے تم بھی جاؤ گے اس کا اطمینان قابل دید تھا میں نہیں وہ بدکا او کے مت جانا مگر تمہاری بن پر کئی کبوتروں اور کان کٹی لومڑیوں کے قصے آپ کے ابا حضور تک پہنچانے کی گارنٹی تمہیں میں

دیتی ہوں پھران کی پشاوری چپل ہوگی اور تمہارا سر وہ ہاتھ جھاڑ کر پلٹی تا کہ تقریب کے لیے کپڑے سلیکٹ کر سکے کہ جانتی تھی اب بلال احمد ضرور جائیں گے اسٹوپڈ ہمیشہ بلیک میل کرتی ہے وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

❁❁❁

کیسے ہیں آپ فرزانہ یاسمین نے وارث آصف خان کو بغور دیکھا ٹراؤزر پر آف وائٹ ٹی شرٹ پہنے وہ گھریلو سے حلیے میں کافی پرکشش لگ رہا تھا وارث آصف نے پہلے تو خوفناک کا تازہ شمارہ بغل میں دبایا کہ فرزانہ پھر نہ چرالے حالانکہ اب جے فرزانہ کا ہدف ان کا دل تھا تاہم اس پر بھی انہوں نے غالباً کڑے پہرے بٹھا رکھے تھے ٹھیک ہے اگر کوئی مزید مختصر جواب ہوتا تو یقیناً وہی ملتا گھر میں سب ٹھیک ہے فرزانہ کے خوبصورت لبوں کی تراش میں مسکراہٹ سجی۔

ہوں۔ وہ خلا میں گھورنے لگا اور خوفناک کے لیے کوئی تحریر لکھی فرزانہ نے ہمت نہ ہاری نہیں۔ نظر بدستور آسمان پر تیر رہی تھی آسمان پر ستارے نہیں ہیں اس وقت کہ اپنی قسمت کا ستارہ ڈھونڈ رہے ہیں۔ نہ ہی چاند ہے کہ جس کے حسن میں کھوئے ہیں بادل بھی نہیں ہے کہ ایسا موسم پسند ہے آپ کو فرزانہ کا پارہ ہائی ہونے لگا سورج بہت اچھا لگ رہا ہے وہ مسکرایا۔ کیا فرزانہ یاسمین کو غش آ گیا۔ اب بندہ پوچھے کہ اتنی دلکش و دلفریب لڑکی کے ہوتے ہوئے آپ کو تپتے سلگتے ہوئے سورج میں کیا نظر آ رہا ہے ویسے فرزانہ جی کو حیرت نہیں ہونی چاہیے تھی کہ کچھ لوگ ہوتے ہی خشک مزاج کے ہیں۔

وہ کوا کیسا لگ رہا ہے فرزانہ نے جل کر منڈیر پر بیٹھے کوئے کی سمت اشارہ کیا بہت اچھا اس کے پر کتنے چمکدار ہیں ناں۔ وارث صاحب کوئے کے حسن میں کھونے لگے فرزانہ کا دل چاہا کوئے کی گردن مروڑ دے کل چند آدمی پہاڑوں پر کچھ ڈھونڈ رہے تھے کسی نے پوچھا بھائی کیا ڈھونڈ رہے ہو جواب ملا وارث آصف کا ہارٹ آپریشن ہوا ہے سینے میں رکھنے کے لیے کوئی مناسب پتھر ڈھونڈ رہے ہیں وہ طنز سے بول رہی تھی۔

کیا پتھر ہو گی تم تمہارا دل تمہاری آنکھیں اور تمہاری ناک ہاں غصہ تو اس کی ناک میں دھرا تھا وہ ایک جذبہ کے عالم میں اسے خود پر برستا دیکھے گئی کہ غصہ میں کچھ زیادہ ہی اچھا لگ رہا تھا دراز قد ماتھے پر بکھرے سلکی بال ستواں ناک خوبصورت ہونٹ اور غصے کی آنچ سے سرخ ہوتی رنگت آف وائٹ ٹی شرٹ اور بلیو ٹراؤزر میں وہ کچھ زیادہ ہی دلکش لگ رہا تھا سویٹی سویٹی تیرا پیار چاہیدا۔ معاً اس کا سیل گنگنایا وہ بولتے بولتے رکا۔ سیل پاکٹ سے نکال کر کان سے لگایا فرزانہ ہنوز اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

❁❁❁

خوفناک کی شاندار عمارت برقی قمقموں سے جگمگا رہی تھی جگہ جگہ ڈھانچے نصب تھے ان کی آنکھوں میں بلب روشن تھے ان ڈھانچوں پر چھوٹی چھوٹی مرچیں عجب بہار دکھلا رہی تھیں سب مہمان تشریف لا چکے تھے بلیک شیفون فراک میں ملبوس فرزانہ یاسمین مسلسل وارث آصف کو دیکھے جا رہی تھی جس کا شاندار سراپا بلیک ڈنر سوٹ میں غضب ڈھا رہا تھا وہ متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا ٹہل رہا تھا قادری سسٹرز سے ہیلو ہائے کرتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا۔ انیلہ غزل شہزادی ہانیہ حیا اور دیگر لوگوں کا جمگھٹا دیکھ کر وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تو اس کی آنکھیں مزید چمک اٹھیں گرے تھری پیس سوٹ میں ملبوس بال سلیقے سے جمائے عمران رشید اپنے سنگھے پنکھیوں فینز کو آٹو گراف دے رہا تھا۔

اے عمران رشید تمہیں شرم نہیں آتی فلموں کی

نقل کر کے سٹوریز لکھتے ہوئے ریڈ سوٹ میں شعلہ جوالہ بنی شبنم گل نمودار ہوئیوہ بنا جواب دیئے دوسری جانب بڑھنے لگا اے تم سے پوچھ رہی ہے وہ۔ عبداللہ حسن نے اس کا راستہ روکا۔ ہم لوگ تنگ آ گئے ہیں تمہاری بکواس سٹوریز پڑھ پڑھ کر قادری سسٹرز بھی آ گئیں ہر کہانی میں پولیس ہر کہانی میں پنڈت رابی خان اور عثمان بھی قریب ہوئے تمہارے ذہن میں اتنے گھٹیا آئیڈیاز آتے کہاں سے ہیں۔ دل جلے نے بھی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے خدارا اب جان چھوڑ دو خوفناک کی وارث آصف نے گھورا ہاں اب ہم مزید نہیں دیکھ سکتے تمہیں خوفناک میں رضا بلال نے آنکھیں دکھائیں۔

سب کی توپوں کا رخ عمران رشید کی جانب ہوتا دیکھ کر باقی اہل محفل بھی اسی سمت متوجہ ہو گئے عمران رشید کے لبوں پر مخصوص مسکراہٹ تھی وہ نہایت توجہ سے ان کی شکایتیں سن رہا تھا یہ الگ بات کہ شکایتیں دور کرتے کا دور دور تک اردہ نہ تھا اس کے فینز کچھ حیرت سے کچھ ناگواری سے اور کچھ خفگی سے اس کی درگت بنتی دیکھ رہے تھے اب کچھ منہ سے پھوٹو بھی شبنم گل اس کی مسلسل خاموشی سے چڑ گئی منہ میں گھنگھنیاں ڈال رکھی ہیں دل جلے صاحب جھنجلائے وہ چپ رہے کچھ نہ کہا منظور تھا پر وہ اپنا۔۔ وارث آصف کی گنگناہٹ پر یاسین نگار چونکا جبکہ فرزانہ یاسمین والہانہ نظروں سے وارث آصف کو دیکھ رہی تھی عمران رشید کسی سوچ میں گم بے دھیانی میں شبنم گل کو گھورے جا رہا تھا۔

نظر لگانے کا ارادہ ہے وارث آصف معنی خیز انداز میں فرزانہ کی سمت جھکا وہ جھینپ کر رخ موڑ گئی اسی پل شبنم گل تڑخ کر بولی یوں ٹکر ٹکر کر کیا دیکھ رہے ہو زیادہ ہیرو بننے کی ضرورت نہیں ہے عمران گڑبڑا کر رخ پھیر گی اے خبردار اب اگر تم نے میری بہن پر نگاہ ڈالی تو آنکھیں نکال لوں گا دل جلے بازو فولڈ کرتے ہوئے لڑنے مرنے پر اتر آئے تھے اب تمہاری بہن اتنی حور پری بھی نہیں کہ کوئی اس کے دیدار کے لیے مالکھانے کو تیار ہو جائے عثمان غنی نے عمران کو نظریں جھکاتے دیکھ کر چوٹ کی خود تو جیسے شہزادہ گلفام ہو ناں وہ خوفناک تیوروں سے عثمان کی سمت پلٹا اسے اپنی جانب بڑھتا ہوا دیکھ کر عثمان نے گھبرا کر رابی خان کا ہاتھ تھام لیا کہ جناب صرف بڑھکیں مارنا جانتے تھے بلال کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ ابھی تھی جاؤ معاف کیا۔

ایک شان بے نیازی سے کہہ کر وہ پلٹا اسے کیا گونگے کا گڑ کھائے ہوئے ہو عبداللہ حسن نے عمران رشید کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا کیا بولوں اس نے شالے اچکائے شکر ہے کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے وارث آصف شگفتگی سے بولا یہ بولو کہ اب خوفناک کی جان چھوڑ دو گے عثمان غنی پھر میدان میں اترا اپنی بکواس سٹوریز دی میں بیچ کر چنے کھالیا کرو یہ رابی خان تھی نہیں نان پکوڑے فرزانہ نے ہانک لگائی میرے خیال میں بادام۔

وارث آصف مدبرانہ لہجے میں بولا ہاں بالکل ٹھیک قادری سسٹرز فوراً متفق ہو گئیں۔ اونہہ ایک بادام بھی مل جائے تو بہت ہے عظمیٰ گل کی بڑبڑاہٹ اتنی بلند ضرور تھی کہ سب نے سن لی میں کہہ رہا ہوں کہ اب خوفناک میں سٹوری نہ لکھنا عبداللہ حسن کا لہجہ تحکم سے بھرپور تھا ورنہ ہم لوگ تمہارا وہ حشر کریں گے کہ کیا ہی تارا کی آتما نے اپنے دشمنوں سے کیا ہوگا بلال دل جلے نے دھکایا رضا بلال سمیت سب نے اثبات میں سر ہلا کر تائید کی۔

عمران رشید کے لبوں پر مدہم مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں ایک نرم سا تاثر۔ یہ نجانے کس مٹی سے بنا ہے اتنا کچھ سن کر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا ہے وارث آصف نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے

جھنجھلا کر سوچا اتنے فضول آئیڈیاز تمہارے پاس آتے کہاں سے ہیں اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا ذہن ہے یا کباڑ خانہ دل جلے صاحب آگے بڑھے ایسا تو کباڑ خانہ بھی نہ ہوتا ہوگا۔

رضا بلال نے ناک چڑھائی قادری سسٹرز کچھ کہنے ہی والی تھیں کہ اچانک ایک نوجوان برق رفتاری سے آبا جینز شرٹ میں وہ لا ابالی سا لگ رہا تھا اے خبردار اگر اب کسی نے عمران بھائی کو کچھ کہا تو آپ لوگ خود تو جیسے نسیم حجازی ابن صفی محی الدین نواب اور اشفاق احمد ہو اس نے بنا سانس لیے بات مکمل کی یہ عمران رشید کے ایک انتہائی جذباتی فین آزاد قاتل آزاد تھے بولے۔

رضا بلال دل جلے شبنم گل اور قادری سسٹرز آپ لوگ ان جیسی کوئی سٹوری لکھ کر تو دکھائیں وہ انہیں چیلنج بھری نظروں سے دیکھنے لگا ہم نے لکھا تو اس سے کہیں بہتر ہوگا۔ قادری سسٹرز نے جواب دیا ہمیں پاگل کتے نے کاٹا ہے کہ اس جیسا لکھیں شبنم گل نے ناک چڑھائی سے یقیناً پاگل کتے نے کاٹا ہے رابی خان مسکرائی آپ خود کیسا لکھتی ہو پڑھ کر سر درد شروع ہو جاتا ہے۔

آزاد صاحب نے سے گھورا سمجھالے اپنے عمران بھائی کو کہ اب خوفناک میں نہ لکھے ورنہ۔ عثمان غنی غرایا ورنہ کیا کرلے گا تو ہاں بول کیا کرلے گا وہ اس پر چڑھ دوڑا ورنہ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا عثمان پیچھے کھسکتے ہوئے بولا۔

آ۔۔۔ پہلے مجھ سے تو دو ہاتھ کرلے پھر وہ آگے بڑھنے لگا عثمان تو دل جلے سے مقابلہ نہ کر پایا تھا پھر قاتل وہ بھی آزاد سے مقابلے کی سکت کہاں سے لاتا اے اب کدھر چھپ رہے ہو بلال دل جلے مسکرایا۔ آزاد قاتل اس کی جانب آیا وہ ڈھٹائی سے منکراتا رہا۔ وارث آصف اپنی پسندیدہ دھن گنگناتے ہوئے محفوظ نظروں سے یہ سب دیکھ رہا تھا اور فرزانہ یاسمین والہانہ اور پیار بھری نظروں سے اسے۔۔ اب آزاد قاتل اور عمران رشید کے حریفوں میں جنگ چھڑ چکی تھی اونہہ۔ اسی لیے تو ہم نے لکھنا چھوڑا خوفناک میں نساء سسٹرز نے ناگواری سے دیکھا یار چھوڑو ادھر آؤ اگر یہ لوگ تنقید کرتے ہیں تو اس میں برا ماننے والی کیا بات ہے آزادی کا حق تو سب کو ہے عمران رشید نے آزاد قاتل کو نرمی سے سمجھایا مقابل جل بھن گئے۔

اونہہ ہیرو بننے کی کوشش تاہم چند باضمیر دل ہی دل میں شرمندہ ہوئے تھے آپ لوگوں کو میری کہانیاں پسند نہ سہی لیکن مجھے آپ لوگ آپ لوگوں کی تحریریں بہت پسند ہیں اسپیشلی وارث آصف آپ کی اور میں آپ لوگوں کی تنقید کا برا نہیں مناتا آپ لوگوں کو اگر میری تحریریں پسند نہیں آتی تو بھی آپ تنقید کرتے ہیں سمپل وہ مسکرایا اور وقار سے چلتا شہزادہ بھائی کی جانب بڑھ گیا آزاد قاتل نے ایک ملامت بھری نگاہ ان سب پر ڈالی اور عمران کی تقلید میں چل دیا۔ آہ۔۔ قادری سسٹرز سر جھٹک کر آگے بڑھ گئیں بھی ادھر ادھر ہو گئے عبداللہ حسن چشتی ناک چڑھاتا ہوا دوسری جانب بڑھ گیا محفل عروج پر تھی رنگ و بو کا سیلاب امنڈ آیا تھا ویٹرز سب کو ان کے پسندیدہ کھانے مستعدی سے پہنچا رہے تھے میوزک بینڈ اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا تھا قہقہے نقرئی ہنسی کھلکھلاتی ہوئی آوازیں ماحول کو زعفران زار بنا رہی تھیں چائے وارث آصف کی ٹیبل پر رکھتے ہوئے ایک ویٹر کی نگاہ دروازے کی جانب اٹھی اور وہ ساکت ہوگئی۔

اے تمہیں کیا ہوا کہیں کوئی بھوت تو وارث آصف نے کہتے کہتے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور بولنا بھول گیا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا فرزانہ یاسمین کی نگاہ اٹھی اور ہٹنا بھول گئی قادری سسٹرز نے دیکھا شبنم گل اور دل جلے نے پلکیں اٹھائیں اور جھپکنا بھول گئے عمران رشید نے دیکھا اور دیکھتا ہی چلا گیا

عبداللہ حسن کی نگاہ اٹھی تو ہٹنے سے انکاری ہوگئی رابی اور عثمان سانس لینا بھول گئے سنگرز کے ہاتھوں سے مائیک اور گٹار وغیرہ چھوٹ کر نیچے جا گرے ہال پر مکمل سکوت چھا گیا۔

آنے والی شخصیت ہی اتنی شاندار تھی چھندی بدن نکلتا ہوا قد وجیہہ وشاندار سراپا اور پرکشش نقوش اتنا مکمل حسن شہد رنگ سلکی بال لاپروائی سے پیشانی پر بکھرے تھے او رلبوں پر انتہائی دلکش و پرکشش مسکراہٹ یہ پراسرار دوست اور انجانی کشش جیسی لازوال تحریروں کے خالق ذکا اللہ قریشی تھے رعب حسن تھا یا کوئی انجانی کشش سب کی نظریں انہیں کے سراپے پر گڑی ہوئی تھیں یونانی دیوتاؤں کا سا حسن انہیں سب سے ممتاز بنا رہا تھا انہوں نے سب کو مشترکہ سلام کیا اور آگے بڑھتے چلے گئے اونہہ ٹھنڈی چائے۔۔

وارث آصف نے ناک چڑھائی مم میں اور لاتا ہوں سرویٹر گڑبڑا کر پلٹ گیا محفل دوبارہ جاگ اٹھی فرزانہ یاسمین وارث آصف کی توجہ حاصل کرنے کی کوششوں میں تھی جبکہ وارث صاحب دلکش چہرے پر نولفٹ کا بورڈ لگائے گھوم رہے تھے وارث آصف کی نگاہ ایک چہرے پر پڑی اور وہ چونک گیا اسے یہ چہرہ جانا پہچانا لگا نہایت دلکش پیکر اور ساحر آنکھیں وہ ذہن پر زور دینے لگا لیکن اسے یاد نہ آیا کچھ دیر بعد ذکا اللہ شہزادہ بھائی کے ہمراہ آتے ہوئے دیکھائی دیئے سب کو اپنی کچھ دیر پہلے کی کیفیت یاد آگئی کسی تقریب میں کوئی ملا تھا یاد رہا۔ آنکھ جھپکنا بھول گئی تھی سانس رکا تھا یاد رہا۔ شہزادہ بھائی سب سے فرداً فرداً ملے وہ سب رائٹرز کے پاس کھڑے تھے ان کا سیل بجنے لگا سوری رائٹروں اینڈ ریڈر میں ایک دوست کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے مجھے جانا ہوگا آپ لوگ خوب انجوائے کرو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو بھل جھک لے لینا یہ آپ کی اپنی محفل ہے انہوں نے سب کو مخاطب ہو کر کہا پھر مینجر کو ہدایات دے کر چلے گئے کیسے ہیں آپ وارث آصف فرزانہ کی جانب رخ پھرے ایک زرد رنگ کا پتہ تھامے اسے بغور دیکھ رہا تھا ایک مانوس سی آواز پر چونکا یہ وہی قدرے جانا پہچانا سا چہرہ تھا سوری میں نے آپ کو پہچانا نہیں وہ متذبذب سے بولا کیا نہیں پہچانا مقابل چہرے پر خفگی کے تاثرات در آگئے گویا نہ پہچان کہ کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہوا ہو وارث آصف سے ائم سوری بٹ پلیز انٹروڈکشن وہ اسے پلٹتے ہوئے دیکھ کر بوکھلا گیا۔

میں امرنیہ ہوں آپ کی کہانی ساحر کی امرنیہ قدرے خفگی سے تعارف کروایا گیا زرد پتہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر لہراتا ہوا فرزانہ کی دراز زلفوں میں اٹک کر رہ گیا وہ حیرت واستعجاب سے امرنیہ کو دیکھے جا رہا تھا امرنیہ کے لبوں پر نرم سی مسکان تھی۔ عمران رشید اپنے فیز سے باتوں میں مشغول تھے کہ اچانک ہی قہقہے ابھرنے لگے۔

ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ ہی ہی ہی۔۔ ہوہوہو۔۔ یہ یہ کون ہنس رہا ہے وہ متعجب سا ہوگیا کون ہو کوئی بھی نہیں نہیں رہا منیر سحری نے جواب دیا ہانیہ اینڈ حیا نے بہم اطلاع پہنچائی نہیں وہ نہیں وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کے سامنے ایک تین انچ کا بنا کھوپڑی کے ڈھانچہ کھڑا تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ ڈھانچہ بڑا ہوتا چلا گیا پھر ایک کھوپڑی نمودار ہوئی یہ اس کی آنکھوں کے سامنے ہی زمین پر بکھرے ریزوں میں بنی تھی بکھرے ریزے خود بخود اڑ کر یکجا ہوتے چلے گئے تھے اور انہوں نے ایک کھوپڑی کا روپ دھار لیا تھا کھوپڑی اڑتی ہوئی ڈھانچے سے جڑ گئی قہقہے بدستور گونج رہے تھے۔

میں وشال جادوگر ہوں تم نے مایہ کال سے جو میرا حشر کروایا تھا اب وہی حشر تمہارا ہوگا آہاہاہا۔۔ دانت کچکچا کر کہا گیا اور پھر وہی قہقہے عمران نے اپنے

چاؤ کے لیے ادھر ادھر دیکھا پھر بچاؤ بچاؤ چلاتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا ارے یہ تو سچ مچ پاگل ہے ہاں دیکھو تو بھاگ یوں رہا ہے گویا موت دیکھ لی ہو یہ شہزادہ بھائی بھی حد کرتے ہیں بھلا اب پاگلوں کی کہانیاں شائع کرنے کی کیا تک بنتی ہے عمران کے مخالف ٹولے میں ظہار خیال ہو رہا تھا عمران کی حالت پر امنڈے قہقہے بھی تھمے نہ تھے کہ تقریباً سبھی اپنی اپنی جگہ جم کر رہ گئے ہقہہ تو کیا منہ سے چیخ بھی نہ نکل سکی پھٹی مارے حیرت خوف کے۔

عظمی کی نگاہ ایک مرغی پر پڑی جو اس کی نکھوں کے سامنے ہی بلا بن گئی تین آنکھیں ایک ک کی جگہ سوراخ اور دو دانت باہر نکلے ہوئے اے ل چلے پہلے تو تری کزن عظمی نے تجھے صرف بتایا تھا ہرے بارے میں اور تو نے کہانی لکھ ماری اب مجھے ور سے دیکھ لے پھر لکھنا اس کی آواز غراہٹ نما تھی مروہ شبنم کی جانب مڑی اور جب یہ تنہا اس ویران کان میں گئی تھی تو تم نے اسے روکا کیوں نہیں تھا نوں نے ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں شارے کیے اور بھاگنے کے لیے پر تولے مگر وہ بلا بھی دھی تو نہ تھی اشارے بھانپ گئی اس نے ہنستے ہوئے نھ لہرایا۔ اور وہ تینوں سمیت غائب ہوگئی میز سحری ی ساحل کا ہاتھ تھامے چہل قدمی کرتے ہوئے وں پر تبصرے کر رہا تھا معاً اس کے سامنے ایک یل اگئی بہت شوق ہے تمہیں ساحل کو کنگن میں قید روانے کا۔

ہاں وہ پھٹے ڈھول کی طرح بولی تت تم کون ہو سحری کے ہاتھوں کے طوطے کبوتر باز وغیرہ سبھی گئے میں اتنی جلدی بھول گئے خیر میں ملکہ کمارنی یت بے نیازی سے بتایا گیا کک کیا اسے غش آ گیا ۔کمارنی نے ایک طویل قہقہہ لگایا اور ان دونوں کو لے کر غائب ہوگئی رابی خان اور عثمان غنی خوش گپیوں مصروف تھے عثمان یونو رابی کی نگاہ سامنے اٹھی اور وہ ٹھٹک گئی سامنے ایک ڈریکولا کی روح سوری بدروح کھڑی تھی رابی خان کو ڈرتے ڈرتے ابھی بھولی نہ تھی لہٰذا پہچان گئی اس نے لڑکھڑاتے ہوئے سہارے کے لیے عثمان کا ہاتھ تھامنا چاہا مگر وہ خود بھی بے حد ڈرا ہوا تھا۔

میں وہی ہوں جسے تم نے کہانی میں دھوکہ دیا تھا اب میں سچ میں تمہیں ایسا دھوکہ دوں گا کہ یاد رکھو گے بھوت گرج کر بولا عثمان کی مارے خوف کے گھگھی بندھ گئی ان دونوں نے خطرہ دیکھ کر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلیں لیکن آنکھیں بند کرنے سے آج تک کوئی بھی کبوتر بچا ہے بلی کے نوکیلے پنجوں سے جو یہ بچ جاتے لہٰذا۔۔

❁❁❁

وہ درختوں کے جھنڈ میں گھری ایک بہت بڑی عمارت تھی یقیناً کسی زمانے میں محل رہا ہوگا اب بھی اگرچہ یہ کوئی کھنڈر تو نہ تھا مگر کافی پرانا ہو چکا تھا ہال بہت بڑا تھا اور اس میں لگا سونے کا فانوس جگمگا رہا تھا اس کی ٹھنڈی اور باوقار روشنی سارے میں پھیلی تھی ڈرے سہمے لوگ ہال میں سمٹے سکڑے بیٹھے تھے پورے ہال میں سکوت طاری تھا صرف سانسیں لینے کی آواز بھی۔

سانس تو آہستہ لو ایسا لگ رہا ہے کہ گویا سانپ پھنکار رہا ہو شبنم گل جھنجھلا کر عثمان غنی پر برس پڑی اور خود تو جیسے۔ وہ بڑبڑ کر رہ گیا پتہ نہیں کب گھر جا سکیں گے شبنم خود کلامی کے انداز میں بولی تو کس نے کہا تھا کہ جھوٹ موٹ کا غصہ مرغی بن گئی بلا لکھ بھیجو۔ رابی خان کا لہجہ طنزیہ تھا میں نے نہیں لکھا تھا اور پہلے اپنی بات کرو جب ڈریکولا آئے گا ناں خون چوسنے پھر پتہ چلے گا وہ استہزائیہ بولی۔

اف۔۔ چپ کرو ان حالات میں بھی تمہیں لڑائی کی پڑی ہے بلال نے جھنجھلا کر ٹوکا۔ تم تو چپ کرو سارا کیا دھرا ہی تمہارا ہے نہ تو وہ اوٹ پٹانگ

واقعہ گھڑتی نہ لکھتے اور نہ ہی یہ سب ہوتا وہ اسی پر الٹ پڑی میں نے ہی لکھا تھا ناں تمہیں یا اس نے بھی تیوری چڑھالی مرغی بلا۔۔ آتو لے ایک بار پھر پوچھوں گی میں اس سے۔

اس نے دانت کچکچائے سب کے چہروں پر غصہ و ناگواری کے تاثرات تھے وارث آصف کے لبوں کی تراش میں مدھم سی نرم سی دلاویز سی مسکان تھی اور آنکھوں میں امرینہ کے لیے نہایت خوبصورت سا تاثر امرینہ کی نظریں بھی اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں اور رہی فرزانہ یاسمین تو وہ جلتی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

محبت ایسی ہی ہوتی ہے ہر ڈر پر خوف سے ماورا اس نے اگر کئی بلاؤں کو جوتوں کو ابھی تھوڑی دیر قبل دیکھا تھا مگر اسے کوئی پرواہ نہ تھی مگر جب اس نے اپنی وارث کی آنکھوں میں امرینہ کے لیے محبت دیکھی تھی تب سے اس کا سانس لینا دوبھر ہو گیا تھا اسے اپنی سانسیں حلق میں اٹکتی محسوس ہو رہی تھیں وہ یہ منظر دیکھنے دیکھنے پر مجبور پاتی کیا تھا یہ جس منظر سے وہ دانستہ نگاہیں پھیر لیتی اگلے ہی پل نادانستہ وہی منظر دیکھ رہی ہوتی بااختیاری اور بے اختیاری کا عجب کھیل تھا یہ میرے ساتھ چلو گے امرینہ کے لبوں پر ساحرانہ مسکراہٹ پھیلی۔

کہاں وارث آصف نے والہانہ نگاہوں سے دیکھتے استفسار کی اجہاں میں لے جاؤں عجب بے نیازی تھی چلو اس نے امرینہ کا موی ہاتھ تھام لیا کہاں اس نے وارث کی آنکھوں میں جھانکا جہاں اس کا اپنا عکس واضح تھا جہاں تم لے چلو آصف کی خود سپردگی و ارفتگی اس کے یاقوتی لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گئی۔ جناب محترم عزت مآب ایم وارث آصف خان نیازی صاحب اب ہم آپ کا نام صرف آصف لکھیں گے اتنا لمبا نام۔۔

ہم سے تو نہیں لکھا جاتا پورا نام۔۔ نام ہے یا۔۔ جتنی دیر میں آپ کا نام لکھا جاتا ہے اتنی دیر میں تو ہم ادھی کہانی لکھ لیں کوئی تک ہے بھلا اتنا لمبا نام رکھنے کی خدارا کچھ رحم کریں ہمارے نازک و کومل قلم پر۔۔ نن نہیں آصف تم اس کے ساتھ نہیں جاؤ گے فرزانہ ایکدم وارث کی سمت لپکی آصف ان سنی کر گیا امرنیہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور آصف کا ہاتھ تھامے باہر کی جانب بڑھنے لگی۔

آصف پلیز اس کے ساتھ مت جاؤ یہ تمہیں نقصان پہنچائے گی فرزانہ تحکمی انداز میں بولی سوری فری مجھے جانا ہے وہ سرد لہجے میں بولا آ۔۔ آصف تم تم۔۔۔ تم اس کے حلق میں آنسوؤں کا پھندہ سا بننے لگا آصف نے ایک سرسری سی نظر اس کے دھواں دھواں ہوتے چہرے پر ڈالی اور نظریں چرا کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے جسم سے گویا جان ہی چھٹ گئی تھی وہ لڑکھڑا کر دیوار سے لگ کر بیٹھتی چلی گئی۔

❁❁❁

اب ہم یہیں قید رہیں گے کیا خاموشی کے سمندر میں شبنم گل نے کنکر پھینکا اور کیا کریں جو ان لوگوں نے جاتے وقت کیا کہا تھا کہ اگر کسی نے یہاں سے نکلنے کی کوشش کی وہ جل کر بھسم ہو جائے گا۔ عظمی جھلائی پھر تو دل جلے کو بھیجنا چاہیے دل تو پہلے ہی جلا ہوا ہے اگر جسم بھی جل گیا تو کیا یہ سرگوشی کسی کی تھی کوئی نہ جان پایا یہ کس نے بکواس کی ہے بلال بھائی کے بارے میں شبنم گل تڑپ اٹھی کہ آپس میں لاکھ اختلافات سہی مگر کوئی اور کچھ کہے قطعاً نہیں ایکا زبردست تھا کم از کم میں نے تیرے بھائی بلال کی شان میں گستاخی نہیں کی ہے۔

رضا بلال کو یہ ایک ایک آنکھ نہ پایا شبنم نے مشکوک نظروں سے عثمان غنی کو گھورا مجھ کیا پڑی ہے وہ چڑ کر بولا عبداللہ حسن کی آنکھیں شرارت سے چمک اٹھیں یہ عمران رشید نے کہا ہے اوئے عمران رشید کے بچے تیری یہ ہمت کہ میرے ہوتے ہوئے بھائی کو ایسا

کہے شبنم گل دھاڑی عمران رشید جو سر جھکائے سوچوں میں مگن تھا اس اچانک افتاد پر اچھل پڑا کیا کہا ہے میں نے آنکھوں میں حد درجہ حیرت تھی اور ایکٹنگ ۔۔رابی خان نے ناک چڑھائی تمہیں تو میں چلاتا ہوں دل جلے کڑے تیوروں سے آگے بڑھا افوہ کبھی تو عقل سے کام لے لیا کرو اس بیچارے نے تو کبھی خط میں بھی تمہیں کچھ ایسا نہیں کہا اب بھلا یہ کہے گا عظمی ڈپٹ کر بولی۔

ہاں یہ تو ہے یہ اتنا بہادر نہیں ہے کہ ہم سے پنگا لے شبنم نے تمہیں انداز میں سر ہلایا بات دل جلے کی سمجھ میں بھی آگئی تاہم وہ شوخی سے گویا ہوا خبردار اگر اس نے ایسا کہا بھی ہے تو کوئی بات نہیں معاف کیا میں نے کیا یاد کرے گا کہ سخی سے پالا پڑا تھا ویسے بھی میں پاگلوں کی باتوں کا برا نہیں مناتا آخری جملہ سراسر عمران کا تاؤ دلانے کے لیے ادا کیا گیا تھا لیکن وہ خاموش رہا بچ ہے ایک چپ سو سکھ لہذا عمران بھی اسی مقولے پر عمل کر رہا تھا میں تو یہاں سے جا رہی ہوں شبنم گل نے اعلان کیا اور باہر کی جانب چل دی رک جاؤ شبنم رک جاؤ پاگل ہوئی ہو۔

عظمی نے ڈپٹ کر روکا میں بزدلوں کی طرح یہاں بیٹھ کر موت کا انتظار نہیں کر سکتی وہ قطعیت سے بولی تھا جس کا انتظار وہ شاہ کار آگیا نہایت شاہانہ لہجے میں کہا گیا یہ وہی مرغی بلا تھی تمہارا انتظار اور وہ بھی مجھے ہاہاہا۔ شبنم طنزیہ ہنسنے لگی مرغی بلا کے چہرے پر شدید ناگواری کے تاثرات ابھرے تم گستاخی کی مرتکب ہو رہی ہو کم فہم لڑکی رابی خان عثمان غنی کے کان میں گھسی مجھے کیا پتہ وہ ٹپٹا گیا گستاخی۔ اوہو تم کیا ملکہ ہندوستان نور جہاں ہو۔

شبنم گل کے لبوں پر ایک زچ کر دینے والی مسکراہٹ تھی غصے کی شدت سے مرغی بلا کے بگڑے نقوش مزید بگڑ گئے وہ زیر لب بڑبڑانے لگی شبنم خود کو لاتعلق ظاہر کرنے کے لیے نظروں کے پرادھر ادھر اڑانے لگی عمران رشید پر اس کی نظروں کی پرچھائیں رکی اور اس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ مچل اٹھی دیکھو پلیز مجھے جانے دو میری شاپ اکیلی ہوگی پلیز مجھے جانے دو وہ وشال جادوگر سے کہہ رہا تھا اوئے چپ کر شاپ نہ ہوئی محبوبہ ہوگی اکیلی ہوگی وشال نے ڈانٹا کوئی چوری کر لے گا۔

وہ آہستگی سے بولا تو وشال نے آنکھیں نکالیں اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھول لیکن دروازے کی جانب دیکھ کر سر جھکا گیا ایم لیس فریم کے عقب سے جھانکتی پراسرار آنکھوں سے ہال کا جائزہ لیتا وہ کون تھا یہ کوئی بھی نہیں جانتا تھا لیکن اس شخصیت کا رعب تھا یا کہا کہ سبھی خاموش ہو گئے کون ہیں آپ سب لوگ ہاتھ میں پکڑے سیل کو پاکٹ میں منتقل کرتے ہوئے حیرت سے دریافت کیا گیا۔

آپ کون ہیں شبنم گل نے الٹا سوال داغ دیا محترمہ میں اس گھر کا مالک ہوں آتش آفریدی۔ یا یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں کہ آپ اپنے خاندان سمیت یہاں کیوں رہائش پذیر ہیں وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا گندمی رنگت کشادہ پیشانی یہ بکھرے سیاہ بال دراز قد وجیہہ وشاندار سراپا بلیو ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر پر وائٹ ٹی شرٹ میں وہ رف سے حلیے میں بھی پرکشش لگ رہا تھا ریم لیس فریم کے عقب سے جھانکتی سیاہ آنکھیں شبنم پر جمی تھیں پہلی بات یہ میرا خاندان نہیں ہے اور یہ کون لوگ ہیں انہی سے پوچھو وہ بے نیازی سے کہہ کر پلٹ گئی اے مس آپ کون ہیں یہ تو بتا سکتی ہیں یا نہیں طنزیہ لہجہ اسے کھولنے پر مجبور کر گیا شبنم گل ہوں میں چبا چبا کر بتایا اور پھر پلٹ گئی نائس ہم۔۔

آتش کے لب ستائشی انداز میں پلے کس سلسلے میں مذاکرات ہو رہے ہیں وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا ہال کے بیچ آن رکا عمران رشید سے پوچھو اس کے طنزیہ انداز میں کہنے پر وہ مسکرایا عمران رشید کون ہے ارے کہیں وہ خوفناک ڈائجسٹ کے رائٹر عمران رشید تو نہیں ارے وہ تو میرے موسٹ فیورٹ ہیں وہ چہک کر بولا اور اس کی یہ چہکار شبنم گل کو بری طرح بھڑکا گئی وہ رہے آپ کے موسٹ فیورٹ رائٹر اس نے طنزیہ انداز میں کہا اور پاؤں پٹختی اپنی جگہ پر چل دی آتش آفریدی صاحب اپنے فیورٹ رائٹر کے درشن کرنے چل دیئے۔

❁❁❁

اب ہم لوگ یا یہیں پر قید رہیں گے شبنم گل کی جھنجھلاہٹ عروج پر تھی تو اور کیا کریں عبداللہ حسن نے ایک ٹھنڈی سانس لی آپ لوگ بھی تو اکثر اپنے ہیرو ہیروئنز کو یونہی قید کر دیتے ہو اب مزہ چکھیں آتش آفریدی محظوظ کن انداز میں مسکرایا میرے پیارے ساتھیو ہم آپس میں لڑنا بند کریں اس وقت ہمیں ایک ہونے کی ضرورت ہے اتفاق میں برکت والی کہانی تو سب نے سن رکھی ہوگی لہذا جب تک ہم لوگ آپس کے اختلافات بھلا کر ایک ساتھ کھڑے نہیں ہوں گے ان منحوس بلاؤں کا مقابلہ نہیں کر پائیں گے یہ رسانیت بھرا انداز خالد کا تھا بالکل ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی ہے۔

حانیہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں خالد بھائی عمران رشید خالد کے ساتھ جا کھڑے ہوئے پھر شبنم گل بلال عثمان اینڈ رابی غرض کہ دھیرے دھیرے سبھی خالد کے ہمراہ جا کھڑے ہوئے آتش آفریدی نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور ایک گروپ فوٹو لیا۔

❁❁❁

انہیں وہاں مقید تیسرا دن تھا وہ لوگ لاکھ کوشش کے باوجود بھی وہاں سے نکل نہ پائے تھے ایک ان دیکھی دیوار راستے میں حائل ہو جاتی تھی خالد ایک چلے میں مصروف تھے دفعتاً انہوں نے ان لوگوں کو مخاطب کیا باہر جا کر اس محل سے چند کلومیٹر دور ایک درخت ہے برگد کا درخت اس کی جڑوں میں ایک ڈھانچہ دفن ہے کوئی جا کر وہ ڈھانچہ لے آئے اس بات پر سب کو سانپ سونگھ گیا بلال تم جاؤ تم کیا پڑی ہے اس نے صاف جواب دیا۔ عثمان ۔۔عثمان فورا بھڑک اٹھا۔

عبداللہ حسن نے بھی انکار کر دیا یسین احمد نگار نے نظریں چرالیں منیر سحری نے کندھے اچکا دیئے عمران رشید اٹھا اور باہر جانے لگا سب کی متحیر نگاہیں اس پر جم کر رہ گئیں تم جاؤ گے شبنم گل نے ازحد حیرت سے دریافت کیا کسی کو تو جانا ہے ویسے بھی اتنے لوگوں کی زندگی کا معاملہ ہے۔

وہ مسکرایا میں تھی چلتا ہوں بلال آگے بڑھا نہیں کوئی ایک ہی جا سکتا ہے عمران تم ہی جاؤ گے ویسے بھی نادیدہ دیوار سے وہی گزر سکتا ہے جو کسی سے لڑتا نہ ہو لہذا اس کے عمران ہی پرفیکٹ ہے خالد نے فیصلہ سنایا عمران اثبات میں سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ گیا باقی سب لوگ دعا کرنے لگے۔

❁❁❁

برگد کا وہ درخت تقریباً نیم برہنہ ہو چکا تھا زمین پر خشک پتوں کے ڈھیر لگ چکے تھے خزاں سوگواری سے درخت سے لپٹی ہوئی تھی عمران رشید نے آتش آفریدی کے مہیا کردہ بیلچے سے برگد کی دور دور تک پھیلی جڑوں پر ضرب لگائی اس سے پہلے وہ اپنے گرد حصار قائم کرنا نہ بھولا تھا چند جڑوں پر ضرب لگانے کے بعد اس نے بیلچہ بلند کیا تو ایک ہلکی سی چیخ ابھری جو بیلچے کی ضرب سے مزید تیز ہو گئی تھی یہ اس کی مطلوبہ جگہ تھی وہ کھدائی کرنے لگا چیخیں مزید کریہہ اور کرخت ہوتی چلی گئیں وہ اپنے کام میں لگا رہا زمین کافی سخت تھی اور اسے بے حد دشواری کا سامنا تھا تاہم اس نے ہمت نہ ہاری اور لگا رہا بالآخر وہ ڈھانچے تک جا پہنچا اس دوران وشال جادوگر سمیت سبھی اسے ڈراتے رہے مگر اس نے ان سب پر دھیان نہ دیا

اور ڈھانچہ نکال لیا ڈھانچہ اس نے کاندھے پر رکھا اور زیر لب قرآنی آیات کا ورد کرتا واپس ہولیا لاؤ مجھے دے دو تم تھک گئے ہو گے وارث آصف کی آواز پر وہ بری طرح چونکا۔

میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں اگر دینا ہے تو ورنہ بھاڑ میں جاؤ وہ حسب عادت فوراً ہی غصے میں آ گیا عمران نے ڈھانچہ اس کی جانب بڑھایا ہاہاہا۔۔ ایک بھوت کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا جواب ڈھانچہ لے کر اپنے اصل روپ میں آ گیا تھا۔

❁❁❁

کیا تمہارا مطلب ہے کہ تم وہ ڈھانچہ بھوت کو دے آئے کئی چلاتی ہوئی آوازیں ابھریں وہ لب کاٹ کر رہ گیا اگر اتنی ہی ہمت تھی تو ضرور تکی اٹھی جانے کی بلال دل جلے نے دانت کچکچائے تو تم چلے جاتے بہادر اعظم عثمان غنی کا لہجہ طنزیہ تھا کیوں تمہارے پیروں میں مہندی لگی تھی بلال نے بھی وہی ٹون اپنائی مجھے تو لگتا ہے یہ گیا ہی نہیں ہوگا۔ راستے سے ہی واپس آ گیا ہے شبنم گل نے اندازہ لگایا جس کی اکثر لوگوں نے تائید کی عمران رشید کندھے اچکائے خالد کی جانب بڑھ گیا۔

اب کیا ضرورت تھی ڈھانچہ بھوت کو پکڑانے کی ہاں حد کر دی اس نے تو اسی اثنا میں آتش آفریدی نے ہاتھ لہرا کر ان سب کو اپنی جانب متوجہ کیا آپ سب لوگ سوائے باتیں کرنے کے اور کچھ نہیں کر سکتے اگر اتنے ہی احساس ذمہ داری کے مارے ہیں آپ لوگ تو خود کیوں نہیں چلے گئے اس سوال پر سب ہی بغلیں جھانک کر رہ گئے ویسے بھی بھوت وارث آصف کی شکل میں آیا تھا اس نے بات مکمل کی اور پاپ کارن کی پلیٹ اٹھا کر پھر کھانے لگا۔

تم کسی بلا کی طرح ہمارے سر پر کیوں سوار ہو گئے ہو تم شبنم گل کو آتش آفریدی زہر لگتا تھا بھئی یہ گھر میرا ہے اس نے اسی اطمینان سے جواب دیا اور پھر سے اپنے مشغلے میں مصروف ہو گیا۔ اب تمہیں گیارہ دن چلہ کرنا ہوگا وہ بھی اسی برگد کے پیڑ تلے خالد نے عمران رشید کو بتایا پتہ نہیں اب مزید کتنا عرصہ قید رہنا پڑے گا حیا نے کوفت بھرے انداز میں کہا تو محترمہ آپ کے کس نیکیا تھا کہ بھوت کے طیش کو دعوت دیں آتش آفریدی نے پاپ کارن منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

پھر آتش آفریدی اٹھے اور کچن کی جانب چلے گئے قریباً ایک گھنٹہ بھر بعد انکی واپسی ہوئی وہ حسب معمول کھانا لگا کر انہیں ڈائننگ ہال میں بلانے آئے تھے اگرچہ دل کسی کا بھی نہیں چاہ رہا تھا مگر زندہ رہنے کے لیے کھانا تو تھا ہی سو سبھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

❁❁❁

میرے ہاتھ میں تیرا ہاتھ ہو
ساری جنتیں میرے ساتھ ہوں
تو جو ساتھ ہو تو کیا یہ جہاں
تیرے پیار میں ہو جاؤں فنا۔

وہ بے حد خوبصورت جگہ تھی چہار سو سبزے کا فرش تھا رنگ برنگے پھول کھلے تھے خوشبودار پھولوں کے بیچ بنی پگڈنڈی پر وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے چلے جا رہے تھے گلاب موتیا اور دیگر پھولوں کی خوشبو وں معمور ہوائیں امرینہ کی لانبی زلفوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھیں امرینہ وارث آصف خان کا ہاتھ تھامے اسے کسی الگ ہی دنیا میں لیے چلی جا رہی تھی اور وہ آنکھیں بند کیے چپ چاپ اس کے ہمراہ چل رہا تھا ساحر صاحب یہ امرینہ کا سحر سر چڑھ کر بول رہا تھا مطلب ساحر اب مسحور ہو چکا تھا امرینہ اسے ایک محل میں لے گئی محل انتہائی شاندار تھا اور سرخ وسفید پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا وہ امرینہ کا ہاتھ تھامے پھولوں کی پتیوں سے ڈھکی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا امرینہ اسے جس کمرے میں لے گئی اسے دیکھ کر ساحر صاحب کے ہوش اڑ گئے فرش پر جا بجا انسانی ہڈیاں

بکھری ہوئی پڑی تھیں سفید دیواروں پر جا بجا گوشت کے لوتھڑا چپکے ہوئے تھے اور خون کے سرخ مہراؤن او سیاہی مائل بدنما نشانات تھے انتہائی ناگوار بدبو پھیلی ہوئی تھی وہ بے اختیار کھانستے ہوئے آبکائیاں لینے لگا امرینہ یہ کون سی جگہ ہے ناگواری اس کے تاثرات سے ہی نہیں لہجے سے بھی عیاں تھی تمہاری آخری آرامگاہ۔

اس کے سپاٹ لہجے پر وہ چونکا کیا مطلب یہ کہ مجھے کل شام تمہاری بلی شیطان دیوتا کے چرنوں میں دینی ہے اس کے لیے یہ شرط تھی کہ جس کی بلی دی جائے اس کی آنکھیں سیاہ ہوں اور وہ میرے ساتھ میری دنیا میں اپنی مرضی سے آیا ہو اس سے پہلے میں چالیس لوگوں کی بلی دے چکی ہوں آخری بلی تمہاری ہوگی پھر میں اس دنیا پر راج کروں گی ہاہاہا۔۔

دروازہ مقفل ہوا اور امرینہ غائب ہو گئی ساحر صاحب سے محبت کا سحر اترا تو وہ حیرت سے اچھلے اور چھت سے جا لگے صد شکر کہ انہوں نے ٹانگیں سیدھی کر لیں ورنہ ان کا گھٹنا تو نودو گیارہ ہو جانا تھا۔ وہ سر پر ہاتھ مار کر رہ گئے۔

❁❁❁

ساحل دعا بخاری نے آسمان پر تیرتے ہوئے رنگ برنگے بادلوں سے نظریں ہٹا کر ایک بار پھر رسٹ واچ پر ٹائم دیکھا اور پھر ٹہلنا شروع کر دیا موسم بے حد خوشگوار تھا آپی آئیں آپ بھی برف پانی کھلین لیں صداقت حماد اسد عبداللہ حبیب عائشہ ارتج اور بیلا برف پانی کھیل کھیل رہے تھے وہ تفی میں سر ہلاتی آگے بڑھ گئی اس کے دادا سید اقبال حسین شاہ نیوز میں مگن تھے ان سے کچھ دیر گپ شپ کے بعد وہ اٹھی اور پھر طویل صحن میں بے چینی سے ٹہلنے لگی تم کیا بے چین روح کی طرح چکراتی پھر رہی ہو بیلا برف پانی سے دو منٹ ویٹ لے کر دیوار سے لگی ستا رہی تھی سنی کا انتظار کر رہی ہوں خوفناک کہا تھا اسے کچھ دیر بعد احسن علم سنی صاحب تشریف لے آئے بائیک کی آواز سنتے ہی اس کا چہرہ کھل اٹھا خوفناک اس نے استفسار کیا اوہ یاد ہی نہیں رہا اس نے سر پر ہاتھ مارا سنی وہ چلائی تو یاد ہی نہیں رہا نا کل لے آؤں گا وہ ہنستے ہوئے بولا۔ بھاڑ میں جاؤ وہ غصے سے باہر جا کر بچوں کو کھیلتے ہوئے دیکھنے لگی اسے بے حد غصہ آ رہا تھا اور بار بار اس کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں اسے غصے میں رونا آتا تھا اور اپنی اس عادت سے اسے چڑ تھی مگر اس عادت پر قابو پانا بھی اس کے لیے ممکن نہ تھا۔

دعا خوفناک کی سالگرہ پر سب رائٹرز جمع تھے مگر ان سب کو بیلا نے آ کر تفصیلاً بتایا تمہیں کیسے پتہ چلا۔ وہ چونکی خوفناک میں شہزادہ بھائی نے لکھا ہے اب بھی رائٹرز کسی نامعلوم جگہ قید ہیں کیا سنی خوفناک لایا ہے اور وہ اندر لپکی یہ لو سنی نے ہنستے ہوئے تازہ شمارہ اس کی جانب بڑھایا اس کے بازو پر مکا مار کر وہ تفصیلات پڑھنے لگی ان سب کے لیے دعائیں مانگتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ شکر ہے میں نہیں گئی خوفناک کی سالگرہ پر ورنہ شاہ لبریز آدمخور درخت میں مقید رہنے کی پاداش میں میرا نجانے کیا حشر کرتا۔

❁❁❁

عمران رشید نے حصار کھینچا اور چلے میں مشغول ہو گیا وہ چلے کی آخری رات تھی اگرچہ ہر رات ہی اس کے ساتھ عجیب وغریب واقعات پیش آتے تھے لیکن آج نجانے کیا بات تھی کہ خوف کا پرچھی پر پھیلائے اس پر مسلط تھا بے چینی ان کی رگوں میں خون کے ہمراہ گردش کر رہی تھی چاند ذرا دیر کو چھپ دکھلا کر اٹھاہ تاریکیوں میں ڈوب گیا تھا آسمان پر تاریکی کے منحوس پرندے نے اپنے لانبے پر پھیلا رکھے تھے ہر شے پر خاموشی کا راج تھا تاریکی کا بسیرا تھا سناٹا اس قدر دبیز تھا کہ دل کی دھڑکن کی دھک دھک تک واضح سنائی

دیتی تھی کسی درخت پر بیٹھی ہوا دفعتا بل کھا کر اٹھی اور تیزی سے چکرانے لگی سناٹے پر ہواؤں کی سرسراہٹ تھی کہ برگد کا پیڑ بعین ساکت تھا ایسا لگ رہا تھا گویا اسے کسی تصویر میں پینٹ کیا گیا ہے عمران کو دھیرے دھیرے ایک ہیولہ اپنی جانب بڑھتا ہوا دکھائی دیا اس کا لمبا سیاہ لبادہ ہواؤں سے پھڑ پھڑا رہا تھا اس کے کندھے سرسے عاری تھے اور ہاتھوں کے پیالے میں اس نے اپنا سر اٹھا رکھا تھا عمران کو ایک لمحے کے لیے خوف محسوس ہوتا تھا ہم اس نے خود پر قابو پالیا اس کے ساتھ پہلے بھی ایسے متعدد واقعات پیش آچکے تھے اب بھی یہ ابتدا تھی اسے روکنے اور اس کے عمل کو ناکام بنانے کے لیے ہر حربہ آزمایا گیا لیکن وہ بدستور عمل میں مشغول رہا۔

چلو عمران رشید عمل کامیاب ہوگیا ہے ہم سب واپس جارہے ہیں نسا سسٹر کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا سبھی لوگ وہیں کھڑے تھے اس سے قبل کے وہ اٹھتا خالد کی آواز اسے ہوش میں لے آئی وہ کہہ رہے تھے۔

عمران یہ سب نظر کا دھوکہ ہے وہ سنبھل گیا عمل مکمل ہوتے ہی اس نے ساتھ لائی ہوئی چاندی کی بوتل کا ڈھکن کھول دیا خونی تابوت بلیک بھوت۔ وشال جادوگر مایہ کال ملکہ کمارنی مرغی بلا غرضیکہ ہر شے دھویں میں تبدیل ہوکر بوتل میں جمع ہونے لگی بے تحاشا چیخنے چلانے کی تلخ آوازوں نے ناک میں دم کر رکھا تھا جب دھواں مکمل طور پر بوتل میں چلا گیا تو عمران نے مضبوطی سے ڈھکن بند کردیا اس نے آنکھیں بند کرکے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے تھکن زائل کرنے کی کوشش کی پھر واپس چل دیا اس کے لبوں پر سرشاری مسکراہٹ پھیلی تھی۔

❁❁❁

اس کے چہار سو دبیز تاریکی تھی ایسی دبیز تاریکی کہ کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا ایسی دبیز تاریکی کہ وہ خود کو اندھا محسوس کررہا تھا دفعتا اس تاریکی میں روشنی کی ایک کرن سی پھوٹ پڑی روشنی کی یہ کرن دعائیہ انداز میں اٹھے ہاتھوں سے پھوٹ رہی تھی وہ نازک مخروطی انگلیوں والے دودھیا نسوانی ہاتھ تھے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں یاقوت کی ایک نفیس رنگ تھی ان ہاتھوں سے پھوٹتی روشنی تاریکی کو چاٹتی چلی گئی اب چاروں جانب باوقار روشنی پھیلی تھی اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں وہ بدستور اسی مقفل نما کمرہ میں تھا سڑے گوشت کی ناگوار بو اس پر حاوی تھی معا اسکے سامنے ایک جھماکا سا ہوا وہ ایک نورانی چہرے والے بزرگ تھے۔

بیٹا تم نے جو ہاتھ دیکھے ہیں انہی ہاتھوں کی دعا کے باعث میں تمہاری مدد کے لیے آیا ہوں یہ تلوار لو اس سے تم امرینہ کو مار سکتے ہو جونہی وہ اندر آئے اسے مار دینا اور جب وہ مرجائے گی تو تم تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھنا واپس پہنچ جاؤ گے وہ تلوار تھما کر خود فورا غائب ہوگئے اسی وقت دروازہ چرچرایا وہ پھرتی سے دروازے کے عقب میں ہوگیا امرینہ جونہ اندر آئی اس نے برق رفتاری سے اس کی گردن اڑادی محل کو فورا آگ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا ساحر صاحب کے ہونٹ تیزی سے پھڑ پھڑانے لگے آگ کی تپش قریب آرہی تھی اور کثیف دھواں حلق میں گھسنے لگا تھا آیت الکرسی تیسری بار مکمل ہوئی اور یکلخت وہ غائب ہوگیا۔

❁❁❁

وہ جونہی ہال میں داخل ہوا اس کی نظر سیدھی فرزانہ یاسمین کے دعائیہ انداز میں اٹھے ہاتھوں پر پڑی اس کی نظریں فرزانہ کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود سرخ یاقوت کی رنگ پر جم کر رہ گئیں یہی وہ ہاتھ تھے جو اس کی آزادی کا سبب بنے تھے دیگر لوگوں کو نظر انداز کرتا ہوا وہ سیدھا اس کے پاس گیا سنگل صوفے پر آنکھیں بند کئے ہاتھ اٹھائے وہ

مسلسل وارث آصف کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی ایک مانوس آہٹ پر اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں تت۔ تم اس کے لہجے میں حیرت و بے یقینی کی ملی جلی کیفیت تھی ہاں میں وہ عالم بے یقینی اسکے ہاتھ کو چھونے لگی گویا یقین کرلینا چاہتی ہو کہ یہ کسی خواب کا طلسم تو نہیں۔

وارث آصف نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا فرزانہ نے اس کے عقب میں متلاشی نظروں سے دیکھا وہ امرینہ۔۔ اس کی مستفسرانہ نظریں انھیں وہ سراب تھیں پاگل تھا میں سراب کے پیچھے بھاگ رہا تھا مگر میں لوٹ آیا ہوں معاف کردو کی التجائیہ انداز میں فرزانہ سے پوچھا گیا وہ نم آنکھوں سمیت مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی ساحر صاحب بھرپور انداز میں مسکرادیئے مائی ڈیئر رائٹرز آپ لوگوں سے تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں کہ آتش آفریدی نے طائرانہ نظر ہال میں ڈالی دراصل آپ لوگوں کو یہاں میں نے بلوایا تھا اپنے جنات کے ذریعے۔۔

کیا کیا مطلب تم نے کیسے۔۔ کئی آوازیں ایک ساتھ ابھریں میں اصل میں آپ لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ ایک دوسرے پر بے جا تنقید نہ کیا کریں اسی لیے میں نے اپنے جنات کو مختلف روپ دے کر بھیجا تھا مجھے خوشی ہے کہ آپ سب لوگ ایک دوسرے کی مدد کرنے والے ہیں بظاہر آپ لوگ کتنا بھی لڑلیں مگ پھر بھی ایک ہیں جیسا کہ پورا پاکستان ایک ہے اس نے دم بخود کھڑے رائٹرز پر ایک بھرپور نظر ڈالی اور قدرے توقف سے گویا ہوا میں اس سب کے لیے آپ لوگوں سے معذرت خواہ ہوں عمران بھائی آپ نے میرے جنات اپنے قبضے میں کرلیے اب آپ ان سے جو چاہیں کام لے سکتے ہیں ویسے میرے پاس ابھی قدر جنات ہیں کہ ان کی کمی محسوس نہیں ہوگی۔

اس نے عمران رشید کی جانب دوستانہ مسکراہٹ اچھالی اونہہ آیا بڑا کہیں سے سامری جادوگر شبنم گل نے نخوت سے سر جھٹکا پھر آتش آفریدی جانب شعلہ بار نظروں سے گھورا تمہاری ہمت کیسے ہوئی ہمارے ساتھ یہ سب کرنے کی وہ کنپٹی کھجاتے ہوئے سر جھکا لیا اگر تمہارے پاس جنات ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کو تنگ کرتے پھرو بلال نے آستین چڑھالیں تمہیں شرم آنی چاہیے تھی فرزانہ یاسمین نے دانت پیسے چلو بھر پانی میں ڈوب مرو وارث آصف نے گھورتے ہوئے شرم دلائی حد ہوتی ہے کسی کو پریشان کرنے کی۔

عبداللہ حسن نے سر جھٹکا دل کررہا ہے تمہیں خوب گالیاں دو نور اسلم کاوش نے دانت کچکچائے اور میرا دل چاہ رہا ہے تمہاری گردن اڑادوں بلال کے تیور خونخوار تھے چلو تم اس کی گردن اڑاؤ میں گالیاں دے کر بھاگ جاؤں گا کاوش صاحب نے چمکتی آنکھوں سے بلال کو تجویز پیش کی بلال کی گھوری پر وہ پیچھے کھسکنے لگا تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا خالد نے ایک گہری سانس لی آتش آفریدی نے سب کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے دل تو نہیں چاہ رہا کہ معاف کریں تمہیں مگر ہمارے دل اتنے بھی سخت نہیں ہیں کہ تم ہاتھ جوڑو اور ہم پھر بھی معاف نہ کریں جاؤ کیا یاد کرو گے چلو تمہیں معاف کیا۔ وارث آصف نے بڑے اسٹائل سے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے شاہانہ انداز میں کہا۔

ہاں معاف کیا خالد نے تائید کی دھیرے دھیرے سبھی تائیدی انداز میں سر ہلانے لگے سوائے شبنم کے وہ بدستور آتش آفریدی کو گھور رہی تھی وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے پاس آیا آپ بھی معاف کردیں ہرگز نہیں وہ قطعیت سے کہتی رخ موڑ گئی آتش آفریدی مسکرایا نام تو آپ کا شبنم ہے کتنا کول نام ہے اور آپ خود آتش فشاں بنی رہتی ہیں تم

زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ایک تو کڈنیپ کروایا اور پھر وہ بولتی چلی گئی عظمی اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسری جانب لے گئی اب آپ لوگ مجھ سے وعدہ کریں کہ آئندہ کسی پر یوں بے جا تنقید نہیں کریں گے آتش آفریدی کا انداز التجائیہ تھا ٹھیک ہے مگر عمران رشید سے کہو کہ یہ آئندہ اچھی اچھی کہانیاں لکھے گا وارث آصف نے کہا۔

اور کسی کہانی میں ہندو پنڈت کو شامل نہیں کرے گا عثمان اینڈ رابی خای یک زبان بولے اور پولیس والے تو ہرگز نہیں ہوں گے عبداللہ حسن نے زور دے کر کہا جس پر سب نے زور شور سے تائید کی ویسے تم ایسی سٹوریز لکھتے کیوں ہو وارث آصف تاؤ کھا کر بولے میں ہوں عادت سے مجبور حضور حضور میں ہوں عادت سے مجبور رضا بلا دلکش سب لوگوں کو میرے جنات آپ کو گھر پہنچا دیں گے آتش آفریدی نے خوش خبری سنائی ایک دوسرے سے ملتے ہوئے الوداعیہ کلمات ادا کئے جانے لگے عمران بھائی یہ آپ کی بوتل۔۔

آتش آفریدی نے چاندی کی وہ بوتل عمران رشید کی جانب بڑھائی عمران نے بوتل تھام کر ڈھکن کھول دیا بوتل سے دھواں نکل کر مختلف اشکال میں تبدیل ہونے لگا کیا حکم ہے ہمارے نئے آقا ۔۔سب نے یک زبان پوچھا تم سب میری جانب سے آزاد ہو مگر بلاوجہ کبھی کسی تنگ نہ کرنا سب نے جھٹ وعدہ کیا اور مودب انداز میں عمران رشید کا شکریہ ادا کرنے لگے۔

عجیب پاگل شخص ہے بھئی ان سے کچھ تو فائدہ اٹھاتا ہاں اگر مجھے یہ جنات ملتے تو میں تو ڈھیر ساری جیولری منگواتی رابی خان نے حسرت سے کہا حد ہوتی ہے انکساری اور بے لوثی کی بھی عبداللہ حسن نے گھورا چلو ہمیں کیا کسی نے شانے جھٹکے عمران اپنے مخصوص نرم انداز میں مسکراتا رہا اس کے ہونٹوں پر مجی نرم سی مسکان کافی بھلی لگ رہی تھی میری کوئی بات بری لگی ہو تو آئی ایم سوری جی اس نے جملہ حاضرین کو مخاطب کیا اس کی اچھائی پر کچھ لوگ جل بھن گئے وارث آصف نے اثبات میں سر ہلا دیا یوں سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو سدھارے۔

❁❁❁

موسم بہار کی آمد آمد تھی درختوں کی برہنہ شاخوں پر نئی کونپلیں پھوٹ پڑی تھیں آتش آفریدی نے خوفناک کا تازہ شمارہ زرہم جن سے منگوایا ٹائٹل پر خون کا سمندر لہرا رہا تھا اس خونی سمندر میں ایک حسین دوشیزہ سفید خوبصورت لباس میں ملبوس کھڑی مسکرا رہی تھی اس کی جھیل سی گہری نیلگوں آنکھوں میں حیرت کا ایک جہان آباد تھا یاقوتی لبوں پر پھیلی مسکراہٹ بڑی پراسرار معلوم ہوتی تھی وہ کمر تک خونی سمندر میں تھی سرخ سمندر میں کٹے پھٹے انسانی اعضا اور ڈھانچے پھرتے تھے ایک کونے پر گلے سڑے چہرے والا ایک بھیانک شخص کھلا ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا اس ورق پلٹا اور فہرست نکالی دیگر کہانیوں کو نظر انداز کرتا وہ سیدھا عمران رشید کی مظلوم دردناک پر جا پہنچا۔

کہانی بلاشبہ بہت اچھی تھی مگر وہ شدت سے اگلے شمارے کا انتظار کرنے لگا دن تھے کہ گزرنے میں ہی نہ آرہے تھے وقت تھا کہ لگتا تھا کہ گویا کسی نے اسے باندھ رکھا ہے انتظار میں وقت لگتا ہے گویا زنجیروں میں جکڑا جاتا ہے ایک ایک پل ایک ایک صدی بن جاتا ہے بہرحال وہ مہینہ بھی گزر گیا گلے ماہ کا شمارہ ہاتھ میں آتے ہی وہ سیدھا خطوط کی محفل میں جا پہنچا حسب معمول عمران رشید پر کڑی تنقید کی گئی تھی اور وارث آصف کے خط میں عمران کو ڈھیروں تنقیدی تمغات سے نوازنے کے بعد لکھا گیا تھا وہ اپنی روش نہ بدلیں گے ہم اپنی خوبیوں چھوڑیں آتش آفریدی نے اک طویل سانس لے کر بالوں

میں ہاتھ پھیرا اور تاسف سے سوچا ان سب لوگوں کا کچھ نہیں کیا جا سکتا.....''

قارئین کرام! آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا جن لوگوں کو برا لگا ہو اسپیشلی وارث آصف سے اور فرزانہ یاسمین سے تہہ دل سے معذرت خواہ ہیں سوائے عمران رشید، بی کا زعمران رشید جتنے اچھے ہیں ہمیں یقین ہے کہ انہیں برا نہیں لگا ہوگا ہے نا عمران جی؟ خوفناک کے سبھی لوگ اچھے ہیں اور آپ لوگوں کا بے حد شکریہ کہ آپ جو ہماری حوصلہ افزائی کرتے ہیں آئندہ بھی اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہئے گا ویسے عمران رشید جی ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ آپ کی برداشت پہ کیونکہ جتنی تنقید آپ پر ہوتی ہے اور جس طرح کی جاتی ہے آپ ہی کی ہمت ہے مجھے آپ کی برداشت کا اصل اندازہ اب ہوا ہے جبکہ میں خود تنقید کے مراحل سے گزری ہوں اب اندازہ ہوا ہے کہ تنقید سہنا کوئی سوکھا کام نہیں آپ پلیز مجھے بھی اتنی ہی برداشت سکھا دیں مطلب اس معاملے میں میں آپ کی شاگرد بننا چاہتی ہوں ہاہاہا..... کیا خیال ہے پھر؟ وارث آصف خان آپ کی تحریریں اچھی ہوتی ہیں مگر پلیز خدارا اپنی سٹوریز میں ادھر ادھر کیڑے رینگتے پھوتے ہیں نہ لکھا کریں کیڑوں کے بغیر بھی آپ کی سٹوریز چل سکتی ہیں پلیز غور کیجئے گا آخر میں سب کو سلام، دعاؤں میں یاد رکھیئے گا۔ اللہ حافظ۔

(ساحل دعا بخاری، بصیر پور)

ہر ایک موسم میں انسان کا دکھ سکھ ہے یوں پلتا
ہر ایک شخص کے لیے ناگریز ہے دوستی
کشور کرن۔ پتوکی

اپنے پاؤں تلے سے وجود کی سڑکتی ہوئی ریت کو
بچنا بچا کر رکھ بکھرنا تو ہے ایک دن
کشور کرن۔ پتوکی

وقت سمندر کے کنارے پہ خیر مانگ
بے رحم لہروں کے ساتھ تیرے قدم ڈگمگا نہ جائیں
کشور کرن۔ پتوکی

اک قطرے کو سمندر سے تلاش کر کے دیکھ
ہر کامیابی تیری غلام رہے گی
کشور کرن۔ پتوکی

تمام تر عشق کو پس پشت ڈال کر
یاد خدا میں کھو جا تیری عاشقی قبول ہوگی
کشور کرن۔ پتوکی

کسی کے بے جا پیار میں تو اپنی اوقات کو مت بھول
پھونک پھونک کر قدم رکھ کہیں کوئی داغ نہ لگ جائے
کشور کرن۔ پتوکی

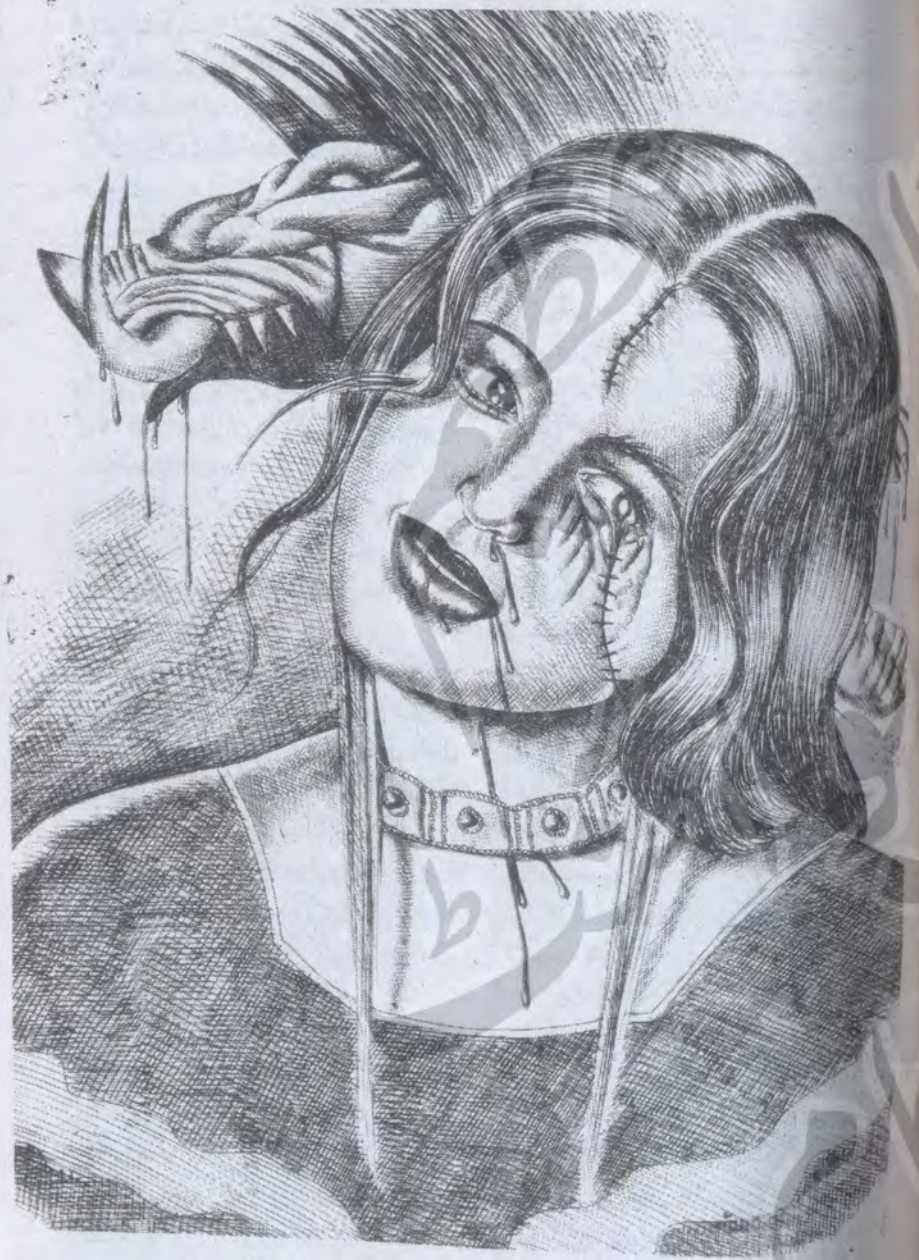
ظاہر ہیں تیری پشت پہ تیری ماں کی لوریاں
سینہ بھی یوں دکھا کہ دشمن کو شکست ہو
کشور کرن۔ پتوکی

مت رکھ اپنے آپ کو رشتوں کی غلامی میں
ہمیشہ اپنوں کی مجبوریاں پیروں کی زنجیر بنتی ہیں
کشور کرن۔ پتوکی

میری سوچوں کو نئے موڑ پہ لانے کے لیے
ہاں وہ آیا تھا مجھے چھوڑ کے جانے کے لیے
دن گزرتا ہے قیامت کی طرح اکثر
اور شام آتی ہے حسرت اٹھانے کے لیے
جب وہ آتا ہے مجھے یاد تو یوں لگتا ہے
زندگی کم ہے بہت اس کو بھلانے کے لیے
نرگس ناز۔ سکھر

غزل

ملے ہیں بعد مدت کے بھلا کے سرد ہیں لہجے
کہ جلنا بھی نہیں ممکن پگھلنا بھی نہیں ممکن
تعلق ٹوٹ جانے سے امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں
دلوں میں حسرتیں لے کر بہلنا بھی نہیں ممکن
بہت ناکامیاں لے کر ہوئے خاک کے قابل
چلو اب آج سے گھر سے نکلنا بھی نہیں ممکن
اے اتنا نہ سوچا کر تیری عادت نہ بن جائے
پھر ایسی عادتیں محسن بدلنا بھی نہیں ممکن
نرگس ناز۔ سکھر



املی کا پیڑ

---تحریر: ابنا س سعادت اشرف۔ گوجرانوالہ--

سامری جادوگر اپنے کندھے پر بیٹھے الو سے بولا تو بھوکا ہے ہے نا جا آج تیرے کھانے کا بندوبست بھی ہوگیا ہے اور میرے والد کی طرف دیکھ کر وہ مکروہ ہنسی ہنسنے لگا اور میں چیخنا چاہتی تھی پر بے بس تھی میری آواز میرا ساتھ دینے سے انکاری تھی اور وہ منحوس الو میرے والد پر جھپٹا اور ان کی آنکھیں نوچ کر کھانے لگا میں سوچ رہی تھی انسان تو بے حس اور ظالم ہے ہی کیا کوئی جانور بھی اتنا ظالم ہوسکتا ہے میں اپنے سامنے اپنے باپ کو تڑپتا ہوا دیکھتی رہی مجھے آج بھی یاد ہے میرا باپ تڑپ رہا تھا اور وہ منحوس سامری جادوگر قہقہے لگا رہا تھا میرا باپ میرے سامنے تڑپ رہا تھا پر میں بے بس تھی جیسے ہی میرے باپ کا جسم سرد پڑا مجھ میں جنبش ہونے لگی اور میں وہاں سے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے میں اس طرف آگئی موجودہ باغ اور پتے اکٹھے کرنے والا پھاوا جس کے دندانے ہوتے ہیں میرے ہی پاؤں میں اٹکا اور جس کی وجہ سے میں اس پر منہ کے بل گر پڑی اور اس پھاوے کے نوک دار دانے میرے پیٹ میں گھس گئے جس سے فوارے کی مانند خون نکلنے لگا اور درد کی شدت سے میں بے ہوش ہوگئی جادوگر سمجھا کہ شاید میں مرگئی ہوں اس نے جلدی سے ہومکلوں کو حکم دیا اور انہوں نے میری قبر کھودی اور اس میں مجھے بغیر کفن کے جادوگر کی نظر میں میں مرچکی تھی دفن کردیا اور خود وہاں سے غائب ہوگیا۔ ایک سنسنی خیز کہانی۔

عمر بیٹا کہاں ہو تم۔ عمر۔ جب ساری حویلی میں تلاش کرنے کے بعد بھی عمر نہ ملا تو اس کی ماں اسے ڈھونڈتے ہوئے حویلی کی پچھلی طرف بنے باغ میں آگئی تھوڑا آگے بڑھی تو وہ اسے املی کے پیڑ کے پاس کوئی چیز تلاش کرتا ہوا دکھائی دیا عمر کی والدہ کو بہت غصہ آیا عمر تم یہاں ہو تم کو کتنا سمجھایا ہے کہ اس طرف مت آیا کرو اب تمہارے باپ کو بتاؤں گی تم ایسے نہیں مانو گے پر اس پیڑ کی دادی ماں ۔۔ چپ۔ آہستہ بول دفع کرو اس دادی کو آؤ میں تمہیں نہلاؤں تمہارے کپڑے بدلوں آج ہم نے تمہارے چاچو کے لیے اچھی سی دلہن دیکھنے جانا ہے۔

دو ماہ بعد میں یعنی سمیرا بہو کے عہدے پر فائز ہوکر اس حویلی میں آگئی ہمارے علاوہ یہاں جہانزیب کے بڑے بھائی ارشد اپنی بیگم ریحانہ اور تین بچے کومل سومل اور عمر سمیت معاشی طور پر خوشحال زندگی بسر کررہے تھے جب بھابھی ریحانہ نے مجھے اپنے بچوں سے ملوایا تو مجھے عمر سے مل کر حیرانی کے ساتھ خوشی بھی ہوئی۔

عمر مجھے اپنی دونوں بہنوں سے مختلف لگا چھ سال کے بچے والی اس میں کوئی بات نہ تھی بلا کا سنجیدہ اور پراعتماد تھا وہ بھابھی نے مجھے بتایا کہ یہ حویلی ہمیں بہت راس آگئی ہے یہ حویلی بہت بابرکت ہے شادی ہوجانے کے مہینہ بعد تبھی میں یہ نہ جان پائی کہ حویلی کی پچھلی طرف بنے باغ میں جانے سے کیوں روکا جاتا ہے میں یہ راز جاننے کے لیے حویلی کے پچھلے

طرف بنے ہوئے باغ میں چھپ کر داخل ہوگئی۔ باغ میں داخل ہونے کے بعد ٹھنڈی ہوا نے میرا استقبال کیا ہر طرف سبزہ ہی سبزہ تھا اور تازہ پھلوں سے لدی شاخیں پرندوں کی چہچہاہٹ میں اس ماحول کی اسیر ہونے لگی۔

اتنے میں میری نظر ایک طرف کو ہٹ کر لگائے ہوئے ایک املی کے پیڑ پر جا پہنچی اور مجھے اسے دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا۔ املی کا پیڑ اس پیڑ کو دیکھ کر میں حیران ہوگئی حیرانگی اور پریشانی دیکھنے والا صاف میرے چہرے پر پڑ سکتا تھا یہ پیڑ بہت لمبا تھا حالانکہ املی کا اتنا قد آور پیڑ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا یہ پیڑ آدھا سوکھا اور آدھا ہرا بھرا تھا تازی املیاں جو کہ پیڑ کے سرسبز حصے والی ٹہنیوں پر لٹک رہی تھیں میں اس عجیب وغریب پیڑ کو قریب سے دیکھنے کے لیے دو قدم اس پیڑ کے نزدیک ہوئی کہ مجھے زور سے آواز سنائی دی۔

سمیرا۔ رک جاؤ۔ میں ڈر گئی یہ درخت جتنا بھی عجیب وغریب ہو پر بول کیسے سکتا ہے میں یہ سوچ رہی تھی کہ مجھے تھوڑی دور کھڑی ریحانہ بھابھی دکھائی دیں ان کو دیکھ کر میں گڑبڑا گئی کہ انہوں نے مجھے ڈانٹنا ہے کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اس طرف نہیں آنا پھر۔۔ میں ان کے پاس پہنچ کر اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی تھی پر وہ پہلے ہی بول پڑی سمیرا کیا تم ٹھیک ہو میں نے آہستہ سے ہاں میں سر کو جنبش دی اب وہ کچھ پرسکون نظر آئیں پھر وہ بولیں۔

میں نے تمہیں یہاں آنے سے منع کیا تھا تم پھر کیوں یہاں آئیں آئندہ خیال رکھنا۔ کبھی بھی بھول کر اس طرف مت آنا کیوں میں پوچھنا چاہتی تھی پر وہ میرا ہاتھ تھام کر مڑیں اور املی کے پیڑ کی طرف عجیب نظروں سے دیکھ کر اندر کمروں کی طرف بڑھ گئیں۔

میں کئی دنوں سے تلاش میں تھی کہ کس سے پوچھوں کہ حویلی کے پچھلی طرف جانے سے کیوں روکا جاتا ہے مجھے اتنا تو اندازہ ہو ہی گیا تھا کہ ساری کہانی املی کے پیڑ کے گرد ہی گھومتی ہے پر میں کسی سے پوچھنا چاہتی تھی پر مجھے قدرت نے یہ موقع خود ہی فراہم کر دیا۔

میں دوپہر کے وقت جب سب اپنے اپنے کمروں میں سو رہے تھے تو میں پانی پینے کچن کی طرف آئی کہ میری نظر باغ کی طرف کھلنے والے دروازے پر پڑی جو کہ کھلا ہوا تھا مجھے حیرانگی ہوئی کہ یہ دروازہ دکس نے کھولا ہے میں دروازہ بند کرنے لگی کہ باغ میں کسی کی موجودگی کا احساس کر کے باغ میں نکل آئی پر باغ میں کوئی نہ تھا تھوڑا اور آگے بڑھی تو مجھے کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی جب آواز کی سمت جا کر دیکھا تو مجھے حیرانگی کا شدت سے جھٹکا لگا عمر املی کے پیڑ کے پاس بیٹھا ہنس رہا تھا اور اس کے ساتھ کوئی تھا جو کہ سفید کپڑوں میں ملبوس تھا۔

وہ تھا کون۔۔ میں نے دوبارہ آنکھیں مسل کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا اور عمر ہاتھ میں گیند پکڑے میری طرف آ رہا تھا مجھے سمجھ نہ آیا کہ ابھی تو یہ کسی کے ساتھ بیٹھا ہنس رہا تھا اور ابھی ایسا چلا آ رہا ہے جیسے اسے میرے آنے کا پتہ ہو۔

عمر۔۔ عمر رکو بیٹا۔۔ آپ کس کے ساتھ بیٹھے ہنس رہے تھے آپ وہاں کس کے ساتھ تھے وہ میری طرف دیکھ کر ایک دم بولا۔

کیا آپ نے دادی اماں کو دیکھ لیا پھر دانتوں تلے زبان دبا کر بولا نہیں میں تو یہ گیند لینے گیا تھا میرے ساتھ تو کوئی نہیں تھا آپ کو غلطی ہوئی ہوگی عمر بیٹا میری بات تو سنو پر عمر میری بات سنے بغیر ہی تیزی سے بھاگ گیا اور میں خوف سے جھرجھری لیتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی۔

اگلی صبح میں نے عمر کو جا لیا بیٹا کل آپ نے مجھے دادی اماں کے بارے میں نہیں بتایا میں کسی کو نہیں بتاؤں گی عمر کے چہرے پر خوشی دیکھائی دی اچھا تو پھر وعدہ کریں پکا وعدہ۔

میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اچھا اب بتاؤ دادی کے بارے میں وہ کون ہے حالانکہ عمر کی دادی سات سال پہلے وفات پا چکی ہیں حالانکہ عمر بولا مجھے زیادہ نہیں معلوم پر وہ املی کے پیڑ کے اندر رہتی ہے مجھے اندازہ تو تھا پر مجھے خوف محسوس ہوا سوچ میں کسی لمبے کالے بال لمبے ناخن کالا سیاہ جلا ہوا چہرہ خون سے لتھڑی ہوئی لمبی سرخ زبان والی چڑیل یا بدروح کا خاکہ سا ابھرا اور میرے جسم میں کپکپی سی دوڑ گئی عمر بولا۔

چاچی کیا آپ میری دادی ماں سے ملیں گی میں ڈرنے کے باوجود ہمت دکھاتے ہوئے بولی کیوں نہیں ضرور عمر خوشی سے بولا ٹھیک ہے کل میں سکول سے آؤں گا تو پھر چلیں گے۔ اگلی صبح عمر سکول سے آنے کے بعد بولا۔

چاچی امی کہاں ہیں میں نے بتایا کہ تمہاری بہنوں کے ساتھ بازار گئی ہیں عمر بولا چاچی پھر کیا ہم دادی سے ملنے چلیں۔

میں نے کہا ہاں چلو اور ہم دونوں باغ کی طرف جانے والے راستے پر چل پڑے۔ باغ میں داخل ہو کر کچھ دیر تو ہم باغ میں ادھر ادھر بنی ہوئی پگڈنڈی پر چلتے رہے کہ مجھے کچھ دور املی کا درخت دکھائی دیا اور مجھے اس سے دور سے ہی خوف محسوس ہوا جبکہ عمر خوشی سے مجھے پیچھے ہی چھوڑ کر املی کے درخت کی طرف بھاگا اور میں تھوڑی دور کھڑے ہو کر اس عجیب وغریب پیڑ کی طرف خوف سے دیکھنے لگی کہ ایک دم ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں اور املی کا سارا درخت زور زور سے ہلنے لگا جس کے ہلنے کی وجہ سے عجیب خوفناک قسم کی آوازیں گونجنے لگیں۔

اتنے میں درخت کے تنے کے درمیان میں سے ایک خوبصورت پروقار نورانی چہرے والی سفید لباس میں ملبوس لمبی سی سفید چادر سر پر اوڑھے مکمل کی چادر میں سے کاندھوں تک آتے برد کی مانند سفید ریشمی بال دکھائی دے رہے تھے درمیانے قد کی بزرگ عورت کو درخت میں سے نکلتے ہوئے دیکھا عمر تو ان سے لپٹ گیا دادی ماں مسکرا دیں اور میں تو بھاگ پڑی پر میرے پاؤں کو زمین نے جکڑ لیا اور میں اوندھے منہ گر پڑی میں چیخنا چاہتی تھی پر میری آواز نے میرا ساتھ نہ دیا میں نے بے بسی سے دادی ماں کو دیکھا وہ مسکرا رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد میرے جسم کو جھٹکا لگا اور میں خود بخود ہوا میں تیرتی ہوئی دادی اماں کے پاس پہنچ گئی دادی ماں نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا تو مجھے اپنے اندر سکون اترتا ہوا محسوس ہوا میں نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں اور اپنے آپ کو دادی کے پاس تخت پر بیٹھا پایا اور مجھے اپنے آپ پر اس وقت شدید حیرت ہوئی جب میں نے اپنے آپ کو دادی ماں کی جانب بغیر پلکیں جھپکائے دیکھتے ہوئے پایا دادی ماں مجھے دیکھتے ہوئے مسکرا دیں اور بولیں۔

بیٹا مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے عمر نے آپ کو مجھ سے ملوایا ہے اس لیے میں عمر کو شاباش دے رہی تھی سب مجھ سے ڈرتے ہیں اس لیے کوئی یہاں نہیں آتا نہ کسی اور کو یہاں آنے دیا جاتا ہے۔

مجھ سے مت ڈرو جیسے مجھے عمر سے پیار ہے ویسے اس حویلی سے اور اس حویلی کے رہنے والے ہر فرد سے ہے اور آپ بھی تو اس حویلی سے تعلق رکھتی ہو اس حویلی کی مکین ہو دادی کی اپنائیت بھری باتیں سن کر میں نے اپنے آپ پر چھائے ہوئے خوف پر کافی حد تک قابو پا لیا تھا عمر بولا۔

دادی ماں یہ میری چاچی ہیں ان کا نام سمیرا ہے دادی ماں مسکرا دیں دادی ماں عمر کچھ کہنے ہی والا تھا

کہ دادی مان فورا بولیں اب تم دونوں یہاں سے جلدی سے چلے جاؤ میں تم دونوں کو رب نے چاہا تو کل یہاں پھر ملوں گی اب جلدی کرو جاؤ میں کچھ پوچھنا چاہتی تھی پر دادی ماں جیسے آئی تھیں ویسے ہی درخت میں سما گئیں اور میں حیرت سے کچھ دیر تو درخت کو دیکھتی رہی۔

میں عمر کا ہاتھ تھام کر اندر ترتیب سے بنے کمروں میں جانے والے دروازے کی جانب بڑھ گئی ہم نے ابھی دروازے کے اندر قدم ہی رکھا تھا کہ ہم دونوں کو عمر کی امی کی آوازیں سنائی دیں جو عمر کو پکار رہی تھیں وہ سب بازار سے واپس آ گئے تھے میں دادی ماں کا فورا چلے جاؤ کو سوچ کر مسکرادی۔

ہم دونوں آج پھر دادی ماں سے ملنے چلے گئے میں نے دادی ماں کو کل کا واقعہ سنایا کہ ہم اندر پہنچے تو عمر کی امی اور بہنیں واپس آ گئی تھیں بازار سے اور عمر کو آوازیں دے رہی تھیں دادی ماں مسکرادیں اور بولیں میں نے انہیں گھر میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا میں حیران ہوگئی۔ کہ دادی ماں کو کیسے معلوم ہوا میں بولی۔

دادی ماں میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں آپ برا تو نہیں مانیں گی دادی ماں مسکرادیں بولیں میں جانتی ہوں تم کیا پوچھنا چاہتی ہو پر تم کہو میں بولی دادی ماں آپ کون ہیں یہاں کیسے آ گئیں آپ کے ملنے والے آپ کا گھر کہاں ہے دادی ماں مسکرادیں اور بولیں۔

ایک ہی سانس میں اتنے سارے سوال میں میں شرمندہ ہوگئی دادی مان بولیں میں تمہیں اپنی پوری کہانی سناتی ہوں کہ میں یہاں کیسے آئی میں یہ چاہتی تھی کہ کوئی تو ہو جو کہ میری یہ کہانی سنے پر۔۔۔ آج تم آ گئی ہو تو سنو یہ کہانی۔

بچاس سال پہلے کی ہے یہ حویلی جس میں تم لوگ رہتے ہو یہ حویلی میرے دادا جی نے بنوائی تھی میرے دادا جی کی ایک ہی اولاد تھی یعنی کے میرے والد محترم اور آگے سے میرے والد کی میں ہی ایک اولاد تھی جو کہ بہت منتوں مرادوں سے پیدا ہوئی تھی جس دن میں پیدا ہوئی اس دن میری امی نے مجھے بتایا کسی کہ ہم سب بہت خوش تھے میرے والد نے میری پیدائش پر پورے خاندان اور محلے والوں کو مٹھائی بھجوائی غریبوں میں نئے کپڑے تقسیم کیے گئے غرض جو خوشیاں بیٹے کے آنے پر ہونی چاہیے تھیں سب میرے آنے پر پوری ہوئیں۔

میں چھوٹے ہوتے ہی بہت خوبصورت تھی جس کی وجہ سے میرے دادا جی نے میرا نام گل بہار اور پھر پیار سے پھول کہنا شروع کر دیا جس پر میری امی کو اعتراض ہوتا تھا کہ گل بہار تو اچھا نام ہے پر یہ پھول۔۔ یہ نام پیار سے بلایا تو یہ ہی ہمیشہ کے لیے پکارا جائے گا پر میرے دادا جی کا کہنا تھا کہ یہ میں تو پھولوں کی رانی ہے اور میری امی خاموش ہو جاتیں میرے دادا جی کو مجھ سے بہت پیار تھا ایک دن ہمارے علاقے میں ایک جادوگر آنکلا جس کا نام سامری جادوگر تھا وہ لوگوں اور بچوں کو اپنے جادو کے کمال دکھاتا تھا اور اس طرح اپنا گزر بسر کرتا تھا کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ اس کو گاؤں میں نہیں لانا چاہیے یہ جادو کرتا ہے جو کہ غلط کام ہے لیکن اس کا کہنا تھا کہ میں کوئی جادوگر نہیں ہوں بلکہ میں ہاتھ کی صفائی دکھاتا ہوں بس اسی طرح میں محنت کر کے کماتا ہوں۔ اگر مجھے یہاں سے نکال دیا گیا تو میرے پاس اور کوئی ہنر نہیں ہے جس کے استعمال سے میں اپنا پیٹ بھر سکوں اگر میں کسی غلط میں پڑ گیا تو اس کا سارا گناہ تم لوگوں پر ہوگا۔

اس جادوگر سامری کی یہ فضول تقریر سن کر سب چپ ہوگئے بات تو اس کی اگر نہ بھی کہا جائے تو پھر بھی تھوڑی بہت ٹھیک تھی خیر اس جادوگر کو اس علاقے

میں رہنے کے لیے اجازت مل گئی وہ سارا دن لوگوں کو جادو کے مزے کے کرتب دکھاتا اور داد سمیٹتا۔ جادوگر کے کمالات کا چرچا سن کر میرے دادا جی نے اسے اپنی حویلی میں بلوایا اور اپنے جادو کے کمالات سب کو دکھائے اور دادا جی کو بھی تھوڑا بہت سکھانے کی فرمائش کی وہ جادوگر مان گیا اور بولا۔

مجھے اس کمالات سکھانے کے بدلے میں صرف حویلی میں قیام چاہیے جب آپ یہ کرتب سیکھ جائیں گے تو میں بھی چلا جاؤں گا اور دادا جی مان گئے اب سامری جادوگر اپنا بوریا بستر سمیٹ کر حویلی میں رہنے لگا اور دادا جی کو بھی بقول سامری جادوگر کے ہاتھ کی صفائی میں تھوڑا بہت ماہر کرنے لگا زنان خانے میں پردے کے پیچھے سے میں بھی یہ کمالات دیکھتی تھی ایک وقت ایسا آیا کہ دادا جی سامری کے گن گانے لگے۔

ہمارے ہاں پردہ کی بہت سختی تھی اس لیے میں پردے میں رہ کر یہ سب دیکھتی تھی میرا رشتہ بچپن میں ہی میرے ماموں زاد حنان سے ہوگیا تھا اور بچپن کے طے پائے رشتے ہوں تو انسیت ہو جانا ایک لازمی امر ہے ایک دن میں مردان خانے کے پیچھے بنے ہوئے باغ میں پھولوں کو پانی دے رہی تھی کہ سامری نے مجھے دیکھ لیا۔

مجھے پھولوں کو پانی دیتے ہوئے کسی کی نگاہوں کی تپش کا احساس ہوا تو میں نے سر اٹھا کر اپنے اطراف میں دیکھا تو وہ مجھے ایک کھڑکی میں کھڑا ہوا دکھائی دیا میں ڈر گئی اگر دادا جی کو پتہ چل گیا کہ حویلی کی لڑکی کو کسی غیر نے دیکھ لیا ہے تو۔۔ میں گھبرا گئی اور بھاگ آئی مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ مجھ پر فدا ہو چکا ہے اور میری خوشیوں بھری پرسکون زندگی میں طوفان آنے والا ہے۔

نجانے مجھے کیا ہوگیا تھا میں راتوں کو اٹھ کر چیخنے لگتی ڈراؤنے خواب مجھے ستاتے چلتے پھرتے مردے دکھائی دیتے بیٹھے بیٹھے ڈر جاتی اکثر اپنے اطراف میں خون نظر آتا پانی کے گلاس میں پانی کی جگہ خون ہوتا میں پانی پیتے ہوئے ڈرتی اگر گوشت پکتا تو کھانے میں گوشت کی جگہ انسانی اعضا دکھائی دیتے۔

میں نے اسی ڈر سے کھانا پینا چھوڑ دیا میں جو پھولوں کی رانی تھی مرجھانے لگی ایک دن دادا جی نے اپنی روایات کو توڑ کر امی کی باتوں میں آ گئے کہ شاید مجھ پر کسی چیز کا سایہ ہوگیا ہے کسی عامل کو دیکھانا چاہیے مجھے جادوگر سامری کو دکھایا اور کہا۔

یہ میری پھولوں کی رانی کو نہ جانے کیا ہوگیا ہے کہ سوکھ کر کانٹا ہو رہی ہے کوئی کہتا ہے کہ جن عاشق ہوگیا ہے کوئی کہتا ہے سیہ ہے غرض جتنے منہ اتنی باتیں آپ بھی تو بہت پہنچے ہوئے ہو اسے دیکھیں اسے کیا ہوگیا ہے اور میرے ساتھ پیش آنے والے سارے واقعات سنا دیئے جادوگر کی تو جیسے مراد پوری ہوگئی تھی وہ مجھ پر کچھ پڑھ کر پھونکیں مارنے لگا اور کہا۔

بہت برا سایہ ہے اس پر جو کہ اس پر عاشق ہوگیا ہے میں نے اس کے گرد حصار قائم کر دیا ہے کچھ نہیں ہوگا پر اس کو ہر ہفتہ میرے پاس سائے کے خاتمے کے لیے لانا ہوگا۔ دادا جی سامری کی بات سن کر بہت پریشان ہوگئے نجانے کیا سوچ کر سامری بولا۔

اتنی خوبصورت چیز کو تو رکھنا بھی سنبھال کر چاہیے دادا جی کو اس کی بات پر بہت غصہ آیا پر چپ رہے اور مجھے اندر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوب گئے۔

میں کچھ ٹھیک رہی تو دادا جی بولے کہ اب اس کی شادی کر دینی چاہیے اور میرے والدین تو پہلے ہی میری وجہ سے بہت پریشان تھے مجھے ٹھیک دیکھ کر

ں نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور یوں میری شادی
تاریخ رکھ دی اور شادی کی تیاریاں زور وشور سے
نے لگی اور سامری جادوگر کو دادا جی نے بہت سا
پیہ دے کر رخصت کر دیا اور جب اسے پتہ چلا کہ
ی شادی ہو رہی ہے تو وہ بہت غصے میں آ گیا اور
کہ اس کی شادی ہو گی تو صرف مجھ سے ورنہ کسی
ے نہیں دادا جی نے یہ سنا تو بہت پریشان ہو گئے
پھر اس علاقے کے جانے مانے بہت سے عاملوں
ے رابطے کئے کہ بس یہ شادی خیریت سے انجام
ائے بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی پر ہونی کو کون
سکتا ہے۔

شادی ہونے کے بعد میں اپنے پیا کے گھر چلی
ا اور بہت سی تھکا دینے والی رسومات سے فارغ
ر مجھے میرے کمرے میں پہنچا دیا گیا اور میں
کتے ہوئے دل کے ساتھ حنان کے آنے کا انتظار
نے لگی اور کچھ دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور میں
ٹ کر بیٹھ گئی۔

اتنے میں وہ میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور جیسے
س نے میرا گھونگھٹ اٹھایا میری چیخ نکل گئی حنان
پیچھے ایک ڈھانچہ کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں بہت
نجر تھا اور وہ حنان کو مارنے ہی والا تھا کہ میں بے
ہو گئی اور۔۔ہوش میں مجھے کسی کے مجھے جھٹکے
نے سے آیا کوئی میرے بالوں کو جھٹکا دے رہا تھا۔
مجھے سب ٹھیک طرح سے ہوش آیا تو میری چیخ
گئی میرے ہاتھ میں وہی بڑا سا خنجر تھا جو کہ اس
نچے کے ہاتھ میں تھا پر اب اس پر تازہ خون
ا تھا۔

حنان ۔۔حنان کی خون میں لت پت لاش
ے سامنے پڑی ہوئی تھی کمرے میں جو بھی موجو
مجھے گالیاں دینے لگا کہ میں ڈائن جادوگرنی چڑیل
جانے کون کون سے القابات سے نوازے جا رہا تھا
پر میں کسی کو یہ نہ کہہ سکی کہ میں بے قصور ہوں میں نے
اپنی محبت کا خون نہیں کیا ہے اپنی آنکھوں میں سجائے
خوابوں کو خود اپنے ہی ہاتھوں سے نہیں نوچا پر میں کچھ
نہ کہہ سکی پھر کچھ دیر بعد میرے والدین کو اس سانحہ کی
اطلاع دے دی گئی اور وہ پریشان ہو گئے اور روتے
ہوئے آ گئے وہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھا جس کا
یقین کرنے سے دل و دماغ انکاری تھا پر پھر وہ مجھے
اپنے ساتھ گھر لے گئے۔

میرے رشتے کے لیے پھر سے کوشش شروع
کر دی گئیں جو بھی آتا صرف مجھے دیکھنے آتا کیونکہ
میری بربادی کی کہانی انہوں نے پہلے ہی سن رکھی تھی
جو بھی آتا ایسی ڈائن سے کون شادی کرے گا جو پہلے
ہی دن اپنے شوہر کو کھا گئی وغیرہ۔اپنی حویلی میں
واپس آنے کے بعد اب مجھے اکثر وہ سامری جادوگر
دکھائی دیتا۔جس کے بارے میں لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ
یہ علاقہ چھوڑ کر چلا گیا ہے۔

میں رات کو تو اپنے کمرے میں سوتی اور صبح
قبرستان میں پڑی ملتی اور کبھی میرے کپڑوں پر اور کبھی
میرے چہرے پر خون لگا ہوتا سب محلے والے مجھ
سے ڈرتے تھے آہستہ آہستہ میرے علاج پر کافی رقم
خرچ ہو گئی دادا جی کو ایک پچھتاوا کھائے جا رہا تھا کہ
جب اسلام میں جادو کرنا کروانا حرام ہے وہ انسان
اسلام سے خارج ہے جو جادو کرتا یا کرواتا ہے تو
میں نے سامری جادوگر کو حویلی میں کیوں ٹھہرایا وہ اسی
پچھتاوے میں اکثر بیمار رہنے لگے اور پھر دادی ماں
حال میں آتے ہوئے بولیں۔

سمیرا جہانزیب تمہیں بلا رہا ہے وہ تمہیں ڈھونڈ
رہا ہے جلدی جاؤ وہ کچھ کی طرف تمہیں ڈھونڈتا ہوا
آ رہا ہے اور میں ہوش میں آتے ہوئے عمر کا ہاتھ تھام
کر اندر کی طرف بھاگی۔

دو دن بعد جب مجھے وقت ملا تو میں اکیلی ہی
دادی ماں سے ملنے بلکہ بقایا کہانی سننے کے لیے باغ
میں چلی گئی اور دادی ماں نے عمر کا پوچھا میں جانتی تھی
وہ جانتی ہیں کہ عمر کو عمر کی والدہ نے کچھ دنوں کے لیے
نانی کے گھر بھجوا دیا ہے عمر کے ننھے بہن یا بھائی کی آمد
تھی میں نے بتایا کہ عمر اپنی ماں کو بہت تنگ کرتا تھا
جس کی وجہ سے بھابھی ریحانہ نے اسے اس کی نانی
ماں کے گھر بھجوا دیا ہے پھر میں اپنے مقصد کی طرف
آتے ہوئے بے چینی سے بولی۔

دادی ماں پھر کیا ہوا آپ کے دادا جی بہت بیمار
تھے پھر کیا ہوا۔وہ ٹھیک ہو گئے دادی ماں گہری سانس
لیتے ہوئے ماضی کی بھول بھلیوں میں کھو گئیں۔

میرے دادا جی اب پچھتاوے کی آگ میں
جلتے ہوئے بیمار رہنے لگے تھے اور پھر ایک صبح ان کے
کمرے کا دروازہ کھولنے پر بستر پر پڑی ان کی لاش ملی
جس کو بہت بری طرح سے نوچا گیا تھا جس نے دیکھا
کانوں کو ہاتھ لگایا سب کا یہ ہی کہنا تھا اتنے بھلے
انسان کی اتنی بری موت اب میری طبیعت اور بھی
خراب رہنے لگی۔

ایک دن سامری جادوگر رات کے وقت ہماری
حویلی میں آ گیا۔اور پھر میرے والدین سے میرا رشتہ
مانگ لیا میرے والدین نے سختی سے انکار کر دیا وہ
مکروہ ہنسی ہنسنے لگا اور بولا۔

تمہارے باپ کو تو میرے موکل اپنا کھانا بنا چکے
ہیں اب تمہاری باری ہے وہ میرے والد کو کہتے ہوئے
جہاں بیٹھا تھا غائب ہو گیا پھر ہم سمجھے کہ سامری نے
میرے دادا جی سے جھوٹ بولا تھا اصل میں وہ ایک
کالے اور سفلی عملیات کا ماہر تھا عملیات کے ذریعہ اس
نے بہت سارے موکل اور جنوں کو اپنے جال میں قید
کر رکھا تھا اور ان سے اپنے سارے مکروہ کام
کرواتا تھا اور بدلے میں وہ موکل جنات اپنے
کھانے کے لیے انسانی گوشت اور پینے کے لیے
خون مانگتے اور اسی بھوک کی بھینٹ میرے معصوم
دادا جی بھی چڑھ گئے اور پھر ہمیں معلوم ہوا کہ جو کچھ
میرے ساتھ ہو رہا ہے سامری کی وجہ سے ہے پر ہم
بے بس تھے ہر عامل بابا جی سب سے مل لیا پر ایک دن
میری ماں کو نجانے کیا سوجی وہ بولیں۔

آج ہم تمہارے دادا جی کی قبر پر فاتحہ خوانی کے
لیے جا رہے ہیں تم بھی ہمارے ساتھ چلنا اور ابو تو نہ
جا سکے میں اور امی صبح کے ناشتے سے فارغ ہو کر
دادا جی کی قبر پر پہنچ گئے اور میری ماں فاتحہ پڑھ رہی
تھیں اور مجھے بھی اشارہ کر رہی تھیں جب مجھے زیادہ
زور دیا کہ پڑھو تو نا جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے دادی
ماں روپڑی میں نے اپنی ہی ماں کا خون کر دیا۔اس کا
خون کسی مشروب کی طرح پی گئی اور دور کچھ لوگ جو
اپنے پیاروں کی قبروں پر آئے ہوئے تھے مجھے دیکھا
اور چیختے ہوئے بھاگ گئے اور میں جو پھولوں کی رانی
تھی ڈائن مشہور ہو گئی سارے نوکر کام والیاں تو بھاگ
گئے ساری حویلی خالی ہو کر بھائیں بھائیں کرنے لگی
جس سے اور خوف آنے لگا۔

ایک دن میں صحن میں بیٹھی تھی کہ سامنے والے
دروازے سے جادوگر آتا ہوا دکھائی دیا جس کے
کندھے پر الو بیٹھا تھا میں اسے دیکھ کر ڈر گئی اور بھاگنا
چاہتی تھی پر بھاگ نہ سکی میرے پاؤں زمین نے
جکڑ لیے تھے کہ اتنے میں اندر والے کمرے سے
میرے والد باہر نکلے انہوں نے بھی سامری جادوگر کو
دیکھ لیا تھا وہ غصہ سے بولے تم ایسا کیوں کر رہے ہو
میری بیٹی کے ساتھ اگر اس سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو
اسے معاف کر دو ہمیں جینے دو دفع ہو جاؤ یہاں سے
میں بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی پر بے بس تھی کہ اتنے
میں سامری جادوگر اپنی مکروہ ہنسی ہنسا اور اپنے کندھے
پر بیٹھے الو سے بولا۔

تو بھوکا ہے ہے ناجا آج تیرے کھانے کا
بندوبست بھی ہو گیا ہے اور میرے والد کی طرف دیکھ

کر وہ مکروہ ہنسی ہنسنے لگا اور میں چیخنا چاہتی تھی پر بے بس تھی میری آواز میرا ساتھ دینے سے انکاری تھی اور وہ منحوس الو میرے والد پر جھپٹا اور ان کی آنکھیں نوچ کر کھانے لگا۔

میں سوچ رہی تھی انسان تو بے حس اور ظالم ہے ہی کیا کوئی جانور بھی اتنا ظالم ہوسکتا ہے میں اپنے سامنے اپنے باپ کو تڑپتا ہوا دیکھتی رہی مجھے آج بھی یاد ہے میرا باپ تڑپ رہا تھا اور وہ منحوس سامری جادوگر قہقہے لگا رہا تھا میرا باپ میرے سامنے تڑپ رہا تھا پر میں بے بس تھی جیسے ہی میرے باپ کا جسم سرد پڑا۔

مجھ میں جنبش ہونے لگی اور میں وہاں سے بھاگنے لگی بھاگتے بھاگتے میں اس طرف آگئی موجودہ باغ اور پتے اکھٹے کرنے والا پھاوا جس کے دندانے ہوتے ہیں میرے ہی پاؤں میں اٹکا اور جس کی وجہ سے میں اس پر منہ کے بل گر پڑی اور اس پھاوے کے نوک دار دانے میرے پیٹ میں گھس گئے جس سے فوارے کی مانند خون نکلنے لگا اور درد کی شدت سے میں بے ہوش ہوگئی جادوگر سمجھا کہ شاید میں مرگئی ہوں اس نے جلدی سے موکلوں کو حکم دیا اور انہوں نے میری قبر کھودی اور اس میں مجھے بغیر کفن کے جادوگر کی نظر میں میں مرچکی تھی دفن کردیا اور خود وہاں سے غائب ہوگیا۔ کچھ دیر بعد مجھے ہوش آیا مجھ پر بہت ساری مٹی تھی بہت ہاتھ پاؤں مارے پر پھر سانس بند ہونے کی وجہ سے میری موت ہوگئی دادی ماں بولیں ہمیرا جب میں موت کے قریب ہورہی تھی میرا سانس اکھڑ رہا تھا۔

اس وقت مجھے میرے اپنے میرے پیارے بہت یاد آئے میرے دادا جی جو مجھے میرا پھول کہتے تھے ان کو کیا پتہ تھا کہ ان کے پھول کے ساتھ کیا ہوا ان کا پھول بغیر ہوا پانی سورج کی روشنی اور کھانے کے بے بسی کی موت مر رہا ہے میری ماں جو میرے مٹی میں کیڑے گندے کرنے پر بار بار میرا منہ دھلاتی کہ منہ میں مٹی نہ گھس جائے اب وہ اگر دیکھ لیں تو میرا پورا چہرہ ہی مٹی میں دبا ہے تو۔۔ میرے والد جو کہ مجھے تھوڑا سا بھی زخم آنے پر یا خون نکلنے پر امی کو ڈانٹتے تھے وہ اگر میرا فوارے کی مانند بہتا ہوا خون دیکھ لیں۔۔

آہ میرے اپنے میرے پیارے کچھ مہینے تو ایسے ہی گزر گئے پھر کچھ شرارتی بچے چھپ کر اس حویلی مین اپنا گیند تلاش کرنے آئے تو یہاں لگے پھل دیکھ کر کھانے لگے ان میں سے ایک بچہ املی کھا رہا تھا اس نے املی کھا کر اس کی گھٹلیاں یہاں پھینک دیں پھر موسم آتے اور جاتے رہے بارش ہوئی جس کی وجہ سے یہاں املی کا پیڑ درخت بن گیا۔

یہ ہے میری کہانی میں جلدی سے بولی اس سامری جادوگر کا کیا بنا کیا آپ نے روح بن کر اس سے انتقام لیا دادا مسکرا دیں اور بولیں۔

میں نے کیا کرنا تھا میں تو خود بے بس تھی قدرت نے اس کا بھیانک انتقام خود اس سے لے لیا دیکھنے والے اس کا انجام دیکھ کر کانوں کو ہاتھ لگاتے پر اس کے پاس نہ جاتے۔ سامری جادوگر کا بھیانک انجام دیکھنے والوں کو کانوں کو ہاتھ لگانے پر مجبور کردیا اس کی لاش میں کیڑے پڑ گئے کوئی خوف سے اس کے پاس نہ جاتا سامری جادوگر اپنے ماتحت موکلوں ڈھانچوں اور جنوں کی خوراک یعنی کہ انسانی گوشت اور خون کا انتظام ان کی بھوک کے مطابق نہیں کرتا تھا جس کی وجہ سے یہ سب ماتحت آزاد ہوگئے تھے اور ان سب ماتحتوں نے مل کر سامری جادوگر کا خاتمہ کردیا اور اس کا سارا خون پی گئے اور گوشت کھا گئے اور باقی لاش میں کیڑے پڑ گئے اس کی لاش پہنچاننے میں نہیں آتی تھی برے کا برا انجام۔

یہ کہہ کر دادی ماں چپ ہوگئی میں نے دادی ماں کے ہاتھ تھام لیے دادی ماں کے چہرے پر کرب

ہی کرب تھا کچھ کھودینے کا غم انکے چہرے پر رقم تھا اور میرے آنسو میرے رخساروں کو بھگو رہے تھے۔

کچھ دنوں سے گھر میں بہت ٹینشن چل رہی تھی جہانزیب کی کریانے کی دکان پر لوگوں کا آنا جانا بہت کم ہوگیا تھا محلے میں کریانے کی ایک اور بڑی دکان کھل جانے پر ہماری آمدنی میں بہت اثر پڑا تھا ارشد بھائی نے جہانزیب کی تھوڑی بہت مدد کی پر کب تک آخر ان کا کاروبار ٹھپ ہوگیا یعنی کہ جہانزیب کی دوکان کو تالا لگ گیا۔۔

آج کئی دنوں کے بعد میں جب دادی کے پاس ان سے ملنے گئی تو عمر پہلے سے وہاں پر موجود تھا اور دادی سے لیا ہوا سیب کھا رہا تھا میں نے عمر کے سر پر چپت لگائی مجھے بتائے بغیر ہی آگئے ہو مجھے بھی ساتھ لے آتے وہ ہنس دیا میں نے دادی مان کو گھر میں ہونے والی ٹینشن کے بارے میں بتایا تو دادی ماننے مجھے مشورہ دیا کہ رب کا نام لے کر ایک گائے لو جس کا رنگ آدھا کالا ہوآدھا سفید ہو جس کا دودھ پیچو گے تو بہت فائدہ ہوگا پر ایک بات یاد رکھنا اس دودھ میں پانی مت ملانا اگر ملانا ضروری ہو تو زیادہ سے زیادہ تین گلاس بس اور نہیں میں دادی ماں کی بات سن کر مسکرا دی۔ میں بولی۔

دادی ماں اتنے پیسے کہاں سے لائیں گے گائے اس کا چارہ وغیرہ سب کا انتظام ہوجائے گا دادی مسکرا دی بولیں جس کے سپرد ہو کام کیا ہے اس کا نام لو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہاری مشکل حل کرے گا یہ کہتے ہوئے دادی ماں نے ہوا میں ہاتھ لہرایا تو ان کے ہاتھ پر ایک خاکی لفافہ پڑا دکھائی دیا وہ لفافہ دادی ماں نے مجھے دے دیا میں پوچھنا چاہتی تھی کہ اس میں کیا ہے کہ دادی ماں بولیں۔

جلدی کرو یہاں سے جاؤ ریحانہ تم دونوں کو ڈھونڈتے ہوئے اسی طرف آرہی ہے میں عمر کا ہاتھ تھام کر جیسے ہی اٹھی تو مجھے سامنے تھوڑی دور ریحانہ بھابھی کھڑی دکھائی دیں وہ غصے بھری نگاہوں سے مجھے اور پھر عمر کو دیکھ کر اندر چلی گئیں اور میں جل تو جلال تو۔۔ کا ورد کرتے ہوئے عمر کو لیے اندر کمروں میں ان کے پیچھے بھاگی۔۔

میں نے بورڈنگ سکول نہیں جانا عمر رو رو کر دہائیاں دے رہا تھا پر اس کی ماں کا ایک ہی کہنا تھا کہ جب تک تم یہاں ہو اس پیڑ کے پاس ضرور جاؤ گے اس لیے تمہارا کچھ سالوں کے لیے بورڈنگ چلے جانا ہی بہتر ہے غرض عمر کو بورڈنگ داخل کروادیا گیا۔

جس طرح عمر نے مجھے تھوڑی سی محنت کرنے کے بعد بتادیا تھا کہ دادی ماں پیڑ میں املی کے رہتی ہیں اسی طرح پوچھنے پر اپنے والدین کو بھی بتادیا تھا پر وہ اس بات پر یقین کرتے ہوئے بھی اس کی بات سے انکاری تھے عمر نے مجھے بتایا تھا کہ دادی ماں کے مشورہ دینے پر ہی دادی نے مجھے کہا میں نے بابا کو بتایا۔ بابا نے کپڑے کا کاروبار شروع کردیا۔ جواب بہت ترقی کر گیا ہے پر ریحانہ بھابھی اس ترقی کو ارشد بھائی کی محنت سمجھداری قرار دیتی تھیں وہ دادی کا احسان مشورہ کپڑے کا کاروبار کرنے کا ماننے کے بجائے سب کو حویلی ہمیں راس آگئی ہے یہ حویلی بہت بابرکت ہے وغیرہ بتاتی جس کا مجھے افسوس تھا۔ میں نے سوچا جس طرح دادی ماں نے عمر کے ذریعہ عمر کے والد کو کپڑے کا کاروبار کرنے کو کہا جو کہ خوب شاندار چل پڑا ہے کیا پتہ جو مشورہ مجھے دیا وہ بھی کامیاب ہوجائے۔

یہ بات سوچ کر میں نے جہانزیب سے بات کی وہ تو غصے میں آگئے بولے پیسے ہیں نہیں اور گائے لاؤ رنڑالی سوچ وغیرہ تو میں نے وہ خاکی لفافہ جو کہ

دادی ماں نے مجھے دیا تھا جہانزیب کو لا کر دیا جس میں بیس ہزار روپے تھے جہانزیب نے پوچھا کہ یہ پیسے کہاں سے آئے تو میں نے کہا جمع کیے ہوئے تھے وغیرہ گول مول جواب دے کر انہیں چپ کرا دیا دادی نے فی الحال کسی کو بتانے سے منع کیا تھا ہم نے آدھے پیسے ارشد بھائی سے ادھار لیے اور بہت مشکل سے ڈھونڈ کر آدھی سفید اور آدھی کالی موٹی صحت مند گائے لے لی۔

کچھ مہینوں بعد ہمارا یہ کاروبار خوب چل نکلا ہم نے ایک اور گائے خرید لی اب ہم دو سے تین ہونے والے تھے ہماری خوشیاں دوبالا دہونے والی تھیں جہانزیب نے ایک بہت اچھی جگہ پر زمین پلاٹ لے لیا جس سے ریحانہ بھابھی ہم سے حسد محسوس کرنے لگی کہ یہ اتنے امیر کیسے ہوگئے پہلے ہم سے مانگتے تھے۔

اب کہ ہماری خوشیو کو کسی کی نظر لگ گئی دادی کی بتائی ہوئی نشانی کالی اور آدھی سفید والی ہماری گائے مرگئی اور جو دوسری لی تھی وہ بہت بیمار ہلکی چند دنوں میں وہ بھی مرگئی اب ہمارا پہلے سے زیادہ نقصان ہوا تھا ان خوشیوں اور پرسکون بھری زندگی کے دوران میں دادی ماں سے ملتی رہی اور دادی سے پوچھ کر درخت املی کا پیڑ کی کانٹ چھانٹ کرتی درخت کے اطراف دمیں گہرا پیالہ بنا کر اس میں پانی ڈالتی جھاڑو دیتی اور صفائی کرتی جس سے دادی ماں بہت خوش تھیں باغ میں جانے سے اب بھی منع کیا جاتا تھا پر میں موقع پا کر اس طرف آنکلی۔

آج پھر میں دادی ماں سے ملنے آئی اور ان کو ساری بات بتائی تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اپنی زمین پلاٹ بیچ کر دو کانیں خرید لو اور بعد میں اسے کرائے پر چڑھا دو یہ بات مجھے پسند آئی جس طرح پہلے نفع ہوا تھا کیا پتہ اب بھی ہو جائے یہ سوچ کر میں نے ان سے بات کی وہ تو ہتھے سے اکھڑ گئے بولے ایسے نادر خیالات تمہیں آتے کہاں سے ہیں وہ بولے ضروری تو نہیں کہ جو اگر ایک کام میں نفع ہو جائے تو دوسرے میں بھی ہو وغیرہ۔ میں نے بہت منایا پر میری بات ماننے کو وہ بالکل تیار نہ ہوئے تو آخر میں مجھ سے ایسی غلطی ہوگئی جس نے مجھے میری پیاری دادی سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا۔

جب جہانزیب کسی طرح زمین بیچنے پر راضی نہ ہوئے تو میں نے انہیں اعتماد میں لے کر ساری بات املی کے پیڑ والی بتادی اور بتایا کہ پیڑ والی دادی ماں نے مجھے یہ سب کرنے کو کہا تھا اور میں نے آپ سے کہہ دیا مجھے تو بتانا مشکل پڑ گیا وہ بولے تم پر سایہ ہو گیا ہے تمہیں کسی نے کہا تھا کہ باغ میں جاؤ بڑی مشکل سے انہیں منایا کہ آگے ایک اور مشکل میری منتظر تھی جہانزیب نے میرے منع کرنے کے باوجود مجھ سے پوچھے بغیر سب کے درمیان میری بتائی ہوئی ساری کہانی سنادی۔

سب دم سادھے یہ سن رہے تھے ایکٹنگ بھابھی ریحانہ بولی اس پر سایہ ہو گیا ہے ہم تو کہتے تھے کہ باغ کی طرف مت جاؤ اوپر سے ایسی حالت وہ میری طرف اشارہ کر کے بولیں ساتھ میں کانوں کو ہاتھ لگانے لگیں اور ساتھ شغل بھی جاری تھا کسی کی بات کہاں مانتی ہے بھابھی بولیں جہانزیب اس کو کسی پیر صاحب کے پاس لے جاؤ دم کرواؤ کچھ دیر بعد بھابھی بولیں۔

ہمارے گھر میں بچے نہیں لڑکیاں ہیں کل کو ان کی شادی کرنی ہے رشتے ملنے مشکل ہو جائیں گے میری بات مانو اس درخت کو ہی کٹوا دو اب تو سمیرا نے ایسی بات کی ہے کل کو محلے میں یہ خبر پھیل گئی تو بڑی مشکل ہو جائے گی درخت کٹوا دو میں نے دہل کر

جہانزیب کی طرف دیکھا میں نے درخت نہ کٹوانے کی بہت منتیں کیں میں نے جہانزیب سے کہا کہ بھائی اور بھابھی کو سمجھائیں کہ وہ درخت کو نہ کٹوائیں تو وہ مان گئے میں نے خاکی لفافے والی رقم کے بارے میں بھی بتادیا کہ وہ مجھے دادی ماں نے دیئے تھے میں نے جہانزیب سے منت کی کہ بھائی کو سمجھائیں ورنہ۔۔

انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ بھائی کو سمجھائیں گے آگے خدا کی مرضی پر جب میں اپنے پہلے بچے کی پیدائش پر اپنے میکے گئی تو جب واپس ایک گول مٹول سی پری کے ساتھ ہوئی تو کیا دیکھا کہ میرا درخت کٹ چکا تھا جہانزیب نے بتایا کہ بھائی ارشد تو تھوڑا بہت مان گئے تھے پر بھابھی نے پیچھے پڑ کر کٹوا کر دم لیا میں رو دی میں دادی ماں کو الوداع بھی نہ کہہ سکی دادی ماں املی کا درخت کٹنے کے جانے کی وجہ سے رحمت بھی اس حویلی سے روٹھ گئی ارشد بھائی میرے جیٹھ آج فاقے کرنے پر مجبور ہیں ان کی گارمنٹس فیکٹری میں شارٹ سرکٹ کی وجہ سے آگ بھڑک اٹھی جس نے ہر چیز کو جلا کر راکھ میں تبدیل کر دیا۔

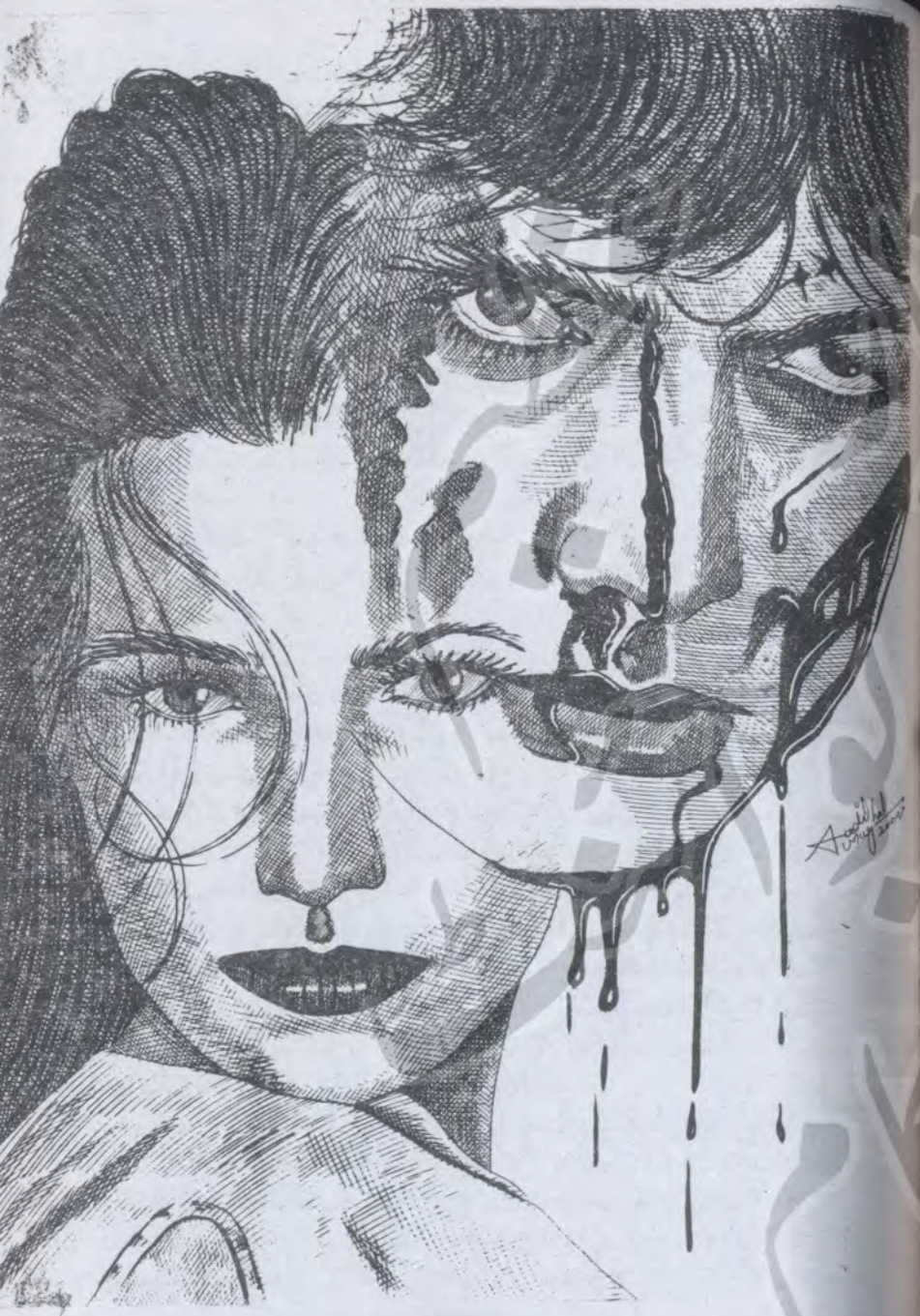
املی کا پیڑ کٹنے کے بعد میں نے جہانزیب کو کہہ کر دادی ماں کی قبر کشائی کروائی۔ اور ان کی باقیات کو کفن دفن کے بعد مسلمانوں کی طرح قبرستان میں دفنایا اس کے بعد مجھے کھٹکے اپنی زمین بیچ دی اور دو کانیں کرائے پر چڑھا دیں جس سے ہمیں بہت منافع ہوا جس سے ہم نے قلیل مدت میں ہی اپنی دوبارہ زمین خرید لی اور اس پر کوٹھی تعمیر کر کے اس میں شفٹ ہو گئے سکون محسوس ہا جہانزیب نے میری بات مانتے ہو۔

میرا حویلی میں دل گھبراتا تھا املی کے پیڑ کی برکات کو اب سب مانتے ہیں اور افسوس کرتے ہیں کہ اس بابرکت پیڑ کو کیوں کٹوایا میں اب بھی اکثر دادی کو یاد کرتی ہوں جس کی بنا پر میں نے اپنی بیٹی کا نام گل بہار رکھا ہے اور ہم کبھی کبھی پیار سے اسے پھول کہہ کر پکارتے ہیں کیا اس سے زیادہ کوئی دادی ماں سے وفا کر سکتا ہے جیسے کہ میں کر رہی ہوں آپ کا کیا خیال ہے۔ اپنی رائے سے نوازیئے۔

تیری یاد کے جگنو

شام ڈھلے جب جگمگاتے ہیں میرے آنگن میں
تیری یاد کے جگنو
ہر پل مجھے ستاتے ہیں
میری اداس شاموں کو سجاتے ہیں
تیری یاد کے جگنو
میں روؤں تو مجھ کو ہنساتے ہیں
روٹھ جاؤں تو مجھ کو مناتے ہیں
میرے ہر ناز و انداز اٹھاتے ہیں
تیری یاد کے جگنو
پھولوں سے خوشبو چراتے ہیں
میرے سونے آنگن کو تاروں سے سجاتے ہیں
میرے آنچل میں اکثر چھپ جاتے ہیں
تیری یاد کے جگنو
ڈھونڈتی پھروں میں ہر چمن ہر گلشن بہار میں اس کو
مجھ کو میرے ہی گلشن میں پکارتے ہیں
تیری یاد کے جگنو
بھٹکنے لگوں اگر میں تنہائی کے اندھیروں میں
تو مجھ کو میری منزل تک لے جاتے ہیں
تیری یاد کے جگنو
میری بند آنکھوں کے سپنے دکھاتے ہیں
تیری یاد کے جگنو۔

گلشن ناز۔ ٹھٹھہ قریشی



موت کی منزل

----تحریر۔پرنس کریم۔پشاور۔قسط نمبر۱----

لوگوں کی باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں اور اگر اس کے ساتھ آواز بھی سریلی و پرکشش ہو تو سونے پر سہاگا ہو جاتا ہے اور اگر باتوں میں معصومیت بھی شامل ہو تو بندہ پہلی ہی ملاقات میں اسیر ہو جاتا ہے یوراج کھنا نے ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر کہا تو شمیتا کو خوشگوار حیرت ہوئی خیریت تو ہے بوس یہ آج آپ اتنی گہری گہری باتیں کیوں کر رہے ہیں اور ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ کس کے بارے میں کر رہے ہیں اس نے اپنی چمکیلی آنکھیں بوس پر مرکوز کر کے پوچھا۔بھئی ظاہر ہے یہ میں اسی کی بات کر رہا ہوں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے آئی تھی آفس۔جس کی گفتگو معصومیت سے لبریز ہے اور آواز بھی سریلی ہے یعنی سشما یوراج کھنا نے وضاحت کی تو شمیتا کی حیرت دور ہو گئی ہونہہ۔۔لیکن بوس میرا تو خیال ہے کہ آواز تو سب لڑکیوں کی سریلی ہوتی ہے اور پرکشش بھی کیا آپ کے خیال میں سب لڑکیوں کی آواز پرکشش و سریلی نہیں ہوتی ہے۔شمیتا نے دوسرا سوال داغ دیا۔نہیں ہوتی ناں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نے بہت سی لڑکیوں کی آوازیں بہت غور سے سنی ہیں۔مگر سشما کی آواز میں اور باتوں میں جو سحر ہے اور جو معصومیت ہے وہ کسی اور لڑکی کی آواز میں نہیں ہے بعض لڑکیوں کی آواز بھدی ہوتی ہے اور بعض ایسی جیسے مرد بول رہا ہے اور بعض لڑکیاں تو دانستہ طور پر آواز اور باتوں میں کشش پیدا کرنے کے لیے اور سامنے والے کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ڈرامہ رچاتی ہیں۔مگر سشما کی آواز میں جو کشش ہے وہ فوراً دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کر دیتی ہیں اور اگر میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سشما کو ڈرامہ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ساتھ میں سشما حسین بھی بہت ہے شارٹ کٹ یہ کہ وہ تمام لڑکیوں سے مختلف ہے یوراج کھنا سشما کی تعریفیں ایسے کر رہا تھا کہ جیسے اسے کہا جائے کہ سشما کی آواز پر مضمون لکھئے تو فوراً سے پہلے لمبا چوڑا مضمون لکھ ڈالیں آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے وہ گانا گاتی ہو اور آپ اس کی آواز کے فین ہوں شمیتا نے مسکراتے ہوئے کہا اگر وہ گانے گائے شمیتا تو میرا دعویٰ ہے کہ پورے انڈیا میں سشما کی آواز کا تہلکہ مچ جائے گا کیونکہ اس کی باتیں اتنی سریلی ہیں تو گانا تو پھر سروں کی دھنوں کو توڑ پا دے گا۔ایک سنسنی خیز اور دلچسپ کہانی

بعض لوگوں کی باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں اور اگر اس کے ساتھ آواز بھی سریلی و پرکشش ہو تو سونے پر سہاگا ہو جاتا ہے اور اگر باتوں میں معصومیت بھی شامل ہو تو بندہ پہلی ہی ملاقات میں اسیر ہو جاتا ہے یوراج کھنا نے ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجا کر کہا تو شمیتا کو خوشگوار حیرت ہوئی خیریت تو ہے بوس یہ آج آپ اتنی گہری گہری باتیں کیوں کر رہے ہیں اور ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ کس کے بارے میں کر رہے ہیں اس نے اپنی چمکیلی آنکھیں بوس پر مرکوز کر کے پوچھا۔بھئی ظاہر ہے یہ میں اسی کی بات کر رہا ہوں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے آئی تھی آفس۔جس کی گفتگو معصومیت سے لبریز ہے اور آواز بھی سریلی ہے یعنی سشما یوراج کھنا نے وضاحت کی تو شمیتا کی حیرت دور ہو گئی ہونہہ۔۔لیکن بوس میرا تو

خیال ہے کہ آواز تو سب لڑکیوں کی سریلی ہوتی ہے اور پرکشش بھی کیا آپ کے خیال میں سب لڑکیوں کی آواز پرکشش و سریلی نہیں ہوتی ہے۔ شمیتا نے دوسرا سوال داغ دیا۔

نہیں ہوتی ناں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کیونکہ میں نے بہت سی لڑکیوں کی آوازیں بہت غور سے سنی ہیں۔ مگر سشما کی آواز میں اور باتوں میں جو سحر ہے اور جو معصومیت ہے وہ کسی اور لڑکی کی آواز میں نہیں ہے بعض لڑکیوں کی آواز بھدی ہوتی ہے اور بعض ایسی جیسے مرد بول رہا ہے اور بعض لڑکیاں تو دانستہ طور پر آواز اور باتوں میں کشش پیدا کرنے کے لیے اور سامنے والے کو اپنی جانب متوجہ کرنے کے لیے ڈرامہ رچاتی ہیں۔ مگر سشما کی آواز میں جو کشش ہے وہ فوراً دوسروں کو اپنی جانب متوجہ کر دیتی ہیں اور اگر میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ سشما کو ڈرامہ کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ساتھ میں سشما حسین بھی بہت ہے شارٹ کٹ یہ کہ وہ تمام لڑکیوں سے مختلف ہے یوراج کھنا سشما کی تعریفیں ایسے کر رہا تھا کہ جیسے اسے کہا جائے کہ سشما کی آواز پر مضمون لکھئے تو فوراً سے پہلے لمبا چوڑا مضمون لکھ ڈالیں آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے وہ گانا گاتی ہو اور آپ اس کی آواز کے فین ہوں سشمیتا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اگر وہ گانے گائے سشمیتا تو میرا دعویٰ ہے کہ پورے انڈیا میں سشما کی آواز کا تہلکہ مچ جائے گا کیونکہ اس کی باتیں اتنی سریلی ہیں تو گانا تو پھر سروں کی دھنوں کو تڑپا دے گا یوراج کھنا نے کہا تو سشمیتا انہیں شرارت سے دیکھنے لگی یعنی کہ خاصا تجربہ ہے آپ کا ان معاملات میں اس نے شرارت سے کہہ بھی دیا تو بوس کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

بس یونہی سمجھ لو لیکن اگر وہ کسی اور بھاشہ میں کرتی کیا تب بھی آپ کو اس کی باتیں پسند آتیں سشمیتا آج یوراج کھنا کا انٹرویو لینے پر تلی ہوئی تھی اور اس بارے میں اپنے بوس سے معلومات کرنا اسے خاصل دلچسپ لگ رہا تھا اس لیے سوال پر سوال داغ رہی تھی۔

وہ چاہے کسی بھی بھاشہ میں بات کر لے مجھے اس کی باتیں پسند آئیں گی کیونکہ مجھے اس کی باتوں کی معصومیت بھا گئی ہے یوراج کھنا نے صاف گوئی سے کہا لیکن بوس آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ کسی اور بھاشا میں بات نہیں کر سکتی کیونکہ اسے صرف ہندی ہی آتی ہے تعلیم بھی اس کی صرف ایف ایس ہی تک ہے انگریزی بھی اسے نہیں آتی ہے کیونکہ وہ خاص کمزور طالبہ رہی ہے کالج میں جب اس کے مارکس ایف ایس سی میں کم آئے تو اس نے بھی تعلیم کو خیرباد کہہ دیا آگے پڑھنے کا اسے ویسے بھی شوق نہ تھا اس لیے گھر بیٹھ گئی ماتاجی کی خدمت کرنے کے کارکن جو دل کی مریضہ ہے اب وہ ہر وقت ماتاجی کی سیوا کرنے میں مگن رہی ہے تاکہ انہیں وشرام پہنچا سکے سشمیتا اپنی دھن میں مگن کہتی چلی گئی اور بوس کے چہرے پر اس کی باتوں نے جو حیرت پھیلا دی تھی اسے وہ دیکھ نہ سکی۔

ویسے تمہیں اپنی سکھی کے بارے میں کافی ساری معلومات ہیں مگر مجھے حیرت اس بات پر ہو رہی ہے کہ دل کی مریضہ تو تمہاری ماتاجی بھی ہے تم نے یہ بات مجھے تقریباً پچھلے شتر وار کو بتائی تھی مگر اب تم کہہ رہی ہو کہ سشما کی ماتاجی دل کی مریضہ ہے یعنی تم دونوں کی ماتائیں دل کے امراض میں مبتلا ہیں۔ چلو تمہاری ماتاجی کے بارے میں مجھے پہلے ہی سے علم تھا مگر تمہاری اور میری سکھی یعنی سشما کی ماتاجی دل کی مریضہ ہے یہ مجھے آج پتہ چلا ہے مجھے سن کر افسوس بھی ہو رہا ہے اور حیرت بھی یوراج کھنا نے کنفیوز

ہو کر کہا۔ اور سشمیتا کو اپنی سکھی کہتا تھا ان کی حالت سشمیتا کی بات سے ایسی ہو رہی تھی جیسے کچھ کچھ سمجھ آ رہا ہے بھی اور کچھ نہیں بھی یوراج کھنا کی بات پر اب سشمیتا پہلے تو حیران ہوئی مگر چند لمحوں بعد وہ قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکی ویسے بوس میں نے قہقہہ اس بات پر نہیں لگایا کہ آپ نے اسے اپنی سکھی کہا بلکہ قہقہہ کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اسے میری سکھی کہہ دیا تو سمجھ رہی تھی کہ آپ کو پتہ ہوگا مگر آپ کو علم نہیں ہے کہ سشما میری سہیلی نہیں بلکہ میری چھوٹی بہن ہے اور نہ ہی ہماری ماتائیں الگ الگ ہیں ہماری ایک ہی ماتا ہے ودیا بیگم سشمیتا نے انکشاف کیا۔

ایک بار پھر ہنسنے لگی جبکہ بوس کا منہ مارے حیرت کے کھلا رہ گیا کیا۔۔ اوہ مجھے واقعی پتہ نہیں تھا کہ وہ تمہاری بہن ہے اور پتہ نہیں اس کے بارے میں۔۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہے تھے مگر مارے خجالت کے خاموش ہو گئے۔۔ نا جانے کیا کچھ بولتا چلا گیا۔۔

ہیں۔۔ سشمیتا نے بوس کا جملہ دل ہی دل میں مکمل کر دیا پھر شرارت سے گویا ہوئی اور میں کیا بوس اس سے آگے بھی تو بولیں سشمیتا نے بوس کے لہجے سے محظوظ ہو کر پوچھا۔

حیرت ہے تم نے پہلے کبھی بتایا ہی نہیں بوس اب بھی کچھ خجل سے تھے آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔۔ سشمیتا کے جواب میں بھی سوال تھا پلیز آپ برا مت مانیے گا میں سشما کا بہت احترام کرتا ہوں۔ اور میں نے جو کچھ بھی کہا احتراماً ہی کہا بوس اپنی باتوں پر نادم نظر آ رہے تھے یا نادم ہونے کی اداکاری کر رہے تھے سشمیتا کو سمجھ نہ آیا۔

وہ تو انہیں معنی خیز انداز میں دیکھ رہی تھی احترام کرتے ہیں یا۔۔ سشمیتا نے دل میں بھی آیا ہوا جملہ ادھورا چھوڑ دیا کہ اس کی آنکھیں بہت کچھ کہہ رہی تھیں اٹس او کے بوس اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ بھی پندرہ منٹ پہلے ہی تو وہ آئی تھی تمہارے پاس کیا کہہ رہی تھی وہ یوراج کھنا سشما کے بارے میں پوچھا تو سشمیتا برجستہ بولی۔

ارے ہاں میں تو آپ کو بتانا ہی بھول گئی اپنے سر پر چھید رسید کی دراصل آج ہمین ماتاجی کو ڈاکٹر کے ہاں لے جانا تھا آج ہمارا اپائنٹمنٹ ہے اس کے لیے بوس مجھے پلیز آج چھٹی جلدی دے دیجئے گا اور اس مہینے کی بگار بھی برائے مہربانی ایڈوانس میں دے دیں سشمیتا کے لہجے میں منت اور چہرے پر ملال آ گیا حالانکہ اس سے پہلے وہ یوراج کھنا سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی ان کے آفس میں ہی مگر اس کی بات کہنے کے لیے اس طرح کا رویہ اپنانا بھی اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا کیا تمہاری ماتاجی کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی ہے یوراج نے پوچھا۔

ہاں بوس اب ان کی طبیعت اکثر خراب رہتی ہے اور آج انہیں ضرور ڈاکٹر کو دکھانا ہے اس نے نا چاہتے ہوئے بھی مسکین سی شکل بنا کر کہا یعنی سشما اسی کارن آئی تھی۔۔ ہاں وہ اسی کارن آئی تھی تاکہ مجھے یاددھانی کرا دے کیونکہ میں دیر سے اٹھی اور جلدی جلدی ناشتہ زہر مار کر کے عجلت میں ہی کمپنی آ گئی میں گھر سے اس تیزی سے نکلی تھی کہ سشما اور ماتاجی کو یاددھانی کرانے کا موقع ہی نہ مل سکا اس لیے سشما آ گئی تھی میرے پاس اور ویسے بھی بوس اب بھی ماتاجی کی طرف دے بہت پریشان رہتے ہیں اور محتاط بھی انہیں دو مرتبہ دل کا دورہ پڑ چکا ہے اور ڈاکٹر نے بھی یہی کہا ہے کہ انہیں اب پہلے سے بھی زیادہ وشرام کی ضرورت ہے آپ کو پتہ نہیں بوس کہ اس سارے سنسار میں ہم دو بہنوں کا ماتاجی کے علاوہ کوئی

نہیں آپ کو تو یہ بھی نہیں پتہ کہ ہم کتنی سمیہ ہیں ان دونوں سشمیتا کی آواز رندگئی تھی ہماری ماتا جی ہمارا سب کچھ ہیں پریوار کے باقی لوگ تو زندہ ہوتے ہوئے بھی ہمارے لیے مر چکے ہیں ہماری ماتا جی ہی ہمارا پریوار ہیں ہمارے پریوار کے لوگوں نے ہمارا پوچھا تک نہیں اس لیے ہم غریب جو تھے مگر مجھے اس بات کا کوئی فکر نہیں تھا کوئی دکھ نہیں کیونکہ اس دنیا میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن نے پریوار والے ان کی غریبت کی وجہ سے ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے پریوار سے کٹ کر زندگی گزارتے ہین ہم اور ہماری ماتا بھی انہیں لوگوں میں شامل ہیں اس کی آنکھیں بھر آئیں انہوں نے ہمارے ماتا پتا کو اس بات کی اتنی بڑی سزا دے دی کہ انہوں نے اپنی پسند کی بدائی رچالی تھی میرے پتا جی نے میری ماتا جی سے کوٹ میرج کر لی تھی وہ دونوں ساتھ ہی کالج میں پڑھتے تھے اور وہیں سے پریم کی راہوں پر چل نکلے تھے پتا جی نے دادا دادی کو اپنی پسند کی لڑکی کے بارے میں بتایا تو وہ بہتھے سے سکھڑ گئے اور میرے پتا جی کو مجبور کرتے رہے کہ پریوار میں ہی بھدائی کر لے مگر وہ بھی ضد پر اڑے رہے اور پھر نتیجہ کورٹ میرج کی شکل میں نکلا یہ دیکھ کر دادا جی نے انہیں گھر سے دھکے دے کر نکال دیا اور جائیداد سے عاقل کر دیا میرے پتا جی دوسرے شہر آگئے اور کرائے کا گھر ڈھونڈ کر اس میں رہنے لگے ایک کمپنی میں انہیں جاب مل گئی ایک سال بعد میں اور سشما پیدا ہوگئیں ہم دونوں ایک ساتھ پیدا ہوئیں میں سشما سے چند گھڑیاں بڑی ہوں۔

یہ انکشاف بھی یوراج کھنا کے لیے نیا تھا دوسرے سال ہمارا بھائی پیدا ہوگیا پتا جی نے اس کا نام ستیش رکھا مگر ستیش کے پیدائش کے چند مہینے بعد ہی پتا جی چل بسے وہ کمبی میں چلتی ہوئی میشن کی زد میں آگئے تھے اس وقت ہماری ماتا جی پر کیا قیامت گزری ہوگی اس کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے وہ ہمارے پتا جی سے بے پناہ پریم کرتی تھیں یہ غم انہوں نے بڑی مشکل سے سہا بس انہیں ایک چپ سی لگ گئی تھی اور وہ خاموشی سے لوگوں کے گھروں میں کام کر کے ہمیں پالتی تھیں اور پڑھائی بھی کرواتی رہیں۔ ستیش جب چھٹی کلاس میں تھا اس وقت وہ بھی سکول سے آکر لوگوں کی گاڑیوں کے کے شیشے دھو کر پیسے لے آتا میں سشما آٹھویں کلاس میں تھیں ہم نے کلاس فورتھ گول کر لیا تھا اور ہمیں محلے کے بچیوں کو ٹیوشن پڑھا کر کچھ پیسے کما لیتی تھیں جبکہ سشما کو پڑھائی اتنا شوق نہ تھا اس لیے پڑھانے کا بھی نہ تھا مگر ایک بار پھر ہم پر برا وقت تب آیا جب ستیش نے ایف ایس میں داخلہ لیا اور ایک سال کے اندر اندر اس کے طور طریقے بدل گئے اس نے کالج چھوڑ کر غلط لڑکوں کی صحبت اختیار کر لی تھی اور چوریاں کرنے لگا تھا جب ماتا جی کو اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے اسکی خوب خبر لی اور بدلے میں ستیش نے گھر چھوڑ دیا پانچ سال ہوگئے اسے گھر چھوڑے ہوئے اس کے بارے میں ہم نے آخری بات یہی سنی تھی کہ وہ ڈاکوؤں کے ایک گینگ کے ساتھ مل گیا ہے پھر اس کے بارے میں ہم کچھ بھی نہ جان سکے ماتا جی کے دل میں پتا جی کا غم تو تھا ہی اور ساتھ میں جوان بیٹے کو یوں گھر سے باہر انہیں کمزور کر گیا۔ اور وہ دل کی مریضہ بن گئیں تب میں اپنی تعلیم مکمل کر کے ادھر ادھر چھوٹی موٹی جوب کر کے گھر کا چولہا بجھانے نہیں دے رہی تھی مگر قسمت کی دیوی ہم پر تب بھی مہربان ہوئی جب سشما کی دوستی انجلی سے ہوگئی یہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی تھی اور آپ کے اس ٹیکسٹائل مل میں جاب کرتی تھی مگر پھر کسی وجہ سے اس نے نوکری چھوڑ دی سشما کی دوستی اس سے اتنی گہری ہوگئی کہ اسے اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا تب انجلی کے مشورے سے میں یہاں

آگئی آپ نے مجھے میری کوالیفیکیشن کی وجہ ایکسپٹ کر لیا پانچ مہینے ہوگئے ہیں مجھے آپ کی فرم میں جاب کرتے ہوئے اور دو مہینے سے ہم نے بھی انجلی کے محلے میں گھر لے لیا یعنی کہ اب ہم بھی ان غریبوں کے محلے سے نکل کر متوسط لوگوں کے محلے میں آگئے اس کا سارا کریڈٹ میں آپ کو ہی دوں گی بوس اچانک وہ کہتے کہتے رک گئی اس کے آنسو بھی بہتے بہتے رک گئے تھے اسے جیسے کسی بات کا احساس ہوا تھا جبکہ یوراج کھنا کب سے بڑے انہماکی سے اس کی رام کہانی سنتے چلے آرہے تھے۔

اف۔ آئی ایم رئلی ویری سوری بوس اسے شرمندگی ہوئی وہ دراصل میں جذباتی ہوگئی تھی اور پتہ نہیں کیا کچھ کہتی چلی گئی لیکن بوس اس میں میرا بھی کوئی دوش نہیں ہر انسان شاید ایسا ہی ہے کوئی بھی انسان اپنے دکھوں کو لے کر بیٹھ جاتے ہیں تو وہ بے اختیار ہو کر نا جانے کیا کچھ کہے چلے جاتے ہیں یں بھی بے اختیار ہوگئی تھی بوس ایک ٹھنڈی سانس لی اور آنسو پونچھ ڈالے۔

لیکن بوس میں اتنا ضرور کہوں گی کہ ہماری زندگی میں اگر وشرام آیا ہے تو آپ کی وجہ سے لیکن بوس آپ نے میری اتنی ساری باتوں کا برا تو نہیں بنایا۔ اسے اب بھی احساس تھا اپنے زیادہ بولنے کا نہیں میں نے آپ کی اتنی زیادہ باتوں کا برا بالکل بھی نہیں بنایا ہے کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ خواتین بہت بولتی ہیں یوراج نے چڑانے والے انداز میں کہا تو شمیتا مچل ہی گئی ایک بار پھر سوری نہیں نہیں میں تو مذاق کر رہا تھا۔ مانا کہ باتیں تم نے زیادہ کی مگر فضول تو نہیں تھیں اور تم پھر بہت باحوصلہ لڑکی ہو اور تمہاری ماتا بھی کہ برے وقت میں ہتھیار نہیں پھینکے بلکہ یہ سوچ کر ڈٹے رہے کہ جیسا ہمارے ساتھ ہوا ہے ایسا تو دنیا میں آئے دن کئی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے بوس یہی تو آپکا بڑا پن ہے کہ آپ واقعی مہان ہیں کہ اپنے ورکرز کو تم کہہ کر بلاتے ہیں اور ان کے ساتھ اتنے فرینڈلی ہوتے ہیں کہ ان کا خود دل کرتا ہے آپ کے سامنے دل کے پھپھولے پھوڑے شاید اسی وجہ سے آپ اتنی ترقی پر ہیں اور میں بھی آپ کے ٹیکسٹائل مل میں کام کر کے خود کو خوش نصیب گردانتی ہوں اور خود پر فخر کرتی ہوں وہ دل سے کہہ رہی تھی لگتا ہے آج تم اپنے پرس میں مکھن کا بڑا سا ڈبہ لے آئی ہو۔

بوس نے ماحول خوشگوار بنانے کے لیے کہا تو شمیتا کے چہرے پر مسکراہٹ رچ گئی بوس پلیز شرمندہ مت کریں میں دل سے کہہ رہی ہوں اور اگر آپ یوں کہیں گے تو میں سمجھوں گی کہ آپ میری باتوں سے بور ہوگئے ہیں نہیں سشمیتا میں اپنے سٹاف کی باتوں پر ناراض نہیں ہوتا ہوں اور نہ ہی بور ہوتا ہوں آپ سب کے مسائل سننا اور اس کا حل نکالنا تو میں اپنا فرض سمجھتا ہوں مگر اپنے سٹاف سے بھی اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنا کام بروقت اور دھیان سے کرے۔

بوس نے ہمدردی سے کہا بوس آپ واقعی مہان ہیں اس کے منہ سے بے اختیار نکلا بھئی شمیتا میرے خیال میں مکھن کا دبا اپنے پرس میں واپس رکھ لیں بوس نے ایک بار پھر شرارت سے کہا تو شمیتا برا مان گئی بوس میں دل سے کہہ رہی ہوں اس نے سنجیدگی سے کہا۔

بس اب رہنے دیں اور اب اس موضوع پر بھی بات کر لیتے ہیں جس وجہ سے تم آفس آئی ہو تم یوں کرو کہ جو کام رہ گیا ہے وہ کر لو پورا نہ کر سکی تو کل کر لینا اور چھٹی میں اج تمہیں جلدی دے دوں گا اور جاتے ہوئے مجھ سے اس مہینے کی بگار ایڈوانس لینا مت بھولنا۔ یوراج کھنا نے مہربان بوس ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے کہا تو شمیتا واقعی اپنے سارے غم بھول گئی اور تھینک یوس کہہ کر خوشی سے سرشار آفس

روم سے نکل کر اپنی مطلوبہ سیٹ پر آ گئی۔

شمیتا نے بوس سے آج جلدی چھٹی لی اور سیلری بھی ایڈوانس لے کر وہ گھر آ گئی تو سشما اور ماتا کو اپنا منتظر پایا تاکہ اسے ہسپتال لے کر جا سکے۔ پھر وہ انہیں ہسپتال لے گئیں۔ جہاں انکا چیک اپ ہوا اور انہیں مطلوبہ میڈیسن دے کر فارغ کر دیا گیا۔ جب وہ واپس آئیں تو ماتا جی کافی تھکی ہوئی تھیں ان لے آتے ہی سو گئیں جبکہ شمیتا اپنی سہیلی امریتا کے گھر چلی گئی جس کا گھر پڑوس میں ہی تھا۔۔

ضروری بات کہنے کے لیے بوس کے کمرے میں گئی تھی مگر اج تو میں نے ان سے اتنی ساری باتیں کہ بس کیا بتاؤں میں کافی جذباتی ہوگئی تھی اور شمیتا اب امریتا کو آج کا حال احوال سنا رہی تھی دونوں پورا ایک گھنٹہ باتیں کرتی رہیں ہمارا بوس تو بہت دل والا ہے انہوں نے میری باتوں کا برا بھی نہ منایا اور مجھے تسلیاں بھی دیں پھر تھوڑی دیر بعد شمیتا کا گھر جانے کو دل کیا تو بولی۔

اچھا رشنا میں اب چلوں گی نوبج رہے ہیں ماتا جی کو بھی دیکھنا ہے اور پتہ نہیں سشما نے کچھ پکایا بھی ہوگا یا نہیں بالکل لاابالی سی ہے وہ بھی وہ چلنے کو اٹھی۔

ارے بیٹا رک جاؤ کھانا کھا کر جانا ویسے بھی ابھی لگانے والی ہوں امریتا کی ماتا نے کہا ہاں شمیتا کھانے کے لیے رک جاؤ پلیز امریتا نے بھی اصرار کیا۔

نہیں شکریہ بس میں چلوں گی ماتا جی انتظار کر رہی ہوں گی اس نے کہا اور امریتا کے گلے میں بانہیں حائل کر کے کان میں سرگوشی کی میری باتیں اپنے تک ہی محدود رکھنا کسی کو نہیں بتاؤں گی بس کسی اچھے سے ڈائجسٹ میں شائع کرنے کے بھیج دوں گی امریتا نے بھی شرارت سے سرگوشی کی جو اس کی ماتا نے بھی سن لی تو شمیتا نے مصنوعی غصے سے آنکھیں نکال کر اسے دیکھا۔

اچھا آنٹی جی پرنام اس نے کہا پرنام بیٹا۔ امریتا کی ماتا نے کہا اور شمیتا چل دی لگتا ہے یہ شمیتا آج پھر اپنے بوس کی خوب تعریفیں کر کے گئیں ہے اس نے امریتا سے کہا۔

ہاں ممی شمیتا اپنے بوس کی بہت تعریفیں کرتی ہے مگر اس کا بوس سشما کی تعریفیں کرتا ہے اور یہ بات بھی شمیتا نے خود ہی مجھے بتائی ہے امریتا نے مسکرا کر کہا۔

بھئی جب یوراج کھنا سشما کی اتنی ہی تعریفیں کرتا ہے تو اسکا مطلب تو یہ ہی ہوا نہ ھا کہ پریم بھی اسی سے کرتا ہے ان کے گھر میں آئی ہوئی انجلی نے امریتا اور اس کی ماتا کی یہ بات سن لی وہ ٹھٹک گئی اسے بڑی خوشی ہوئی اور وہ یہ خبر سشما تک پہنچانے کے لیے واپس پلٹ گئی۔

اور بیٹا اس بات کا اندازہ تو تم سے بہتر کوئی نہیں لگا سکتا۔ کہ تم سائیکاٹرسٹ ہو بوس کی نفسیات کا کھوج تم لگا سکتی ہو امریتا کی ماتا نے جواب دیا۔

ہاں ممی مگر امیر لوگ بہت روشن خیال ہوتے ہیں اور یہ کسی بھی خوبصورت چہرے کی تعریف بے دھڑک کر دیتے ہیں کہ بڑے بے باک بھی تو ہوتے ہیں انہیں بھلا کس بات کا ڈر ہوتا ہے تو بوس کی باتوں سے میں یہ رائے قائم نہیں کر سکتی کہ وہ سشما سے پریم کرتا ہے اور البتہ شمیتا کی باتوں سے لالچ کی بو آتی ہے پتہ ہے وہ کہہ کر گئی تھی کہ اس کا بوس اسے بہت جلد سیکرٹری بنا دے گا آفس کی کیونکہ وہ اپنے اسسٹنٹ سیکرٹری سے خوش نہیں ہے اور وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ وہ بہت جلد کسی نہ کسی طرح سے بوس کی

پرسنل سیکرٹری یعنی بندیا کا پتہ صاف کر کے وہ سیٹ بھی ہتھیا لے گی۔

اس کے بعد وہ خاموش ہوگئی مگر اس کی آنکھیں صاف کہہ رہی تھیں کہ اس کے بعد وہ یوراج کھنا پر قابض بھی ہو جائے گی کسی نہ کسی طرح سے انہیں متاثر کر کے۔ امریتا نے کہا اور خاموش ہوگئی۔

مگر بیٹا ہر لالچ کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے تمہارا کیا خیال ہے شمیتا اگر لالچی ہے تو اس لالچ کو پیسے کی ہوس کا نام دیا جائے یا پھر کچھ اور۔

امریتا کی ماتا نے آنکھوں پر عینک ٹھیک کرتے ہوئے کہا ممی شمیتا جب بھی میرے پاس آتی ہے وہ بڑی سی کوٹھی لمبی لمبی گاڑیوں اور بینک بیلنس وغیرہ کی باتیں کرتی ہے اور اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک حسرت ہوتی ہے اور یہ ساتھ میں یہ سب حاصل کرنے کا جنون بھی واضح پڑھا جاتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ آسائشوں کو ترسی ہوئی لڑکی ہے کیونکہ وہ اکثر اپنے بچپن کے قصے بھی مجھ سے کرتی ہے جس میں اپنی محرومیوں کا ذکر کر کے اس کی آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ پھر اپنے سپنے بیان کرنا شروع کر دیتی ہے جس میں ایک وہ امیر اور شہرت یافتہ بزنس مین کی بیوی ہے میں نے ایک بار ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے سمجھایا تھا کہ اتنے بڑے بڑے خواب مت دیکھو ٹوٹ گئے تو ان کی کرچیاں ساری زندگی تمہیں اذیت دیتی رہی گی مگر وہ برا مان گئی تھی اس لیے میں نے اسے سمجھانا چھوڑ دیا کیونکہ وہ سنتی کسی کی نہیں بس اپنا کرتی ہے امریتا نے شمیتا کا پورا چیک اپ کر رکھا تھا جواب ماتا کے گوش گزار رہی تھی اور اس کی ماتا ہمہ تن گوش تھی کہ امریتا کو اپنی سہیلی بڑی عزیز تھی اس لیے اس کی فکر میں ماں کو اس کا حال سنا رہی تھی تھوڑی دیر تک خاموشی چھا گئی پھر اس کی ماتا گویا ہوئی۔

تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ شمیتا کو پنے بوس یعنی یوراج کھنا سے پریم نہیں بلکہ اس کی دولت سے پریم ہے۔ ہاں ممی ایسا ہی ہے لیکن میرا نہیں خیال ہے کہ وہ یوراج کھنا کی دولت کو حاصل کر سکے گی امریتا کے چہرے شمیتا کے لیے آئی ہوئی پریشانی اس کی ماتا سے چھپی نہ رہ سکی کہ شمیتا کے ارادے بڑے خطرناک سے تھے لیکن دوسری طرف تو تم کہہ رہی تھی کہ شمیتا کا بوس سشما کی بڑی تعریفیں کرتا ہے امریتا کی ماتا کنفیوز ہوگئی تھیں ہاں تعریفیں تو کرتا ہے مگر میں اس بارے میں صحیح رائے نہیں قائم کر سکتی کہ یوراج کھنا کو شمیتا سے پریم ہے یا نہیں۔

پریم ہے سشما اسے تم سے پریم ہے ذرا سوچوں انسان اسی کی تعریفیں کرتا ہے جس سے اسے پریم ہو تمہیں پتہ ہے کہ جس سے پریم ہو اس کا نام لیتے ہوئے بھی۔۔

بس کر انجلی پلیز خاموش ہو جاؤ سشما نے زچ ہو کر انجلی کی چلتی زبان کو بریک لگا دی دیکھو انجلی تم مجھے کیوں اس کی طرف سوچنے پر مجبور کر رہی ہو جس طرف میں سوچنا ہی نہیں چاہتی۔ اس طرف تو صرف اندھیرا ہے اور بس۔۔ حقیقت سے آنکھیں مت چراؤ سشما یوراج کھنا کو کوئی اور پسند ہوتا پھر تمہاری طرف دیکھتا بھی ناں اور نا ہی تمہاری تعریفوں میں میں آسمان کے قلابے ایک کرتا۔

انجلی نے پھر قائل کرنا چاہا پھر وہی بودا سا جواب تم بالکل پاگل ہو اپنی پر آ جاؤ تو بات کی کھال ادھیڑ دیتی ہو تم مجھے پتہ نہیں تھا کہ تم اس موضوع پر بار بار بات کرو گی اگر مجھے پتہ اگر مجھے پتہ ہوتا تو تمہارے گھر میں اس وقت بالکل نہ آتی۔

سشما نے اپنی سریلی آواز میں کہا کہ اس کی باتیں دھیمی سی تھیں اور ایک کھنک موجود تھی اس کی باتوں میں بھئی میں تو آج تم سے اس موضوع پر ہرا ئینگل سے بات کرنا چاہتی ہوں انجلی نے شرارت سے کہا تو سشما چڑ گئی تم بہت فضول ہو اور تمہاری باتیں بھی فضول میں جا رہی ہوں میں تمہارے گھر سے کیونکہ اگر اب ایک پل بھی یہاں رہی تو پاگل ہو جاؤں گی سشما نے عاجز آ کر کہا اور واقعی میں چل دی انجلی نے روکنا چاہا مگر وہ نہ رکی کاش یہ باتیں تم دل سے کرتی پگلی اپنی سکھی سے بھی دل کا حال چھپاتی ہو انجلی نے خود کلامی کی اور پھر کچن میں چل دی۔

سشما گھر آئی تو سمیتا کھانا بنا چکی تھی دونوں نے کھانا کھایا پھر سشما ماتا جی کے کمرے میں آ گئی ان کے پاؤں دبانے لگی وہ انہیں پہلے سے ہی پرہیزی کھانا کھلا چکی تھی ماتا جی کے پاؤں دابنے کے بعد جب وہ سو گئیں تو سشما بھی اپنے اور شمیتا کے مشترکہ بیڈ روم میں آ گئی شمیتا کپڑے استری کر رہی تھی ارے دیدی میں مر گئی ہوں کیا جو آپ نے گھر کے کام کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ کھانا بھی آپ نے بنایا تھا چھوڑیں میں استری کر دیتی ہوں لائیے سشما نے اس سے استری لی اور اسے سٹینڈ پر رکھتے ہوئے کہا۔ شمیتا کو اس پر بہت پیار آیا آپ پہلے سے ہی اتنی تھکی ہوئی ہیں اور اب آپ خود کو مزید تھکا دیں گی آپ جائیں اور وشرام کریں میں کر دیتی ہوں استری سشما نے مزید کہا۔

اے میری جان مجھے کوئی تھکن نہیں ہوتی اپنے گھر کا کام کرتے ہوئے بھی بھلا کوئی تھکن ہوتی ہے اور ویسے بھی جو کام دل سے کئے جائیں ان میں تھکن کا نہیں طمانیت کا احساس ہوتا ہے شمیتا نے پیار سے سمجھایا۔ نہیں دیدی کم از کم گھر کے سرے کام میں آپ کو کرنے نہیں دے سکتی پتا جی کی اس گھر سے ارتھی اٹھنے کے بعد آپ نے اور ماتا جی نے سکون کا ایک سانس تک نہیں لیا۔ وقت کی دوڑ نے ماتا جی کا دل تو تھکا دیا مگر اب میں نہیں چاہتی کہ میری دیدی کو بھی کچھ ہو آپ ویسے بھی تھکی ہوئی ہیں جائیں اذر سو جائیں صبح کام پر بھی تو جانا ہوتا ہے آپ نے اکثر آپ دیر سے چلی جاتی ہیں آپ کو یہ کام کرتے ہوئے مہینے ہی کتنے ہوئے ہیں آپ نے کئی چھٹیاں کر لیں اور اس ماہ کی تو بگار بھی ایڈوانس میں لے لی آپ نے مجھے تو ڈر ہے کہیں آپ کا بوس آپ کو کام سے ہی نہ نکال دے آپ پر اتنی ذمہ داریاں دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے اور دل کہتا ہے کاش میں بھی کوئی نوکری کر رہی ہوتی کاش میں بھی پڑھ لیتی تو آج آپ کے نازک کندھوں پر سارے گھر کا بوجھ تو نہ ہوتا کہتے کہتے سشما کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو شمیتا کے دل کو بھی ٹھیس پہنچ گئی۔

ارے پگلی ہے تو بالکل۔ ہم ہیں ہی کتنے کہ تم پورے گھر کا بوجھ کہہ رہی ہو اور میرے کندھے نازک نہیں ہیں مضبوط ہیں رہی میرے بوس کی بات وہ بے حد رحم دل ہیں اور مہاں انسان ہیں وہ اپنے پورے سٹاف کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بڑے فرینڈلی ہیں وہ یوراج کھنا کا ذکر کرتے ہوئے سشمیتا کی طبیعت میں خوشگوار ریت پیدا ہو گئی میں تو کہتی ہوں ایسا بوس تو چراغ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے اور ایسے بوس تو خوش قسمت لوگوں کو ملتے ہیں شمیتا نے ہنستے ہوئے کہا۔

ارے ہاں آج آفس آتے ہوئے تم نے جو پرپل کلر کا ڈریس پہن رکھا تھا وہ کس نے دیا تھا کیا انجلی سے مستعار لیا تھا غضب ڈھا رہی تھی تم اس میں جب تم آفس آئی تھی اور پھر تم نے آتے ہی ساتھ ہی چینج

کر لیا سشما نے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔

میں نے اس سے مستعار نہیں لیا تھا بلکہ اس نے خود ہی دے دیا تھا کہ بڑے لوگوں کے آفس میں جا رہی ہو اس لیے کپڑے تو ڈھنگ کے پہن لو سشما نے خفگی سے کہا۔

اے فکر ہی مت کرو میں کل ہی تمہیں دو پیارے سے قیمتی سوٹ دوں گی شمیتا نے استری واپس سٹینڈ سے اٹھاتے ہوئے رہنے دیں دیدی اچانک ہی سشما سدنے استری لپیٹنی چاہی تو اس کا ہاتھ شمیتا کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گرم استری کے ساتھ جا لگا۔

سی۔ سشما۔ اس کے منہ سے ہلکی سی سسکار نکلی تو شمیتا بھی اندر تک دھل گئی ارے کیا ہوا زیادہ تو نہیں جلا نہیں دیدی بس صرف مس ہوا ہے سشما نے خود کو سنبھالا۔

بس میں بالکل ٹھیک ہوں لائیں یہ استری سشما نے استری اس کے ہاتھ سے لی اور کپڑے استری کرنے لگی شمیتا اسے چند ثانیے پیار سے دیکھتی رہی پھر گویا ہوئی ویسے اس کپڑوں میں تم اتنی پرکشش دکھائی دے رہی تھی کہ بوس تمہاری تعریفیں کرتے ہوئے نہیں تھک رہے تھے اور پتہ ہے وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح تمہاری معصومیت کی باتوں کی اور آواز کی تعریف کر رہے تھے مجھے تو لگتا ہے وہ لٹو ہو گئے ہیں تم پر شمیتا نے ہنس کر کہا تو سشما کی دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئی اور چہرہ لال۔۔

یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ دیدی جو آدمی کروڑوں کا مالک ہو جو محل میں رہتا ہو مجھ جیسی جھونپڑی میں رہنے والی سے کیسے پریم کر سکتا ہے اور تعریف کا کیا ہے وہ تو کوئی بھی کسی کی بھی کر سکتا ہے سشما نے نظریں جھکا کر کہا مگر پریم تو ہو جاتا ہے کیا تو نہیں جاتا اور ویسے بھی یہ دل کا فیصلہ ہوتا ہے اور دل کسی کے اختیار میں کب ہوتا ہے وہ کیا ہے کہ دل آئے گدھی پر تو پری کیا چیز سشما نے کہا اور قہقہہ لگا دیا کیا۔

مطلب میں اتنی بدصورت ہوں سشما نے مصنوعی غصے سے گھور کر کہا۔ نہیں میرا مطلب یہ نہیں تھا ہنسی روک کر اس نے کہا بھئی میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ تم خود سوچوں پرانے زمانے میں اکثر بادشاہ کسی جھونپڑی میں رہنے والی پر ہی دل ہار بیٹھتا اور رہنے دیں دیوی وہ پرانے زمانے کی باتیں تھیں اور اب موڈرن دور یہ اس نے سشما کی بات کاٹ کر کہا۔

اب لوگ خوبصورتی کو بالکل نہیں دیکھتے لڑکی چاہے جتنی بھی بدصورت کیوں نہ ہو لوگ تو پیسے کو دیکھتے ہیں سٹیٹس کو دیکھتے ہیں غریب لڑکیاں تو اپنے گھروں میں بیٹھی رہ جاتی ہیں چاہے کتنی ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں کتنی ہی شب کیوں نہ ہو جب تک اس کے پاس دولت کے گہنے نہ ہوں لوگ اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے معصوم یوراج کھنا ایسا نہیں ہے ان کی طبیعت میں ہر وقت خوشگواریت رہتی ہے اوہ میرے خیال میں اب آپ کو سو جانا چاہیے ورنہ صبح دیر سے جاگنے کی وجہ سے آپ کی طبیعت سے خوشگوار بہت ضرور بھاگ جائے گی سشما نے ایک بار پھر اس کی بات کاٹ کر راہ فرار کا دوسرا راستہ اختیار کیا مگر سشمتا بھی ٹل جانے والی نہیں بلاؤں میں سے نہ تھی اس لیے پیچھے سے بہن کے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

میری جان میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں یوراج کھنا کے بارے میں مگر تم سننا ہی نہیں چاہتی اور تم کیا سمجھتی ہو کہ میں بے وقوف ہوں جب بھی یوراج کھنا کا نام لیتی ہوں تمہارے سامنے تو تمہارا چہرہ لال ہو جاتا ہے اور یہ کس جذبے کے تحت ہوتا ہے مجھے اچھی طرح پتہ ہے سشمتا نے اس کے کان میں

سرگوشی کے انداز میں کہا تو اس کی کانوں کی لو تک لال ہوگئیں اسے اپنی دیدی سے بہت پیار تھا اور دیدی کو اس سے مگر اس وقت تو وہ خود سے بھی بہت پیار کرتا تھا اور دیدی خود بھی راہ فرار کا راستہ ڈھونڈ رہی تھی اس لیے اسے سشمیتا کی باتیں زچ کر رہی تھی۔

دیدی بس کر دیں اس کے بعد اگر آپ نے مجھے تنگ کیا تو میں ماتا جی کو جگا دوں گی پھر وہ جانے اور آپ۔۔ سشما کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی اس لیے سشمیتا بھی کھسکنے پر مجبور ہو رہی تھیں ٹھیک ہے اب دھمکیاں تو مت دو جا رہی ہوں سونے کے لیے او کے گڈ نائٹ ڈارلنگ ہر رات کی طرح آج کی رات بھی سونے سے پہلے اس نے سشما کو پیار کیا۔

گڈ نائٹ دیدی جواب میں سشما نے کہا اور کپڑوں پر استری کرنے میں مگن ہوگئی حالانکہ اس کا ذہن کہیں اور تھا جب کپڑے استری کر چکی تو سشمتا کے ساتھ بیڈ پر لیٹ گئی سشمتا کب کی سو چکی تھی سشما کو سوچوں کی سوغاتیں دے کر جس میں مگن ہو کر اس کی نیند کہیں گم ہو چکی تھی اس کا دل کسی نئی لے پر دھڑک رہا تھا مگر اس کا ذہن اسے بار بار سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر دل بھی بھلا اپنی ضد سے کبھی ہٹتا ہے دل وزین کی لڑائی میں وہ کافی تھک گئی تھی کہ دل دو دماغ کی لڑائی کافی مہنگی پڑ جاتی ہے بندے کو اف کیا کروں اس نے جھلا کر سوچا جس راستے پر میں جانا ہی نہیں چاہتی دل کیوں اسی راستے پر چلنے کی ضد کر رہا تھا جو خواب میں اپنی آنکھوں میں سجانا نہیں چاہتی آنکھوں میں وہی خواب کیوں رچ بس رہے ہیں میں نے تو اپنے آپ سے شیئر کیا تھا کہ یوارج کھنا کے بارے میں سوچوں گی تک نہیں کتنی مشکلوں سے تو دل کی آگ کو بجھا دیتی ہوں میں مگر یہ دیدی اور انجلی بھی ناں۔ مجھے بہکانے میں کسر تک نہیں چھوڑتی پتہ نہیں کیوں ان دونوں کو یہ شوق کیوں چڑھ گیا ہے کہ مجھے ایسے ڈگر پر چلا رہی ہے جس کی کوئی منزل نہیں میں کیوں جان بوجھ کر سراب کے پیچھے بھاگ پڑوں میں کوئی پاگل ہوں کیا مگر اس دل کا کیا کروں میں پاگل نہ سہی یہ تو پاگل ہے۔

اف کیا کروں میں عرض اسی طرح کی سوچیں ہر رات اسے ستاتی رہتی جس سے پیچھا چھڑانا اس کے لیے محال ہو جاتا دل و دماغ کی لڑائی میں اس کا دماغ کب کا شل ہو گیا تھا اور نجانے کب وہ سوچوں کی تانا بنتے نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

سشما اور سشمیتا کے بھائی ستیش اور اس کے دو ساتھیوں کا اپنے گینگ کے ساتھ لڑا ہو گیا تھا گینگ کے سرغنہ کالیا ڈاکو نے اس کے دونوں ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا جبکہ ستیش بڑی مشکل سے اپنے آپ کو بچا کر وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس وقت رات رات کے دو بجے وہ کسی انجان محلے میں موجود تھا کالیا ڈاکو پورے شہر میں اسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے جان بچانے کی غرض سے وہ اسے محلے کے کسی گھر میں گھسنا چاہتا تھا پرے ہی اسے ایک بنگلہ نظر آیا کافی اونچی عمارت تھی اس نے سوچا کیوں سامنے والے بنگلے میں کود جائے صبح ہونے سے پہلے وہاں سے بھی لڑھک جاؤں گا مگر خالی ہاتھ نہیں صفایا کر کے جاؤں گا محلے کے چھوڑے بڑے گھروں سے پرے پرانے سے بنگلے پر نظریں گاڑھ کر اس نے سوچا تھا پھر اپنی سوچ کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ آگے بڑھا سڑیٹ لائٹ کی روشنی بنگلے تک پھیلی ہوئی تھی البتہ بنگلے کے قریب جا کر دم توڑ رہی تھی بنگلے کے مین گیٹ کی طرف وہ نہ گیا

تھا بلکہ سائیڈ والے دیوار سے ہی ادھر ادھر دیکھنے کے بعد وہ اندر کود گیا اندر گھپ اندھیرا تھا پہلے پہل تو اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر پھر جب آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے لائق ہوئی تو وہ بنگلے کی طرف بڑھ گیا وہ اس وقت گھاس پر چل رہا تھا اچانک ہی اس کی چھٹی حس نے اسے کچھ خطرے کا احساس دلا دیا۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کے پیچھے کوئی ہے جو آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھ رہا تھا ابھی وہ صرف بیس قدم ہی تو بڑھا تھا کہ اسے رکنا پڑا۔

کیا ہوا رک کیوں گئے چلتے جاؤ پیچھے سے نسوانی آواز سن کر وہ اچھل پڑا اس نے حیرت و خوف سے پیچھے مڑ کر دیکھا اسے کسی عورت کا حسین سراپا نظر آ رہا تھا شکل صاف نظر نہ آ رہی تھی اندھیرے میں اس کی سفید ساڑھی سے ستیش کو خوف محسوس ہوا چوری کرنے آئے ہو۔ ایک بار پھر لڑکی کی آواز گھپ اندھیرے میں ابھری۔ وہ گھبرا گیا۔ ریوالور نکالنا چاہا مگر وہ اس کے ساتھ تھا ہی نہیں کیا ڈھونڈ رہے ہو اپنا ریوالور لیکن وہ تو میرے پاس ہے لڑکی نے ستیش کا ریوالور اسی کی طرف تان کر کہا اور ہنس دی۔

اپنا ریوالور انجان لڑکی کے پاس دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہو گئے اسے اپنے سامنے موجود لڑکی سے بے تحاشہ خوف محسوس ہوا جو رات کے دو بجے اپنے گھر کے صحن میں اچانک آن ورد ہو گئی تھی یقیناً یہ کوئی روح ہو گی یا پھر کوئی جن زادی وغیرہ کیونکہ کوئی لڑکی اتنی بہادر نہیں ہو سکتی کہ رات کے دو بجے اندھیرے صحن میں اکیلی آ جائے۔ اور یہ تو اچانک سے آ گئی تھی ڈر و خوف کی ایک لہر اس کے ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی مارے خوف کے وہ لڑکی سے یہ بھی نہ پوچھ سکا کہ اس کا ریوالور اس کے پس کیسے آیا۔ اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی تیزی سے کوندا اور وہ ٹھاں لڑکی پر اچانک ہی جھپٹ کر اس سے اپنی ریوالور واپس چھین لینے کا وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ لڑکی چیخی۔

خبردار جو تم نے کوئی بھی فضول حرکت کی یا فرار کی کوشش کی ورنہ اس پستول کی اسری گولیاں تمہاری کھوپڑی میں اتار دوں گی لڑکی کی دھمکیاں سن کر ستیش خوف سے پسینے پسینے ہو گیا وہ سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے کیونکہ اس نے ستیش کی سوچ بھی پڑھ لی تھی مانا کہ وہ ایک بہادر ڈاکو تھا مگر قسمت نے اس کے ساتھ ایسا کھیل کھیلا تھا کہ اس وقت وہ ایک لڑکی کے رحم و کرم پر تھا جیسے وہ کوئی مافوق الفطرت مخلوق سمجھ رہا تھا۔

اب جیسے جیسے میں کہتی ہوں ویسے ویسے کرتے جاؤ چلو آگے لگو لڑکی نے کسی پولیس آفیسر کی طرح حکم صادر فرمایا ہاتھ اوپر کر لو دوسرا حکم بھی چلا کر سنایا گیا تو ستیش نے ہاتھ اوپر کیے اور آگے ہو لیا لڑکی پستول تانے اس کے پیچھے تھی اسے راستہ سمجھاتے ہوئے اور دھمکیاں دیتے ہوئے آخر کار اسے بنگلے کی تیسری منزل پر لے آئی اب وہ ریداری سے گزر رہے تھے سارے بنگلے پر اندھیرے کا راج تھا ایک کمرے کے سامنے وہ رک گئی اور ستیش کو بھی رکنے کا حکم دیا خوف اب بھی ستیش کے اعصاب پر موجود تھا اسے بنگلے کے ایک ایک چیز سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ دروازہ کھولو۔ لڑکی چیخی۔۔

چیخنی کتنا تیز ہے لگتا ہے اس گھر میں صرف اکیلی یہی رہتی ہے کمینی وہ خوف سے سوچ رہا تھا اور دروازہ بھی کھول رہا تھا جلدی کھولو سو گئے ہو گیا لڑکی پھر چیخی تو اس نے ہینڈل گھما کر جلدی سے دروازہ کھول دیا اندر آ جاؤ مگر وہ نہ گیا اندر جاتے ہو یا پھر چلاؤں گولی۔

لڑکی نے دھمکی دی تو وہ بادل نخواستہ اندر چلنے لگا مگر شاید لڑکی صبر نہ ہو سکا تھا اس لیے اسے زوردار

دھکا دے دیا وہ دھڑام سے اندر زمین پر گر پڑا لڑکی نے کمرے کی لائٹ روشن کر دی گرنے کی وجہ سے ستیش کے چہرے سے نقاب ہٹ گیا تھا وہ اوندھے منہ تھا سیدھا ہوا تو اس نے لڑکی کو اور لڑکی نے اسے پہلی بار واضح طور پر روشنی میں دیکھ لیا دونوں نے ایک دوسرے کی صورتوں کو دیکھا بلاشبہ وہ لڑکی بلا کی حسین تھی۔

اوئے ہوئے بڑے سندر ڈاکو ہو تم لڑکی نے اس کی جانب پستول تان کر ہنستے ہوئے کہا ہنستے ہوئے اس کے حسن کو چار چاند لگ رہے تھے کوئی بھی اس کی ہنسی پر اور حسن پر پل بھر میں فدا ہو سکتا تھا مگر یہاں تو حالت ہی کچھ اور تھے ستیش کو اس کے حسین چہرے کے پیچھے اس کا مکروہ چہرہ نظر آ رہا تھا اسے وہ حسینہ صرف چڑیل ہی دکھائی دے رہی تھی اور اس کی ہنسی سے بھی ستیش کو خوف محسوس ہو رہا تھا دیکھو میں نے چوری نہیں کی ہے یہ ٹھیک ہے کہ۔۔۔ مم۔ میں یہاں چوری کے لیے آیا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔ مگر۔

تمہیں موقع کب دیا گیا چوری کا زیادہ معصوم بننے کی اداکاری مت کرو میں ابھی پولیس کو فون کرتی ہوں لڑکی نے کہا اور دروازہ باہر سے لاک کر کے چلی گئی جبکہ ستیش کے اعصاب سے یہ خوف تو دور ہو گیا کہ وہ لڑکی انسان ہی ہے مگر اب پولیس کا خوف سوار ہو گیا۔۔ مگر رات سے دن ہو گیا اور پولیس نہ آئی رات گزر گیا اور دوسری رات آ گئی مگر نہ ہی پولیس آئی اور نہ ہی ابھی تک وہ لڑکی آئی تھی پچھلی رات ستیش نے پولیس کے خوف میں گزار دی تھی دن اس نے سوتے ہوئے گزارا تھا اور اب اسے نیند نہیں آ رہی تھی بھوک بھی لگی ہوئی تھی رات کے بارہ بجے سے ارجن کو عجیب عجیب ڈراؤنی آوازیں سنائی دے رہی تھیں کبھی کسی لڑکی کی چیخ کی آواز سنائی دیتی تو کبھی کسی مرد کے چلانے کی آواز آتی وہ جس کمرے میں قید تھا سے اس کمرے سے بھی خوف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ کمرے کی حالت بھی کافی خوفناک سی تھی اس کمرے میں صرف ایک تنگ سا بیڈ تھا اور دیواروں پر چند تصویریں آویزاں تھیں جن میں خوفناک شکلیں موجود تھیں خوفناک تصویروں کو دیکھ کر اس کا خوف بڑھ گیا تھا اسے یقین ہو چلا تھا کہ اسے قید کرنے والی لڑکی یقیناً انسان نہیں ہے کوئی عفریت ہے مگر اب کیا ہو سکتا ہے وہ خوف سے ادھر ادھر دیکھنے لگا رات بھی گزر گئی تھی مگر وہ نہ آئی۔

کل بوس کی برتھ ڈے ہے سشمتا بتا رہی تھی بڑی خوشی سے۔

تو میں کیا کروں سشما نے بے پروائی سے کہا حالانکہ سنا دلچسپی سے تھا تم نے کرنا یہ ہے کہ کل جو کالا سوٹ میں تمہارے لیے لائی تھی وہ پہن لینا اور میرے ساتھ چلنا فنکشن میں کیونکہ بوس نے ہم دونوں کو انوائٹ کیا ہے بھئی میں تو بہت ایکسائٹڈ ہوں بس اب تم انکار مت کرنا ہم چلیں گے اسی بہانے بوس کا گھر بھی دیکھ لیں گے وہ مزے سے کہہ رہی تھی۔

نہیں دیدی میں نہیں جا رہی میں نے وہاں جا کر کیا کرنا ہے آپ ہی چلی جائیں اور ویسے بھی مجھے ان لوگوں میں جا کر گھبراہٹ ہوتی ہے اور یہ تو پھر امیر کبیر لوگ ہیں سشما نے صرف زبان سے کہا نہ دل سے تو اب بھی مخالفت کر رہا تھا اس کے ایک ایک لفظ کی میں لمبی بحث نہیں کرنا چاہتی تم نے میرے ساتھ کل چلنا ہے اور بس سشمتا نے اٹل لہجے میں کہا اور کچن سے نکل آئی سشما کو جواب سنے

اس کے بعد بھی سشما ٹال مٹول کرتی رہی مگر سشمتا نے اسے ساتھ لے جانے پر راضی کر لیا اور اب وہ دونوں پوراج پیلس میں موجود تھیں پورا پوراج پیلس اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اچانک ہی انہوں نے لائٹ روشن کی تو عالیشان بنگلہ روشنی میں نہا گیا۔ پوراج پیلس کی خوبصورتی کو دیکھ کر سشما اور سشمتا کے ہوش اڑ گئے یہاں عورتیں بھی کافی بناؤ سنگھار کر کے شاندار دکھائی دے رہی تھیں سب عورتوں و لڑکیوں نے قیمتی سے قیمتی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے اور قیمتی جیولری پہن رکھی تھی لوگ بھی بہت سارے تھے اور ہر طرف گہما گہمی تھی ان سب لوگوں کو دیکھ کر سشمتا کی آنکھوں میں حسرت ہی حسرت نظر آنے لگی جبکہ سشما کو اپنی کم مائیگی کا احساس ستانے لگا ایسے اپنا آپ بہت چھوٹا دکھائی دے رہا تھا اور سشمتا بھی وہ دونوں خراماں خراماں راہداری میں چل رہی تھیں۔ جو کچن کے پیچھوں و بیچ سامنے موجود ایک لمبے ٹیبل کی طرف جا رہی تھیں جس کے گرد پوراج کھنا اور اس کی پوری فیملی جمع تھی اور مہمان لوگ بھی وہیں موجود تھے جن میں سشمتا اپنے کولیگز کو بھی پہنچان لگی باقی کے سب لوگ انجان تھے اس کے لیے پورے صحن کو کسی دلہن کی طرح سجایا گیا تھا وہ دونوں بھی بنگلے کی عالیشانی کو دیکھتیں کبھی صحن کی خوبصورتی کو کبھی خوبصورت لڑکیوں کو غرض یہاں ہر طرف رنگینیاں تھیں انہیں لگ رہا تھا جیسے وہ دونوں کسی نئی دنیا میں آ گئیں ہوں پوراج کھنا بھی تیار ہو کر آ گئے تھے آج پوراج کھنا کافی جاذب نظر دیکھائی دے رہے تھے سشمتا نے ان کی خوبصورتی کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا مگر سشما ان سے نظر ہٹا نہیں پا رہی تھی وہ نا چاہتے ہوئے بھی پوراج کھنا کو یک ٹک دیکھے جا رہی تھی سب لوگوں سے بے خبر ہو کر جیسے وہ بے اختیار ہو گئی تھی پوراج کھنا سب سے ہنس ہنس کر مل رہے تھے اور لڑکیاں بھی انہیں ستائشی نظروں سے دیکھ اور مل رہی تھیں کہ وہ تھے ہی کافی وجیہہ نوجوان تھوڑی دیر بعد ہی پوراج کھنا سشما اور سشمتا کے پاس بھی آ گئے۔

آج کالا جوڑا پا کر سشما بھی بے حد حسین لگ رہی تھی مگر اس میں وہ خود اعتمادی تو نہ ہرگز نہ تھی جو یہاں موجود کم کپڑے پہنے ہوئے لڑکیوں میں تھی پوراج کھنا نے دونوں سے علیک سلیک کی آپ دونوں پہلی بار پوراج پیلس میں آئیں کیسا لگ رہا ہے اس نے پوچھا۔

بوس مجھے تو بے حد خوشی ہو رہی ہے جسے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں خوب مزہ آ رہا ہے آپ کے گھر آ کر سشمتا نے بلا تکلف کہا اور سشما آپ کو کیسا لگا ہمارا گھر۔ اس نے بلا تکلف سشما کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا تو اس کا دل زور سے دھڑکا وہ سٹپٹا گئی۔ جج۔ جی۔۔۔ جی بہت اچھا۔۔ اس نے نظریں چرا کر کہا ابھی پوراج کھنا کچھ اور بھی کہنا چاہ رہے تھے کہ پیچھے سے بندیا آ گئی پوراج۔ اس نے پکارا اوہائے سشمتا اس نے ہاتھ ہلا کر سشمتا سے کہا۔

ہائے سشمتا نے بھی اسی کے انداز میں ہاتھ ہلا کر جواب دیا اچھا آپ دونوں آیئے نا پوراج کھنا نے سشما اور سشمتا سے کہا ہاں تم کیا کہنا چاہ رہی تھی پوران کھنا نے بندیا سے کہا پوراج بیٹا آ جاؤ کیک کاٹنے کا وقت ہو گیا ہے پیچھے سے پوراج کی ماتا نے پکارا تو بندیا کی بات اس کے منہ میں رہ گئی اوہ یہ میری ممی ہے آیئے میں آپ دونوں کو ان سے ملواتا ہوں اس نے کہا تو سشما اور سشمتا اور بندیا بوس کے ساتھ ہو لیں انہوں نے دونوں کی علیک سلیک اپنے ماتا پتا سے کرائی جو اتنے خاص گرم جوشی سے نہ ملے پھر کیک کاٹا گیا اور لوگوں کو سرو کیا گیا۔

برتھ ڈے پارٹی جو کافی شاندار تھی جو رات گئے تک جاری رہی مگر سشما اور سشمتا نے وہاں صرف دو گھنٹے گزارے اور واپس گھر آگئیں مگر وہاں گزارے ہوئے دو گھنٹوں نے ہی دونوں بہنوں کی سوچیں بدل دیں سشما جو بڑی مشکل سے خود کو روکے ہوئی تھی بری طرح یوراج کھنا پر فدا ہو چکی تھی جبکہ سشمتا بھی بری طرح فدا ہو چکی تھی یوراج پہلی پر اور اس کی شان و شوکت پر سشما نے یوراج کھنا کو پہلی بار آج قریب سے دیکھا تھا ان کے باتوں کے انداز نے اور ان کی وجاہت نے اسے بے حد متاثر کیا تھا وہ اسے کافی فرینڈلی نظر آئے تھے پہلے تو اس کے بارے میں سوچنا نہ چاہتی تھی مگر آج بے اختیار ہو کر اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی آج وہ دل سے ہار مان بیٹھی تھی آج دل اور دماغ کی کوئی لڑائی نہیں ہو رہی تھی آج کی رات تو بس وہ یوراج کھنا کو یاد کر کے گزارنا چاہتی تھی اور ایسا کرنا اسے اچھا لگ رہا تھا یوراج کھنا کا چہرہ اس کی نظروں کے سامنے سے ہٹ ہی نہیں پا رہا تھا اور ان سے کی ہوئی ملاقات جو بہت مختصر تھی بار بار اس کے ذہن میں ری پیٹ ہو رہی تھی لیکن نیند کا کیا ہے یہ تو سولی پر بھی آجاتی ہے اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ رات کے نا جانے کس پہر اس کی آنکھ لگ گئی سشمتا بھی جب تک جاگتی رہی یوراج کھنا کے عالیشان محل نما بنگلے کے بارے میں ہی سوچتی رہی اس کی نظروں کے سامنے سے یوراج کھنا کا محل ہٹ ہی نہیں رہا تھا جیسے رچ بس گیا تھا اس کے دل میں وہ بھی یوراج کھنا کی مالی دولت اور عیش و عشرت کے بارے میں سوچتی رہی تھی اور آنے والے وقت خود کو بھی عیش و عشرت میں گھرا ہوا دیکھ رہی تھیں اور یہ عیش و عشرت اسے تب ہی میسر آنا تھا جب وہ یوراج کھنا کی پتنی بنتی وہ دونوں بہنوں کی سوچیں بدل گئیں تھیں اور خواب ایک ہی آدمی سے منسوب ہو گئے۔

ستیش نیم بے ہوشی کی حالت میں زمین پر پڑا تھا اس نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا تھا اور اسے قید کرنے والی لڑکی بھی ابھی تک نہیں آئی تھی تھوڑی دیر گزرنے کے بعد اسے محسوس ہوا جیسے کسی نے دروازہ کھولا ہو اور اندر آگیا ہو کسی نے اس کے منہ پر پانی کے چھنٹے مارے تو اس نے ذرا سی حرکت کی بھوک و پیاس سے اس کی حالت بہت بری ہو رہی تھی اس نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے وجود کو دیکھا وہ کوئی اور نہیں وہی لڑکی تھی جس نے اسے قید کیا تھا ستیش اب بے ہوشی کی حالت سے نکل چکا تھا لڑکی نے پانی کا گلاس اس کے سامنے کیا تو وہ بڑی مشکل سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور بڑی آہستگی سے پانی پیا لڑکی نے پاس پڑی ہوئی ٹرے بھی اس کے سامنے کر دی جس میں گوشت کا سالن اور چپاتیاں تھیں اور پھر وہ اٹھ کر چلی گئی دروازہ باہر سے لاک کر کے ستیش اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر اس وقت اسے بھوک اور پیاس اتنی لگ رہی تھی کہ اسے کچھ اور سجھائی نہ دیا اور پہلے سامنے پڑا اٹھا کر منہ کو لگایا اور جگ غٹا غٹ ہی پی گیا اور پھر گوشت اور چپاتیاں بھی چٹ کر گیا۔ تو اس کی جان میں جان آگئی مگر وہ ابھی تک حیران تھا کہ لڑکی پولیس کو کیوں نہیں لے کر آئی یا پھر وہ لڑکی ہے بھی کہ نہیں اب اس کے ذہن نے کام کرنا شروع کیا تو سوالات بھی ذہن میں خود بخود بنتے چلے گئے اور جس سے پوچھنے تھے وہ موجود نہ تھی لڑکی رات کے بارہ بجے آئی تھی۔

یوراج کھنا کی سالگرہ کے بعد سشما اور سشمتا کے خیالات گیا بدلے دونوں کے رویے بھی بدل

گئے سشمتا میں تو ایک عجیب سی سرد مہری آگئی تھی اس لیے سشما سے کھچی کھچی سی رہنے لگی بوس نے اسے اسسٹنٹ سکرٹری رکھ لیا تھا گھر آنے کے بعد وہ سشما سے صرف ضرورت کی بات کرتی باقی کی کوئی بات نہ کرتی وہ سیکرٹری کا عہدہ حاصل کر کے بھی خوش نہ تھی کیونکہ اس کے خواب بہت اونچے تھے اس لیے وہ بہن سے بھی کترا رہی تھی سشما کے منہ سے یوراج کھنا کا ذکر تو وہ اب جان بوجھ کر نہ کرتی جبکہ سشما کے کان اس بات کے منتظر ہوتے کہ کب سشمتا یوراج کھنا کے بارے میں کوئی بات کہے مگر بھولی سشما بہن کے رویے کو سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی سشما کی بے قراری میں چند دن بعد ہی بے تحاشہ اضافہ ہو گیا۔

آخر ایک دن بے اختیار ہو کر اس نے بہن سے پوچھ ہی لیا کیا بات ہے دیدی اب آپ یوراج کھنا کے بارے میں بات ہی نہیں کرتی ورنہ پہلے تو ہر وقت ان کا ذکر دھڑلے سے کیے رہتی تھی اور اب ان کا نام لینا بھی بھول گئیں آخر اس طرف سے خاموشی کیوں چھا گئی۔ سشما سکا بس نہیں چل رہا تھا کہ پوچھ ڈالے کہ اب یوراج کھنا اس کے بارے میں کیا کہتا ہے وہ پوچھ تو نہ سکی مگر سشمتا نے اس کے دل میں چھپی ہوئی بات بھانپ لی اسے سشما کا یوراج کھنا کے بارے میں پوچھنا بھی کافی برا لگا تھا۔

بھئی وہ دن گئے ان دنوں تو ان پر کام کا اتنا لوڈ ہے کہ وہ خود بھی بہت مصروف رہتے ہیں اور ہمیں بھی مصروف رکھا ہوا ہے کسی سے بات کرنے کی بھی فرصت نہیں ہے ان کے پاس سشمتا نے بات کو گول کر دیا اچھا میں تو سونے جا رہی ہوں گڈ نائٹ اس نے کہا اور بیڈ پر لیٹ گئی جبکہ سشما کی بے چینی میں ہر گز کمی نہ آئی تھی حالانکہ اس نے یوراج کھنا کے بارے میں دیدی سے اس لیے پوچھا تھا کہ ان کے بارے میں جان کر اس کے بے قرار دل کو قرار آجائے گا مگر ہوا اس کے برعکس ہی۔

کل بھی وہ سالی رات بارہ بجے آئی تھی اور کھانا دے کر واپس چلی گئی آج آجائے وہ میں اس سے ضرور پوچھوں گا کہ اس کی اصلیت کیا ہے یا پھر یہاں سے بھاگ جاؤں گا ابھی بارہ بجنے میں ایک گھنٹ تھا اور ستیش نے آج پہلے سے ہی بہت کچھ سوچ رکھا تھا یہاں تو میں قید ہو کر ایک ایک لمحہ وہ اذیت میں گزار رہا تھا اسلیے آج اس نے اٹل فیصلہ کیا ہوا تھا کہ آج یا تو یہاں سے بھاگ جائے گا یا پھر اس لڑکی کی اصلیت معلوم کرے گا جس نیا سے کئی روز سے قید کر رکھا ہے اور اپنے بارے میں کچھ بتاتی نہیں ہے سوچتے سوچتے اسے نیند آگئی سارا دن بھوک میں گزار کر وہ نڈھال سا ہو کر بیڈ پر لیٹا تھا اور پھر اسے نیند آئی مگر بارہ بجتے ہی اس کی آنکھ کسی کے دروازہ کھولنے کی آواز سے کھل گئی اندر آنے والی کوئی ہستی اور نہ تھی وہی لڑکی تھی اور آج اس نے سرخ ساڑھی پہنی ہوئی تھی جس میں اس کا حسن دمک رہا تھا مگر ستیش اسے دیکھ کر خوفزدہ تھا کیا حال ہے چور صاحب۔ آج وہ بول پڑی اور مسکرا کر پوچھا بھی۔ وہ ستیش کو ایسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی جیسے ستیش اس کا قیدی نہ ہو بلکہ مہمان ہو اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی جس پر کپڑا پڑا ہوا تھا اس نے ٹرے بیڈ پر رکھ دی اور خود بھی بیڈ پر بیٹھ گئی حالانکہ پہلے وہ ٹرے رکھ کر فوراً چلی جاتی تھی مگر آج وہ بیٹھ گئی تھی ستیش کے لیے موقع غنیمت کا تھا۔

میں نے آپ سے کچھ پوچھا ہے۔ بھئی میں نے آپ کا حال پوچھا یہ اس نے ستیش سے پوچھا کہ اس کا دھیان ستیش کی جانب تھا مگر ستیش کا دھیان کھلے دروازے کی جانب تھا ایسے ہی موقع کی تو وہ تلاش میں تھا جو اسے آج مل ہی گیا اچانک بجلی کی پھرتی سے وہ بیڈ سے اچھل کر باہر کی جانب بھاگا اور اندھیری

راہ دری میں لڑکی کی آنکھوں کے سامنے گم ہوگیا۔ لڑکی یہ دیکھ کر قہقہے لگانے لگی جو ستیش کو صاف سنائی دے رہے تھے۔ مگر گھپ اندھیرے میں اسے کچھ دکھائی نہ دے رہا تھا ہاں البتہ تیسری منزل سے دوسری منزل تک وہ با آسانی آ گیا تھا کیونکہ اس کمرے کے علاوہ جس میں وہ قید تھا سارے بنگلے میں تاریکی کا راج تھا اور اس کمرے کی روشنی راہداری میں بھی پھیل رہی تھی جو سیڑھیوں سے کچھ فاصلے پر کمزور ہوتے ہوتے ختم ہو رہی تھی۔ اسے سیڑھیاں با آسانی نظر آ گئی اور وہ نیچے اتر آیا مگر اب اسے پہلی منزل کی طرف جاتی ہوئی سیڑھیاں ڈھونڈنے میں بہت دشواری ہو رہی تھی اس کے پاس وقت بے حد کم تھا اور لڑکی کے پہنچ جانے کا ڈر بھی تھا اس لیے وہ پاگلوں کی طرح ادھر سے ادھر دوڑ رہا تھا اور اندھیرے میں سیڑھیاں ٹٹول رہا تھا آخر کار وہ کامیاب ہوگیا اور سیڑھیوں تک پہنچ ہی گیا اس پر چھائے ہوئے خوف میں تھوڑی کمی آئی تھی لڑکی کے قہقہوں کی آواز اب بھی قریب آتی جا رہی تھی اور اس کا خوف دوبارہ سے کئی گنا بڑھ گیا دل تھا کہ جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگا مگر بوکھلاہٹ کی وجہ سے خود پر قابو نہ رکھ پایا اور اس کا پاؤں پھسل گیا جتنی تیزی سے وہ اتر رہا تھا اب اتنی ہی تیزی سے سیڑھیوں پر پھسلتا جا رہا تھا۔

اب وہ زمین پر پڑا کراہ رہا تھا اس کے دائیں پاؤں کا گھٹنا بڑی زور سے سیڑھی کی نوک سے لگا تھا جس پر آنے والی چوٹ شدید تھی اور پھر زمین پر بے اختیار گرنے کی وجہ سے اس کا سر بھی فرش پر زور سے ٹکرایا تھا جس کی وجہ سے اس کے سر میں درد ہونا شروع ہوگیا تھا اور اتنی چوٹیں آنے کے بعد اس پر نیم غشی کی حالت طاری ہوگئی تھی تھوڑی دیر وہ یونہی بے بس پڑا رہا وہ نیم بے ہوشی کی حال میں بھی مسلسل سیڑھیوں کی جانب متوجہ تھا جس پر اب وہ کسی کو اترتا ہوا محسوس کر رہا تھا اترنے والے نفوس دو تھے جو آپس میں باتیں کرتے ہوئے اتر رہے تھے انکی باتیں ستیش کو سمجھ نہیں آ رہی تھی صرف بے معنی سے بھنبھناہٹ اس کی سماعتوں کی نظر ہو رہی تھی اور وہ دونوں باتیں بھی سرگوشیوں کے انداز میں کر رہے تھے اس نے نیم بے ہوشی کی حالت میں دیکھا ان دونوں کو ایک تو وہی لڑکی تھی اور دوسرا کوئی بوڑھا آدمی تھا۔

اچھا تو یہ ہے وہ چور جس کے بارے میں کل مجھ سے بات کر رہی تھی بوڑھے نے پوچھا ہاں دادا جی یہی ہے وہ یہاں سے بھاگنے کی سوچ رہا تھا مگر اب بے ہوش پڑا ہے بیچارہ بے وقوف سمجھ پا رہا تھا مجھے چلو اسے واپس اوپر لے چلتے ہیں پھر سوچیں اس کے بارے میں دادا نے کہا تو ستیش کا شک یقین میں بدل گیا۔ یعنی یہ دونوں آدم خور ہیں۔

اوہ۔۔ میں آدم خوروں میں پھنس گیا ہوں پتہ نہیں زندہ بھی ہیں دادا پوتی یا نہیں ہو سکتا ہے کوئی روحیں وغیرہ ہوں بلکہ ہیں اس کا شک اب یقین میں بدل رہا تھا دادا جی نے اسے ٹانگوں سے پکڑا اور لڑکی نے ہاتھوں اور اسے سیڑھیوں پر گھسیٹتے ہوئے اوپر لے گئے کمرے میں لا کر اسے بیڈ پر لٹا دیا ستیش کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں دادا جی یہ تو تکلیف میں ہے اس کے منہ سے کراہیں نکل رہی ہیں۔

لڑکی نے کہا ہاں میں بھی سن رہا ہوں کہیں کمزور نہ پڑ جائے ہمارا شکار خوف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کر گیا خیر کوئی بات نہیں دادا جی آپ اپنے کمرے میں جائیں میں دیکھ بھال کرتی ہوں آپ شرم کریں۔ ٹھیک ہے بیٹا میں جا رہا ہوں تم اس کا خیال رکھو۔

دادا چلے گئے مگر اس کا آخری جملہ ستیش کو معنی خیز ہی لگا ایک گھنٹہ بعد ہی اسے بھوک نے ستانا شروع کر دیا تو بے ہوشی جاتی رہی اس نے آنکھیں کھولیں سامنے ہی وہ بیٹھی ہوئی تھی اسے اپنے سامنے دیکھ کر بڑا غصہ آیا اور اپنی بے بسی پر بھی۔

اوہ۔۔ ہوش آ گیا آپ کو میں آپ کے لیے کھانا گرم کر کے لاتی ہوں یقیناً آپ کو بھوک لگی ہوگی۔ اس نے فکر مندی سے کہا۔ اور کمرے سے نکل گئی مگر جانے سے پہلے دروازہ باہر سے لاک کرنا نہیں بھولی تھی وہ۔ ہونہہ کھانا لاتی ہوں ظاہر ہے پہلے مجھے خوب کھلا پلا کر موٹا کریں گے پھر دعوت اڑائیں گے میری یہ دونوں خبیث بیچارہ بھوک ہڑتال بھی نہیں کر سکتا تھا کہ بھوک کے بارے میں بڑا کچا تھا وہ پورے بنگلے میں اندھیرا کیے رکھتے ہیں تاکہ ان کے چنگل میں پھنسا ہوا شکار بھاگ نہ سکے نا جانے ہر رات کتنے لوگوں کو پکا ڈالتے ہوں گے دونوں حرام خور بلکہ آدم خور مگر میں بھی یہاں سے بھاگ نکلنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا پہلی بار تو میں ناکام ہوگیا تھا مگر اگلی بار انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا ہوگا وہ غم و غصے کی حالت میں اپنے ساتھ ہی نہ جانے کیا اول فول بڑبڑا رہا تھا کہ لڑکی کھانے کی ٹرے لیے کمرے میں آ گئی اس کے چہرے پر مسکراہٹ موجود تھی مگر چند لمحوں بعد اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوگئی اور اس کی جگہ غصے کے آثار نظر آنے لگے اس کا چہرہ اور آنکھیں لال سرخ ہوگئے اور وہ خونخوار نظروں سے ستیش کو دیکھنے لگی اس کی بدلتی حالت کو دیکھ کر خود ستیش کی حالت بھی کافی بدل گئی خوف سے۔

تم نے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کی اسے میں تمہاری پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر معاف کر رہی ہوں اگر تم نے پھر ایسی ویسی کوئی حرکت کی اپنے بھیانک انجام کے لیے تم خود ذمہ دار ہوگے کیونکہ چوری کرنے کی غرض سے تم یہاں آئے تھے ہم تمہیں اغوا کر کے نہیں لائے اب جب تک ہم چاہیں گے تمہیں یہاں رکھیں گے یا پھر تمہارے ساتھ کوئی بھی سلوک کر سکتے ہیں ہم میں تم سے ایک بار پھر کہہ رہی ہوں کہ یہاں سے بھاگنے کا نتیجہ تو تم بھگت ہی چکے ہو آئندہ اگر راہ فرار اختیار کی تو اس سے بھی برے نتائج سامنے آ سکتے ہیں سمجھے تم وہ غصے سے دھاڑی مارے غصے سے اس کے نتھنے پھول رہے تھے۔

اس نے کھانے کی ٹرے ستیش کے قریب رکھی اور کمرے سے نکل گئی ستیش چند لمحے تو اس کی باتوں میں کھویا رہا پھر اس کی باتوں کے سحر سے نکل کر وہ آہستہ آہستہ اٹھنے لگا کہ اس کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھی وہ بڑی مشکل سے بیٹھ کر اس نے ٹرے سے کپڑا ہٹایا جس میں بھنا ہوا گوشت چپاتیاں اور ایک گلاس لال شربت موجود تھا اس کی بھوک چمک اٹھی اس نے ڈٹ کر کھانا کھایا اور شربت بھی پیا پھر کھانے کے کچھ وقت بعد ہی اس کے ذہن میں ایک نیا خیال پلنے لگا کہیں یہ گوشت انسانی گوشت تو نہیں اور شربت بھی لال تھا کہیں اس میں خون کی ملاوٹ تو نہ تھی یقیناً انہوں نے مجھے انسانی گوشت کھلایا ہے اور انسانی خون بھی۔ اوہ اتنے دن میں انسانی گوشت کھاتا رہا۔ اوہ۔۔ یہ میں کہاں پھنس گیا ان آدم خور بدروحوں سے کب چھٹکارہ ملے گا مجھے اب اسے ساری رات اسی طرح کی سوچیں سوچتی گزارنی تھی۔

سشما نے کئی بار بہانے بہانے سے یوراج کھنا کے بارے میں پوچھا بلکہ اکثر وہ سشما کے سامنے یوراج کھنا کا ذکر چھیڑ دیتی جبکہ سشما تو اس کی یہ عادت کھلنے لگی تھی وہ بھی بڑی سہولت سے اسے ٹال دیتی یا پھر باتوں کا رخ بدل دیتی اور اب تو اس کے ساتھ بات کرنا بھی کم کر دیا تھا اور معصوم

سشما بہن کے دل میں چھپے چور کو نہ پکڑ سکی وہ بیچاری تو وہی سمجھتی جاتی جو اسے سشمتا سمجھاتی جاتی۔

بھئی کیا بتاؤں دو دن سے بوس کی پرسنل سیکرٹری بندیا بھی نہیں آرہی اور میں بھی اسسٹنٹ سیکرٹری بن کر بہت مصروف ہوگئی ہوں بوس تو پھر بوس ہے سب سے زیادہ مصروف وہ ہیں کسی سے بات کرنے کا موقع تک نہیں ملتا اور مجھے سمجھ تمہاری نہیں آتی کہ تم بار بار یوراج کھنا کا تذکرہ کیوں کرتی رہتی ہو جانے بھی دو سشمتا کی بات پر سشما نے دنگ ہو کر اسے دیکھا اسے بہن کی اس طرح بات کرنے کی قطعی امید نہ تھی پہلے تو بار بار اس کا ذکر آپ خود کرتی تھیں معنی خیز جملے بھی کستی تھی مجھ پر اور بھی کھار صاف کہہ دیتی کہ وہ تم پر لٹو ہو گیا ہے اور اب جب میرے دل میں پریم کی آگ لگ چکی ہے میں پوچھتی ہوں اس کے بارے میں تو آپ کہہ رہی ہیں کیوں تذکرہ کرتی ہوں اس کا اور جانے دوں آپ اتنی انجان کیسے بن سکتی ہیں کیسے جانے دوں اسے دل سے آخر بات کیا ہے آپ یقیناً مجھ سے کچھ چھپا رہی ہیں یہ سب باتیں وہ روتے دل سے دل ہی دل میں سشمتا سے کہہ رہی تھی کہ منہ پر کہنے کی اس میں جرات نہ تھی کم ہمت تھی اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔

بھئی کیا پوچھ رہی ہوں تم سے میں کیا بتاؤں آج کھانے میں کسی سوچ میں گم ہو گئی ہو سشمتا نے اسے سوچوں میں گم دیکھ کر دوسری بار پوچھا ذرا تیز آواز میں تو وہ جو سوچوں کے گرداب میں پھنسی ہوئی تھی واپس نکل آئی ہاں کچھ نہیں۔۔ میں کھانا لگاتی ہوں چونک کر اس نے کہا تھا اور پھر کچن میں چلی گئی آج تو دیدی نے حد کر دی بے اعتنائی کی یعنی اب مجھ سے بھی یہ پوچھ رہی ہے کہ کیا سوچ رہی ہوں یعنی اسے اندازہ تک نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے دیدی بدل گئی ہے یہ ایسے تو۔۔ اب ہانڈی گرم کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر سوچوں کے گرداب میں پھنس گئی تھی۔ سشما کے دل میں یوراج کھنا کا پریم روز بروز پروان چڑھتا جا رہا تھا بے چینی میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اور سکون غارت تھا کتنے دن ہو گئے تھے اس نے یوراج کھنا کو دیکھا بھی تو نہ تھا سشما کو پتہ نہیں تھا کہ اسے اب ایک اور نئے کرب سے گزرنا ہے اس کی بے چینی اس دن کرب میں بدلی جس دن سشمتا آفس سے آئی تو بڑی پریشان تھی آج سشمتا جلدی آفس سے گھر آگئی تھی دن کے بارہ بجے ہی گھر آگئی سشما کو اس کی طرف سے تشویش ہوئی۔

کیا ہوا دیدی تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آج آپ اتنی جلدی آگئی۔

ہاں آج آفس میں کام بہت کم تھا اس لیے بوس نے پورے سٹاف کو جلدی چھٹی دے دی میں بالکل ٹھیک ہوں تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے سپاٹ سے لہجے میں کہہ کر وہ کمرے میں چلی گئی جبکہ سشما کچھ سمجھ نہ آنے والے انداز میں شانے اچکائے اور جھاڑ دینے لگی زیادہ پوچھ کچھ سشما نے بھی مناسب نہ سمجھی کیونکہ اس دن کے بعد سے سشما کا دل سشمتا کی طرف سے خراب ہو گیا تھا اب تو سشما کا دل بھی نہ کرتا تھا سشمتا سے بات کرنے کو اور اگر سشمتا اس کے لیے کچھ لے آتی تو وہ بھی بے دلی سے لے لیتی دونوں بہنوں میں عجیب سی سرد مہری آگئی تھی جذبات کی گرمائش میں کمی آگئی تھی جس کی وجہ سے گھر کا پرسکون ماحول کافی بے سکون سا ہو رہا تھا سشما کا خیال تھا کہ سشمتا کمرے میں جا کر سو چکی ہو گی مگر وہ کمرے میں جا کر بیڈ پر لیٹی تک نہ تھی بس ٹہل رہی تھی پریشانی کے عالم میں جیسے اس کا کچھ کھو گیا ہو کبھی وہ کمرے سے نکل کر ماتا جی کے پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگتی لیکن اس کی آنکھوں میں ایک درد موجود تھا جسے سشما نے نوٹ کیا تھا کہیں دیدی کام سے نہیں نکال دیا گیا اس کا دل تو

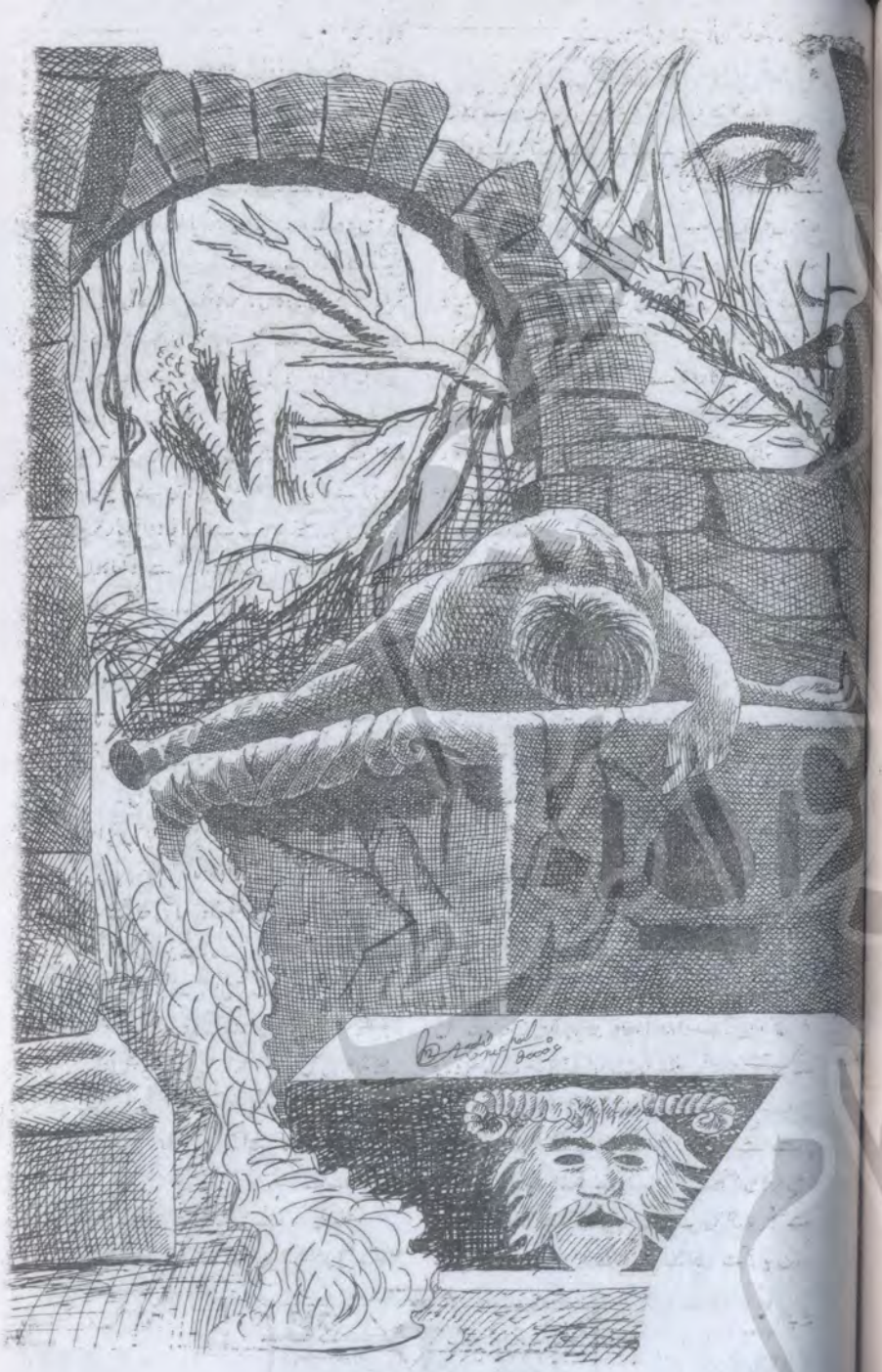
کر رہا تھا پوچھنے کو مگر ہمت نہیں بندھ رہی تھی کہ وہ پھر ٹال مٹول سے کام لے گی یہ سوچ کر رہ جاتی سشمتا کو بھارادن گھر میں سکون نہ ملا تھا تو شام کو امرینا سے ملنے چلی گئی۔ ہونہہ اب وہاں جا کر دل کے پھپھولے پھوڑے گی بہن سے دل کی بات کہتے ہوئے تو اس کی جان جاتی ہے سشما کو بہت برا لگا تھا سشمتا کا یوں وہاں جانا اس لیے جلے دل کے ساتھ سوچا۔ واپس آتے ہی وہ پھر سے کمرے میں گھس گئی سشما سے بھی نہ رہا تھا اس لیے وہ بھی پیچھے چلی آئی سشمتا کسی گہری سوچ میں تھی آنکھیں سوجی ہوئی تھی یعنی روئی بھی تھی۔

کیا ہوا دیدی۔ آج آپ اتنی بے چین کیوں ہیں پورے گھر میں بولائی بولائی سے پھر رہی تھی جیسے آپ کا کچھ کھو گیا ہو سشما نے گہری سوچ میں ڈوبی سشمتا سے پوچھا۔ ہاں دراصل مجھے آفس سے نکال دیا گیا ہے۔ سشما نے سوچا یہی جواب دے گی اب ہاں وہ دراصل کچھ تھکن سی ہو رہی تھی اس لیے مگر جواب سشما کی سوچ کے برعکس تھا۔

ارے واہ دیدی آپ کو تو جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا آپ کو بارہ بجے ہی آفس سے آگئی تھیں اور جن تھکن ہو تو انسان یوں سارا دن ٹہلتا رہتا ہے یہ تھکن نہیں ہے بے چینی ہے اصل بات کیا ہے بتائیں تو سہی۔ سشما نے اصرار کیا۔

تم اکثر بوس کے بارے میں پوچھتی تھی ناں آج میرے پاس بوس کے بارے میں اہم خبر ہے۔ یوراج کھنا کا ذکر اتنے دنوں بعد سشمتا کے منہ سے سن کر سشما کا دل زور سے دھڑکا تھا اچھا بتاؤ تو سہی۔۔ اس نے بے چینی سے پوچھا۔ بوس نے ایک ہفتہ پہلے میگھنا نامی لڑکی سے کورٹ میرج کر لیا تھا دونوں ایک دوسرے کے پریم میں نا جانے کب سے گرفتار تھے مگر بوس کی ماتا اس کی شادی اپنی بھانجی سے کرنا چاہتی تھی حالانکہ میگھنا بھی سٹیٹس میں ان کے برابر ہے مگر بوس کے ماتا پتا ضد پر اڑے ہوئے تھے تو بوس نے بھی اپنی ضد نہ چھوڑی اور کورٹ میرج کر لی اور اپنی پتنی کو اپنے ساتھ گھر لے گئے مگر یوراج کھنا کے ماتا پتا نے میگھنا کو قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن پھر یوراج کھنا کی جدائی کے ڈر سے انہوں نے اکلوتے بیٹے کے سامنے ہتھیار پھینک دیئے اور سوسائٹی میں ناک کٹ جانے کا خدشہ بھی تھا اس لیے دونوں کی شادی ایک ہفتے بعد بڑی دھوم دھام سے ہو رہی ہے بندیا یہ خبر سن کر آفس چھوڑ کر چلی گئی اس لیے بوس نے مجھے اپنا پی اے بنا لیا۔ مگر بوس کی اچانک شادی کا سن کر سب ہی دنگ رہ گئے تھے نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز رندھ گئی تھی جس دن بندیا آفس چھوڑ کر جا رہی تھی اسی دن اس نے مجھے یہ خبر چھپکے سے سنائی تھی وہ بھی بوس سے پریم کرتی تھی اسے یہ خبر اس کی سہیلی جو میگھنا کی کزن ہے نے سنائی۔

سشما کو سنائی ہی کب دے رہا تھا سشمتا نے س کو جو دھماکہ خیز خبر سنائی تھی وہ اس کی سماعت سلب کرنے کے لیے کافی تھی پہلے پہل تو وہ بہن کو یوں گھور کر دیکھ رہی تھی جیسے اسے سشمتا پاگل نظر آرہی ہو جیسے اسے سشمیتا کی باتوں پر یقین ہی نہ آرہا ہو مگر پھر اس نے محسوس کیا جیسے اس کے اندر زور سے کچھ ٹوٹا ہو اور کچھ ٹوٹتے ہی اس کے ذہن میں قیامت سی برپا ہو گئی تھی دونوں بہنوں کے دل کرچی کرچی ہو گئے تھے دونوں ایک دوسرے سے نظریں چرا رہی تھیں کیونکہ دونوں نے خواب ایک ہی آدمی کے وابستہ کر لیے تھے جس کی زندگی کا چھپا ہوا پہلو ان کے سامنے آگیا تھا۔ دونوں بہنوں کے خواب ٹوٹ چکے تھے۔ اس کے بعد کیا ہوا یہ جاننے کے لیے موت کی منزل کی دوسری قسط اگلے ماہ کے شمارے میں ضرور پڑھیے۔



خونی نہر

---تحریر: محمد عارف علی---

وہ تینوں خونی نہر کی طرف چل دیئے وہاں پہنچے تو اندھیرا پھیل گیا تھا حالانکہ شام کے چار بجے تھے وہ تینوں نہر کے قریب ہی پہنچے تو باباجی نے حصار باندھنا شروع کر دیا تو ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں حصار باندھ کر باباجی ایک طرف بیٹھ گئے علی اور عزیز بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے منہ ہی منہ کچھ پڑھنا شروع کر دیا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے تسبیح کے دانے بھی گھمانے شروع کر دیے تسبیح پوری کر کے انہوں نے حصار کی طرف پھونک ماری تو کئی خوفناک چیخیں ایک ساتھ ابھریں ہمیں معاف کر دیں ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور یہاں کبھی بھی نہیں آئیں گے اچانک ہی حصار میں سے ایک خوفناک آواز سنائی دی تمہیں معاف نہیں کیا جا سکتا اگر تم یہاں سے چلے بھی گئے تو کسی اور جگہ جا کر فساد شروع کر دو گے باباجی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور حصار کی طرف پھونک ماری تو ایک بار پھر وہاں سے چیخیں سنائی دینے لگیں وہ حصار میں قید ہو کر رہ گئے۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

وہ دسمبر کی سرد ترین رات تھی ہر طرف ہو کا عالم تھا کبھی کبھی دور سے گیدڑوں کی بولنے کی آوازیں آ جاتی تھیں ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا ایسے وقت میں جبکہ اندھیرے نے ہر چیز کو ہیبت ناک بنایا ہوا تھا ایک آدمی اپنی دھن میں مگن چلا جا رہا تھا وہ چلتے چلتے نہر کے کنارے پہنچ گیا یہ نہر خونی نہر کے نام سے مشہور تھی وہ خود کو اس نہر کے پاس دیکھ کر حیران رہ گیا اس وقت اسے لگا کہ کسی نے اسے آواز دی ہے اس نے یکدم پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں پر کوئی ذی روح موجود نہیں تھی اتنی سردی میں بھی اس کی پیشانی پسینے سے تر ہو گئی اپنے کندھوں پر بے تحاشہ بوجھ محسوس ہوا جو کہ اتنا ناقابل برداشت تھا جو اتنا ناقابل برداشت تھا کہ وہ گھٹنوں کے بل زمین پر گر پڑا اور اس کے منہ سے نکلنے والی آخری چیخ اس خوفناک جگہ پر گونج کر رہ گئی۔

علی کی آنکھ کسی روز دار آواز سے کھلی تھی وہ یکدم بڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا تمام گھر والے آرام سے سوئے ہوئے تھے بیت دیر بعد جب اس کے حواس زرہ قابو میں ہوئے تو اس نے غور کیا کہ یہ کسی انسان کے چلانے کی آواز تھی اس کا دل خطرناک انداز میں دھڑکنے لگا اسے اس بات کی بے چینی تھی کہ آخر وہ کون شخص تھا جس نے اس خونی نہر کو عبور کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کے نتیجے میں اس کی ہلاکت یقینی تھی وہ بے صبری سے صبح ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

یہ ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جو پہاڑوں اطراف سے پہاڑوں میں گرا ہوا تھا علی بھی اسی گاؤں کا رہنے والا تھا اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ اسی گاؤں میں کئی سالوں میں رہائش پذیر تھا پہلے تو اس گاؤں میں ہر طرف امن و امان تھا مگر کچھ مہینوں سے یہاں پر لوگوں کی لاشیں ملنے لگی تھی ان لاشوں میں ایک قطرہ خون کا نہ ہوتا تھا گاؤں جانے کے

دوراستے تھے ایک راستہ اس نہر سے ہو کر گزرتا تھا یہ راستہ اتنا زیادہ خوفناک تھا کہ رات کے وقت یہاں سے گزرنا تو دور کی بات دن میں بھی لوگ یہاں سے گزرنے سے گھبراتے تھے یہ گاؤں جانے کا شارٹ کٹ تھا دوسرا راستہ اس کی نسبت زیادہ لمبا تھا لیکن پھر بھی لوگ وہی راستہ استعمال کرتے تھے کیونکہ جو بھی اس نہر والے راستے سے گزرتا تھا اس کی لاش ہی ملتی تھی علی سے وقت گزارنا مشکل محسوس ہو رہا تھا اور ساتھ ساتھ وہ اپنے خوف پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا اس نے گھڑی پر وقت دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے وہ کون تھا جو وہاں اتنی رات کو گزر رہا تھا اس ن سوچا صبح ہونے پر پتہ چل جائے گا مگر جانے کب صبح ہوگی ابھی تو بہت ٹائم باقی ہے یہ سوچتے ہی وہ لیٹ گیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد آخر اسے نیند آ گئی فجر کی اذان کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی تھوڑی دیر بعد وہ اٹھا اور وضو کر کے مسجد میں نماز پڑھنے چلا گیا مسجد میں موجود گاؤں کے لوگ خوفزدہ تھے اور رات کو سنائی دینے والی آواز کے بارے میں باتیں کر رہے تھے نماز پڑھ کر وہ لوگ خونی نہر کی طرف چل پڑے جب وہاں دیکھا تو ابھی تک گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا وہ لوگ نہر سے تھوڑے فاصلے پر ہٹ کر بیٹھ گئے اور اندھیرا چھٹنے کا انتظار کرنے لگے وہ سب بہت خوفزدہ تھے جب اندھیرا کم ہوا اور ہر طرف روشنی پھیلنے لگی تو وہ سب دوبارہ نہر کی طرف بڑھنے لگے نہر کے قریب پہنچ کر ان سب کی آنکھیں حیرت و دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی وہاں ایک لاش پڑی ہوئی تھی جس کے خون سے نہر کا پانی سرخ ہو رہا تھا۔

حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ خون پانی کے ساتھ ساتھ بہہ نہیں رہا تھا وہ لاش نہر کے کنارے پڑی ہوئی تھی اس جگہ سے نہر کی چوڑائی تھوڑی کم ہوتی ہے جہاں سے اسے آسانی سے عبور کیا جا سکتا تھا وہاں جتنی لاشیں ملی تھیں وہ آدھی پانی میں اور آدھی خشکی پر پڑی ہوتی تھیں یہ لاش بھی اسی جگہ پڑی ہوئی تھی اور اس کا سر بھی پانی میں تھا گاؤں کے لوگوں نے جلدی جلدی لاش کو سیدھا کیا ایک شخص نے کہا یہ تو وسیم ہے میرا دوست علی کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے سب گاؤں والوں نے وسیم کی لاش کو دیکھا تو ان کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے۔

اس کی لاش لٹھے کی مانند سفید ہو چکی تھی علی نے آگے بڑھ کر وسیم کی کمر سے قمیض ہٹائی یہاں سے ملنے والی تمام لاشوں کی طرح اس کے جسم پر بھی ایک ہاتھ تھا یعنی کہ ایک ہاتھ کا نشان تھا جو کہ کسی انسانی ہاتھ سے کہیں بڑا تھا یہ نشان گاؤں کے سب لوگوں نے دیکھا انہوں نے لاش کو اٹھا کر چارپائی پر ڈالا اور گاؤں کی طرف چل پڑے۔

وسیم اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا تھا جب اس کی میت اس کے گھر پہنچائی گئی تو ان کے گھر میں کہرام مچ گیا تھا اس کی ماں جو پوری رات اس کے لیے پریشان ہو رہی تھی جب اس نے اپنے بیٹے کی لاش دیکھی تو ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر گر پڑی تھوڑی دیر میں گاؤں کی عورتیں ان کے گھر میں جمع ہونے لگیں وسیم کی ماں کو بڑی مشکل سے ہوش میں لایا گیا وہ بیٹے کی لاش سے لپٹ کر رونے لگیں اس کی حالت دیکھ کر وہاں موجود ہر فرد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے وسیم کا باپ بھی بیٹے کی جوان مرگ پر صدمے سے نڈھال ہو رہا تھا تقریباً چار بجے میت کو دفنا دیا گیا میت کو دفنانے کے بعد لوگ گھروں کو چلے گئے وسیم کے والد اس کی قبر کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے علی ان کے قریب جا کر جا بیٹھا اور ان کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا انہوں نے سر اٹھا کر علی کی

طرف دیکھا ان کی آنکھیں رونے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

میں صبح اس لیے وہاں نہیں گیا تھا وسیم ساری رات گھر نہیں آیا تھا اپنے دوست کی طرف کسی کام سے گیا تھا مجھے ڈر تھا کہ رات کو جو آواز سنی تھی کہیں وہ وسیم ہی کی نہ ہو اور دیکھو وہ میرا بیٹا وسیم ہی تھا جو رات کو چلایا تھا وسیم کے والد اتنا کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اس کے جسم پر جو کپڑے تھے وہ بالکل ویسے ہی تھے ان پر خون کا ایک دھبہ بھی نہ تھا۔ اگر اسے کسی درندے نے مارا ہوتا تو اس کے کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے اگر اسے کسی درندے نے نہیں مارا تو پھر میرا بیٹا کیسے مرا علی وہ علی سے پوچھ رہے تھے۔

چاچا جان جب ہم وہاں پہنچے تو نہر کے پانی میں خون ہی خون تھا لیکن جب ہم نے لاش وہاں سے اٹھائی تو خون خود بخود غائب ہو گیا تھا وسیم کی کمر پر ایک ہاتھ کا نشان بھی تھا جیسا وہاں پر ملنے والی ہر لاش کی کمر پر پایا جاتا ہے اب چلیے چاچا جان اندھیر اہو رہا ہے گھر چلیے علی نے انہیں تفصیل سے بتایا اور انہیں گھر چلنے کے لیے کہنے لگا۔

اس کی بات سن کر وسیم کے والد اٹھے اور اس کے ساتھ گھر کی طرف چل دئے انہیں گھر پہنچا کر علی اپنے گھر واپس چلا آیا۔ اور سونے چلا گیا وہ تھکا ہوا تھا اس لیے تھوڑی دیر بعد انہیں نیند آ گئی۔

علی کیا تم میرے قاتلوں سے انتقام نہ لو گے وسیم اس کے سامنے کھڑا اس سے پوچھ رہا تھا تم تو میرے سب سے گہرے دوست تھے تو پھر تم اتنے آرام سے کیسے سو سکتے ہو تمہیں میرے قاتلوں سے انتقام لینا ہوگا تم سن رہے ہو ناں علی تمہیں میرا انتقام لینا ہوگا ہاں ہاں میں تمہارا انتقام لوں گا میرے دوست علی ایک چیخ مار کر بیدار ہوا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا اس کی آواز سن کر سب گھر والے اس کے ارد گرد جمع ہو گئے کیا ہوا بیٹا تم اتنا چلا کیوں رہے ہو شاید کوئی برا خواب دیکھا ہے مغرب کے وقت کیوں سو گئے تھے اس کی ماں نے ایک ساتھ کئی سوال پوچھ ڈالے۔

کچھ نہیں ماں بس ویسے ہی آنکھ لگ گئی تھی مجھے کچھ نہیں ہوا آپ سب لوگ پریشان مت ہوں علی نے سب کو اپنی طرف پریشانی سے تکتا ہوا پا کر تسلی دی اس کی ماں اسے آرام کرنے کا کہہ کر وہاں سے چلی گئی علی ایک مرتبہ پھر سوچوں میں گم ہو گیا آخر یہ وسیم میرے خوابوں میں کیوں آیا اور میں اس کا انتقام کس سے لوں مجھے تو یہ بھی نہیں پتہ کہ اسے کس نے قتل کیا ہے وہ خونی نہر اس کے پاس تو لوگ کہتے ہیں کہ جنات کا بسیرا ہے یہی سوچتے ہوئے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی اور ایک بار پھر وسیم اسے خواب میں دکھائی دینے لگا لیکن اس مرتبہ وہ بلکہ خاموش بیٹھا ہوا تھا بہت دیر بعد وہ بولا۔ تو اس کی آواز افسردہ تھی وہ پریشان تھا۔

علی اگر تم خونی نہر کے پاس بسنے والے جنات کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرو گے تو اور بھی کتنی جانیں ضائع ہو جائیں گی وہ اتنا کہہ کر ایک بار پھر خاموش ہو گیا علی اس سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اسے لگا گویا اس کی زبان تالو سے چپک کر رہ گئی ہے کچھ دیر اسی طرح خاموش بیٹھے رہنے کے بعد وسیم اٹھ کر ایک طرف چل دیا وہ اسے روکنا چاہتا تھا لیکن اس کے حلق سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا اور یکدم اس کی آنکھیں کھل گئی۔

اس کے حلق میں جیسے کانٹے اگ آئے تھے اور اتنی سردی کے موسم میں بھی وہ پسینے میں نہایا ہوا تھا اس نے اٹھ کر پانی پیا اور دوبارہ لیٹ گیا اسے اب نیند نہیں آ رہی تھی وہ فجر کی اذان ہونے تک یونہی لیٹا رہا جب اذان ختم ہوئی تو وہ اٹھا اور وضو کر کے مسجد میں نماز پڑھنے چلا گیا نماز پڑھنے

کے بعد وہ اپنے کھیتوں میں آیا اور ایک چکر لگا کر قبرستان چلا گیا اپنے دوست کی قبر کے پاس پہنچا تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس کے دل میں انتقام کا جذبہ بیدار ہونے لگا میرے دوست میں تمہارے قاتلوں کو ضرور کیفر کردار تک پہنچاؤں گا میں تمہارا انتقام ضرور لوں گا یہ الفاظ کہتے ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور جب اس سے ضبط نہ ہو سکا تو وہ قبرستان سے نکل آیا۔

اب اس کا رخ اس خونی نہر کی طرف تھا وہ نہر کے قریب پہنچا اور وہاں کا جائزہ لینے لگا اور وہاں ہر طرف درختوں کی بہتات تھی جن کی وجہ سے وہاں دن میں بھی اندھیرا پھیلا رہتا تھا اس وجہ سے وہ جگہ بڑی پراسرار دکھائی دیتی تھی وہ کھڑا ابھی اس جگہ کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک اسے کندھے پر کسی نے ہاتھ رکھا وہ یکدم اچھل پڑا اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک شخص کھڑا تھا وہ ان کے گاؤں کے رہنے والا نہیں تھا وہ اونچے لمبے قد کا آدمی تھا اور کندھوں تک بڑے ہوئے بالوں کے ساتھ وہ اسے عجیب سا لگا۔

آپ کون ہیں جناب علی نے اسے حیرت سے پوچھا وہ شخص عجیب سے انداز میں مسکرایا اور کہنے لگا تمہارا دوست تم یہاں کیا کرنے آئے ہو تمہارے دوست کے قاتل اب تمہارے بھی دشمن بن گئے ہیں یہاں سے فوراً چلے جاؤ وہ دیکھو وہ سب کیسی خونخوار آنکھوں سے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں اس نے نہر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

علی نے گھبرا کر نہر کی طرف مڑ کر دیکھا تو اسے وہاں کچھ بھی نظر نہیں آیا اس نے مڑ کر اس شخص کو دیکھنا چاہا تو وہ اس جگہ پر نہیں تھا یہ کہاں غائب ہو گیا۔ علی کا رنگ خوف سے زرد پڑ گیا اور وہ فوراً اپنے گھر کی طرف دوڑ پڑا اور گھر آ کر دم لیا اس کی ماں اسے یوں پسینے میں شرابور دیکھ کر پریشان ہو گئی اور لگاتار کئی سوال کر ڈالے علی نے ماں کو تسلی دی اور انہیں بتایا کہ وہ دوسرے گاؤں میں بابا جی کے پاس جانا چاہتا تھا جو کہ اس کے دادا کے دوست تھے۔

لیکن تم ان کے پاس کیوں جا رہے ہو اس کی ماں نے پوچھا۔

امی جان وہ جنات کو قابو کرنے میں ماہر ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ خونی نہر کے پاس جو جنات رہتے ہیں ان کا خاتمہ ہو جائے آپ مجھے اجازت دیں تو میں انہیں بلا کر لے آؤں علی نے اپنی ماں کو تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اچھا بیٹا جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو اس کی ماں نے اسے دعائیں دیتے ہوئے جانے کی اجازت دی ہو سکتا ہے مجھے واپسی تک رات ہو جائے اس لیے بالکل پریشان مت ہونا علی نے ماں کو تسلی دی اور خدا حافظ کہہ کر دوسرے گاؤں کے لیے روانہ ہو گیا جب وہ دوسرے گاؤں میں پیر صاحب کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر تھا کہ اچانک کھیتوں میں سے نکل کر ایک شخص اس کے آگے آگے چلنے لگا پیر صاحب کے گھر تک وہ اس کے آگے آگے چلنے لگا یا پھر چلتا رہا ان کے دروازے کے قریب پہنچ کر وہ علی کی طرف مڑا تو علی ہکا بکا رہ گیا کیونکہ وہ وہی شخص تھا جو اسے خونی نہر کے پاس ملا تھا وہ شخص اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور غائب ہو گیا۔

اسے یوں غائب ہوتا ہوا دیکھ کر علی پسینے میں نہا گیا اور جلدی سے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھل گیا دروازہ کھولنے والا پیر صاحب کا پوتا تھا جو کہ علی کا دوست بھی تھا ارے علی تم وہ علی بغلگیر ہو گیا۔

ارے تم تو پسینے سے بھیگے ہوئے ہو اندر آ جاؤ دسمبر کے مہینے میں بھی تمہیں گرمی لگ رہی تھی عزیز اسے اندر لاتے ہوئے بولا عزیز تھوڑا شرارتی

طبیعت کا مالک تھا اور اب بھی وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا عزیز جی کی ماں جی اسے بڑی محبت سے ملیں اور سب کی خیریت پوچھنے لگیں اتنے میں عزیز کے دادا جان تشریف لے آئے۔

عزیز جی کی ماں جی ان کے لیے چائے لے کر آئیں چائے پینے کے بعد وہ دونوں اٹھ کر بابا جی کے کمرے میں آ گئے دادا جی نے اپنی مخصوص نشست سنبھال لی اور دونوں بھی ان کے سامنے بیٹھ گئے انہوں نے اپنے سامنے پڑی ہوئی کتاب کھول لی۔

عزیز بیٹا کیا تم باہر جانا پسند کرو گے کیونکہ علی کو صرف مجھ سے بات کرنی ہے عزیز ان کی بارعب آواز سن کر گڑبڑا کر رہ گیا وہ دادا جان میں بھی اس کی بات سننا چاہتا ہوں آخر مجھے بھی ان کی حالت دیکھ کر علی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

علی نے انہیں اپنی آمد کا مقصد بتایا تو وہ علی کو ان کے بارے میں تفصیل بتانے لگے وہ دونوں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور پوری توجہ سے ان کے چہرے کی طرف دیکھنے لگے دادا جان نے اپنی آنکھیں بند کر لیں تو علی یک ٹک ان کے نورانی چہرے کی طرف دیکھنے لگا تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد انہوں نے بولنا شروع کیا۔

وہ مذہبا ہندو ہیں کون دادا جان عزیز جلدی سے بولا دادا جان نے آنکھیں کھول کر اسے گھورا اور کہا برخوردار کیا تم اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھ سکتے اب تم نے ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو میں تمہیں کمرے سے باہر نکال دوں گا۔

اچھا دادا جان میں اب ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالوں گا اگر آپ کہیں تو میں زبان کو ہاتھ سے پکڑ لیتا ہوں عزیز دادا جان کی دھمکی سے گھبرا کر بولا اور سچ مچ اپنی زبان ہاتھ سے پکڑ لی عزیز اب میرے سامنے منہ میں انگلیاں ڈال کر مت بیٹھو جب زبان میں کھجلی ہونے لگے تو اسے ہاتھ سے پکڑ لینا دادا جان نے اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اسے ڈانٹا اور ایک مرتبہ پھر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئے عزیز نے بھی اپنی زبان کو چھوڑا اور دادا جان کی طرف متوجہ ہو گیا دادا جان نے بتانا شروع کیا۔

وہ جنات مذہبا ہندو ہیں کون دادا جان ارے بھائی بتا رہا ہوں وہ وہاں پہلے سے آباد نہیں تھے جہاں لاشیں ملتی ہیں وہاں انہوں نے مندر بنا رکھا ہے وہ وہاں بلی چڑھاتے ہیں اس کے لیے پہلے ہی وہ لوگوں کو منتخب کر لیتے ہیں ان کے منتخب کردہ لوگ خود بخود اس راستے پر چلے جاتے ہیں اور جب ان کے سر سے جنات کا سایہ ہٹتا ہے تو خود کو اس جگہ پر دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں وہ خود کیوں ایک دائرے کی شکل میں رہتے ہیں علی نے دادا جان سے پوچھا تو انہوں نے آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا وہاں پر ان کا مندر ہے اور یہاں خون دائرے کی شکل میں موجود ہتا ہے وہاں انہوں نے مورتی رکھی ہوئی ہے اور خون اس مورتی کے اوپر گرتا ہے دادا جان نے اسے تفصیل سے بتایا۔

دادا جان کیا جنات بھی انسانوں کی طرح مختلف قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں عزیز بہت دیر سے ذہن میں کلبلاتے سوال کو زبان پر لے آیا۔

ہاں انسانوں کی طرح جنات کے بھی مختلف قبائل ہیں اور مذاہب ہیں دادا جان نے جواب دیا اسی وقت عزیز کی ماں انہیں کھانے پر بلانے کے لیے آ گئی وہ تینوں کھانا کھانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے کھانا کھانے کے دوران میں علی نے دادا جان سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اسے نہر کے قریب ملا تھا تو دادا جان نے اسے بتایا۔

وہ تمہارے دادا جان کے پاس ہوا کرتا تھا وہ اب آزاد ہے لیکن اسے تمہارے دادا جان نے اسے اطمینان دلایا کھانا کھانے کے بعد علی نے واپس

اپنے گاؤں جانے کی اجازت مانگی تو وہ سے رات رکھنے پر اصرار کرنے لگے۔

نہیں بابا جی میں امی جان کو رات رکنے کا بتا کر نہیں آیا وہ پریشان ہوں گی۔ علی نے باتیں کرتے ہوئے کہا عزیز اور دادا جان اسے باہر چھوڑنے آئے چلتے وقت عزیز کے دادا جان نے اسے ایک تعویذ دیا اور اسے احتیاط سے جانے کی تاکید کی علی انہیں خدا حافظ کہا اور اپنے گاؤں جانے کے لیے روانہ ہو گیا جب وہ گاؤں پہنچا تو رات ہر طرف اپنی سیاہی پھیلا چکی تھی سردیوں میں دن چھوٹے ہوتے ہیں۔ جب وہ ان دونوں راستوں کے درمیان پہنچا تو جس میں سے ایک خونی راستہ نہر کی طرف جاتا تھا تو اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے ساتھ چل رہا ہے۔

وہ ایک عورت تھی جس نے بڑی سی چادر اوڑھ رکھی تھی وہ چلتے ہوئے علی سے آگے نکل گئی علی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور وہ اس عورت کے پیچھے جانے لگا آخر یہ عورت اتنی رات کو کہاں جا رہی ہے وہ حیرت سے سوچنے لگا چلتے چلتے وہ ایک عمارت کے قریب پہنچ گئی اس عمارت پر روشنی ہو رہی تھی اور وہ اس عمارت کو دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گیا وہ عمارت نہر کے درمیان میں بنی ہوئی تھی یہ تو خونی نہر ہے علی نے سوچا اور عزیز کے دادا جان کی باتیں اس کے ذہن میں گونجنے لگیں تو گویا مجھے بھی شکار کر کے یہاں لایا گیا ہے۔

علی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ وہ عورت اس کی طرف مڑی وہ خوف سے کانپ کر رہ گیا اس کے پورے جسم پر بے تحاشہ بال تھے لمبے لمبے ناخن اور منہ سے نکلے ہوئے دانت اس کی خوفناکی میں اور بھی اضافہ کر رہے تھے علی چیخ مار کر پلٹا تو اپنے سامنے ایک خوفناک چہرے کو پا کر اس کے دل کی دھڑکنیں رکنے لگیں اس کی آنکھیں ایسی تھیں گویا سرخ انگارے دھک رہے ہوں اور بڑے بڑے دانت جو اس کے منہ سے باہر نکلے ہوئے تھے جن کے درمیان لمبی سرخ سی زبان مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی گویا اس کا خون پینے کے لیے بے تاب ہو۔

اف ایک لمحے کے لیے ہی اس کی طرف دیکھ سکا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں اس کی آنکھیں بند کرتے ہی ہر طرف سے خوفناک ڈراؤنی آوازیں آنا شروع ہو گئیں جو اتنی خوفناک تھیں کہ علی کو خوف سے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس کر کے علی نے آنکھیں کھول دیں وہ وہی شخص تھا جو اسے ہاں پہلی بار ملا تھا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی اور وہ اپنے سامنے کھڑے جنات کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر پھونکا تو سب سے آگے کھڑے جن کے جسم میں آگ لگ گئی علی نے اپنے گم ہوتے حواس میں ایک خوفناک چیخ کی آواز سنی اس کے بعد وہاں پر ایسی بدبو پھیلی کہ علی کو یوں لگا کہ اس کا دماغ پھٹ جائیگا اور وہ بے ہوش ہو جائے گا اور پھر ایسا ہی ہوا وہ گر کر بے ہوش ہو گیا۔

جب اس کو ہوش آیا تو عزیز اور اس کے دادا جان اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسے ہوش میں آتا دیکھ کر دادا جان نے خدا کا شکر ادا کیا اس کی ماں اور اس کی بہنیں بھی اسکے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھیں جب وہ اٹھ کر بیٹھا تو خوشی سے ان کے چہرے چمک اٹھے اس کی ماں نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چوم لی۔ اور اس کے لیے کھانے کو کچھ لانے چلی گئی۔

میں یہاں کیسے پہنچا بابا جی اس نے عزیز کے دادا جان سے پوچھا دادا جان مسکرائے اور سامنے اشارہ کیا تو علی نے دیکھا سامنے وہی شخص کھڑا مسکرا رہا تھا علی بھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ اچھا اب زیادہ مسکراؤ نہیں ہمیں پریشان کر کے تم کو بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے جو تم

مسکرا رہے ہو تمہاری وجہ سے اتنا ٹائم ضائع ہو گیا ورنہ اب تک ہم نے ان جنات کو ختم کر دیا ہوتا۔

اس کے اس طرح مسکرانے پر عزیز نے اسے ناراضگی سے ڈانٹا یہ سنتے ہی علی اچھل کر چارپائی سے نیچے اترا اور بابا جی سے کہنے لگا چلیں بابا جی چلتے ہیں اس کی بات سن کر عزیز اور اس کے دادا جان اٹھ کھڑے ہوئے اس کی ماں اس کے لیے کھانا لے کر آئی تو علی نے انہیں واپس آ کر کھانا کھانے کے لیے کہا۔ اور وہ تینوں خونی نہر کی طرف چل دیئے وہاں پہنچے تو اندھیرا پھیل گیا تھا حالانکہ شام کے چار بجے تھے وہ تینوں نہر کے قریب ہی پہنچے تو بابا جی نے حصار باندھنا شروع کر دیا تو ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

حصار باندھ کر بابا جی ایک طرف بیٹھ گئے علی اور عزیز بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے منہ ہی منہ کچھ پڑھنا شروع کر دیا اور ہاتھ میں پکڑے ہوئے تسبیح کے دانے بھی گھمانے شروع کر دیے تسبیح پوری کر کے انہوں نے حصار کی طرف پھونک ماری تو کئی خوفناک چیخیں ایک ساتھ ابھریں ہمیں معاف کر دیں ہم یہاں سے چلے جائیں گے اور یہاں کبھی بھی نہیں آئیں گے اچانک ہی حصار میں سے ایک خوفناک آواز سنائی دی۔

تمہیں معاف نہیں کیا جا سکتا اگر تم یہاں سے چلے بھی گئے تو کسی اور جگہ جا کر فساد شروع کر دو گے بابا جی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور حصار کی طرف پھونک ماری تو ایک بار پھر وہاں سے چیخیں سنائی دینے لگیں وہ حصار میں قید ہو کر رہ گئے تھے اس لیے بھاگ نہیں سکتے تھے۔

آخری بار بابا جی نے حصار کی طرف پھونک ماری دیر جلنے کے بعد پھر بجھ گیا اور پھر کسی چیز کے گرنے کی آواز سنائی دی جیسے کوئی عمارت گری و

اس کے ساتھ ہی طرف بدبو پھیل گئی بالکل ویسی ہی بدبو بالکل ویسی ہی تھی جیسی رات کو ایک جن کے جلنے سے پیدا ہوئی تھی بابا جی یکدم اٹھ کھڑے ہوئے ان کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا وہ دونوں بھی اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور پھر وہ تینوں گاؤں کی طرف چلے گئے سب گاؤں والے بے چینی سے ان کا انتظار کر رہے تھے جب بابا جی نے انہیں خوشخبری سنائی تو سب لوگ خوشی سے جھوم اٹھے۔

بابا جی اور عزیز کی خوب تواضع کی گئی وہ رات ان کے گاؤں میں ہی رکے عزیز کے ساتھ رات تک جب علی باتیں کر کے سویا تو اس نے خواب میں وسیم کو دیکھا جو کہ مسکرا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ علی تمہارا بہت شکریہ تم نے میرا بدلہ بھی لے لیا اور کئی لوگوں کو ان جنات کا شکار ہونے سے بچا لیا۔

جب علی اٹھا تو وہ بہت خوش تھا وہ عزیز اور اس کے دادا جان کو چھوڑنے اسی نہر کے راستے آیا تھا جو کہ اب خونی نہر نہیں رہی تھی واپس پر اچانک وہی شخص اس کے سامنے آ گیا اس کو دیکھ کر علی کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔

تم تمہارا نام کیا ہے علی نے بے ساختہ اس سے پوچھا میرا نام رفیق ہے لیکن میرے قبیلے والے مجھے رانی کہتے ہیں ویسے مجھے دیکھ کر تمہارے پسینے کیوں چھوٹ جاتے ہیں میں تمہارا دوست ہوں مجھ سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں میں تو ایک بے ضرر سا جن ہوں وہ اپنے انداز میں بولا اور علی خوش ہو گیا اس کے بعد آج تک کچھ بھی نہیں ہوا کوئی بھی ایسا واقعہ نہیں ہوا جو کئی سال پہلے ہوتا تھا سب گاؤں والے امن سے رہ رہے ہیں۔



پراسرار حویلی

---تحریر: اسد رمضان۔ ڈیرہ اسماعیل خان---

وقاص کی آنکھ کھلی اور اس نے اپنی گھڑی پر ٹائم دیکھا تو رات کے بارہ بجے تھے اس کے دل میں سوجھی کہ کیوں نہ اوپر جا کر دیکھوں کہ اوپر ہے کیا ایسا کون سا راز ہے کہ چوکیدار نے بار بار ہمیں منع کیا ہے مجھے جا کر سب کچھ دیکھنا چاہیے اتنا سوچ کر وہ اٹھا اور باہر حویلی کے صحن میں آ گیا اور آہستہ آہستہ حویلی کی سیڑھیوں کی طرف جانے لگا وہاں پہنچ کر اس نے ایک بار ادھر ادھر دیکھا پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اوپر گھومنے لگا اور پھر وہ یکدم ہی ڈر گیا۔ اس نے جو کچھ دیکھا اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ ایک طرف کو لڑھک گیا۔ اس کا دل بند ہو گیا۔ اور شاید وہ خوف سے مر گیا تھا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں انسان نہیں ہوں
میں ایک آدم خور چڑیل ہوں میں تم سب کو
وں گی اور میں تمہارا خون پی جاؤں گی چار دوست
نگل میں گئے اور ایک پراسرار حویلی کا شکار ہو گئے
نہوں نے ایک دوست کو بھی آدم خور چڑیل کے
ں گنوا دیا اور باقی تین دوستوں نے اس چڑیل کا
ہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

کافی عرصہ پہلے کی بات ہے میدانی علاقوں
قریب ایک گاؤں پڑتا تھا اس گاؤں کا نام فتح
ھ تھا اس گاؤں کے لوگ بہت ہی ایماندار تھے
بالکڑھ گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا کسان
ت ہی غریب تھا جس کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا
ماطمہ تھا جو نہایت ہی خوبصورت تھی کسان غریب
نے کے باوجود اس نے اپنی بیٹی کو ایک یونیورسٹی
پڑھا رہا تھا فاطمہ یونیورسٹی میں ایم فل کر رہی

ارے احمد کہاں جا رہے ہو۔ نوکر نے احمد سے
ب ہو کر کہا میں یونیورسٹی جا رہا ہوں احمد ایک
ے جاگیردار کا بیٹا تھا جاگیردار کا نام نواز تھا جو بہت
ہی لالچی تھا۔

جاگیردار بھی اپنے بیٹے کو یونیورسٹی میں ایم فل
کروا رہا تھا احمد بہت ہی لائق اور ذہین تھا
۔جوں جوں دن گزرتے گئے فاطمہ کی دوستی احمد سے
ہو گئی دونوں کی دوستی پوری یونیورسٹی میں مشہور تھی احمد
اور فاطمہ یونیورسٹی میں ہر وقت اکٹھے رہتے اور کلاس
کے وقت ایک ہی بینچ پر بیٹھتے تھے ان دونوں کے ساتھ
ان کے بینچ پر وقاص بھی بیٹھتا تھا جو ان کا دوست تھا
وقاص کھاتے پیتے گھرانے کا لڑکا تھا وقاص کے بنک
منیجر تھے وقاص بھی یونیورسٹی میں پڑھتا تھا وقاص اپنا
سارا وقت کھیل کود میں اور گانے میں ضائع کر رہا تھا
اب یونیورسٹی میں احمد اور فاطمہ اور وقاص اکٹھے رہنے
لگے جوں جوں وقت گزرتا گیا امتحان سر پر آنے لگے
فاطمہ دن رات پڑھائی کرتی اس کے دل میں کچھ بننے
کی خواہش تھی وہ اپنی غریبی کو دور کرنا چاہتی تھی احمد دن
رات پڑھائی میں مصروف تھا تاکہ امتحان میں اچھے
نمبر لے سکے وقاص اپنا سارا وقت کھیل میں اور ٹی وی
دیکھ کر گزارتا اسے امتحان کی کوئی بھی فکر نہ تھی کیونکہ وہ
ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ یونیورسٹی کے پیپر

ختم ہونے کے بعد سب کو رزلٹ کی فکر تھی اس لیے سب دوستوں نے چھٹیاں باہر گزارنے کا پروگرام بنایا وقاص نے کہا ہم پاکستان کے مشہور اور خوبصورت شہر ایبٹ آباد جائیں گے اور اس کے قریب چھانگا مانگا جائیں گے اور اپنی چھٹیاں گزاریں گے احمد نے وقاص کی بات مان لی اور فاطمہ کو بتانے چل پڑا احمد نے یہ ساری بات فاطمہ کو بتائی فاطمہ نے یہ کہہ کر انکار کردیا۔ کہ میرے ابو نہیں جانے دیں گے احمد کے بہت اصرار کے بعد فاطمہ راضی ہوگئی۔

ارے بیٹی کن سوچوں میں گم بیٹھی ہو کسان نے اپنی بیٹی فاطمہ سے کہا۔ فاطمہ نے ابو کو ساری بات بتائی تو کسان نے اپنی بیٹی کو جانے کی اجازت دے دی پروگرام کا پتہ کرنے کے لیے احمد اور فاطمہ وقاص کے گھر گئے اور پروگرام کے بارے میں پوچھا وقاص نے کہا کل نو بجے تک میرے گھر آجانا یہاں سے ہم اپنی گاڑی میں جائیں گے تو احمد نے وقاص سے کہا کہ جنگل کے قریب میرے دوست کا گاؤں ہے ہم پہلے وہاں جائیں گے اور ان سے ملیں گے پھر پروگرام پر جائیں گے وقاص نے کہا ٹھیک ہے بس اب سب دوستوں کا کل کا انتظار تھا اب سب دوست گھر کا اپنا اپنا سامان تیار کرنے لگے فاطمہ بھی اپنا بیگ چیک کرنے لگی کسان نے اپنی بیٹی کو تعویذ دیا اور کہا اس کو گلے میں ڈال لو تمہاری حفاظت کے لیے ہے جو تمہاری حفاظت کرے گا۔ اب احمد اور فاطمہ کے گھر گیا اور فاطمہ کو ساتھ لے کر وقاص کے گھر پہنچ گیا وقاص نے احمد اور فاطمہ کو چائے پلائی اور گاڑی میں سوار ہوگئے اور اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہوگئے۔

ارے وقاص گاڑی کو اس طرف موڑو میرے دوست کا گاؤں اس طرف ہے احمد نے وقاص سے کہا تم نے اپنے دوست سے کہا تھا کہ ہم لوگ آرہے ہیں۔ وقاص نے پوچھا۔ ہاں بھئی ہاں وہ ہمارے لیے ٹھہرا ہوگا جب وہ گاؤں پہنچے تو احمد نے کہا گاڑی یہاں روکو شیراز وہ کھڑا ہے سب دوست گاڑی سے نیچے اترے اور شراز سے ملنے لگے شیراز ان کو اپنے گھر لے گیا اور لسی اور مکھن کی روٹی ان کو کھلائی جو وقاص کو بہت ہی مزے کی لگی احمد نے اپنے پروگرام کے بارے میں سب کچھ شیراز کو بتایا اور کہا تم ہمارے ساتھ چلو شیراز نے اپنے ابو کو سب بات بتائی شیراز کے ابو نے اس کو اجازت دے دی اور ساتھ کہا جنگل کے اندر ایک حویلی پڑتی ہے جو رامو کی حویلی کے نام سے مشہور ہے وہاں ہرگز مت جانا احمد نے کہا۔

انکل کیوں تو انہوں نے کہا وہ حویلی بہت پراسرار ہے جو بھی وہاں گیا ہے وہ واپس نہیں آیا سب دوستوں نے کہا۔

ٹھیک ہے انکل ہم نہیں جائیں گے اب سب دوست شیراز کے گاؤں گھومنے لگے گھومتے گھومتے وقاص نے دوستوں سے کہا۔

ہم ضرور اس حویلی میں جائیں گے اور پتہ کریں گے آخر اس میں کیا ہے فاطمہ نے کہا ہم نہیں جائیں گے وقاص کے بہت اسرار پر سب دوست جانے کے لیے تیار ہوگئے رات کے وقت سب دوست شیراز کے گھر گئے اور کل کا انتظار کرنے لگے۔ کیونکہ کل انہوں نے اس حویلی میں جانا تھا۔

ارے فاطمہ تم کیوں اداس بیٹھی ہو تمہیں نیند نہیں آرہی فاطمہ نے کہا مجھے ڈر سا لگ رہا ہے کس بات سے وہی رامو کی حویلی سے ہاہاہا۔۔ ہاہاہا۔۔ احمد زور زور سے ہنسنے لگا ہنسنے کی تو کوئی بات نہیں ہے مجھے واقعی وہاں سے ڈر لگ رہا ہے۔ فاطمہ نے پھر سے کہا تو وہ سنجیدہ ہوگیا۔

فاطمہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے میں تمہارے ساتھ ہوں تم کسی بھی قسم کا خوف اپنے دل میں مت لاؤ تم کو کچھ بھی نہیں ہوگا اور نہ ہی میں تم کو کچھ ہونے دوں گا۔

صبح ہوئی تو سب دوستوں نے وضو کیا اور نماز ادا کی اور پھر لسی اور مکھن کے ساتھ ناشتہ کیا اور پھر سب نے اپنا اپنا سامان گاڑی میں رکھا اور سفر کی تیاری کرنے لگے اور چل پڑے ایسے ہی سفر ہنستے ہوئے گزرتا رہا۔ وہ سب اس جنگل کے پاس جا پہنچے جونہی سب نے جنگل کو غور سے دیکھا تو سب ہی ڈر سے گئے اور ساتھ ہی گاڑی بھی اندر جنگل میں لے جارہے تھے جوں جوں وہ اندر جاتے گئے ان کو جنگل مزید پراسرار دکھائی دیتا چلا گیا۔

اب گاڑی رامو کی حویلی میں تھی۔ وقاص نے گاڑی کو ایک جگہ ٹھہرا دیا اور حویلی کے اندر گئے سب دوست جونہی حویلی کے اندر داخل ہوئے تو حویلی کا دروازہ زور سے بند ہوا تو سب ہی ڈر گئے اب سب دوست حویلی کے کمرے میں داخل ہوئے سامان ایک طرف رکھا اور کمرہ صاف کرنے لگے کمرہ صاف کرنے کے بعد سب نے مل کر کھانا کھایا اور حویلی میں گھومنے لگے گھومتے گھومتے وہ حویلی کی ایک طرف بنی ہوئی سیڑھیاں چڑھنے لگے تو ان کو پیچھے سے ایک آواز سنائی دی۔

سب نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا سب کی ٹانگیں خوف سے کانپنے لگیں دروازے کے قریب ایک بوڑھا آدمی کھڑا تھا جس کی شکل بہت ہی خوفناک تھی اور جب وہ بولتا تو اس کے منہ سے آگ نکلتی اس کے منہ سے زوردار آواز نکل رہی تھی تم یہاں کیوں آئے ہو نیچے آؤ اوپر مت جانا ورنہ سب ہی مارے جاؤ گے۔

احمد نے یہ سن کر ڈرتے ہوئے پوچھا تم کون ہو میں اس حویلی کا چوکیدار ہوں تم یہاں سے چلے جاؤ ورنہ سب ہی مارے جاؤ گے نہیں ہم یہاں سے نہیں جائیں گے ہم یہاں دو تین دن گزارنے کے لیے آئے ہیں بوڑھے نے کہا۔

تم یہاں جتنے دن رہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے ہاں بس اوپر مت جانا ورنہ سب ہی مارے جاؤ گے میں بار بار تم کو کہہ رہا ہوں کہ اوپر مت جانا ٹھیک ہے ہم اوپر نہیں جائیں گے لیکن ہم یہاں سے کہیں بھی نہیں جائیں گے تین چار دن تک۔ اتنا کہہ کر وہ واپس مڑے اور حویلی کی دوسری طرف نکل گئے۔ جونہی رات کا اندھیرا پھیلنے لگا حویلی پراسرار دکھائی دینے لگی۔

بوڑھا چوکیدار نے کہا اب میں اپنے گھر جارہا ہوں صبح کو آؤں گا میری بات پر عمل کرنا اوپر جانے کی حماقت نہ کرنا ورنہ۔۔۔

وہ اتنا کہہ کر باہر نکل گیا۔ اور سب ہی اسے جاتا ہوا دیکھنے لگے پھر اپنے ایک کمرے میں جو انہوں نے اپنے لیے صاف کر رکھا تھا وہاں جا کر کھانا کھانے لگے کھانا کھانے کے بعد احمد نے کہا کسی نے بھی اوپر نہیں جانا اوکے اور سب ہی سو جاؤ۔ اور پھر سب ہی اپنی اپنی جگہ پر جا کر سو گئے۔

اچانک وقاص کی آنکھ کھلی اور اس نے اپنی گھڑی پر ٹائم دیکھا تو رات کے بارہ بجے تھے اس کے دل میں سوجھی کہ کیوں نہ اوپر جا کر دیکھوں کہ اوپر ہے کیا ایسا کون سا راز ہے کہ چوکیدار نے بار بار ہمیں منع کیا ہے مجھے جا کر سب کچھ دیکھنا چاہیے اتنا سوچ کر وہ اٹھا اور باہر حویلی کے صحن میں آگیا اور آہستہ آہستہ حویلی کی سیڑھیوں کی طرف جانے لگا وہاں پہنچ کر اس نے ایک بار ادھر ادھر دیکھا پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اوپر گھومنے لگا اور پھر وہ یکدم ہی ڈر گیا۔

اس نے جو کچھ دیکھا اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں اس کے منہ سے ایک زوردار چیخ نکلی اور وہ ایک طرف کو لڑھک گیا۔ اس کا دل بند ہوگیا۔ اور شاید وہ خوف سے مر گیا تھا۔ اس کی چیخ کی گونج کی آواز سن کر دوسرے ساتھی بھی جاگ گئے اور باہر کی طرف بھاگے اور پھر باہر وقاص کی پڑی ہوئی لاش دیکھ کر وہ

خوف سے کانپ کر رہ گئے فاطمہ کا خوف سے برا حال ہو رہا تھا۔اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنی جلدی اتنا بڑا واقعہ ہو بیتے گا۔ اچانک ان سب کو وہی آواز سنائی دی۔

تم سب ہی مارے جاؤ گے سب ہی مارے جاؤ گے۔ یہ آواز سن کر وہ مزید خوفزدہ ہو گئے فاطمہ نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا اور کوئی بھی اس کو دلاسہ نہ دے رہا تھا کیونکہ سب ہی ڈرے ہوئے تھے۔ میں تم سے کہتا تھا کہ اوپر مت جاؤ ورنہ مارے جاؤ گے یہ آواز بوڑھے کی تھی۔

ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے کہ وقاص اوپر کیسے چلا گیا۔ احمد نے ڈرے لہجے میں کہا۔ ہم تو سو رہے تھے بس اب تم سب اپنے گھروں کو جاؤ ورنہ اس کی طرح تم سب بھی مارے جاؤ گے۔ بوڑھے نے کہا۔ احمد نے کہا۔

نہیں ہم اب اس وقت واپس نہیں جائیں گے جب تک اپنے دوست کی موت کا بدلہ نہ لے لیں تم اس آدم خور چڑیل کو نہیں مار سکتے ہو وہ بہت شکتی کی مالک ہے نہیں میں تب تک نہیں جاؤں گا جب تک میں اپنے دوست کی موت کا بدلہ نہ اس سے لے لونگا۔تم مجھے بس یہ بتا دو کہ وہ کس طرح مر سکتی ہے آدم خور چڑیل کی جان کس طرح لی جا سکتی ہے۔ بوڑھے نے ا ہ کی بات سن کر کہا۔

تم اس کو کبھی بھی نہیں مار سکتے ہو جب تک چاند کی چودہ تاریخ نہیں آتی تم اسے مار نہیں سکتے ہو آج بارہ تاریخ ہے دو دن بعد وہ آدم خور چڑیل قبرستان میں جائے گی بچوں کی بلی دینے کے لیے اس کے بعد وہ ایک اور طاقت کی مالک بن جائے گی اس کی جان ایک طوطے میں ہے طوطا اوپر کمرے میں ہے اور کمرے کے جس حصے میں ہے اس کے کمرے کا پہرہ دار ایک آدم خور جن ہے جس کو مارنے کے لیے میں تمہیں ایک خنجر دوں گا اور وہ خنجر تم نے اس کے پیٹ میں گاڑھنا ہوگا تب وہ مر جائے گا اور آسانی سے تم اس طوطے کے پنجرے تک پہنچ جاؤ گے۔ اس کی بات سن کر سب کو کچھ سکون ہوا اور اب ان سب کو چاند کی چودھویں کا انتظار تھا۔

فاطمہ کی آنکھ کھلی تو تو اسے کہہ رہا تھا فاطمہ اوپر آؤ میں وقاص ہوں میں زندہ ہوں اوپر آؤ فاطمہ وقاص کی اواز سن کر باہر نکلی اور کہا وقاص تم کہاں ہو میں اوپر ہوں فاطمہ اوپر آؤ فاطمہ جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھنے لگی۔

فاطمہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی اور کہا وقاص تم زندہ ہو تمہیں کچھ نہیں ہوا ہے ہاں فاطمہ میں زندہ ہوں تم میرے پاس آؤ فاطمہ جیسے ہی وقاص کی طرف گئی یہ سن کر رک گئی کہ کوئی کہہ رہا تھا۔

وقاص کے پاس مت جانا وہ وقاص نہیں ہے وہ آدم خور چڑیل ہے جیسے ہی فاطمہ نے بوڑھے کی اواز سنی تو وہ پیچھے ہٹ گئی وہ یہ دیکھ کر حیران ہو گئی کہ وہ واقع آدم خور چڑیل تھی جس کے لمبے لمبے بال تھے اور بڑے بڑے دانت دیکھ کر فاطمہ ڈر گئی اور چیخنے لگی جیسے ہی فاطمہ کی آواز احمد اور شیراز نے سنی تو فورا فاطمہ کی طرف بھاگے دیکھا تو فاطمہ نیچے بے ہوش پڑی تھی پھر بوڑھے کی آواز گونجی۔

میں نہ کہتا تھا کہ اوپر مت جانا پھر اس کو کسی نے اوپر بھیجا جب فاطمہ کو ہوش آیا تو وہ رونے لگی احمد نے فاطمہ سے کہا تم اوپر کیسے پہنچی ہمیں تو بتاؤ میں تھی اوپر وقاص ہے لیکن وہ تو آدم خور چڑیل تھی جیسے ہی اس نے مجھ پر حملہ کیا تو وہ دور جا گری میرے گلے میں تعویذ تھا تعویذ کی برکت سے دو دور جا گری اور میں بے ہوش ہو گئی فاطمہ رونے لگی احمد نے اسے دلاسہ دیا کہ ہم اس چڑیل سے بدلہ لیں گے۔ اور ضرور لیں گے۔

انہوں نے صبح کی نماز پڑھی اور اللہ کے حضور

سجدے میں گرے اور اپنی کامیابی کے لیے دعا کی جوں جوں وقت گزرتا گیا رات کے پہر ہر طرف چھانے لگے فاطمہ نے کہا۔

آج تو رات بہت ڈروانی لگ رہی ہے احمد نے کہا ڈرنے کی کوئی بات نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے الحمد جونہی سیڑھیاں چڑھنے لگا فاطمہ نے احمد کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

میں تم کو اکیلے نہیں جانے دوں گی ہاں ہاں ہم تمہارے ساتھ جائیں گے۔ فاطمہ اور شیراز کے بہت اسرار کرنے کے بعد احمد دونوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور اسی وقت بوڑھا چوکیدار بھی پہنچ گیا اور اس نے وہ خنجر احمد کو دے دیا اور کہا۔

یہ اس آدم خور کے پیٹ میں گھاڑ دینا ہے اللہ آپ کو اس آزمائش میں کامیاب کرے اب سب دوست سیڑھیاں عبور کرنے کے بعد اوپر پہنچے جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے توں توں سب کے لیے حویلی اور بھی پراسرار ہوتی جا رہی تھی جونہی وہ کمرے کے قریب پہنچے تو سب کے سب آدم خور کو دیکھ کر ڈر گئے اور سب دوستوں کی ٹانگیں خوف سے کانپنے لگیں اس آدم خور کے لمبے لمبے بال اور بڑے بڑے دانت اگر کوئی چھوٹے دل والا آدمی دیکھتا تو وہیں ہی مر جاتا سب دوست کمرے کے اندر چلے گئے اور اس طوطے کے پنجرے کو ڈھونڈنے لگے جیسے ہی فاطمہ کو طوطے کا پنجرہ نظر آیا وہ اس کی طرف لپکی اس کا پاؤں ایک چیز سے ٹکرایا اور وہ نیچے گر پڑی جیسے وہ نیچے گری اس کے منہ سے بے تحاشہ چیخیں نکلنے لگیں شیراز اور احمد فاطمہ کی طرف بھاگے کیونکہ فاطمہ انسانی ڈھانچے کے اوپر گری تھی جس کی وجہ سے وہ ڈر گئی تھی فاطمہ کی چیخ سن کر وہ آدم خور جاگ اٹھا۔

کون ہے اور کس نے اندر جانے کی ہمت کی ہے تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہو احمد نے فاطمہ اور شیراز کی طرف اشارہ کیا کہ تم اس پنجرے کو لے کر بھاگو میں آدم خور کا خاتمہ کر کے آتا ہوں۔ اور پھر اس نے ہاتھ میں خنجر اٹھایا اور اللہ کا نام لے کر آگے بڑا آدم خور ابھی اٹھا ہی تھا کہ احمد نے خنجر آدم خور کے پیٹ میں گھاڑ دیا اور وہی آدم خور کو آگ لگ گئی۔ اور وہ وہی جل کر راکھ ہو گیا یوں آدم خور کا قصہ تمام ہو گیا۔

آدم خور چڑیل قبرستان میں دو بچوں کی بلی دے چکی تھی جب وہ تیسرے کی بلی دینے لگی اسے اپنے جسم میں کچھ درد سا محسوس ہوا اور وہ آدم خور چڑیل حویلی کی طرف بھاگی جونہی وہ حویلی پہنچی تو فاطمہ اور شیراز نے پنجرہ لے کر احمد کو دے دیا اور سب ہی ایک طرف کو بھاگ گئے آدم خور چڑیل ان کے سامنے آ گئی اور کہا۔

یہ پنجرہ مجھے واپس دے دو ورنہ سب مارے جاؤ گے احمد نے فاطمہ کو کہا پنجرہ مت دینا اور ورنہ پھر یہ لوگوں کو مارنا شروع کر دے گی جلدی سے طوطے کو نکالو اور مار ڈالو۔

نہیں نہیں ایسا مت کرنا ورنہ سب ہی مارے جاؤ گے احمد نے فاطمہ سے زور سے کہا جب تک تمہارے ہاتھ میں پنجرہ ہے وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی اس آدم خور چڑیل نے کوئی منتر پڑھا اور فاطمہ کی طرف پھونکا تو ایک آدم خور رونما ہوا جو فاطمہ کی طرف لپکا فاطمہ کے ہاتھ سے شیراز نے پنجرہ لے لیا اور احمد کی طرف جانے لگا وہ آدم خور بھی شیراز کی طرف بھاگا جونہی وہ شیراز کی طرف بھاگا فاطمہ نے خنجر اس کے پیٹ میں گھاڑ دیا اور اس کو وہیں آگ لگ گئی احمد نے پنجرہ میں سے طوطے نکالا اور اس کی گردن کاٹ ڈالی اور وہ چڑیل وہیں تڑپ تڑپ کر مر گئی اور اس کے جسم کو آگ لگ گئی ان سب نے خدا کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے اپنے دوست کی موت کا بدلہ لے لیا ہے اور اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور پھر وہ سب ہی دوسرے دن اپنے شہر کو روانہ ہو گئے۔۔



قبر کا بیٹا

---تحریر: کامران احمد۔منڈی بہاؤلدین---

ہمارے گھر میں قیامت کا سماں تھا اریشہ تو جیسے اپنی ذات کو بھول چکی تھی اور آمنہ اپنے بیٹے کی جدائی میں ہی خدا سے جا ملی تھی میرے اوپر سکتہ طاری ہو گیا تھا میں خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا میری بھی آنکھوں سے ایک نہ رکنے والا آنسوؤں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا میں جانتا تھا کہ میرا علی مرا نہیں ہے بلکہ بس بے ہوش ہوا ہے ایک بار تو میں سب کو بتانے والا تھا کہ میرا بیٹا بے ہوش ہے لیکن اب وقت سر سے گزر چکا تھا۔آمنہ اس دنیا میں نہ رہی تھی مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی اب مجھے احساس ہو رہا تھا میں کیا کر بیٹھا ہوں سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن خاموش تھا میرے سامنے ہی میرے بیٹے کو کفن پہنایا گیا اور لوگوں نے علی کو مٹی میں سلا دیا میری حالت پاگلوں جیسی حالت ہوتی جا رہی تھی میں زندہ رہ کر بھی زندہ نہ رہا تھا۔۔ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ قبر کا بھی کوئی بیٹا ہو سکتا ہے ہاں جو حادثہ میری زندگی میں پیش آیا میں نے وہ لکھ ڈالا میرا نام حماد ہے اور بیٹے کا نام علی میری بیوی اب اریشہ ہے لیکن ہم تو اولاد جیسی نعمت سے محروم تھے شاید اپ کو میری بات صحیح طرح سے یا اس طرح سے سمجھ نہ آئے چلیے میں آپ کو اپنی ماضی کی طرف لے جاتا ہوں۔

میں اور میری بیوی آمن اپنے گھر میں بہت خوش تھے اور ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے لیکن ہماری کوئی اولاد نہ تھی ہماری شروع سے خواہش رہی کہ ہمارے گھر میں بھی کوئی کھیلنے والا ہو میں ایک آفس میں ملازم تھا اور روز آفس جاتا جو کہ گھر کے تھوڑے ہی دور تھا میں صبح سات بجے جاتا اور شام جلد ہی گھر واپس آ جاتا میں گھر آتا آمنہ میری منتظر ہوتی پھر میرا تبادلہ دوسرے شہر ہو گیا اور ہم وہاں شفٹ ہو گئے اب آفس گھر سے کافی دور تھا جس کی وجہ سے میں نے موٹر سائیکل خرید لی جلدی کرنے پر بھی تھوڑی بہت دیر ہو جاتی جس راستے سے میں گزرتا درمیان میں ایک بڑا قبرستان بھی آتا لیکن میں نے خوف ڈر وغیرہ کو اپنے پاس بھی نہ آنے دیا۔

ایک دن میں آفس جا رہا تھا کہ قبرستان سے مجھے ایک بچے کی رونے کی آواز آنے لگی میں نے غور نہ کیا وہ آوازیں قبرستان کے اندر سے آ رہی تھیں اور جب میں واپس آ رہا تھا تو پھر وہی آوازیں مجھے سنائی دیں میں تھوڑی دیر کھڑا رہا پھر یہ سوچ کر کہ آمنہ گھر میں اکیلی ہو گی گھر چل دیا کام کی وجہ سے جلد ہی کھانا وغیرہ کھا کر سونے کی تیاری کرنے لگا لیکن اس بچے کی آوازیں ابھی بھی میرے کانوں میں گونج رہی تھی وہ چیخیں بہت ہی درد بھری تھیں پھر نجانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں نیند کی وادیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

ناشتہ کرنے کے بعد میں نے تیاری پکڑی اور کام پر چلا گیا۔کام سے فارغ ہو کر میں گھر کی جانب چلنے لگا لیکن آج وہ آوازیں مجھے کہیں بھی سنائی

نہیں دی تھی گھر جا کر میں نے سوچا کہ شاید قبرستان کے قریب کوئی گھر ہو جہاں سے بچہ کی آوازیں آرہی تھیں میں خواہ مخواہ پریشان ہورہا تھا صبح پھر حسب عادت کام پر جانے کی تیاری کرنے لگا اور گھر سے نکل کر اسی راستے پر چل پڑا آج پھر وہی آوازیں قبرستان سے گزرتے وقت آرہی تھیں میں نے خاص توجہ نہ دی اور کام پر چلا گیا واپسی پر یہ چیخوں کی آواز بہت دور دور تک جارہی تھیں رات کے سائے بھی گہرے ہوتے جارہے تھے میں نے قریب جا کر موٹر سائیکل کھڑی کی اور جیب سے موبائل نکال کر آمنہ کو فون کیا۔

آج کام کچھ زیادہ ہے جس کی وجہ سے میں تھوڑا لیٹ ہو جاؤں گا۔ میں نے یہ کال اس لیے کی کہ میں یک بہت بڑا فیصلہ کر چکا تھا آج قبرستان میں جا کر ہی راز فاش کر ڈالوں گا آخر کون وہ بچہ ہے جو مسلسل روئے جارہا ہے میں نے ایک بار اپنی موٹر سائیکل کو دیکھا اور قبرستان کی طرف بڑھنے لگا داخل ہوتے ہی خوف نے مجھے بری طرح سے مجھے دبوچ لیا قبروں کی اوڑھ میں سوئے ہوئے دو کتے بھونکنے لگے میرے تو خوف سے رونگٹے کھڑے ہوگئے شاید مجھے آج پتہ چل گیا کہ لوگ خوف کس کو کہتے ہیں خوف کیا چیز ہے میں آج جان چکا تھا اندھیرے میں ہاتھ سے ہاتھ نہ نظر آرہا تھا پتہ نہیں کتنی قبروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا میں اس آواز کی طرف پہنچ گیا لیکن مجھے ادھر تو کوئی بچہ وغیرہ نظر نہ آرہا تھا۔

میرا خوف اور ڈر کی وجہ سے سر چکرانے لگا کیونکہ یہ آوازیں کہیں اور سے نہیں بلکہ ایک قبر سے آرہی تھیں میں حیرانگی سے پورے قبرستان کا جائزہ لینے لگا میرے دانت سردی سے بج رہے تھے بلکہ خوف سے بے ترتیب ہورہے تھے اب میں نے سوچا کیوں نہ قبر کھودی جائے اور دیکھا جائے کہ اس میں کون بچہ ہے قبر کے اندر سے تو ہمیشہ مرا ہوا انسان ہی ہوسکتا ہے جو نہ بول سکتا ہے اور نہ ہی چل پھر سکتا ہے پھر میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور قبر کھودنے لگا۔

قبر کھودتے کھودتے میرے کپڑے پسینے سے بھیگ چکے تھے آخر کار میں نے قبر کھود ڈالی جب میں نے تختے ہٹائے تو میری چیخ نکل گئی اس قبر میں ایک عورت جس پر سارا کفن تھا کے ساتھ ہی ایک بہت ہی چھوٹا بچہ رو رہا تھا میری طرف دیکھتے ہی بچ چپ ہوگیا مجھے حیرت کے شدید جھٹکے لگنے لگے میں ادھر ادھر دیکھنے لگا شاید آج میں مردہ گھر میں مہمان تھا جہاں چھوٹی بڑی قبروں بے جان جسموں اور انسانی ڈھانچوں کے سوا کچھ نہ تھا میں نے جلدی سے قبر سے بچہ اٹھایا اور سینے سے لگایا پھر میں نے قبر کو پہلی حالت میں بند کر دیا میں سوچ رہا تھا کہ یہ بچہ اس عورت کا ہو لیکن یہ تو بے جان جسم ہے لیکن ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ عورت۔۔۔ یہ سوچ کر تو پاگل ہو جاؤں گا میں دل ہی دل میں خوش بھی تھا کیونکہ میرا بیٹا میرا بازو مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ یہ بڑا ہو کر میرا سنہری مستقبل بنے گا یا اللہ آمنہ پتہ نہیں کتنی خوش ہوگی۔ میں نے گھر جا کر خاموشی سے بچہ بیڈ پر لٹا دیا آمنہ کچن میں کام کر رہی تھی میں بھی وہیں چلا گیا۔

آپ آگئے حماد۔ اس نے پوچھا۔ ہاں ۔ میں نے مختصر کہا آج آپ خوش نظر آرہے ہیں کیا بات ہے۔ بات ہی کچھ ایسی ہے میں نے کہا ہم بھی تو دیکھیں کہ کون سی ایسی بات ہے پھر میں آمنہ کو لے کر کمرے میں چلا گیا۔۔

حماد یہ کیا ہے ہائے اللہ۔ آمنہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بچے کو اٹھا لیا حماد یہ بچہ آپ نے کہاں سے لائے ہیں آمنہ بس یہ بچہ اب ہمارا ہے یہ بچہ مجھے اسٹیشن سے ایک کرسی میں پڑا ہوا ملا

اور میں نے اٹھا لیا میں نے جلد ہی کہانی گھڑی اور آمنہ کو بتا دیا۔

حماد یہ ایک بچہ میں کسی کو نہیں دوں گی حماد دیکھو نا کتنا پیارا بچہ ہے اب میں ایک ماں بن گئی ہوں شکر ہے کوئی مجھے بھی ماں کہے گا ہم نے اپنے بچے کا نام علی حماد رکھا ہم اپنے بیٹے سے بے لوث محبت کرتے تھے۔

دور سڑک پر ایک تیز رفتار گاڑی آرہی تھی اچانک ایک جھٹکے سے رکی اس گاڑی میں ایک نہایت ہی ہینڈسم لڑکا نکلا جو کہ پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا کالی آنکھیں سفید رنگت خوبصورت ہونٹ وہ ایک بہت ہی اچھی پرسنیلٹی کا مالک تھا اس کی عمر تقریباً انیس یا اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی یہ میرا ہی بیٹا تھا جو کہ اب جوان ہو چکا تھا میرے بیٹے پر حسن ٹوٹ کر آیا تھا میں نے اپنے بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی ہمارا یہ بیٹا ہم سے بہت محبت کرتا میں یہ بھول چکا تھا کہ میرا بچہ کا ماضی کیا ہے وہ میرا خون ہے یا میں اسے اپنا خون ہی سمجھتا تھا۔

ایک رات میں نے ایک بہت ہی خوفناک اور بھیانک سپنا دیکھا جس نے تو مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ سپنا بار بار میرے بیتے کے ماضی کی طرف پلٹنے پر اکساتا رہا تھا میں نے دیکھا علی رات کو بستر سے اٹھا اور قبرستان کی طرف چل پڑا میں بھی آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چلنے لگا میں دیکھنا چاہتا تھا کہ علی کیا کرنا چاہتا ہے وہ آخر اس جگہ آ پہنچا جہاں وہ قبر تھی جس قبر سے میں نے علی کو اٹھایا تھا علی وہاں جا کر بیٹھ گیا اور قبر سے مخاطب ہونے لگا ماں تم نے مجھے اپنے سے علیحدہ کیوں کیا ان لوگوں اور اس جہاں میں میرا بالکل بھی دل نہیں لگ رہا ہے اور پھر علی خاموش ہوگیا اچانک ہی ایک نسوانی آواز آئی میرے بیٹے میں نے تو تجھے جوانی کے وقت کیے بھیجا تھا اور اب تم جوان ہوگئے ہو اب میں تجھے بہت جلد اسی جہاں میں لے آؤں گی۔ تو جا اپنے منصوعی والدین کے پاس اور پھر میری آنکھ کھل گئی میں اٹھا اور اپنے چاروں اطراف دیکھنے لگا پھر علی کو دیکھا جو کہ سویا ہوا تھا علی کو دیکھنے کے بعد مجھے کچھ سکون ملا دوپہر میں نے اپنے کمرے میں علی کو بلایا اور پوچھا بیٹا تو اپنا باپ کسے سمجھتا ہے میں نے کچھ نہ سوچا اور پوچھ لیا ابو جان آپ کا کیا مطلب ہے میرا باپ کون ہے آپ میرے پیارے ابو ہیں میرا خیال ہے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آؤ میں آپ کو کمرے تک چھوڑ آتا ہوں پھر میرا بیٹا مجھے لیے اپنے کمرے میں لے گیا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا اسے کیا پتہ تھا کہ میں بیمار نہیں ہوں بلکہ اس خواب کے بارے میں پریشان ہوں جو میں نے رات کو دیکھا تھا۔

کالج کی لائف میں ایک لڑکی علی سے محبت کر بیٹھی وہ علی کو ایک حد تک پیار کرتی تھی علی بھی دل ہی دل میں اسے چاہنے لگا تھا میں نے آمنہ سے بات کی اور شادی کا سوچا ہم اس لڑکی کو دیکھنے اس کے گھر گئے وہ شریف خاندان کی لڑکی تھی اس کا نام اریشہ تھا ہمیں وہ لڑکی ہمیں اپنے بیٹے کے لیے بہت ہی پسند آئی آخر کار ہم نے علی اور اریشہ کی شادی کر دی وہ دونوں آپس میں بہت ہی خوش تھے

ایک رات پھر مجھے وہی رات کو خواب آیا یہ سپنا تھوڑا مختلف تھا میں نے دیکھا کہ وہی قبر مجھے قبرستان آنے کو کہہ رہی تھی جب میں وہاں گیا تو وہ قبر سے آیک آواز سنائی دی اے بھولے شخص اب میرا بیٹا مجھے واپس کر دے ورنہ ۔۔ میں جذباتی ہو کر بولا ورنہ کیا کرے گا کوئی وہ میرا بیٹا ہے اگر تو نے میرا بیٹا مجھے واپس نہ کیا تو میں تیرا خاندان ایک رات میں قبرستان پہنچا دوں گی اس خواب کے بعد

تو میں خوفزدہ سا رہنے لگا لیکن میں نے بھی صاف انکار کر دیا۔

لے سکتی ہے تو لے لے مجھ سے میرا بیٹا میں اپنے بیٹے پر قربانی دے سکتا ہوں لیکن مجھ سے کوئی میرا بیٹا جدا نہیں کر سکتا پھر میں سوچتا کہ اگر سچ میں وہ قبر مجھ سے میرا بیٹا چھین لے گئی تو میں یہ بات سوچ کر پھر پریشان ہو جاتا میرے گھر والے بھی مجھ سے میری پریشانی کی وجہ پوچھتے میں بات کو گول مثول کر دیتا میری بیوی اور بہو کو کیا پتہ کہ جس بیٹے کو ہم اپنا بیٹا سمجھتے ہیں وہ اصل میں ہمارا نہیں ہے بلکہ ایک پرانی بوسیدہ قبر کا ہے آج مجھے تھوڑا سا پچھتاوہ سا محسوس ہو رہا تھا۔ کہ میں نے بیٹا کیوں اٹھایا میں بھلا آخر بیٹا کیوں نہ اٹھاتا میں اولاد جیسی نعمت کا پیاسا تھا ویسا ہی جیسے ایک چھوٹا پودا ہوتا ہے اگر اس کو پانی نہ دیا جائے تو وہ سوکھ کر مرجھا جاتا ہے اگر میں بچہ نہ اٹھاتا تو میں بھی اولاد کو ترستا ہوا مر جاتا۔ میں یہ سب ہی سوچ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا میرے سامنے کھڑا تھا اور مجھے گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ابو جان میں آپ کو ایک ہفتے سے دیکھ رہا ہوں کہ آپ پریشان پریشان سے رہتے ہیں آخر کیا بات ہے آپ نہ صحیح طرح سے کھاتے ہیں اور نہ ہی کسی سے بات چیت کرتے ہیں۔

بیٹا کچھ نہیں بس تھوڑا سا بخار تھا اور میں دوا لے کر آیا ہوں کچھ دن میں ٹھیک ہو جائے گا اور تم میرے بارے میں پریشان نہ ہوا کرو میں نے کہا۔

اچھا ابو یہ سب چھوڑیں ہم نے سوچا ہے کہ کل ہم سب کہیں ہنی مون پر جائیں گے۔ بیٹا آپ دونوں چلے جائیں میں نے کہا۔

نہیں ابو جان ہم سب مل کر جائیں گے۔ اس نے فیصلہ سنا دیا۔

صبح ہم نے مری جانے کا انتخاب کیا اور وہاں جا کر ایک ہوٹل میں ایک کمرہ بک کروایا سارا دن گھومتے پھرتے گزر گیا رات کو ہم نے سونے کی تیاری کی اور تھکاوٹ کی وجہ سے جلدی ہی سو گئے رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب میری آنکھ دروازے کی دستک سے اٹھ گیا میں نے علی کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور اٹھ کر خود ہی کھولنے چلا گیا۔ میں سمجھا کہ شاید ہوٹل کا کوئی فرد ہوگا لیکن جب میں نے دروازہ کھولا۔ تو خوف سے میری چیخ نکلتی رہ گئی خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے میں پسینے سے نہا رہا تھا ایک بھیانک وجود میرے سامنے کھڑا تھا یہ بتانا میرے لیے مشکل ہے کہ وہ انسان تھا یا کوئی جانور درندہ تھا یا کوئی ہوائی مخلوق پتہ نہیں وہ کیا تھا اس بھیانک وجود کا منہ صرف اور صرف مٹی تھا جس میں بے شمار چھوٹے بڑے سوراخ تھے جس سے بے تحاشہ چھوٹے چھوٹے حشرات نکل رہے تھے اس وجود کا جسم بتانے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں مختصر یہ کہ وہ وجود بہت ہی بھیانک تھا اور خوفناک تھا۔

ک۔ک۔کون ہو تم میرے منہ سے بمشکل الفاظ نکلے نادان شخص میں ہوں وہی قبر ہوں تو نے میرے بچے کو اٹھایا وراب میں اپنا بچہ واپس لینے آئی ہوں وہ وجود لڑکھڑاتا ہوا میرے قریب ہونے لگا ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی حادثے کا شکار ہوا پھر پیدائشی۔ ہی لنگڑا ہوا اسی وقت ایک چیخ میرے حلق کو چیرتی ہوئی باہر نکلتی چلی گئی۔ اس سے آگے میں کچھ نہیں جانتا بس صرف اتنا پتہ ہے کہ جب مجھے ہوش آیا تو میں اپنے کمرے میں تھا میرے پاس میرا بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔

ابو آپ کو ہوش آ گیا۔ علی نے پوچھا۔ جی بیٹا جی۔ میں نے کہا۔

آپ کو کیا ہوا تھا اس رات ہم نے آپ کو کمرے کے دروازے میں پایا آپ بے ہوش تھے اور آپ کے کپڑوں پر تھوڑی بہت مٹی لگی ہوئی تھی پھر آپ کو تین دن بعد ہوش آیا تین دن بعد مجھے ہوش آیا بیٹا بس میں پانی کے لیے اٹھا تو تھوڑا سر چکرا سا گیا میں خاموش ہو گیا آپ نے مجھے بتانا تھا میں پانی لے کر آتا اچھا ابو جان اب آپ آرام کریں میں بھی چلتا ہوں رات کافی بیت چکی تھی پھر میرا بیٹا چلا گیا اور میں پتہ نہیں کب خوابوں کی دنیا میں بھٹکنے لگا۔

میں نے نماز پڑھی تھوڑی دیر لیٹ گیا اور رات کو آئے ہوئے پسینے کے بارے میں سوچنے لگا رات کو پھر وہی قبر مجھے خواب میں ملی تھی اس سے پھر وہی آوازیں آ رہی تھیں وہ پھر میرا بیٹا مانگ رہی تھی میں بہت ساری باتوں میں الجھ گیا تھا میرا تو سر چکرانے لگا مگر بالآخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج میں ضرور قبرستان میں جا کر کوئی بات ختم کر کے ہی آؤں گا آر یا پار۔

دن کا پتہ ہی نہ چل سکا اور رات کی تاریکی پھیلنے لگی میں نے آمنہ اور علی کو ایک کام سے جانے کا کہا اور قبرستان کی جانب چل دیا آج نجانے کیوں مجھے میرے بچے کے ماضی کے وہ دن یاد آ رہے تھے میں نے اسے اس قبرستان سے اٹھا کر لے گیا تھا باتوں باتوں میں سفر کا پتہ ہی نہ چل اور وہ خوفناک قبرستان میرے سامنے تھا میں نے چاروں جانب ایک بار دیکھا اور قبرستان کے اندر داخل ہو گیا۔ میرے قبرستان داخل ہوتے ہی ایک الو کی چیخ نے پورے قبرستان کو گونج اٹھایا میں اس قبر کے پاس جا کر رک گیا۔

او نچی آواز سے میں پکارا آخر قبر کے اندر کون ہے جو مجھ سے میرا بیٹا مانگ رہی ہے ایک بار پورے قبرستان میں خاموشی مسلط ہو گئی۔

اپنے بچے کی ماں۔ قبر کے اندر سے آواز آئی اے بے وقوف شخص وہ بچہ میرا تھا اور میرا رہے گا اگر تو نے کل تک مجھے میرا بچہ واپس نہ کیا تو میں تیری بہو اور تیری بیوی کی بھی قبریں اپنے ساتھ ہی بناؤں گی اپنے بیٹے کو اپنے ساتھ لے آؤں گی اور تو تو اس دنیا میں اکیلا بھٹکتا پھرے گا ایک بار۔ پھر خاموشی چھا گئی۔

اس کی باتیں سن کر اب میرے کوئی الفاظ باقی نہ بچے تھے جو میں کہہ سکتا اس مٹی کے مجسمے نے مجھے خاموش سا کر دیا میں نے ایک بار آسمان کی طرف دیکھا اے خدا۔ جب بیٹا دیا تھا تو اب لینے کیوں لگا ہے جب میں گھر آیا تو علی کو دیکھتے ہی میرے آنسو نکلنے کے لیے بے تاب ہو گئے مجھے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے علی کچھ دن کا مہمان ہے اب بھی میں وہ ہی سوچ رہا تھا کہ اگر میں نے انکار کیا تو وہ قبر تو ہمارا سارا خاندان کھا جائے گی بہتری اسی میں ہے کہ میں اپنا گھر کا ٹکڑا اپنے سے جدا کر دوں میں نے ایسا اس لیے سوچا کہ اگر میں نے علی کو اس کے حوالے نہ کیا تو تب بھی اس ظالم نے میرا بیٹا مجھ سے جدا کر دینا ہے اور میری بہو اور بیوی کو بھی موت کی نیند سلا دے گی ہاں مجھے ایسے ہی کرنا چاہیے شاید قسمت میں ایسا ہی لکھا ہو مگر میں ایک ماں سے اس کا لخت جگر کیسے جدا کر دونگا کیونکہ میں نے پہلی رات آمنہ کو نہیں بتایا تھا کہ ایک قبر کی امانت ہے یہ بات میں نے آج تک چھپائے رکھی تھی اور اب چھپانا مشکل ہو گیا تھا۔

آمنہ اور علی کمرے میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے اریشہ ان کے لیے جوس تیار کر رہی تھی میں جلدی سے کچن میں گیا۔

ابو جان آپ ۔۔آپ کمرے میں چلئے میں آپ کے لیے جوس لے کر آ رہی ہوں۔ ارسہ نے

مجھے دیکھتے ہی کہا۔

نہیں بیٹی آج جوس لے کر میں جاؤں گا بہت پیار آرہا ہے بیٹے پر اریشہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو میں بھی ہنس دیا۔

ہاں بیٹا میں کمرے میں ہی جارہا تھا اس نے کہہ دیا ہے میں نے تین گلاس جوس کے پکڑے اور کچن سے باہر آگیا میں نے باہر آتے ہی علی کے گلاس میں پانچ بے ہوشی کی گولیاں ملادیں میں چاہتا تھا کہ جب علی یہ پیئے گا تو اسے سارا دن ہوش نہیں آئے گا پھر میں علی کو سب گھر والوں کے سامنے مردہ قرار دوں گا اور علی کو اس قبر میں دفنا دوں گا۔

اے خدا میں کتنا ظالم ہوں اپنے ہی بیٹے کی موت مانگ رہا ہوں اس سے پہلے میں خود کو ختم کردوں گا نہیں وہ قبر مجھے مرنے کے بعد بھی میری روح کو چین سے نہیں رہنے دے گی پھر میں نے آنسو صاف کئے اور کمرے میں داخل ہوگیا۔

ہمارے گھر میں قیامت کا سماں تھا اریشہ تو جیسے اپنی ذات کو بھول چکی تھی اور آمنہ اپنے بیٹے کی جدائی میں ہی خدا سے جا ملی تھی میرے اوپر سکتہ طاری ہوگیا تھا میں خوفزدہ ہوکر ادھر ادھر دیکھنے لگا میری بھی آنکھوں سے ایک نہ رکنے والا آنسوؤں کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا میں جانتا تھا کہ میرا علی مرا نہیں ہے بلکہ بس بے ہوش ہوا ہے ایک بار تو میں سب کو بتانے والا تھا کہ میرا بیٹا بے ہوش ہے لیکن اب وقت سر سے گزر چکا تھا۔ آمنہ اس دنیا میں نہ رہی تھی مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اب مجھے احساس ہورہا تھا میں کیا کر بیٹھا ہوں سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن خاموش تھا میرے سامنے ہی میرے بیٹے کو کفن پہنایا گیا اور لوگوں نے علی کو مٹی میں سلادیا میری حالت پاگلوں جیسی حالت ہوتی جارہی تھی میں زندہ رہ کر بھی زندہ نہ رہا تھا۔

اس رات میں قبرستان پہنچا اور تازی تازی اپنے بیٹے کی زندہ قبر کو کھودنے لگا میں نے گھٹنوں علی کو سینے سے لگا کر روتا رہا مردہ پر فیوم میرے سر کو بھاری کرنے لگی تب بھی میں اپنے بیٹے کو چومتا رہا پتہ نہیں کب تک میں اپنے بیٹے کو سینے سے لگائے سوتا رہا خوف اب بھی میرے جسم میں سرایت کررہا تھا میں آج اٹھارہ سال بعد پھر اس قبر کو کھودنے لگا۔ میں نے قبر کھود ڈالی میں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے زندہ بیٹے کو اس قبر میں لٹادیا دوسری عورت کا مردہ جسم دیکھ کر میں کانپ کر گیا پھر میں قبر پر مٹی ڈالنے لگا ابھی میں نے ایک مٹھی مٹی کی بھری تھی کہ کہ میرا جوان علی ہوش میں آگیا ابو ابو جان آپ یہ کیا کررہے ہیں پلیز ابو جان میری بات سنیئے میں زندہ ہوں میرا بیٹا چیخ رہا تھا میں بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا ہائے اللہ میں کتنا مجبور تھا آپ تو جانتے ہی ہوں گے کہ میں کتنا مجبور تھا ایک باپ جب اپنے ہی بیٹے کو موت کے گھاٹ اتارتا ہے تو اس کی کیفیت کو صرف ایک باپ ہی سمجھ سکتا ہے میں اپنے بیٹے کو روتا ہوا چیختا ہوا چھوڑ کر قبرستان سے باہر آگیا۔

اب میں اور اریشہ نے فیصلہ کی اکہ یہ زندگی گزارنے کے لیے ایک دوسرے کا بنے میں اریشہ سے کافی بڑا تھا جس اریشہ کو بیٹا پیار سے کہا کرتا تھا اب وہی اریشہ میری آج دلہن بنی ہوئی بیٹھی ہے پھر چند مہینوں کے بعد خدا نے ہمیں ایک چاند سا بیٹا عطا کیا جو ہو بہو علی جیسا تھا بالکل علی جیسا علی کے نقش تو آپ جانتے ہیں ہم نے بھی اپنے بیٹے کا نام علی رکھا اب ہم اپنے گھر میں بہت خوش ہیں لیکن بھولے کچھ بھی نہیں سب کچھ ہمیں یاد ہے اور ہمیشہ یاد رہے گا۔ تو قارئین کیا یہ علی اس علی جیسا بن پائے گا۔ آپ کی قیمتی آرا کا منتظر رہوں گا۔

شارٹ کٹ

---تحریر: محمد قیصر۔ ایبٹ آباد باندی منصور---

ایک بات جو میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی وہ بندہ کون ہے جس کا راکیش نے ذکر کیا تھا وہ اس کا باپ تھا جس نے ہمیں رہنے کے لیے کمرہ دیا تھا۔ یہاں پر تو میرے علاوہ کوئی نہیں رہتا۔۔ میری بات سن کر وہ پریشان ہوگئی تو پھر وہ کون تھا۔ دوسرے دن صبح سویرے ہی ہم نکل پڑے میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر پیدل گئے تو راستے میں رات ہوسکتی ہے رات سے ویسے بھی مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال کر کسی نہ کسی طرح کھلی سڑک پر لے جاؤں گا۔ میں بالکل آہستہ آہستہ گاڑی چلانے لگا میری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی جب گاڑی تھوڑی کھلی سڑک میں داخل ہوگئی یہاں سے اسے باآسانی کے ساتھ موڑ کر سیدھا لے جاسکتا تھا میری طرح وہ بھی بہت خوش تھی میں نے ایک نظر اس پر ڈالی اندھیرا پھیل گیا تھا وہ آرام سے بیٹھی تھی شاید وہ اتنے عرصے بعد انسانوں میں آئی تھی انسانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہورہی تھی میں بھی خوش تھا مگر اچانک اس کی حالت خراب ہونے لگی آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں اس نے ایک جھٹکے سے مجھے گردن سے پکڑ کر گاڑی سے باہر پھینک دیا روڈ پر گرتے ہی شدت تکلیف سے میری چیخیں نکل گئیں گاڑی زور سے ایک درخت سے ٹکرائی۔ اور الٹ گئی میں تیزی سے آگے بڑھا جا کر اسے گاڑی سے باہر نکالا وہ بری طرح سے زخمی تھی شاید وہ زخموں کی تاب نہ لاسکی تھی۔ وہی پر۔۔۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔



آہ اتنی تنگ سڑک ۔۔اس میں گاڑی کیسے چلے گی اگر ذرا سی بھی غلطی ہوئی ۔ہم گئے ۔۔کتنی بار کہا ہے دوسرے راستے سے چلتے ہیں تھوڑا زیادہ وقت لگے گا مگر پہنچ جائیں گے زندہ مگر تو شارٹ کٹ اپنے ساتھ مجھے بھی مروائے گا۔

تم رورہے ہو میں حیران رہ گیا۔نہیں یار میں تو ہنس رہا ہوں وہ منہ بنا کر بولا اتنی تنگ سڑک ہے کہ گاڑی کے ٹائر ہی نے جگہ پر کی ہے اب نہ تو گاڑی آگے جاسکتی ہے اور نہ ہی پیچھے ۔یہ جگہ بھی اتنی ہی ویران ہے کہ نہ بندہ ہے نہ بندے کی ذات ۔اب ہمارا کیا ہوگا میں گھبرایا ۔ہمارے ساتھ مسئلہ بھی بڑا تھا ایک طرف اونچے اونچے پہاڑ دوسری طرف گہری کھائی شاید نیچے کوئی دریا گزر رہا تھا۔

میں نیچے اتر کر دیکھتا ہوں گاڑی جاسکتی ہے کہ نہیں میں گاڑی کا پچھلا شیشہ توڑ کر باہر نکلا۔یہ دیکھ کر میں بری طرح کانپ سا گیا گاڑی کے سائیڈ والے ٹائر سڑک کے آخری کنارے پر تھے اگر ذرا سی بھی گاڑی اس طرف ہوتی الٹ کر نیچے دریا میں گر جائے گی میں اپنے آپ کو کوس رہا تھا اچھا ہوتا میں اس وقت راکیش کی بات کی مان لیتا مگر اب افسوس کے علاوہ کچھ نہ تھا کیا سوچ رہے ہو راکیش مجھے سوچوں میں دیکھ کر بولا۔

ارے بیٹے باہر نکلو سب پتہ چل جائے گا۔

شام یہ سب تیری وجہ سے ہوا ہے میں تو اچھا بھلا دوسری طرف سے جارہا تھا مگر نہیں تمہیں تو جلدی آنا تھا اب آگئے۔

دکھی مایوس پریشان حال لوگوں کیلئے خوشخبری

انشاءاللہ تعالیٰ اللہ کے حکم سے سنگ دل سے سنگ دل مرد ہو یا عورت
بے شک سات سمندر پار ہی کیوں نہ ہو

رب العزت کے حکم سے خاص عمل سے (نقش مقدس) کی برکت سے 4 دن کے اندر اندر خود چل کر آئے

جن پر کالا جادو، ٹونے کا اثر۔ آسیب کے اثرات
سفلی علم یا عمل کرایا گیا ہو اور اس کا توڑ نہ ہو رہا ہوں

کاروبار میں بندش

گھر بیٹھے کام ہوگا۔ ہر مسئلے کا مستقل حل۔ مستقل توڑ

بے اولاد مرد ہو یا عورت ہو یا اولاد
کا نہ ہونا اور اولاد کا ہو کر مر جانا

مکمل اعتماد کے ساتھ لکھیں۔ ہر بات صیغہ راز میں رہے گی

رابطہ:
سلیم قادری نوشاہی مکان نمبر 105-A/444 پانی والی ٹینکی محلہ آرائیاں والا ساہیوال ڈویژن (پاکستان)
موبائل: 0300-9695363, 0334-9695363

بس کرو یا بہ ہوگیا یہ رونا دھونا میں نے سختی سے کہا وہ منہ بنا کر رہ گیا۔اب یہ سوچو کہ یہاں سے نکلیں کیسے میں نے سوالیہ انداز میں کہا۔

میں کیوں سوچوں تم خود ہی سوچو راکیش سخت ناراض تھا۔

ناراض کیوں ہوتے ہو میں اندازہ لگا رہا تھا راکیش سخت ڈرا ہوا تھا ایک آئیڈیا ہے۔کیسا۔۔وہ بے تابی سے بولا۔ہم واپس چلتے ہیں۔۔ہم واپس نہیں جاسکتے ۔کیونکہ گاڑی کو ہم پیچھے نہیں لے جاسکتے اگر ریورس گیئر میں لے کر جانے کی کوشش کی جائے ۔ٹھیک ہے اگر تم گاڑی چلاؤ میں پیدل آتا ہوں راکیش میری طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

یار راکیش اگر گاڑی تم چلاؤ تو۔کیسا رہے گا ۔واہ شام واہ۔بہت خوب چوری خود کرو سزا مجھے حد ہوگئی ہے تم ویسے ہی غصے میں ہوتے ہو چلو پیدل ہی چلتے ہیں میں نرم سے لہجے میں بولا۔

تم پاگل تو نہیں ہو ہم واپس نہیں جاسکتے اول تو ہم شہر سے بہت دور آگئے ہیں چلو فرض کرتے ہیں کہ ہم واپس چلتے ہیں ہم دس دن تک شہر نہیں پہنچ سکتے راکیش کی بات میں کافی وزن تھا۔

اب کیا کیا جائے اوپر سے رات بھی ہونے والی ہے قریب قریب آبادی کا نام ونشان بھی نہیں ہے ۔چلو یوں کرتے ہیں آگے چلتے ہیں شاید کوئی حل نظر آجائے چلو ہم دونوں چلنے لگے۔

ہم دونوں کافی دیر چلتے رہے مگر ہمیں کوئی خاص کامیابی نہ ملی یار میں تو تھک سا گیا ہوں راکیش بولا ۔تھک تو میں بھی گیا مگر کیا کیا جائے آہستہ آہستہ اندھیرا پھیلنے لگا۔

وہ دیکھو راکیش ایک طرف دیکھتے ہوئے تیزی سے بولا ایک امید۔۔لگتا ہے کوئی گھر ہے چلو چلتے ہیں یار لگتا ہے ہم آبادی کے قریب آگئے ہیں۔

ہم جلد ہی اس گھر تک جا پہنچے اور جاتے ہی ہم نے دروازے پر دستک دی ہم دونوں کا دل ہی دل میں ڈر رہے تھے پتہ نہیں کس کا گھر ہے کچھ ہی دیر بعد دروازہ کھلا ایک درمیانی سی عمر کا آدمی نکلا ہم دونوں کو دیکھ کر وہ چونک سا گیا۔

کون ہیں آپ۔۔

جی ہم بھٹکے ہوئے مسافر ہیں ۔اوہ ۔آپ مسافر ہیں ۔جی۔۔دراصل بات یہ ہے کہ ہم اچھا میں سمجھ گیا ہوں آپ رات گزارنے میرے گھر آئے ہو وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولا آجاؤ۔اس شخص نے اندر آنے کا اشارہ کیا ہم دونوں نے شکر ادا کیا اس شخص نے ہمیں ایک چھوٹا سا کمرہ دکھایا میں نے ایک نظر میں کمرے کا جائزہ لیا۔جس میں تقریباً ضرورت کی ہر اشیاء تھی ایک سوال جو مجھے کافی دیر سے بے چین کر رہا تھا۔

آپ اس گھر میں اکیلے ہی رہتے ہیں میرے سوال پر اس شخص نے ایک گہری نظر مجھ پر ڈالی نہیں۔میرے ساتھ میرے گھر والے بھی ہوتے ہیں ۔آپ اتنی خطرناک جگہ پر کیوں رہتے ہیں بہت خوبصورت جگہ ہے یہاں سے آبادی کتنی دور ہے۔سو کلومیٹر۔باتیں تو بہت ہوگئیں آپ بتاؤ کس طرح راستہ بھٹک گئے ہو۔

میرا نام شام ہے اور یہ میرے دوست راکیش ہیں میں نے بتایا ہم دونوں ایک ساتھ کام کرتے ہیں ہم نئی نئی جگہوں پر جانے کے بہت شوقین ہیں ہم دونوں نے ایک خوبصورت جگہ کا جانے کا پلان بنایا مگر ہم دونوں راستہ بھٹک گئے۔

آپ نے جانا کس جگہ ہے ہم نے اندھے نگر جانا ہے نام کبھی نہیں سنا ۔کیا پتہ وہ شخص نفی میں سر ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

شکر ہے یار جگہ مل گئی ورنہ ہم ڈر سے مر ہی جاتے ۔راکیش نے اس شخص کے جانے کے بعد کہا یار ایک بات تو بتاؤ کہیں یہ شخص کوئی غنڈ اتو نہیں ہے

ب ہی آبادی سے اتنا دور رہتا ہے میں نے خدشہ ہر کیا۔

اگر ایسا ہے تو اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے یش نے پریشان ہو کر کہا۔ ڈرنے کی کوئی ورت نہیں ایسا کچھ نہیں ہے

میں اور راکیش دونوں پاکستانی ہیں راکیش ے کچھ رشتے دار انڈیا میں رہتے ہیں راکیش ان ے ملنے انڈیا آتا رہتا تھا میں بھی راکیش کے ساتھ بار آچکا تھا اس مرتبہ جب راکیش نے پلان بنایا نے اپنے ایک اور دوست فیصل سے جو کہ ایک کار رہنے والا تھا کو ساتھ لے جانے کی کوشش کی مگر سی وجہ سے نہ آسکا۔

صبح میری آنکھ تقریباً دس بجے آنکھ کھلی راکیش وہاں نہ پا کر میں کانپ سا گیا پتہ نہیں کہاں چلا ا ہے۔ شاید باہر ہو یہ سوچ کر میں باہر نکلا وہاں پر ش موجود تھا مگر وہ اکیلا نہ تھا اس کے ساتھ ایک بھی موجود تھی۔

آؤ شام آؤ۔ ویلکم۔۔ راکیش نے مجھے دیکھتے خوش دلی سے کہا۔ ہائے۔ لڑکی نے گرم جوشی کہا میں نے بے دلی سے جواب دیا۔

کافی سیریل مزاج ہیں آپ کے دوست وہ ش سے بولی نہیں تو۔ راکیش چلو ہم چلتے ہیں ھوڑا نروس ہوتے ہوئے بولا۔

ارے شام کیا ہو گیا ہے۔ ایک دو دن یہیں نے ہیں پھر چلے جائیں گے۔

کیا مطلب۔ یار میں نے فیصل کو فون کیا ہے یک دو دن تک آجائے گا پھر ہم ساتھ ہی اپنی کی طرف جائیں گے۔

نہیں ہرگز نہیں۔ ہم ابھی اور اسی وقت یہاں جائیں گے میں نے اپنا آخری فیصلہ سنایا۔ ٹھیک ہے اگر آپ نے جانا ہے تو چلے جاؤ یہ راکیش نہیں تھا بلکہ وہ لڑکی تھی جو کھا جانے والی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

آپ کو حق نہیں ہمارے درمیان بولنے کا۔ میں نے ترشی سے کہا چلو۔

راکیش تم نے اس کے ساتھ جانا ہے کہ میرے ساتھ رہنا ہے وہ راکیش سے پوچھ رہی تھی راکیش نے ایک گہری نگاہ مجھ پر ڈالی پھر نظریں نیچے کرتے ہوئے بولا۔

میں تو آپ کے ساتھ ہی رہوں گا۔ کیا بک رہے ہو میں نے حیرانی سے کہا۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں۔ ایک دو دن تک فیصل بھی آجائے گا۔ پھر ہم ساتھ جائیں گے مگر فیصل کس طرح اس جگہ پر آئے گا میں نے تمام پتہ اس کو سمجھا دیا ہے ٹھیک ہے فیصل جب بھی آیا ہم یہاں سے چلے جائیں گے میں نے بالآخر مان ہی لیا۔ اتنا تو میں جان گیا تھا کہ راکیش اس لڑکی کی وجہ سے یہاں سے نہیں جا رہا ہے پتہ نہیں اس نے اس پر کیا جادو کر دیا تھا۔

فیصل ٹھیک دو دن بعد آگیا ان دو دنوں میں راکیش اس لڑکی میں ہی مگن رہا اس بات کا تو مجھے اندازہ تھا راکیش نے جانا اب بھی نہیں تھا دوسری صبح جب میری آنکھ کھلی تو راکیش اور فیصل آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔

کیا بات ہے تم نے اب کیا سوچا ہے۔ شام ایک بات کہوں۔

کہو۔ میں اس کی بات سمجھ گیا تھا پھر بھی پوچھ لیا۔ ہم ایک دو دن اور رک جاتے ہیں فیصل نے بھی راکیش کی بات کی تائید کی اگر تم دونوں نے رہنا ہے تو رہو مگر میں تو جاؤں گا مجھے پتہ تھا کہ یہ جانے والے نہیں ہیں میں نے سوچ لیا تھا اکیلا ہی واپس جاؤں گا وہ دونوں مجھے بہت روکتے رہے مگر میں نہ

رکا واپس گاڑی کے پاس پہنچا یہ دیکھ کر میں حیرت میں ڈوبنے لگا وہی لڑکی گاڑی کے پاس کھڑی تھی۔

نہ جاؤ شام وہ مجھ دیکھتے ہوئے تیزی سے بولی۔ آگے سے دفع ہو جاؤ بظاہر میرا لہجہ غصیلہ تھا مگر حقیقت میں میرا غصہ جا چکا تھا۔

دیکھو شام میری طرف غور سے دیکھو وہ میری طرف دیکھتے ہوئے بولی میں محسوس کر رہا تھا میں اپنے ہوش وحواس کھو رہا تھا میری نظریں اس کے چہرے پر پڑیں شاید میں پہلی بار اس کو اتنے قریب سے دیکھ رہا تھا صرف ایک بات۔ بس مستی ۔۔ اور کیا میں دیکھ نہ پایا۔ میں جھوم رہا تھا دماغ میں صرف ایک بات حور۔۔ یہ کوئی انسان نہیں پاپری۔ میں نیم بے ہوشی میں تھا پھر میں ایک طرف گرا وہ مجھے دیکھتی رہی پھر۔۔ جب میں ہوش میں آیا فیصل اور راکیش میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے راکیش مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

شام راکیش کی کمزوری آواز مجھے سنائی دی تم کہتے تھے ناں ہم کب یہاں سے جائیں گے۔ چلو اب چلتے ہیں۔ میں راکیش کی بات سن کر حیران رہ گیا۔ مگر اب شاید فیصل بھی میری طرح حیران تھا ہاں اب اور اسی وقت۔

نہیں۔ میں نے کہا۔ میں جانتا ہوں تم نہیں جاؤ گے راکیش غصے سے کانپ رہا تھا اب مجھے یقین ہو گیا ہے یہ کہہ کر وہ باہر کی طرف بڑھا اور انداز جارحانہ تھا۔ کہیں راکیش کو پتہ تو نہیں چل گیا میں کانپ کر رہ گیا۔ اچانک باہر سے مجھے ایک چیخ سنائی دی میں اور فیصل دونوں باہر کی طرف آئے یہ دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا راکیش نے اس لڑکی کو ڈنڈا مارا تھا وہ نیچے زمین پر پڑی تھی اس کا شدید خون بہہ رہا تھا۔ یہ سب اس لڑکی کی وجہ سے ہو رہا ہے آج یہ زندہ نہیں رہے گی مار دوں گا میں اسے۔

راکیش کے ان ریمارکس پر میں شدید غصے میں آگیا۔ میں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ میرا دوست ہے میں نے وہی ڈنڈا اٹھایا راکیش کے سر پر مار دیا۔ مجھ پر ایک جنون سوار تھا میں اسے مارتا ہی گیا جہاں تک کہ وہ نیچے گر گیا فیصل حیرانی سے دیکھ رہا تھا وہ آگے بڑھا میرے برعکس وہ کافی حد تک یہ منزل دیکھ رہا تھا۔ میری سوچ کے برعکس اس نے راکیش کی بجائے مجھ ایک گھونسا رسید کیا میں لڑکھڑا سا گیا۔ ڈنڈا میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا فیصل نے وہ ڈنڈا اٹھایا۔ میں کانپ کر رہ گیا۔ وہ تیزی سے میری طرف آیا میں نے اسے رکنا چاہا مگر وہ نہ رکا اس کا ڈنڈا کھا کر میں چکرا کر رہ گیا۔ ضرب اتنی کاری تھی میں وہیں گر گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نیچے زمین پر پڑا تھا راکیش اور فیصل وہاں نہیں تھے وہاں پر وہ لڑکی پڑی ہوئی تھی شاید وہ بے ہوش تھی میں جلدی سے اٹھا اس لڑکی کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں اس کی آنکھوں میں ایک قہر تھا وہ کھا جانے والی نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی میں گھبرا گیا اور ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ نجانے کیوں میرا دل گھبرانے لگا تھا اس دن کس طرح اس کی آنکھوں میں مستی تھی بلکہ ایک ڈر تھا وحشت تھی وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر کچھ بول نہ سکی پھر اچانک اسے جھٹکا لگا وہ بے ہوش ہو گئی میں بری طرح سے گھبرایا ہوا تھا۔ میں نے ڈرتے ہوئے اسے اٹھایا اور اندر کمرے میں لے آیا۔ شاید اس زخم کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اگر فیصل اور راکیش واپس چلے گئے تو میں اکیلا۔۔ اتنی ویران جگہ۔۔ ایک جھرجھری۔۔ ایک خوف۔۔ انجانا ڈر۔۔ ہر طرف ناچتی موت۔۔ میں کانپ کر رہ گیا۔ مگر اچانک فیصل آگیا۔ وہ کافی غصے میں لگ رہا تھا اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ ابھی مجھے مار دے گا۔

راکیش کہاں ہے۔۔ ایک سوال۔۔ جس

کا جواب میرے لیے موت کا پیغام تھا۔ میرے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکتی ہوئی محسوس ہوئی میں تھر تھر کانپنے لگا سخت سردی کے باوجود بھی مجھ پسینہ آنے لگا۔

ایسا نہیں ہوسکتا۔۔ میں چیخا۔۔

وہ مرگیا۔۔ تم نے مارا ہے اسے اب تم بچ نہیں پاؤ گے۔ مختصر جواب۔ جو میرے لیے موت تھا۔ شاید اب میں بچ نہ پاؤں۔ اس کے باوجود ایک حوصلہ تھا وہ لڑکی۔۔ فیصل شاید جاچکا تھا میں جانتا تھا فیصل پولیس کو بتادے گا۔ اور پولیس یہ سوچ کر میں کانپ کر رہ گیا۔ رات کے نجانے کس پہر میری آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں گھپ اندھیرا تھا ایک خاموشی تھی پراسرار خاموشی۔ میں اندازہ لگا رہا تھا جسے میرے علاوہ کمرے میں کوئی اور بھی ہو۔ کون ہو۔ کتا ہے۔ مجھے ٹھنڈا پسینہ آنے لگا۔ ڈر کے مارے میری سانس اکھڑنے لگی۔ میں ایک دم سے کھڑا ہوگیا میں کانپ رہا تھا پھر ایک دم مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کوئی میری گردن دبا رہا ہو۔۔ اف۔۔ ایک انجانا وجود جو میرے لیے موت تھا۔ آہستہ آہستہ میری سانس اکھڑنے لگی مجھے لگ رہا تھا میرا آخری وقت۔ مگر نہیں۔ ایک جھٹکے سے اس نے مجھ کو چھوڑ دیا میں اندھے منہ گر پڑا۔ پھر میں ہوش میں نہیں رہا۔ جب میں ہوش میں آیا اس وقت دن چڑھا ہوا تھا آج موسم بھی بڑا خوشگوار تھا بادل چھائے ہوئے تھے میں عجیب وغریب کشمکش میں مبتلا تھا میری حالت کچھ زیادہ اچھی نہ تھی راکیش کی موت کا صدمہ۔۔ رات والے واقعہ کا خوف اتنی ویران جگہ پر تنہائی کا خوف آبادی سے اتنی دور ہونے کا ڈر۔ مجھے لگ رہا تھا یہ ڈر میرے خون میں سما کر رگ رگ میں سرایت کرگیا ہے۔ میں اسی حالت میں پڑا تھا جب وہ انجان لڑکی وارد ہوئی میں محسوس کررہا تھا وہ کافی گھبرائی ہوئی تھی اسے دیکھ کر مجھے نجانے کیوں خوف محسوس ہونے لگا آج اسکی آنکھوں میں وحشت نہ تھی وہ خوف ڈر نہ تھا جو اس دن میں نے دیکھا تھا آج اس کی آنکھوں میں وہی کشش تھی وہی مستی تھی جس میں ڈوب سا جاتا۔ وہ خوف اور ڈر کی پرچھائیاں آہستہ آہستہ مجھ سے دور ہونے لگیں مجھ پر اس نے اپنا سحر قائم کردیا تھا اس دن کی طرح آج بھی میں اپنے ہوش میں نہ تھا وہ میرے سامنے کھڑی تھی اور میں اس کی آنکھوں میں ڈوبا ہوا تھا پھر میں نے یکدم اسے پکڑلیا مگر یہ کیا میرے پکڑتے ہی وہ زور سے چلائی میں ایک دم گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔ کیا ہوا اس کی آنکھیں یکدم بدلنے لگیں وہ آہستہ آہستہ سرخ ہونے لگیں ان میں وہی وحشت تھی ویسا ہی خوف ویسا ہی ڈر وہ اپنے ہوش میں نہ تھی وہ دھیرے دھیرے میری طرف آنے لگی ڈر کے مارے میں زور زور سے چلانے لگا مگر اس پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اس نے مجھے گردن سے پکڑلیا آہستہ آہستہ وہ میری گردن دبانے لگی میری سانس اکھڑ گئی تھی میرے دماغ میں اچانک خیال آیا میں نے زور سے اسے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جاٹکرائی میں ایک دم بڑی پھرتی سے دروازے سے باہر نکلا اور گاڑی کی طرف بھاگا شاید وہ میرے پیچھے بھاگی تھی وہ زور زور سے میرا نام لے کر پکارنے لگی تھی رک جاؤ ڈرومت۔۔ اس کی آواز میں نجانے کیسا جادو تھا میرے بھاگتے قدم رکنے لگے مجھے بچالو شام۔۔

میرا نام نشا ہے میں لاہور کی رہنے والی ہوں بچپن سے ہی مجھ پر جنات کا سایہ تھا شاید جب میں چھوٹی تھی کسی ایسی جگہ پر گئی جہاں پر جنات کا بسیرا تھا میں نے بہت علاج کروایا بہت عاملوں کے پاس گئے وہ جنات کو نہ ختم کرسکے۔ پھر ایک دن وہ جنات مجھے اٹھا کر اس ویران جگہ پر لے آئے تب

اسے لے کر اب تک میں یہی رہتی ہوں کتنے عرصے بعد میں نے ایک دن دیکھا دو انسانوں کو مجھے بہت خوشی ہوئی۔ جب مجھے پتہ چلا کہ تم ایک دو دن کے لیے آئے ہو میری خواہش تھی تم کبھی بھی نہ جاؤ میں نے اندازہ لگالیا تھا تم یہاں رکنے والے نہیں اس لیے میں نے راکیش پر اپنا سحر قائم کردیا تھا۔

جب مجھے پتہ چلا تم جارہے ہو میں نے تمہیں بھی اپنے سحر میں جکڑ لیا شاید راکیش کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اس نے مجھے ڈنڈا مار دیا۔ جس وقت راکیش نے مجھے ڈنڈا مارا اس وقت وہ سایہ میرے ساتھ تھا تمہارے ڈنڈے سے وہ بے ہوش ہوگیا مگر اس کی موت گلہ دبانے سے ہوئی۔

اس لڑکی کی باتیں سن کر میں لرزنے لگا میں تھر تھر کانپنے لگا جس طرح راکیش کا گلہ دبا کر وہ جنات اسے مار چکے تھے اسی طرح وہ مجھے بھی مار دیں گے۔ نہیں میں ایسا نہیں ہونے دونگا۔ میں اپنے آپ کو حوصلہ دینے لگا کچھ بھی ہوجائے میں ان کا مقابلہ کروں گا میں ان کو شکست دوں گا۔ میں اس لڑکی کو لے کر جاؤں گا کچھ بھی ہوجائے۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا تھا کل صبح ہوتے ہی ہم یہاں سے چلے جائیں گے میرا فیصلہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی۔

ایک بات جو میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی وہ بندہ کون ہے جس کا راکیش نے ذکر کیا تھا وہ اس کا باپ تھا جس نے ہمیں رہنے کے لیے کمرہ دیا تھا۔

یہاں پر تو میرے علاوہ کوئی نہیں رہتا۔۔ میری بات سن کر وہ پریشان ہوگئی تو پھر وہ کون تھا۔ دوسرے دن صبح سویرے ہی ہم نکل پڑے میں نے سوچ لیا تھا کہ اگر پیدل گئے تو راستے میں رات ہوسکتی ہے رات سے ویسے بھی مجھے ڈر لگنے لگا تھا۔ میں نے فیصلہ کرلیا گاڑی کو ریورس گیئر میں ڈال کر کسی نہ کسی طرح کھلی سڑک پر لے جاؤں گا۔

میں بالکل آہستہ آہستہ گاڑی چلانے لگا میری خوشی کی انتہا نہ رہی تھی جب گاڑی تھوڑی کھلی سڑک میں داخل ہوگئی یہاں سے اسے باآسانی کے ساتھ موڑ کر سیدھا لے جاسکتا تھا میری طرح وہ بھی بہت خوش تھی میں نے ایک نظر اس پر ڈالی اندھیرا پھیل گیا تھا وہ آرام سے بیٹھی تھی شاید وہ اتنے عرصے بعد انسانوں میں آئی تھی انسانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہورہی تھی میں بھی خوش تھا مگر اچانک اس کی حالت خراب ہونے لگی آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں اس نے ایک جھٹکے سے مجھے گردن سے پکڑ کر گاڑی سے باہر پھینک دیا روڈ پر گرتے ہی شدت تکلیف سے میری چیخیں نکل گئیں گاڑی زور سے ایک درخت سے ٹکرائی۔ اور الٹ گئی میں تیزی سے آگے بڑھا جا کر اسے گاڑی سے باہر نکالا وہ بری طرح سے زخمی تھی شاید وہ زخموں کی تاب نہ لاسکی تھی۔ وہی پر۔۔۔

میں شام کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا وہ اتنا کہہ کر خاموش ہوگیا پھر کیا ہوا شام میں نے پوچھا۔ پولیس آئی اور راکیش کے قتل کے مقدمے میں مجھے گرفتار کرلیا شام اپنی کہانی سنا کر خاموش ہوگیا میرا نام وقار ہے اور میں شام کا وکیل ہوں مجھے تو یقین ہوگیا تھا شام بے گناہ ہے اور میں نے کوشش کر کے اس کو رہا کروالیا۔ لیکن وہ پھر ایک دن۔۔ شاید وہ اس کی زندگی کی آخری شام تھی۔۔ ہوسکتا ہے اسے بھی اسی سائے نہ مار دیا تھا جس نے لڑکی اور راکیش کو مارا تھا۔۔۔ ہاں شاید۔۔



کالی وادی کا عفریت

---تحریر: عثمان غنی۔ شیخ آباد پشاور---

مجھے تمہارا یہ فیصلہ منظور ہے خرم نے چیخ کر کہا اگر خدا نے میرا ساتھ دیا تو میں تمہیں ایک منٹ میں ختم کردوں گا خرم نے بھرپور اعتماد کے ساتھ کہا تو کب کرو گے یہ مقابلہ عفریت کی گرجدار آواز سنائی دی ابھی اور اس وقت۔ خرم نے کہا ٹھیک ہے ہال میں اردگرد مشعلیں جل اٹھیں اوپر چند سیڑھیاں جاتی تھیں جو کہ بالوں کے اس گچھے پر ختم ہوتی تھیں جہاں سے یہ دونوں اس سوراخ کے ذریعے اس ہال تک آئے تھے۔ خرم چیخا تم تو مجھے دکھائی نہیں دے رہے ہو میں مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔ ٹھیک ہے تو ہمارا مقابلہ شروع ہو رہا ہے سامنے دیکھو میں نظر آجاؤں گا۔ عفریت کی آواز سنائی دی خرم نے سامنے دیکھا تو اسے ایک بھیانک ریچھ نما انسان دکھائی دیا جو بالوں سے بھرا ہوا تھا خرم نے مشعل اٹھائی اور عفریت کی طرف دوڑ لگا دی اور عفریت خرم کو گھور رہا تھا خرم نے جلتی مشعل دو عفریت پر پھینک دی اس کے بالوں کو آگ لگ گئی مگر کچھ ہی لمحوں میں آگ خود سرد ہو کر بجھ گئی عفریت کے جسم پر بے انتہا لمبے گھنے بال تھے وہ بالکل ریچھ کی طرح بالوں سے بھرا ہوا تھا اس کی آنکھیں انڈے کی مانند بڑی اور سفید تھیں جس میں ڈھیلہ بالکل بھی نہیں تھا خرم نے تیزی سے دو مشعلیں اٹھائیں اور اس کے چہرے پر دے ماریں مگر عفریت پر ذرا برابر بھی اس کا اثر نہیں ہوا خرم بہت ہی پریشان ہو گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا عفریت کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر کھینچنے لگا مگر اسے کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا۔ ایک سنسنی خیز اور ڈراؤنی کہانی۔

آہ بھیانک چیخ نے ماحول کو لمحے کے اندر ہی بدل ڈالا نرمین نے ایک بھیانک اور مردانہ چیخ کی آواز سنی یہ چیخ خرم کی تھی نرمین نے بیک وقت کی چیخیں سنی وہ خوف سے تھر تھر کانپ گئی خرم نے ایک بھیانک چیخ ماری خرم مگر خرم نے اس کے چیخ کا کوئی جواب نہ دیا نرمین کی دل خراش چیخ نے ماحول کو مزید دہشت ناک بنا دیا اچانک نرمین نے دیکھا کہ ایک سیاہ وجود جو بالوں سے بھرا ہوا تھا وہ یکدم کہاں سے نمودار ہوا۔ اور اس نے نرمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیا نرمین کی ہلکی سی چیخ نکلی اور پھر وہ سیاہ وجود ایک انتہائی حسین و جمیل دوشیزہ کا بہروپ بھر لیتی ہے اور خرم کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور غائب ہو جاتی ہے نرمین ایک بھیانک چیخ سے اٹھ بیٹھی اس نے بائیں طرف دیکھا خرم اس کے ساتھ تھا۔

یہ کتنا برا خواب تھا یہ کیسی آواز تھی اس آواز نے مجھے خوفزدہ کر دیا کہیں یہ کوئی آسمانی بلا تو نہیں ہے نہیں نرمین یہ سب تمہارا وہم ہے ایسی ویسی کوئی بات بھی نہیں۔

ایسی ہی بات ہے خرم میرے دل کا حال خدا جانتا ہے یا پھر میں میں ہر رات خوفناک آوازیں سنتی ہوں اور ہر رات مختلف قسم کے بھیانک خواب دیکھتی ہوں خرم۔ میں نے کہا ناں کہ میں میرے دل کا حال یا تو خدا جانتا ہے یا پھر میں میں تمہیں کیوں جھوٹ بولوں گی میں ہر رات کو

ایک بھیانک ڈائن خواب میں دیکھتی ہوں اور پھر وہ ڈائن رفتہ رفتہ انتہائی حسین دوشیزہ کا روپ اپناتی ہے اور پھر وہ تمہارا ہاتھ پکڑ لیتی ہے اور ہم دونوں کو جدا کر دیتی ہے وہ ڈرے ہوئے لہجے میں بولی۔

نرمین میں تو ویسے بھی جنات بھوت عفریت کو نہیں مانتا ہوں اور تم ہارر موویز بہت زیادہ دیکھتی ہو شاید یہ سب تمہارے ذہن کا اثر ہو۔

نہیں خرم میں بچپن سے ہارر موویز دیکھتی آرہی ہوں مگر یہ جو نیا سلسلہ میرے ساتھ شروع ہوا ہے تقریباً یہ دو ہفتے پہلے سے شروع ہوا ہے شروع شروع میں میں نے بھی اسے خواب سمجھ کر جھٹلانے کی کوشش کی ہے مگر جو خواب اور آوازیں متواتر طریقے سے پریشان کرنے لگیں پھر تو تم یقین جانو کہ کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

نرمین تم میرا یقین کرلو میں آج بھی تم کو اس کل کائنات میں سب سے زیادہ چاہتا ہوں تمہیں یاد ہے کتنی مشکلوں سے ہم ایک ہوئے ہیں۔

ہاں خرم ہاں میں سب جانتی ہوں مگر میرا یہ انجانا سا خوف مجھے بہت پریشان کر رہا ہے۔ وہ اسی ڈرے ہوئے انداز میں بولی۔

نرمین اگر تمہارے خواب سچے بھی ہو جائیں تو بھی میں تمہیں کھونے نہیں دوں گا تم میرے لیے سب سے بڑھ کر ہو نرمین ڈری ڈری نگاہوں سے روشندان کی طرف دیکھنے لگی اس کا دل سخت گھبرا رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے وہ دونوں پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے کچھ دیر قبل نرمین نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا تھا اور چیخ مار کر اٹھ بیٹھی تھی خرم بھی اس کی تیز چیخ سن کر اٹھ بیٹھا تھا۔ اور تب سے اسے دلاسے دے رہا تھا مگر وہ آج بری طرح سے ڈر گئی تھی اور خوفزدہ نظروں سے بار بار ادھر ادھر دیکھ کمرے میں دیکھ رہی تھی اچانک اس کی نظریں گھڑی کی سوئیوں پر ٹھہر گئیں رات کے پونے تین کا وقت تھا اچانک بجلی چلی گئی گھپ اندھیرا کمرے میں پھیل گیا ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا دونوں کو گھپ اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا اچانک نرمین کو محسوس ہونے لگا کہ اس کے پاس کوئی وجود آکر بیٹھ گیا ہے اس کو گھٹن محسوس ہونے لگی نرمین پسینے میں نہا گئی وہ کانپ کر رہ گئی۔

خرم خرم کوئی انجانی طاقت ہمارے درمیان موجود ہے اس بار خرم نے اندھیرے میں نرمین کی سمت ہاتھ بڑھایا تو اس کا ہاتھ ان گنت بے شمار بالوں میں پھنس گیا جیسے مکڑیوں کے بے شمار جالے ہوں یا کسی سیاہ عفریت کے گھنے بال ہوں خرم کو خوف کے کئی جھٹکے ایک ساتھ لگے اور وہ اسی لمحے پسینے سے شرابور ہو گیا۔

نرمین تم ٹھیک تو ہو ناں۔ ہاں خرم میں ٹھیک ہوں۔

مجھے کچھ بھی نظر نہیں آرہا ہے ایسے لگ رہا ہے کہ کسی انجانی طاقت نے مجھے اپنے سحر میں جکڑ لیا ہے وہ ڈری ہوئی آواز میں بولی۔

نرمین تم پریشان مت ہو میں ہوں ناں تمہارے ساتھ وہ خود بھی پریشان تھا مگر اس نے اپنے اعصاب پر کنٹرول پالیا تھا دراصل وہ نرمین کو مزید خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آہ۔۔ اندھیرے کو نرمین کی چیخ ابھرتی ہوئی محسوس ہوئی۔

خرم خرم یہاں پر تو کسی عفریت یا بھوت نے قبضہ کرلیا ہے وہ ہم دونوں کے بیچ موجود ہے اس کے ہاتھوں نے میرے چہرے کا لمس محسوس کرنے کی کوشش کی ہے اچانک خرم کو محسوس ہوا کہ گھنے بالوں سے دو ہاتھ اس کے اردگرد سانپ کی طرح بل کھاتے ہوئے اس سے لپٹنے لگے خرم خوف کی آخری حدوں میں پہنچ گیا اس کی آنکھیں باہر کو ابلیں۔ دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ اور وہ تیز تیز سانسیں لینے لگا۔ نرمین کو بھی محسوس ہونے لگا کہ کچھ

غلط ہو رہا ہے وہ گھبرا کر باہر کی سمت بھاگی اس نے دروازے کے ساتھ زور سے ٹھوکر کھائی۔

آہ۔ اسکے منہ سے ایک بھیانک چیخ گونج اٹھی جس نے ارتعاش پیدا کی وہ منہ کے بل زور سے فرش پر گر گئی خرم کی سانسوں کی رفتار دھیمے رفتار سے چلنے لگی وہ خود کسی نامعلوم آسیب کے شکنجے میں بری طرح سے پھنس چکا تھا۔ وہ اندھیرے میں دیکھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی وہ ہاتھ جو اس کے جسم سے لپٹ چکا تھا وہ اب آہستہ نرم پڑنے لگا اور جب اس کی گرفت دھیمی پڑنے لگی تو خرم کی سانسیں خود بخود بحال ہونے لگیں اب کچھ ہی دیر میں ان دو ہاتھوں کی گرفت بالکل دھیمی پڑ چکی تھی اور پھر کچھ بھی نہیں تھا اچانک بجلی بھی واپس آگئی کمرے میں روشنی پھیل گئی۔ خرم نے دروازے کی طرف دیکھا وہاں پر نرمین اوندھے منہ آڑی ترچھی پڑی تھی اس کے سر پر چوٹ لگی جس سے خون فرش پر پھیل رہا تھا خرم تیر کی طرح نرمین کے پاس بھاگا۔

نرمین غالباً بے ہوش ہو چکی تھی اس لیے بے سدھ پڑی ہوئی تھی۔۔

نرمین۔ نرمین اٹھو دیکھو میں آگیا ہوں خرم نے کپکپاتے لبوں سے کہا اور پھر اس نے نرمین کا دوپٹہ اٹھایا اور اس سے خون کو صاف کرنے لگا اس نے جلدی سے الماری میں سے مرہم پٹی نکالی۔ اور نرمین کے معاشرہ جگہوں پر پٹی لگا دی اور پھر اس کے وجود کو اٹھا کر بستر پر لٹایا اس کے معصوم چہرے کو دیکھنے لگا وہ اب بھی بے ہوش تھی خدا خدا کر کے صبح ہوئی وہ خود بھی اس رات والے واقعہ سے بہت زیادہ ڈرا ہوا تھا مگر وہ ہمت ہارنا نہیں چاہتا تھا وہ گم صم بیٹھا تھا اور نرمین پر زور دینے لگا کہ چودہ پندرہ دنوں پہلے ایسا کیا ہوا تھا جس سے نرمین کے ساتھ یہ واقعات شروع ہو گئے تھے پہلے پہل تو وہ ڈراؤنے خواب دیکھنے لگی ارڈری سہمی سی رہنے لگی مگر میں اسے جھٹلاتا رہا مگر کل کی رات تو بہت ہی بھاری تھی۔

خرم کو نرمین کی ایک ایک بات سچی لگنے لگی نرمین آئی ایم ویری سوری میں تمہاری باتوں کو جھٹلاتا رہا کاش میں شروع سے یقین کر لیتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا خیر مگر مجھے کھوج لگانی ہوگی کہ ایسا کیا ہوا جس سے یہ واقعات تسلسل کے ساتھ نرمین کے ساتھ پیش آنے لگے دو ہفتوں سے مسلسل وہ اذیت کو سہتی رہی چونکہ میرے خیال میں نرمین سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی جس سے یہ واقعات اور ڈراؤنے خواب اس کو آنے لگے مگر چونکہ نرمین کا تعلق مجھے سے ہیں اس لیے اس خونی شکنجے میں رفتہ رفتہ میں بھی پھنسنے لگا ہوں یہ سب باتیں خرم سوچ رہا تھا۔ اور اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا اب وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ نرمین سے ایسی کون سی خطا ہو گئی تھی جس کی سزا اسے رفتہ رفتہ مل رہی تھی سورج کی ہلکی روشنی پوری کائنات میں پھیل چکی تھی خرم کرسی پر بیٹھا ہوا انجانی سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔

اچانک اس کے ذہن میں پچھلے واقعات یاد آنے لگے تین ہفتے پہلے وہ دونوں سیر کی غرض سے ایک پرفضا مقام پر گئے تھے کیونکہ دونوں ایک جیسی یومیہ روٹین سے تنگ آچکے تھے اور تبدیلی چاہتے تھے پھر دونوں نے باہم رضامندی سے فیصلہ کیا کہ وہ کسی چٹانی اور پہاڑی علاقے کی سیر کو چلے جاتے اور پھر دونوں ایک انجان علاقے میں سیر کی غرض سے چلے گئے اور یہ علاقہ انتہائی سرسبز و شاداب تھا دل کو کھینچ لیتا تھا اور نظروں کو قدرتی حرارت بخشتا تھا یہ علاقہ دو چاہت والوں کے لیے جنت نظیر کا درجہ رکھتا تھا سرسبز پہاڑ اونچائی سے گرتے آبشار اور چشموں کا خوبصورت صاف وشفاف پانی اس

علاقے میں بہت کم لوگ رہائش پذیر تھے کیونکہ اتنا خوبصورت وادی میں زندگی کی سہولیات کی قلت تھی اور یہاں پر عام سردی سے زیادہ سردی ہوتی تھی یہاں کے بارے میں کچھ پراسراریت بھی پائی جاتی تھی اس بڑی وادی میں صرف ایک ہوٹل تھا مگر وہ بھی وادی سے خاصے فاصلے پر واقع تھا۔

ان سوچوں میں خرم ان وادی کے حسین یادوں میں پہنچ گیا ہوٹل کے کمرے میں نرمین کھڑکی کے پاس کھڑی تھی اور وہاں پر سے وادی کا نظارہ دیکھ رہی تھی اس نے اپنے اردگرد گرم شال لپیٹ رکھی تھی اورس کے ہاتھ مین کافی کا گرما گرم کپ تھا خرم نے اس کے گرد دونوں بازوں کسیر کر گھمائے اور اس کے چہرے سے اپنا چہرہ لگ کر کہا۔

جانو یہ جگہ تمہیں کیسی لگی ہے گریٹ بیوٹی فل جانو واقعی یہ جنت النظیر ہے اتنی خوبصورت وادی میں نے پوری زندگی میں کبھی نہیں دیکھی تھی اس وادی کا نام کیا ہے نرمین نے خود کو خرم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ نرمین اس کا وادی حسن کا نام بڑا عجیب ہے پتہ نہیں اتنی پیارجگہ کا اتنا منحوس نام کس نے رکھا ہوگا ایک نہایت پراسرار سا نام کس کم بخت کے ذہن میں آیا ہوگا نرمین کو خرم کی باتوں میں دلچسپی پیدا ہوئی بتاؤناں خرم۔ کیوں سسپنس پیدا کررہے ہو۔ ہاں بتاتا ہوں دراصل اس وادی کا نام کالی وادی رکھا گیا ہے یا نرمین کے منہ سے حیرت ابھری

کالی وادی یہ بھلا کیا نام ہے اور اتنی خوبصورت سرسبز شاداب وادی کا نام کالی وادی یہ کیسے ہوسکتا ہے نرمین کو یقین نہیں آرہا تھا کہ اس وادی کا نام کالی وادی ہے خیر ان فضول باتوں کو چھوڑو بلکہ خرم یہ سوچو میں نے پلان بنایا ہے کہ ہم اس سامنے والے پہاڑ کی چوٹی پر کب جارہے ہیں۔

او یہ تو میں بالکل بھول گیا تھا تم نے واقعی اچھا منصوبہ بنایا ہے دراصل ابھی تو شام ہونے والی ہے کل صبح نکلیں گے تو دو تین گھنٹے میں چوٹی تک پہنچ جائیں گے اوپھر واپس اسی ہوٹل میں آنا ہے کیونکہ چوٹی کے اوپر تو ہم رات گزار نہیں سکتے واپسی بھی کرنی ہوگی خرم ضروری سامان ہم بیگ میں لے جائیں گے کیونکہ اگر وہاں پر کچھ گڑبڑ ہوگی تو یہ ضروری چیزیں ہمارے کام آئیں گی۔ ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو اسی طرح باتوں باتوں میں شام کا اندھیرا پھیل گیا۔ اور پھر رات ہوگئی۔

آج دوسری رات تھی یہ رات بھی خیر سے گزر گئی صبح سویرے نرمین نے خرم کو اٹھایا اٹھو کرم زیادہ سونا صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے نرمین نے خرم سے کمبل کھینچتے ہوئے کہا۔

جانو کیا اتنی جلدی صبح ہوگئی ہے ہاں خرم صبح ہوگئی ہے جانو ذرا ہاتھ تو دو بڑی سستی ہورہی ہے ذرا مجھے بستر پر سے تو اٹھاؤ نرمین بغیر سوچے سمجھے خرم کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا نرمین یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کا ناتواں ہاتھ خرم کو نہیں اٹھا سکتا ہے خرم نے اس کے ہاتھ کو پکڑا ارے کھینچو خرم مسکرا کر بولا۔

نرمین نے خرم کے مضبوط ہاتھ کو پکڑ اور زور سے اپنی طرف کھینچا مگر خرم ٹس سے مس نہ ہوا ارے جانو یہ یا تم تو مجھے اٹھا ہی نہیں سکتی اور پھر اگلے ہی لمحے میں خرم نے نرمین کو اپنی طرف کھینچا۔ اور اٹھا کر بٹھادیا پھر دونوں دوپہر کے کھانے سے پہلے ہی دونوں فریش ہوچکے تھے اور کھانا کھا رہے تھے نرمین کیا خیال ہے اب چوٹی پر جایا جائے یا پھر پروگرام ملتوی کردیا جائے۔

نہیں خرم آپ بھی ساتھ ہوں گے اور موسم بھی بہت ہی پیارا ہے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ ہوٹل سے باہر نکلا جائے اور سہانے موسم میں سیر کی جائے۔ ہاں چلو پھر میں بھی ہوٹل کے اندر تنگ آچکا ہوں

میں بھی یہی چاہتا ہوں گویا تم نے میرے دل کی بات کہہ دی ہے چلو آج ہم کالی وادی کی سیر کو جاتے ہیں اور گھوم کر آتے ہیں موسم آج بہت ہی سہانا ہے اور سہانے موسم کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے آج وادی کی سیر کو جاتے ہیں پھر ہم چوٹی تک جائیں گے خرم یہ بات تو آپ نے بالکل ٹھیک کہہ دی ہے اور میں چھتری بھی ساتھ لیتی ہوں اور پھر نرمین نے چھتری بھی بیگ میں رکھ لی بیگ سامان سے بھر گیا تھا۔ خرم نے بیگ اپنے کندھے پر ڈالا اور پھر خرم نے اپنے بائیں ہاتھ سے نرمین کا ہاتھ پکڑ لیا۔

نرمین چلیں۔

ہاں خرم کافی دیر ہوجائے گی اگر ہم نے مزید دیر لگادی دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوٹل سے باہر نکل گئے ہوٹل سرسبز وشاداب وادی میں تن تنہا کھڑا تھا جو کہ بہت ہی دلکش نظارہ پیش کررہا تھا نرمین اور خرم ہوٹل سے باہر نکل چکے تھے سرسبز اور خوبصورت گھاس سے ہرے بھرے کھیتوں میں ایک اکیلا ہوٹل تھا جو کہ اسی بڑے احاطے پر موجود تھا یہ ہوٹل نہایت ہی خوبصورتی سے بنایا گیا تھا اور اس لیے یہ ہوٹل دور سے بہت زیادہ دلکش لگتا تھا ہوٹل کے باہر کی گاڑیاں کھڑی تھیں جن میں ایک پہاڑی جیپ بھی موجود تھی ان کا اجازت تھی کہ وہ اگر چاہیں تو وادی میں جیپ تک لے جاسکتے ہیں مگر ان کا ارادہ آج یدل جانے کا تھا کیونکہ آج موسم بہت سہانا تھا اور یہ ہوٹل کی جیپ بھی مسافروں کے لیے تفریح کے طور پر رکھا گیا تھا مگر جانے سے پہلے اس جیپ کا کرایہ ہوٹل کے منیجر کے پاس بطور پہلے جمع کرنا پڑتا تھا دونوں ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہوٹل سے دور ہوتے گئے ہوائیں چل رہی تھیں نرمین کے ریشمی بال بار بار اس کی آنکھوں کے اوپر آجاتے تھے وہ اس لمحہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی اور وہ بار بار اسے دیکھ رہا تھا۔

نرمین تم بہت ہی پیاری لگ رہی ہو میں تمہاری کچھ تصاویر لیتا ہوں وہ بولی تم بھی بہت ہی پیارے لگ رہے ہو جلدی کرو نکالو کیمرہ تصاویر تو یادگار ہوتی ہیں اور میں یہ یادگار ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنا چاہتی ہوں دونوں اب وادی میں پہنچ چکے تھے پہاڑوں کے دامن میں ہر بھری سرسبز شادابیت تھی گھنے درخت پورے ماحول کو خوشگوار بنارہے تھے دونوں نے کئی تصاویر لیں۔ اچانک خوبصورت اور سہانا موسم نے کروٹ لی اور سفید بادل کالے بادلوں میں ڈوب گئے ماحول پر لمحوں میں ہی ویرانی چھاگئی۔

خرم یہ کیا ہورہا ہے وہ بولا۔

نرمین موسم کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا ہے کہ کب سہانا موسم خوفناک موسم میں بدل جائے ٹھنڈی ہواؤں کی جگہ اندھی نے لے لیے ہلکی پھلکی بوندا باندی کی جگہ ایک دم موسلا دھار بارش ہونے لگی خرم نے بروقت چھتری بیگ سے نکالی اور دونوں چھتری کے نیچے کھڑے ہوگئے مگر تیز آندھی کی وجہ سے چھتری چھوٹ گئی چھتری آندھی کے زور سے اڑتی ہوئی پہاڑوں کے دامن میں کہیں کھوگئی۔ بارش کی بدندوں میں دونوں گیلے ہونے لگے دونوں نے گرم شال اور گرم کپڑے پہن رکھے تھے اور سردی بارش کی وجہ سے اور بھی زیادہ ہوگئی تھی خرم اگر ہم اس برستی ہوئی بارش میں بھیگ گئے تو ضرور ہمیں شدید بخار نے آگھیرنا ہے نرمین کی فکر مندی میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

ہاں نرمین تم ٹھیک کہہ رہی ہو اور ہمیں کوئی انتظام کرنا ہوگا کہ خود کو اس تیز طوفانی بارش سے بچا سکے بارش تیز تھی اور تیز بارش کو آندھی جھکنے پر مجبور کررہی تھی دونوں آندھی کے مخالف سمت میں بھاگنے لگے قریب دونوں کو ایک جگہ نظر آگئی جہاں اوپر پہاڑ جھکا ہوا تھا اور اس جگہ پر گھنے درختوں کا

سایہ بھی تھا دونوں اس جھکے ہو ۔ پہاڑ کے نیچے کھڑے ہو گئے وہ دونوں وقتی طور پر تو بارش سے بچ گئے مگر رفتہ رفتہ بارش زور پکڑتی چلی گئی۔

خرم اب کیا ہوگا بارش تو رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے پچھلے تین گھنٹوں سے ہم اس جگہ میں کھڑے ہیں شام کے اندھیرے پھیل چکے ہیں مجھے بہت ہی زیادہ ڈر لگ رہا ہے کہ پتہ نہیں کب کیا ہو جائے گا۔ وہ سردی سے کانپ رہی تھی۔

ہاں تم ٹھیک کہہ رہی ہو ہم جس جگہ کھڑے ہیں یہ جگہ بھ کافی سرد ہے اور بارش کی وجہ سے تو یہ سرد ترین ہو جائے گی ہمیں ذرا اور انتظار کرنا چاہیے اچھی سہ پہر کا وقت ہے مگر شام کے وقت میں خاصہ وقت باقی ہے ۔جب کالے بادل ہوتے ہیں تو ایسے ہی لگتا ہے کہ جیسے شام ہوگئی ہے اندھیرا پھیل گیا ہے خیر ہم ہوٹل سے ڈھائی گھنٹے کے فاصلے پر ہوں گے جب بارش رکے گی تو ہم چلے جائیں گے مگر ہے کہ ہم پہاڑ کی چوٹی پر نہیں گئے ورنہ سردی سے مر جاتے ہاں خرم بس خدا سے دعا کرو کہ بارش رک جائے مگر دو گھنٹوں تک وہ دونوں مزید وہاں کھڑے رہے مگر حیرت انگیز طور پر بارش بالکل بھی ختم نہ ہوئی تھی۔ ہر چیز کالی چادر میں چھپ گئی خف کی سرد لہر ان کی ریڑھ کی ہڈیوں میں دوڑ گئی خرم نے جلدی سے بیگ سے ٹارچ نکالی وہ اس کی روشنی میں دور تک دیکھ سکتا تھا وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا اور پھر اس نے ٹارچ کی روشنی میں پہاڑ کے دامن میں ایک گول سوراخ دیکھا جو پہاڑی زمین کے اندر کی طرف جاتا تھا یہ سوراخ بھی محفوظ جگہ تھی اور بارش کا پانی اسے نہیں پہنچ سکتا تھا سردی سے ان کی حالت بری تھی خراب ہو رہی تھی زمین تو سردی کی وجہ سے سمٹ کر رہ گئی تھی اور خرم بھی گرم کپڑے پہننے کے باوجود بھی سردی کی سرد لہروں کی وجہ سے بری طرح سے کانپ رہا تھا دونوں آہستہ آہستہ سوراخ کی طرف بڑھنے لگے۔

اوہو بھئی یہ تو ایڈونچر ہو گیا۔ خرم ہنس کر بولا دیکھنے سوراخ کے اوپر کسی نے بے شمار بال رکھے ہیں اس قدر گھنے اور لمبے بال پہلے کبھی تم نے دیکھے ہیں خرم نے زمین کی طرف دیکھ کر کہا۔

نہیں خرم ان بالوں کو چھونا بھی مت کہیں یہ کوئی پراسرار نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ ہم کسی پراسرار چکر میں پھنس جائیں۔

اف زمین تم سے مجھے امید نہ تھی کہ تم بھی اس قدر توہم پرستی کی باتیں کرو گی اور یہ دیکھو یہ سوراخ نیچے غار کی مانند پہاڑ کے اندر گیا ہوا ہے دیکھو غور سے دیکھو یہ بال کسی نے جلد بازی کے تحت یہاں پر بچھائے ہیں کہ کسی کو سوراخ دکھائی نہ دیں۔ خرم نے ٹارچ کی روشنی بالوں کی طرف کر دی باریک بالوں سے ٹارچ کی روشنی نکل رہی تھی اور نیچے پر رہی تھی ارے نیچے تو سیڑھیاں ہیں یہ یقیناً کسی قدیم تہذیب کا حصہ ہے۔

زمین نے خیال ذہن میں لا کر کہا۔ ہاں زمین تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو ویڈیو تو ہمارا بہت ہی یادگار رہے گا۔

ہاں جانو واقعی یہ سفر ہمارے لیے بہت ہی یادگار رہے گا اور ساتھ ہی زمین نے بالوں کا گچھا اس سوراخ سے کھینچ لیا ارے نیچے تو بہت بڑا سوراخ ہے دونوں جونہی کھڑے ہو گئے اچانک ہوا کی تیزی میں شدت آ گئی اور خرم کو ایسے لگا جیسے اس کو کسی نے دھکا دیا ہو وہ گھٹنوں کے بل سوراخ کے اندر اتر گیا۔ اندر واقعی نیچے سیڑھیاں جاتی تھیں اور پھر زمین بھی انہی کے پیچھے اتر گئی اندر گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی مکڑیوں نے بے شمار الجھے ہوئے جالے بن رکھے تھے ایسا لگتا تھا کہ وہ دونوں کسی بہت ہی قدیم جگہ پر آ گئے ہیں۔

خرم یہ جگہ تو چاروں طرف سے بند ہے اور شکر

ہے کہ ہمیں یہ جگہ مل گئی۔

ہاں یہ تو بہت ہی گرم ہے اور ہمیں بارش سے پناہ بھی مل گئی ہے یہاں پر ذرا بھی سردی نہیں ہے اور پھر وہ دونوں وہاں پر آدھے گھنٹے تک بیٹھے رہے جب ان کو کچھ محسوس ہوا کہ آندھی کا زور ٹوٹ گیا ہے اور بارش ختم ہو چکی ہے تو وہ اس میں سے باہر نکل آئے اور پھر ہوٹل کی طرف چل دیئے اور رات گئے تک ہوٹل میں پہنچ گئے مگر اگلی صبح کو زمین کو شدید بخار ہو گیا۔ جس وجہ وہ واپس گھر آ گئے چوٹی کا خواب جو زمین نے دیکھا تھا وہ پورا نہ ہو سکا کیونکہ صبح کو جب خرم کی آنکھ کھلی تو اسے پتہ چلا کہ زمین پوری رات بخار کی اذیت میں تپتی رہی ہے اور پھر خرم سے رہا نہ گیا اور وہ پھر گھر آ گئے اس کے چند دن بعد تو زمین بیمار رہی مگر پھر رفتہ رفتہ خواب میں ڈر جانے لگی اور پھر یہ ڈر خوفناک خوابوں میں بدلنے لگے اور آج یہ واقعہ۔ اف۔ خرم نے ایک سرد سی آہ بھری اور زمین کی طرف دیکھا جو بے ہوش ہو چکی تھی صبح کی روشنی ہر سو پھیل چکی تھی یہ سب واقعات خرم کے دماغ میں کسی فلم کی سکرین کی طرح اس کے دماغ میں چلنے لگے تھے اکا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا اور وہ سوچنے لگا کہ اس جگہ پر تو کوئی بھی ایسا انجانا واقعہ پیش نہیں آیا تھا مگر ضرور اس سوراخ والی جگہ میں کوئی انجانا اسرار چھپا ہوا ہے اور میں مزید ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔ زمین میں تمہارے سر کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس اسرار کو ختم کر کے رہوں گا۔ جو تیرے میرے بیچ میں دیوار بن رہا ہے میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک تمہاری زندگی سے یہ کالی پرچھائی ختم نہ کر دوں تب اچانک زمین کو ہوش آ گیا خرم۔ لیٹی رہو تمہیں آرام کی ضرورت ہے خرم زمین کی بات کاٹ کر کہا۔

خرم مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں زندہ ہوں زمین میں ہوں ناں تیرے پاس میں تمہیں کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا۔ میں ہر خطرے سے ٹکرا جاؤں گا وہ جو کچھ بھی ہے میں جان گیا ہوں کہ وہ کیا ہے اور کیوں ہمیں پریشان کر رہا ہے۔

خرم میں نہیں جان سکی ہوں کہ یہ سب کیوں ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔

زمین تمہیں یاد تو پڑتا ہوگا کہ کچھ ہفتے پہلے ہم دونوں کالی وادی میں گئے تھے وہاں پر ہم دونوں ایک ہوٹل میں ٹھہرے تھے اور پھر ایک دن ہم دونوں سہانے موسم میں ایک سیر کی غرض سے وادی میں گھومنے چلے گئے تھے مگر سہانا موسم ایک دم خوفناک ہو گیا تھا اور اس شام کو ہم دونوں ایک سوراخ میں رہے تھے اور اس سوراخ میں بالوں کا ایک گچھا تھا جو تم نے ہٹایا تھا۔ میرے خیال میں وہ جگہ بھاری تھی اس میں میں ضرور کوئی غیبی طاقت رہتی تھی اور پھر جب ہم صبح ہوٹل میں اٹھے تھے تو تم کو شدید بخار ہو گیا تھا تم بہت ہی گھبرا رہی تھی مگر میں نے پھر تمہیں زبردستی گھر لے کر آ گیا۔ وہ بخار تو چند دنوں میں ہی اتر گیا مگر پھر تمہیں ڈراؤنے خواب آنے لگے اور پھر خوفناک آوازیں اور کل رات یہ بھیانک واقعہ جسے ہم دونوں ہی محسوس کیا تھا۔ خرم آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ زمین بات بہت ہی آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ جس جگہ ہم گئے تھے وہاں پر کسی غیبی طاقت کا بسیرا تھا اور شاید ہمارے وہاں جانے سے وہ ڈسٹرب ہوئی تھی اور اب ہم سے کوئی بدلہ لینا چاہتی ہو۔

ہاں خرم اس جگہ کا نام بھی تو کالی وادی تھا اور وہاں پر تو لوگوں نے بھی ہمیں جانے سے منع کیا تھا مگر ہم کو تو جیسے کالی وادی میں جانے کا بھوت سوار تھا اور پھر شاید ہم سے انجانے میں کوئی غلطی ہو گئی ہو خرم تمہیں یاد ہے وہاں پر ہم نے ایک سوراخ دیکھا تھا جو کسی نے چھپانے کی غرض سے اس پر کسی

دوشیزہ کے بال رکھے ہوئے تھے اور ہم دونوں تو اسی غار میں سردی سے بچنے کی خاطر اس میں اترے تھے۔

ہاں اور اب وہی منحوس عفریت ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے خرم ہمیں کسی بزرگ سے مدد لینی چاہیے ارے نرمین کیوں بیچارے کالے بکروں اور سفید مرغیوں کے پیچھے پڑ گئی ہو یہ بزرگ تو نئے نئے کام کرواتے رہتے ہیں۔

ہاں یہ تو بات ٹھیک ہے لیکن ہمیں پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا ہاں ہمیں کسی ایسے بزرگ سے ملنا چاہیے جو واقعی ہماری مدد کر سکے۔ خیر بابا بھی مل جائے گا۔ اور ہمارا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا تم بے فکر رہو سب سے پہلے ہمیں اسی جگہ دوبارہ جانا ہوگا خرم یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اس منحوس جگہ شاید پھر میں جانے کی ہمت کر سکوں نہیں ہمیں جانا ہوگا اور دیکھنا ہوگا کہ وہاں کا کیا حال ہے کیونکہ ابھی تک تو اس عفریت وادی سے نکل آئے گا کچھ نہ کچھ اس کالی وادی میں ضرور ہوگا۔

ہاں خرم یہ تو میں نے سوچا ہی نہ تھا۔ کہ کالی وادی کیسی ہوگی اور وہاں کی وہ سبزہ زار کیسی ہوگی۔ ہم کل ہی وہاں جائیں گے خرم نے اٹل فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔

مگر خرم کہیں ہم پھر سے کسی نئی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں کہ ہم تو پہلے ہی ایک عفریت کے شکنجے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ بس میں جو کہتا ہوں ویسا ہی کرو ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی۔ او کے اب تم کچھ سامان کی تیاری کر لو زیادہ نہیں کچھ سامان رکھ لو اور بس جانے کی تیاری پکڑو۔ اگلی صبح کو دونوں گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے اور اسی کالی وادی کی طرف جا رہے تھے سفر کے لمحات بڑے پر مسرت تھے کیونکہ سارے راستے میں ہی دونوں ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ خرم نے فرنٹ سائیڈ کے دونوں شیشے کھلے چھوڑ دیئے اور نرمین کے گھنے بال بار بار خرم کے چہرے پر آجاتے اور خرم مسکرا کر انہیں ہٹا دیتا تھا نرمین سے وہ زومعنی جملہ بھی کہہ دیتا تھا اور بے ساختہ نرمین کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر جاتی تھی۔

نمو تم بہت ہی حسین و جمیل لگ رہی ہو خرم تم بھی کم نہیں لگ رہے ہو اچانک گاڑی کے فرنٹ سکرین پر ایک بڑا اژدہا آگرا سکرین پر اس کی چمکتی ہوئی کھال سورج کی روشنی میں انتہائی شعاعیں پیدا کر رہی تھیں نرمین کی بھیانک چیخ نکل گئی اور وہ خرم سے لپٹ گئی گاڑی ہچکولے کھانے لگی۔

نرمین نرمین خود کو سنبھالو اور جلدی سے گاڑی کے شیشے چڑھا دو تا کہ یہ بھیانک بلا اندر گاڑی میں نہ آجائے خرم نے بمشکل یہ الفاظ کہے اور گاڑی اب بھی ہولے ہولے ادھر ادھر بھٹک رہی تھی یہ بھی آگے دیکھو نرمین کے بال تیز ہواؤں کے دوش پر خرم کے چہرے پر آگئے گاڑی کا توازن برج سے بگڑ گیا خرم خرم۔۔۔آ۔۔۔آ۔۔۔ نرمین بری طرح سے چیخنے لگی گاڑی ہچکولوں سے اژدھا ادھر ادھر کھسکنے لگا یہ راستہ بھی کچا تھا گاڑی تیز رفتاری سے رواں دواں تھی نرمین کی تیز دل خراش چیخیں ماحول کو بھیانک بنا رہی تھیں اگر یہ پہاڑی علاقہ ہوتا تو یقیناً گاڑی گہرے کھائی میں جا گرتی راستے کے ایک طرف قد آور درختوں کی لمبی چوڑی قطاریں تھیں اور دوسری طرف کھیتوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا اچانک گاڑی کے ٹائر چرچرائے اور خرم بمشکل بریک پر پاؤں رکھنے میں کامیاب ہو گیا اور گاڑی جھٹکے کی وجہ سے اژدھا فرنٹ سیٹ سے نیچے گر گیا اور خرم اور نرمین آگے کی طرف آگرے دونوں کے سر گاڑی کے بونٹ سے ٹکرائے اور واپس سیٹ پر آگئے دونوں کی نظریں بدستور سکرین پر جمی تھیں اب وہاں پر اژدھا نہیں تھا نرمین نے جلدی سے

اپنے طرف کا شیشہ چڑھایا اور خرم نے بھی نرمین کی تقلید کی خوفزدہ نظروں سے دونوں فرنٹ سیٹ کے شیشے کی طرف دیکھنے لگے۔

خر۔۔۔خرم وہ اژدھا کہاں چلا گیا شاید وہ بونٹ سے نیچے گر گیا ہو ہاں مجھے بھی یہی تشویش ہو رہی ہے کہ وہ بھیانک شے آئی کہاں سے شاید یہ بھی اسی عفریت کی کوئی بھیانک چال ہو اور وہ ہمیں ڈرانا چاہتی ہو بالکل میری بھی یہی رائے ہے اور مجھے لگتا ہے کہ وہ غائب ہو گیا ہے دونوں ابھی ہم خیال ہی کر رہے تھے کہ اچانک ان کو پھنکار کی آوازیں سنائی دیں نرمین خوف و ڈر کی شدت سے خرم سے لپٹ گئی خرم یہ سانپ کی آواز تھی۔

ہاں نرمین تم ڈرو مت بلکہ صبر اور ہمت سے کام لو خرم نے دوبارہ گاڑی سٹارٹ کی اور دونوں نے آگے کی طرف دیکھا گاڑی کے شیشے بند تھے اور وہ دونوں خود کو محفوظ ظاہر کر رہے تھے گاڑی آگے بڑھ رہی تھی خرم نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی نرمین نے پیچھے مڑ کر دیکھا مگر پیچھے صرف اڑتی ہوئی دھول تھی اور اس میں دور دور تک کوئی اڑتا ہوا نظر نہیں آرہا تھا۔ یہ سب کیا تھا۔ نرمین کی خوف میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی یہ شاید نظر کا دھوکہ تھا جو اکثر ہارر سٹوریز کا حصہ ہوتا ہے اور نرمین تمہیں تو خود کو مضبوط کرنا چاہیے کیونکہ تم تو باقاعدہ طور پر ہارر سٹوریز پڑھتی ہو۔

ہاں خرم میں نے تو کبھی بھی اس پہلو پر سوچا ہی نہیں تھا ہاں نرمین تمہیں سوچنا چاہیے تھا بلکہ تمہیں تو مجھ سے زیادہ خود کو مضبوط سمجھنا چاہیے تھا کیونکہ تم تو باقاعدہ طور پر ہارر سٹوریز کی ریڈر ہو۔ او کے خرم میں اب بہت ہی سمجھداری سے آنے والے وقت کا مقابلہ کروں گی۔ ہاں مجھے تم سے یہی امید تھی کہ تم خود کو مضبوط رکھو اور اپنے حوصلے کو پست نہ ہونے دو ہاں خرم میں ایسا ہی کروں گی۔

سہ پہر کا وقت ہو چکا تھا کالی وادی کا راستہ شروع ہو گیا تھا اردگرد گھنے درختوں کے گہرے جھنڈ تھے اور وہ بہت بڑے بڑے دیوقد سائز کے تھے اب ماحول پر خاصی سنگی چھائی ہوئی تھی جوں جوں گاڑی آگے بڑھ رہی تھی ماحول خشک ہو رہا تھا اور اندھیرے مین بدستور اضافہ ہو رہا تھا اب خاصا خشک اور پتھریلہ علاقہ شروع ہو گیا تھا یہاں پر زندگی ناپید تھی اور دور دور تک کسی انسانی ذی روح کے اثرات نہیں تھے اس علاقے یعنی جگہ کے بعد کالی وادی شروع ہوتی تھی کالی وادی بظاہر تو سرسبز و شاداب وادی تھی مگر اس وادی پر شیطانی قوتوں کے گہرے اثرات تھے تبھی اس وادی کا نام کالی وادی پڑ گیا تھا اور انسانی زندگی ناپید ہو گئی تھی۔

شام کے سائے اردگرد پھیل چکے تھے وقت بڑی تیزی سے گزرتا جا رہا تھا کالی وادی کی سرسبز و شاداب علاقہ اب قریب آنے لگا تھا اور گاڑی اب نشیبی علاقوں سے نکل گئی تھی اور خرم نے گاڑی کی رفتار بھی دھیمی کر دی تھی تا کہ حادثے سے بچا جا سکے۔ خرم کالی وادی کے شروع کا علاقہ یہاں سے دکھائی دینے لگا ہے۔

ہاں نمو جی کیوں کیا آثار دیکھ کر گھبرانے لگی ہو کیا۔ نہیں اب میں بالکل بھی گھبرانے والی نہیں ہو مین چاہتی ہوں کہ جس طرح ہارر سٹوریز اور ہیروئن بے خوف اور نڈر ہوں اس طرح میں بھی نڈر اور بے خوف بننا چاہتی ہوں ہاں نمو جی وہ تو بن گئی ہیں جب انسان دل سے فیصلہ کرتا ہے تب خدا بھی اس کا فیصلہ بہت جلد قبول کرتا ہے۔

اب خطرناک پہاڑی علاقہ شروع ہو چکا ہے اور بار بار گاڑی کو موڑنا پڑتا تھا جبکہ گاڑی سڑک نما ڈھلوانی راستے پر چل رہی تھی نرمین کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا جو خوف اس کے دل میں بیٹھ چکا تھا اب وہ خوف نہیں رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ بس کچھ

بھی نہیں ہوا ہو اور یہ دونوں کسی خوفناک وادی کی بجائے کسی پرسکون مقام کی جانب گامزن ہوں اب شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے اور وہ دونوں کالی وادی میں داخل ہو چکے تھے سڑک بالکل سنسان تھی دور دور تک کوئی گاڑی سڑک پر نظر نہیں آرہی تھی اب وہ لوگ ہوٹل کے بالکل قریب پہنچ چکے تھے ہوٹل اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور بھوت بنگلہ نظر آرہا تھا اور اس وادی پر ایسی وحشت چھائی ہوئی تھی کہ ہر چیز سیاہ نظر آرہی تھی۔

دیکھو اس منحوس عفریت نے کس قدر جلد اس خوبصورت وادی پر اپنا اثر ظاہر کرنا شروع کر دیا ہے کہ ہر چیز اس کے زیر اثر آگئی ہے۔

ہاں یہ تو ہے مگر خیر ہمیں کل صبح تک دیکھنا ہوگا۔ اب خرم نے گاڑی کا رخ ہوٹل کی طرف موڑ دیا ہوٹل اتنا بھیانک نظر آرہا تھا کہ گویا کوئی پراسرار شے ہو یا کسی دیو کا گھر ہو خرم ہوٹل جوں جوں قریب آرہا ہے ایسا لگ رہا ہے کہ گویا ہم کسی جادو میں دھنسے جا رہے ہوں۔

ہاں نرمین مگر گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو دونوں نے ہوٹل کی پارکنگ ایریا کی طرف گاڑی بڑھائی وہاں دونوں بہت ہی حیران ہوئے ہوٹل کا مین گیٹ کے باہر بہت ہی وزنی تالا لگا ہوا تھا۔ خرم ہوٹل کا بیرونی گیٹ تو بند ہے اب کیا ہوگا ہاں نرمین ایسا لگ رہا ہے کہ سب عفریت کے ڈر سے بھاگ گئے ہیں اب کیا کرنا ہوگا۔

ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا ورنہ اس گاڑی میں بیٹھ کر رات بسر کرنی ہوگی۔ جو کہ کسی خطرے سے خالی نہیں ہے۔

ہاں خرم یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میں گاڑی میں بیٹھتی ہوں آپ کوئی راستہ ڈھونڈو نرمین کیوں نہ ہم یہ تالا توڑ ڈالیں یا پھر ہمیں اس جالی دار گیٹ کے اوپر سے چڑھنا ہوگا۔ یہ اتنا بڑا بھی نہیں ہے آسانی سے عام انسان بھی اس گیٹ کو عبور کر سکتا ہے ہاں تمہاری یہ دوسری تجویز نہایت ہی آسان ہے کیونکہ تالا توڑنا بہت ہی مشکل کام ہے اور یہ ہم سے نہیں ہو سکے گا۔

دونوں گاڑی سے اتر گئے پوری وادی میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں ٹھنڈ سے نرمین سمٹ کر رہ گئی خرم نے جلدی سے اپنا کوٹ اٹھا کر نرمین کے کندھے پر ڈال دیا۔ نرمین نے موسم کے مناسبت سے جو گرپہن رکھے تھے اور خاصے گرم شال بھی اوڑھی ہوئی تھی پھر دونوں نے اپنے منصوبے کے مطابق دونوں جالی دار گیٹ کے اوپر سے چڑھنے لگے اور کچھ ہی دیر میں دونوں ہوٹل کی بالکونی میں تھے آگے ایک بڑا لان تھا جس میں بے شمار پودے تھے اس کے بعد شیشوں کا ایک بڑا گیٹ تھا جو غالباً لاک تھا یہ گیٹ کھولنا ضروری تھا ورنہ ہوٹل میں داخل نہیں ہو سکتا تھا باہر سے ہواؤں میں اب خاصی تیزی آگئی تھی اور یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی انجانا طوفان آنے والا ہو۔ اچانک زور زور سائیں سائیں کی آوازیں آنے لگیں اور پھر ان آوازوں نے زور کا طوفان لا دیا طوفان اتنا تیز تھا کہ درختوں کی شاخیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں اور پھر طوفان کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔

خرم جلدی کرو دروازہ کھول دو ورنہ ہم اس طوفان کی زد میں آجائیں گے خرم نے بلیک شیشے کے بنے دروازے پر زور سے مکا مار دیا جسے دیکھ کر نرمین حیران رہ گئی دروازہ جھناکے کی آواز کے ساتھ ٹوٹ گیا۔ خرم کا ہاتھ بھی زخمی ہو چکا تھا نرمین جلدی سے اپنا دوپٹہ خرم کے ہاتھ کے اردگرد لپیٹنے لگی اور پھر دونوں ہوٹل کی راہداری میں داخل ہو گئے۔

اچانک طوفان نے زور پکڑ لیا اور پھر اتنا تیز

ہو گیا کہ کئی درخت جڑوں سے اکھڑ گئے نرمین اور خرم جلدی سے ایک ایک کمرے میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا تیز طوفانی ہوائیں ہوٹل میں چکرا رہی تھیں اور ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ لمحوں میں ہوٹل کو اڑا کر لے جائے گا۔ مگر دونوں کے چہروں پر کسی بھی قسم کا کوئی بھی خوف نہ تھا۔

خرم یہ ہوٹل کا عملہ کہاں غائب ہو گیا ہے نرمین مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آرہی ہے کہ یہ لوگ یہاں سے کہاں گئے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کو کوئی خطرہ محسوس ہوا ہو یا پھر وقت نے انہیں جانے پر مجبور کر دیا ہو۔ بس آج کی رات خیریت سے گزر جائے پھر کل دیکھیں گے خرم نے نرمین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر کہیں وہ عفریت یہاں نہ پہنچ جائیں عفریت کی طرف سے تم نے جو وعدہ کیا ہے اب ہم بالکل بھی پریشان نہیں ہوں گے بلکہ ہم تو خود اس کالی وادی میں آگئے ہیں باتوں میں دونوں ہی سو گئے۔

صبح سویرے نرمین اٹھ گئی اس نے خرم کو بھی جگا دیا خرم رات کو دیر سے سویا تھا اس لیے ابھی تک بستر پر پڑا ہوا تھا جبکہ نرمین اسے اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی کچھ دیر کے بعد خرم بھی اٹھ گیا اور اس نے گھڑی کی طرف دیکھا صبح کے پانچ بج رہے تھے اور پھر اس نے منہ دوسری طرف کیا اور پھر فریش ہو گیا۔ اور پھر دونوں نے اسی جگہ جانے کا فیصلہ کیا جس جگہ ان کی زندگی ایک بھیانک عفریت کے چکر میں پھنس کر رہ گئی تھی تیار ہونے کے بعد دونوں ہوٹل سے باہر نکلے ان کو کچھ خبر نہیں تھی کہ ان کی زندگی کسی کرب کا شکار ہونے والی ہے یا پھر وہ دونوں اپنے اس امتحان میں کامیاب ہو جائیں گے ابھی یہ انہوں نے سوچا نہ تھا پھر اس کے بعد دونوں ہوٹل کے گیٹ کی طرف بڑھ گئے۔

رات جو طوفانی ہوائیں چلی تھیں اس ان ہوٹل کے جالی دار گیٹ کو اکھاڑ کر رکھ دیا تھا دونوں نہایت آسانی سے ہوٹل کے گیٹ سے نکل گئے اور پھر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر منزل کی طرف روانہ ہو گئے اب کالی وادی کا وہ حصہ تھا جہاں وہ پہلی بار انجانے میں گئے تھے اور اب جان بوجھ کر اس جگہ جا رہے تھے جہاں پر ایک انجانا خوف تھا ایک بدصورت اور کریہہ صورت عفریت تھا ان کا فاصلہ اس جگہ سے رفتہ رفتہ گھٹتا جا رہا تھا اور خرم گاڑی تیز سے تیز چلا رہا تھا وہ جلد سے جلد اس جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا کہ وہ وہاں ایک خوف سے ملنا چاہتا تھا وہ دونوں یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ وہ اس بھیانک عفریت کا مقابلہ کر سکیں گے بھی یا نہیں۔ یہ فاصلہ اب بہت ہی کم ہو کر رہ گیا تھا اور پھر ان کی گاڑی اس ڈھلوان پر چڑھنے لگی راستہ اب بہت ہی خراب ہو چکا تھا جگہ جگہ سڑک کے بیچ و بیچ پتھر پڑے ہوئے تھے خرم اب بہت ہی احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اور نرمین اسے حوصلہ دے رہی تھی کچھ ہی دیر کے بعد وہ دونوں پہاڑی کے اوپر تک پہنچ گئے تھے اب دونوں گاڑی سے اترے سورج کی ہلکی ہلکی روشنی پہاڑوں کے اوپر تک آگئی۔ یہ وہی جگہ ہے نرمین بولی۔

ہاں خرم نے مختصر لفظ میں اس کی تائید کی خرم یہ جگہ عفریت کی ملکیت ہے شاید ہاں یا پھر اس جگہ ہر عفریت نے قبضہ کر رکھا ہو در اصل یہ سرسبز و شاداب وادی بہت ہی زیادہ خوبصورت تھی مگر وہ عفریت پتہ نہیں کیا چاہتے تھے اب ہمیں گاڑی سے اترنا ہوگا کیونکہ آگے گاڑی نہیں جا سکتی۔ اور صرف اونچی ڈھلوان ہے۔

خرم میں چاہتی ہوں کہ ہم تھوڑی دیر گاڑی میں بیٹھے رہیں تاکہ تھوڑا سا وقت گزر جائے کہ سورج بھی ذرا تیز ہو جائے دن کے وقت یہ عفریت

وغیرہ کم زور ہوتے ہیں۔

نہیں نرمین ہمیں وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے ہمیں بس ان کا مقابلہ کرنا چاہیے ٹھیک ہے جیسے آپ کی مرضی نرمین گاڑی سے اتری خرم بھی اس کے پیچھے باہر نکل آیا دونوں اس جگہ کی طرف جانے لگے جہاں پر وہ پہلے بھی ساتھ گئے تھے اور ان کی زندگی میں ایک بھیانک عفریت نے قبضہ کر رکھا تھا دونوں کو اچانک محسوس ہوا کہ کچھ برا ہو رہا ہے سرسبز آسمان پر اچانک سیاہ بادل چھانے لگے چمکتا ہوا سورج ماند پڑنے لگا آسمانی بجلی کڑکنے لگی۔

خرم تم کچھ محسوس کر رہے ہو۔ ہاں نرمین عفریت کو پتہ چل چکا ہے کہ ہم اس کی طرف جا رہے ہیں اس لیے وہ بھی آج ہمیں اپنی طاقتیں بتانا چاہتا ہے اس لیے میں بھی پیچھے ہٹنے والا نہیں ہو ہاں خرم یہ بات تو ہے دراصل ہمیں اب ثابت قدم رہنا ہوگا عفریت کا بھرپور سامنا کرنا چاہیے۔ دونوں باتیں کر رہے تھے اور اسی جگہ کی طرف بڑھ بھی رہے تھے کچھ ہی دیر میں وہ دونوں اسی جگہ پر پہنچ گئے جہاں پر ان لوگوں نے پہلے ایک ساتھ ایک سیاہ عفریت کو دیکھا تھا اور بالوں کے گچھے میں اس عفریت کا ٹھکانا معلوم کیا تھا۔

خرم دیکھو ہر طرف کالی تاریکی چھا چکی ہے اور رفتہ رفتہ وادی کالی ہونے لگی ہے ایسا لگ رہا ہے کہ جیسے شام ہو رہی ہو اور شام کی گھٹا ٹوپ اندھیرا پھیل رہا ہو وہاں پر اب بھی بدستور ایک گھنے بالوں کا گچھا پڑا ہوا تھا خرم نے بے دردی سے وہ بالوں کا گچھا اٹھایا اور اپنی جیب سے لیٹر نکال لیا خرم اس کو آگ لگانا چاہتا تھا مگر پتہ نہیں کہاں سے تیز ہوا آئی اور اس نے وہ لیٹر کا شعلہ بجھا دیا۔ اور اس کے منہ پر ایک تھپڑ دے مارا اسکے ہاتھ میں باریک بے وزنی بالوں کا وزن کئی من بڑھ گیا اور وہ بال اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر گر گئے نرمین بھی خرم کے سرخ گال کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

خرم یہ کیا ہے نرمین ہمیں نیچے غار میں جانا چاہیے کسی بھی وقت اولے پڑ سکتے ہیں ہاں یہ تو آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ دونوں نے اس بالوں کو جس جگہ سے ہٹایا تھا اس جگہ نیچے ایک سرنگ تھا اور وہ دونوں اس سرنگ میں داخل ہو گئے اس سرنگ میں داخل ہوتے ہی وہ بالوں کا گچھا خود بخود سرنگ کے اوپر آ گیا۔ اور سرنگ کے نیچے سیڑھیاں تھیں جو آگے راہداری تک جاتی تھیں وہ دونوں بغیر کسی پرواہ کے آگے بڑھے یہاں پر گہرا سکوت تھا اور بالکل اندھیرا تھا۔

خرم اب کیا کریں۔

میں ٹارچ روشن کرتا ہوں اچانک اندھیرے میں نرمین چیخنے لگی خرم نے جونہی ٹارچ روشن کی اور نرمین کی طرف کی تو نرمین کے جسم کے اردگرد بال ہی بال لپٹ رہے تھے خرم نے جونہی یہ منظر دیکھا تو ٹارچ کا شعلہ روشن کی اور نرمین کے قریب ہوا وہ بال ایک دم نظروں سے اوجھل ہو گئے خرم نے نرمین کو دیکھا وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

نمومت گھبراؤ ہمیں اس عفریت کی ایک کمزوری معلوم پڑ چکی ہے وہ آگ کو پسند نہیں کرتی ہے وہ آگ کے معمولی شعلے سے بھی ڈرتی ہے شاید خرم ایسا ہو لیکن وہ بالوں سے بڑھا ہے اور میرے خیال میں اس نے ہمیں صرف ڈرایا ہے ابھی تک کچھ کہا نہیں ہے ورنہ وہ تو اتنا بڑا ہے کہ لمحوں میں ہمیں مار سکتا ہے نرمین کا اتنا کہنا تھا کہ اس کے کانوں میں آواز آئی یہ آواز بہت ہی گھمبیر تھی ایسی بھیانک آواز ان لوگوں نے پوری زندگی نہیں سنی تھی۔

اے لڑکے تم نے میری وادی میں آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے تم کو اس کا خمیازہ اس لڑکی کی

سورت میں بھگتنا پڑے گا اور میں تمہاری بیوی کو تم سے چھین رہا ہوں مجھے اس کی ضرورت ہے یہ حسین دوشیزہ ہے اور اس کے باوجود یہ ایک باہمت لڑکی کیونکہ یہ یہاں دوبارہ آئی ہے پچھلی بار جب یہ اس وادی میں آئی تھی تو یہ بالکل بھولی بھالی تھی اور معصوم تھی مگر اس بار یہ اس وادی کے عفریت کو للکارنے آئی ہے میں تم لوگوں سے بے خبر نہ تھا تم لوگوں کی پل پل کی خبر رکھتا تھا اب یہ لڑکی میری ہوگی اور تم اپنی بیوی کو بچانے کے لیے مجھ سے پنگا لو گے یعنی تم مجھے زیر کرو گے اور اگر تم میرا مقابلہ نہ کر سکو تو میں تمہیں فنا کر دوں گا۔

تم میری بیوی کو کچھ بھی نہیں کہو گے کیونکہ میں اپنی بیوی کی حفاظت اچھی طرح کرنا جانتا ہوں تم میری بیوی کا بال بھی بیگا نہ کر سکو گے خرم نے طیش میں آ کر کہا۔

اچانک نرمین کے اردگرد بال ہی بال لپٹنے لگے یہ بال اس کالے نظر نہ آنے والے عفریت کے ہی تھے نرمین کی کئی چیخیں گونجنے لگیں میں تمہاری بیوی کو لے کر جا رہا ہوں اگر تم مجھے روک سکتے ہو تو روک لو کرم لیٹر کا شعلہ بار بار جلانے لگا مگر اس کا لیٹر کا شعل جل نہیں رہا تھا وہ نرمین کی طرف بڑھا مگر وہ شیطانی عفریت کے شکنجے میں بری طرح جکڑی جا رہی تھی خرم کچھ کرو یہ عفریت مجھے لے جائے گا۔

نرمین کی کٹی کٹی سی چیخ نکلی خرم جیسے بے بس ہو گیا تھا ایک تو یہ عفریت صرف بالوں کا کھچا تھا اور نظر بھی نہیں آ رہا تھا خرم سخت پریشان تھا وہ نرمین کو ہر حال میں بچانا چاہتا تھا مگر آگ کا شعلہ جل ہی نہیں رہا تھا اور پھر کچھ ہی دیر میں جیسے ہی لیٹر کا شعلہ جلا عفریت نرمین کے ساتھ غائب ہو گیا خرم پریشان نظروں سے دیوانوں کی طرح اردگرد دیکھنے لگا عفریت کی آواز خرم کے کانوں میں آئی۔

میں اس لڑکی کو لے کر جا رہا ہوں آج سے یہ میری بیوی ہوگی چند دنوں کے بعد میں اس سے شادی رچا لوں گا اور یہ میری طرح ہو جائے گی اس کے اندر طلسمی طاقتیں آ جائیں گی اور اس کا وجود بالوں سے بھر جائے گا تم کچھ نہیں کر سکو گے لیکن چونکہ تم اسکا پہلے شوہر ہو اس لیے میں صرف تمہیں پانچ منٹ کے لیے وقت دوں گا کہ تم اگر کچھ کر سکتے ہو تو کر لو اگر تم نے ان پانچ منٹوں میں مجھے فنا کر دیا تو میں تمہیں ختم کر دوں گا اگر یہ شادی شدہ نہ ہوتی تو ہمارا قبیلہ بھی یہ شرط نہ رکھتا مگر یہ لڑکی اب میرے قبضے میں ہے اور شادی شدہ ہے اس لیے تم مقابلہ کرو گے مگر مقابلے میں وقفے وقفے میں تمہیں آوازیں دوں گا تم پر حملہ نہیں کروں گا یہ پانچ منٹ ہی ہیں جس تم ہار جیت کا فیصلہ کرو گے اور میں تم دکھائی بھی دوں گا عفریت نے اسے سب کچھ کہہ دیا۔

ٹھیک ہے مجھے تمہارا یہ فیصلہ منظور ہے خرم نے چیخ کر کہا اگر خدا نے میرا ساتھ دیا تو میں تمہیں ایک منٹ میں ختم کر دوں گا خرم نے بھرپور اعتماد کے ساتھ کہا تو کب کرو گے یہ مقابلہ عفریت کی گرجدار آواز سنائی دی ابھی اور اس وقت۔

خرم نے کہا ٹھیک ہے ہال میں اردگرد مشعلیں جل اٹھیں اوپر چند سیڑھیاں جاتی تھیں جو کہ بالوں کے اس گچھے پر ختم ہوتی تھیں جہاں سے یہ دونوں اس سوراخ کے ذریعے اس ہال تک آئے تھے۔ خرم چیخا تم تو مجھے دکھائی نہیں دے رہے ہو میں مقابلہ کے لیے تیار ہوں۔

ٹھیک ہے تو ہمارا مقابلہ شروع ہو رہا ہے سامنے دیکھو میں نظر آ جاؤں گا۔ عفریت کی آواز سنائی دی خرم نے سامنے دیکھا تو اسے ایک بھیانک ریچھ نما انسان دکھائی دیا جو بالوں سے بھرا ہوا تھا خرم نے مشعل اٹھائی اور عفریت کی طرف دوڑ لگا دی اور عفریت خرم کو گھور رہا تھا خرم نے جلتی

مشعل درعفریت پر پھینک دی اس کے بالوں کو آگ لگ گئی مگر کچھ ہی لمحوں میں آگ خود سرد ہوکر بجھ گئی عفریت کے جسم پر بے انتہا لمبے گھنے بال تھے وہ بالکل ریچھ کی طرح بالوں سے بھرا ہوا تھا اس کی آنکھیں انڈے کی مانند بڑی اور سفید تھیں جس میں پھیلا بالکل بھی نہیں تھا خرم نے تیزی سے دو مشعلیں اٹھائیں اور اس کے چہرے پر دے ماریں مگر عفریت پر ذرا برابر بھی اس کا اثر نہیں ہوا خرم بہت ہی پریشان ہوگیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا عفریت کے بالکل سامنے کھڑا ہوگیا۔ اور اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر کھینچنے لگا مگر اسے کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا۔

خرم کے پاس وقت بھی بہت کم رہ گیا تھا وہ سوچنے لگا میں بھی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا کئی مکے اس نے عفریت کے چہرے پر مارے مگر بے سود اس کا ہاتھ ہر بار بالوں کے گچھے میں الجھ کر رہ گیا اب دو منٹ اور بیس سیکنڈ کا انتہائی کم وقت رہ گیا تھا عفریت خرم کی بے بسی پر قہقہے لگا رہا تھا اسے جیسے یقین ہو کہ ہار خرم کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے اور وہ بھیانک عفریت سکندر بننے والا ہے یا اللہ میری مدد کر خرم خدا سے مدد مانگنے لگا اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری ہوگئی تھی۔

اب صرف ایک منٹ اور تیس سیکنڈ کا انتہائی قلیل وقت رہ گیا تھا اچانک خرم کے ذہن میں ایک دھماکہ سا ہوا اس کی آنکھیں کے سامنے وہ بالوں کا گچھا آگیا جو سوراخ کے اوپر رکھا ہوا تھا خرم نے پھرتی سے دیوار کے اوطاق سے ایک جلتی ہوئی مشعل نکالی اور سیڑھیوں کی طرف دوڑ لگا دی لمحے بہت کم رہ گئے تھے اب صرف ایک منٹ رہ گیا تھا اوپر سیڑھیوں میں چڑھتے ہی آگے باہر جانے کا راستہ بند تھا اور وہ گھنے سوراخ کے اوپر ہی موجود تھا خرم نے لمحے کے اندر ہی ان بالوں کو آگ لگا دی ان کمزور بالوں نے لمحے میں ہی آگ پکڑ لی اور گہرا دھواں اردگرد چھانے لگا عفریت کے قہقہے بھیانک چیخوں میں تبدیل ہوگئے تھے خرم جلدی سے نیچے چلا گیا۔ تو اس کو نیچے عفریت کے قدموں میں نمودار نرمین دکھائی دی عفریت کو آگ لگ چکی تھی اور اس کے بال جل رہے تھے نرمین نے خرم کی طرف دوڑ لگا دی اور بولی۔

خرم یہاں سے نکلو خرم نے اس کا ہاتھ تھاما اور دونوں سیڑھیوں کی طرف دوڑے وہاں پر گہرا دھواں تھا دونوں باری باری سوراخ کے راستے سے باہر نکل گئے اور وہ دونوں وہاں سے دوڑتے ہوئے دور جانے لگے وہاں پر عفریت کی بھیانک چیخیں اب بھی سنائی دے رہی تھیں۔ اچانک ایک بڑا پہاڑی پتھر سرکتا ہوا اس سوراخ پر آگرا اور وہ جگہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگئی دونوں گاڑی تک پہنچ آئے تھے۔

خرم خدا کا شکر ہے کہ ہم نے عفریت کو ختم کر دیا ہے۔ ہاں نمو یہ تو خدا کی ذات ہے جس نے میری مدد کی اور میرے ذہن میں وہ بالوں کا گچھا یاد دلایا اور ہم نے ایک برائی کو دنیا سے پاک کر دیا اب خدا کی شان سے ہماری زندگی بھی محفوظ ہوگئی ہے۔ نمو تم تھی کہاں۔

میں عفریت کے قریب ہی تھی مگر جادو کی وجہ سے تمہیں نظر نہیں آ رہی تھی اور نہ آواز دے سکتی تھی اس بالوں میں عفریت کی جان تھی بلکہ کئی عفریتوں کی روحیں تھیں جو اب آزاد ہو کر اس جہاں سے چلی گئیں ہیں وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر خوشی خوشی شہر کی طرف جانے لگے اور پھر اس کے بعد نرمین کو کبھی بھی ڈراؤنا خواب دکھائی نہ دیا تھا اور نہ ہی وہ کبھی ڈری تھی سب کچھ خرم نے ختم کر دیا تھا۔ کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے نوازیئے گا۔

مختصر خوفناک کہانیاں

سزا تو ملنی تھی

تحریر: حمید الدین

میرا تعلق بھارت کے مشہور شہر بدایوں سے ہے۔ قیام پاکستان کے وقت میں بی اے سال اوّل کا طالب علم تھا اور بریلی کالج میں زیر تعلیم تھا۔ ہم سات بہن بھائی تھے۔ والد صاحب بہت بڑے زمیندار تھے۔ زمینوں اور باغات سمیت والد نے ہر بچے کے لئے الگ الگ مکانات بنوا رکھے تھے۔ اپنے بہن بھائیوں میں صرف میں پاکستان آ گیا تھا، باقی افراد وہیں اسی انداز میں رہ رہے ہیں۔ میں سال میں ایک بار وہاں کا چکر لگا لیا کرتا تھا۔ یہ واقعہ میرے تیسرے نمبر کے بھائی جمیل کے ساتھ پیش آیا۔ وہ شروع سے شکار کا شوقین تھا بچپن میں غلیل اور بڑے ہونے پر رائفل اس کے ہاتھوں میں ضرور ہوتی۔ میں جب ایک بار بدایو، گھر والوں سے ملنے گیا تو جمیل کو سست پایا۔ پتا چلا کہ اس کی ہتھیلی پر ایک بڑا سا پھوڑا نکل آیا تھا، اس کی سوجن سے اس کے ہاتھ کی چاروں انگلیاں آپس میں جڑ سی گئی تھیں۔ میں نے اس کی ہتھیلی دیکھی تو بڑی تشویش ہوئی۔ بھتیجی نے بتایا کہ ابا نے اپنے اس پراسرار پھوڑے کا ہر جگہ علاج کروایا جس کسی نے جیسا علاج بتایا اور جس ڈاکٹر یا حکیم کے بارے میں بتایا ابا وہاں گئے مگر کسی علاج سے انہیں ذرہ برابر افاقہ نہیں ہوا۔ بھتیجی نے تھوڑی پر ایک نشان کو دکھاتے ہوئے بتایا کہ یہ بھی ابا کے علاج کے دوران میں ایک حادثے کا نتیجہ ہے۔ کسی نے ابا کو اس پھوڑے کی جراحی کروانے کا مشورہ دیا تھا۔ ابا شہر کے مشہور جراح کو گھر لے کر آئے، اس وقت میں غسل خانے میں نہا رہی تھی۔ جراح نے پھوڑے کو چیرا دیا۔ ابا کے حلق سے ایسی بھیانک آواز نکلی جیسے گائے ذبح ہونے سے پہلے ڈکرا رہی ہو۔ اس آواز کو سن کر میں باتھ روم میں پکے فرش پر گر کر بے ہوش ہوگئی۔ میری ٹھوڑی اور گردن پر کئی ٹانکے آئے جن کے نشانات ابھی تک موجود ہیں۔ ابا کے پھوڑے کی جراحی ہوگئی مگر اس سے بھی پھوڑے پر کوئی فرق نہیں پڑا اور وہ دوبارہ اسی سائز میں نکل آیا۔ ابا کو پھوڑے کی تکلیف کے ساتھ یہ دکھ بھی تھا کہ وہ اب شکار نہیں کھیل سکتے۔ اپنے بھائی کی اس تکلیف پر مجھے بے حد پریشانی ہوئی۔ میری بڑی بہن بہت متقی اور عبادت گزار خاتون تھیں۔ وہ تہجد کے بعد لمبے لمبے وظائف پڑھتی رہتی تھیں۔ میں نے ان سے کہا۔ آپا! جمیل کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی، وہ ہر قسم کا علاج کرا چکے ہیں۔ صرف روحانی علاج نہیں کروایا، آپ اس معاملے میں ان کی مدد کر سکتی ہیں۔ بہن نے کہا۔ تم اسے سمجھاؤ وہ ان باتوں کو مانتا کب ہے، جب تک کسی علاج پر اعتقاد مضبوط نہ ہو وہ اثر پذیر کیسے ہوگا۔ میں نے جمیل کو اس امر پر بڑی مشکل سے راضی کیا۔ میری بھارت سے واپسی کے دن قریب تھے اس لئے باقی تفصیل مجھے پاکستان آنے کے بعد خطوط کے ذریعے ملی جو قارئین کی نذر کر رہا ہوں اور اس کی تصدیق میں نے وہاں اگلے سال جا کر خود بھی کی۔ واقعی یہ واقعہ حیرت انگیز تھا۔

میری بہن نے بھائی کی صحت یابی کے لئے کسی روحانی معالج کے بجائے خود اپنے طور پر خصوصی عبادت شروع کی اور پھر ایک ایسا واقعہ ہوا کہ جمیل پر بھی بات واضح ہوگئی کہ کوئی نادیدہ مخلوق اس کو نقصان پہنچانے کے درپے تھی۔ ہوا یہ کہ جمیل نے اپنے گھر کے باہر ایک وسیع صحن میں اپنا کمرہ بنانے کا کام شروع کیا۔ مزدوروں نے رات دن ایک کر کے کمرہ تعمیر کر دیا۔ اگلی صبح گھر والے اٹھے تو وہ کمرہ ملبے کی ڈھیر کی صورت اختیار کر چکا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ کسی نے اسے جنون کی حالت میں توڑ پھوڑ کر ڈھا دیا ہو۔ جمیل نے اسے کسی دشمن کی کارروائی سمجھا۔ اس نے دوبارہ اسے بنوایا۔ دوسری بار بھی وہ کمرہ چوکیدار کی آنکھوں کے سامنے زمین بوس ہوگیا۔ اس مرتبہ جمیل نے اسے کاریگروں کی ناقص کارکردگی اور خراب مال استعمال کا نتیجہ سمجھا اور یہ کام دوسرے ٹھیکیدار کے سپرد کر دیا۔ تیسری بار بھی وہی حشر ہوا۔ جمیل نے چار مرتبہ وہ کمرہ تعمیر کروایا اور چاروں مرتبہ وہ زمین بوس ہوگیا۔ تب جمیل نے ہتھیار ڈال دیئے اور ایک عالم سے رجوع کیا۔ انہوں نے آ کر صحن کا معائنہ کیا اور نشاندہی کرتے ہوئے بتایا کہ صحن کے آدھے حصے اور کونے میں بنے ہوئے ایک چھوٹے کمرے پر جنات کا قبضہ ہے اور وہ کبھی اس جگہ پر کمرہ تعمیر نہیں ہونے دیں گے اس لئے کمرہ بنانے کا خیال ترک کر دینا بہتر ہوگا۔ وہ مکینوں کو بڑے نقصانات بھی پہنچا سکتے

ہیں۔

جمیل بھائی کو تب یقین آ گیا کہ واقعی ان کے پیچھے کوئی نادیدہ مخلوق ہے۔ انہوں نے عالم کو اپنے پھوڑے کے بارے میں بتایا تو اس نے کچھ وظائف بتا کر کہا کہ گھر کی کسی منتی اور پرہیزگار ہستی سے یہ وظائف پڑھوائیں، ان شاء اللہ منظر واضح ہو جائے گا۔ جمیل نے سارا واقعہ بڑی بہن کے گوش گزار کیا، وہ فوراً وظیفہ پڑھنے پر راضی ہو گئیں۔ وہ خود بھی جمیل کے لئے وظیفے پڑھتی رہتی تھیں۔ انہوں نے عالم کا بتایا ہوا وظیفہ بھی شروع کر دیا۔ ساتویں دن وظیفہ ختم کر کے بڑی رقت سے جمیل کے لئے دعا مانگتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ انہیں کوئی ایسا اشارہ مل جائے کہ ان پر جمیل کی بیماری کی حقیقت کھل جائے۔

اس رات آپا دعا مانگتے مانگتے مصلے پر ہی سو گئیں تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے بڑے باغ کے ایک کونے میں ایک دراز قد بزرگ کھڑے ہیں جس کونے میں وہ کھڑے ہیں وہاں ایک چبوترا بنا ہوا ہے اور بہت پرانی چھوٹی چھوٹی چند قبریں بھی ہیں۔ ہم لوگ بچپن سے وہ قبریں اور چبوترا دیکھتے آئے تھے۔ اپنے بڑوں سے سنا تھا کہ یہ چبوترا حویلی کی تعمیر سے پہلے ہی باغ میں موجود تھا۔ قبریں بھی اسی کے ساتھ ساتھ موجود تھیں۔ حویلی میں اس باغ کو بناتے ہوئے انہیں جوں کا توں رہنے دیا گیا تھا۔ میری بڑی آپا نے خواب میں اس چبوترے پر اس جگہ اس لحیم شحیم بزرگ کو کھڑے دیکھا۔ میری آپا نے پوچھا۔ آپ ہمارے باغ میں کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں اپنے بچوں کی حفاظت کر رہا ہوں، تمہارا شکاری ان پر نشانہ بازی کرتا رہا ہے۔ اس نے ایک مرتبہ فائر کر کے میرے بچوں کو زخمی کر دیا تھا۔ میں نے اسے اب ایسی سزا دی ہے کہ وہ شکار کے قابل نہیں رہا۔ اگر میرے بچے مر جاتے تو اسے بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ آپا کی خواب کے اس حصے پر کسی کھٹکے سے آنکھ کھل گئی۔ وہ اٹھ بیٹھیں اور اپنے پلنگ پر جا کر لیٹ گئیں۔ پھر پریشانی میں ساری رات نہ سو سکیں۔ صبح جمیل کو بلا بھیجا۔ وہ آیا تو اسے پاس بٹھا کر پیار سے پوچھا۔ جمیل! بالکل سچ بتاؤ کہ تم نے کبھی چبوترے کے آس پاس نشانہ بازی کی تھی؟ جمیل نے بتایا کہ اس نے کچھ عرصے پہلے باغ میں چبوترے کے پاس کچھ دھندلے دھندلے سائے دیکھے تھے، سہ پہر کا وقت تھا، اس نے بلا سوچے سمجھے ان پر فائر کھول دیا تھا مگر جب وہاں جا کر دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ آپا نے کہا۔ یاد کرو تمہاری ہتھیلی کا یہ پھوڑا اس واقعے کے بعد نمودار ہوا تھا۔ جمیل نے بتایا کہ اس واقعے کے دوسرے ہی روز پہلے اس کا دایاں ہاتھ سوجا اور پھر ہتھیلی پر پھوڑا نکل آیا تھا۔ آپا نے جمیل کو اپنا خواب سنایا تو جمیل کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی کسی نادیدہ ہستی کے عتاب میں آ گیا ہے۔ اب اسکا علاج کیسے ہو؟ ان ہی عالم سے رجوع کیا تو انہوں نے کہا وہ وظیفہ جاری رکھیں۔ وہ بزرگ دوبارہ خواب میں آئیں تو ان کو راضی کرنے کی کوشش کریں، وہ یقیناً جنات کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں وہی اس کا توڑ بتا سکتے ہیں۔ کسی اور کے لئے ایسا کرنا بہت دشوار ہو گا۔

آپا تن من دھن سے جمیل کو اس مصیبت سے نجات دلانے میں لگ گئیں۔ دوسری بار تقریباً دو ماہ بعد وہ بزرگ انہیں خواب میں دکھائی دیئے۔ آپا بتاتی ہیں کہ وہ خواب میں نہیں بلکہ نیم غنودگی کے عالم میں دکھائی دیئے تھے۔ آپا نے ان سے رو رو کر جمیل کے لئے معافی طلب کی۔ بزرگ نے جواب دیا۔ یہ کام میں نے جس سے کروایا تھا، وہی اس کا توڑ جانتا ہے۔ وہ فقیر مراد آباد کے ایک ہوٹل کے آس پاس ملے گا۔ اسے ڈھونڈیں اور اس سے علاج کروالیں، مگر سزا تو اسے ضرور ملے گی، کیسے ملے گی، یہ آپ لوگوں کو بعد میں پتا چل جائے گا۔ آپا جب اس غنودگی کی کیفیت سے نکلیں تو بہت پرجوش تھیں۔ انہوں نے اگلے ہی روز جمیل کو ساتھ لیا اور مراد آباد چلی گئیں۔ کئی ہوٹلوں کے چکر کاٹنے بالآخر ایک ہوٹل کے پاس ایک فقیر دکھائی دیا جو غیر معمولی قد کاٹھ تھا، آپا تو اسے کیا پہچانتیں، اس نے خود قریب آ کر کہا۔ آ گئے تم دونوں، تمہیں دوا چاہئے نا، آپا نے فوراً ہاتھ بڑھایا، اس نے جیب سے پڑیا نکالی اور کہنے لگا۔ اس کو دودھ میں ڈال کر اسے پلا دینا، مگر اسے سزا تو بہر حال ملے گی، یہ بہت شکاری بنتا ہے ناں۔ آپا اور جمیل ہکا بکا کھڑے رہ گئے۔ وہ دوا کی پڑیا آپا کے ہاتھ میں تھما کر بھیڑ میں گم ہو گیا۔ گھبرا کر آپا نے پہلا کام یہی کیا۔ اس پڑیا میں سے مٹی کے رنگ کا سفوف دودھ میں گھول کر جمیل کو پلا دیا۔ دوسرے روز ہی پھوڑے کی سوجن اترنا شروع ہو گئی اور ہفتے کے بعد پھوڑا پپک کر ہتھیلی کی کھال پر جم کر خشک ہو گیا۔ سب لوگ بے حد خوش تھے کہ اس بلا سے نجات ملی مگر سزا تو بہر حال جمیل کو بقول آپا ملنی تھی۔ یہ سزا کیسی تھی اس کا علم تقریباً سال بعد ہوا۔ جب جمیل نے پھر سے شکار کے لئے رائفل ہاتھ میں لی تو کچھ دیر بعد ہی اس کی ہتھیلی پر کھجلی ہونے لگی اور اگلے روز پھر وہی منحوس پھوڑا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہتھیلی پر براجمان تھا۔ جمیل نے ایک ہفتے تکلیف سہی پھر وہ پھوڑا پہلے کی طرح پپک کر اپنے درداور سوجن سمیت غائب ہو گیا۔

اس واقعے کے بعد کئی بار بھارت گیا، جمیل کی ہتھیلی پر وہ پھوڑا دوبارہ نہیں دیا۔ اس نے بتایا کہ سال میں ایک یا کبھی دو بار وہ سرخ پھوڑا اس کی ہتھیلی پر ضرور نمودار ہوتا ہے اور کچھ روز بعد خود بخود بغیر کسی علاج کے غائب ہو جاتا ہے۔ شاید یہی وہ سزا ہے جس کا آپا کے خواب میں اس بزرگ نے اشارہ کیا تھا۔ یہ عجیب و غریب واقعہ آج تک ہم سب کو حیران کئے ہوئے ہے۔

سانپوں کا خوف

تحریر: ایم حسین

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب میری عمر پانچ سال تھی۔ میری یادداشت ماشاء اللہ ہمیشہ سے اچھی رہی ہے اس لئے یہ واقعہ پوری جزئیات کے ساتھ سادوں کی البم میں محفوظ ہے۔ ہم اس زمانے میں ریاست جے پور، بھارت میں رہتے تھے۔ آباؤ اجداد کو مغلیہ دور میں ہزروں ایکڑ زمین میں وی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ زمینداری ہمارا پیشہ بن گئی۔ یہ زمینیں بارانی اور کنویں کے پانی سے کاشت کی جاتی تھیں۔ جب کاشت کرنے کے دن آتے تو کھیتوں کو گوڈی کرنے کے دوران میں اکثر زہریلے سانپ نکل آتے۔ والد صاحب نے مزارعوں کو سختی سے ہدایت کی ہوئی تھی کہ سانپوں کو کسی بھی صورت نہ مارا جائے۔ اگر کوئی سانپ کسی کو کاٹ بھی لیتا تو وہ فوراً والد صاحب کے پاس آ جاتا۔ وہ قرآنی آیات سے اس زہر کا اثر ختم کر دیتے تھے۔ مریض جاں بلب حالت میں ان کے پاس آتا اور دم کروانے کے بعد ہنستا مسکراتا واپس لوٹ جاتا۔ مزارعے اسی لئے والد صاحب کے حکم پر عمل کرتے تھے اور سانپوں کو مارنے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتے۔ اگر مارنا ناگزیر ہو جاتا تو والد صاحب کی ہدایت تھی کہ ایسی صورت میں بھی بلند آواز میں یہ ضرور کہا جائے کہ تو اگر جن ہے تو یہاں سے چلا جا اگر یہ بات سن کر وہ رک جائے تو اسے مار کر فوراً زمین کے اندر گاڑ دیا جائے۔ بصورت دیگر اس کا پیچھا کرنے کی حماقت نہ کی جاتی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس روز بارش ہوئی تھی۔ شام سے ذرا پہلے والد صاحب بارش رک جانے کے بعد زمینوں کا معائنہ کرنے نکلے تو میری ضد پر مجھے بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ ہم کھیتوں میں پہنچے، پگڈنڈی پر قدم رکھا ہی تھا کہ قریبی سرکنڈے کی جڑ سے ایک لمبا اور موٹا سیاہ ناگ اپنی دم کے زور پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ وہ ہمارا راستہ روکے کھڑا تھا۔ میں خوفزدہ ہو کر والد صاحب سے لپٹ گیا۔ سردی کی وجہ سے والد صاحب نے اپنا منہ موٹی سی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا، صرف آنکھیں کھلی تھیں۔ انہوں نے سانپ کو راستہ روکے دیکھ کر ذرا اونچی آواز میں کہا۔ ارے میں ہوں۔ والد صاحب کی آواز سن کر سانپ زمین میں بیٹھتا چلا گیا اور پلک جھپکتے میں راستے سے ہٹ کر غائب ہو گیا۔ یہ تحیر آمیز منظر مجھے خوفزدہ کر گیا۔ والد صاحب نے میری پیٹھ تھپتھپائی اور بولے۔ بیٹا اسے میں نے اپنے کھیتوں کا چوکیدار مقرر کیا ہے۔ یہ کسی غیر کو کھیتوں میں نہیں آنے دیتا۔ میں نے کہا۔ ابا جی یہ تو ہمارا راستہ بھی روک رہا تھا، یہ کیسا چوکیدار ہے۔ والد صاحب نے میری بات سن کر زوردار قہقہہ لگایا اور کہنے لگے۔ ماشاء اللہ میرا بیٹا سمجھدار ہو گیا ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ میں نے چادر سے منہ ڈھانپا ہوا تھا اسلئے اس نے مجھے غیر سمجھ کر راستہ روکا۔ جب میں نے چادر ہٹائی تب وہ بیٹھ گیا۔ یہ ہمارے گھر کے بھی مردوں کو اور جو یہاں کام کی نگرانی پر مامور ہیں، ان سب کو پہچانتا ہے۔ تمہیں اس نے پہلی بار دیکھا ہے اس لئے اس نے مجھے اور تمہیں غیر سمجھ کر راستہ روک لیا، میں نے پہچان کرائی تو چلا گیا۔

میں سانپ کے دُم پر کھڑا ہونے کے منظر سے بے حد سہم گیا تھا، ہر قدم پر یہی محسوس ہوتا رہا کہ وہ کھیتوں کے کسی بھی سرے سے نکل کر پھر سامنے آ جائے گا۔ میرا یہ خوف دیکھ کر والد صاحب مسکراتے رہے۔ سانپ دوبارہ ہمارے راستے میں نہیں آیا۔ گھر واپسی پر والد صاحب مجھے اپنے ساتھ چھت پر لے گئے اور وہیں کھانا منگوالیا۔ جب میں خوف کی کیفیت سے نکل آیا تو انہوں نے کہا۔ بیٹا میری نصیحت غور سے سنو، ان سانپوں سے تم کبھی مت ڈرنا، یہ ہمارے دوست ہیں، یہ کبھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

میں نے کہا۔ ابا جی! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سانپ انسانوں سے دوستی کرے۔ سانپ تو دیکھتے ہی مار دینا چاہئے ورنہ یہ ہمیں ڈس لے گا۔ والد صاحب نے جواب دیا۔ تمہاری بات درست ہے، سانپ بڑا موذی جانور ہے مگر دنیا میں کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں جنہیں عقل اور تجربات کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جا سکتا۔ تمہارے دادا ابا کے ساتھ بھی ایسا ہی ایک واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک روز وہ باہر چبوترے پر بیٹھے تھے اور ان کے سامنے گھر کی مرغی، چوزوں کے ساتھ دانے چگتی پھر رہی تھی۔ ایک جنگلی چوہے نے سب سے موٹے چوزے کو تاکا اور سرعت کے ساتھ باہر نکلا، چوزے کو منہ میں دبایا تو تمہارے دادا نے اس کی یہ حرکت دیکھ لی، وہ اس وقت نوجوان تھے، انہوں نے لاٹھی اٹھائی اور پھرتی کے ساتھ چوہے کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ چوہا بھی بلی کے برابر موٹا اور

پھر بتلا تھا۔ وہ ایک فرلانگ دور واقع جھاڑیوں کے اندر چلا گیا۔ دادا نے اس جھاڑی کو تاک لیا تھا۔ اندازے کے مطابق انہوں نے لاٹھی اس جگہ ماری جہاں وہ چوہا چھپا تھا۔ چوہا تو کب کا وہاں سے کھسک چکا تھا کیوں کہ اس جگہ سانپ کا جوڑا جو بیٹھا ہوا تھا نڈھال چوزے کو جھاڑیوں میں چھوڑ کر چوہا سانپوں کو دیکھ کر بھاگ گیا اور دادا کی لاٹھی اس کو لگنے کے بجائے سانپوں کے جوڑے پر پڑ گئی۔ دادا متواتر لاٹھیاں برساتے رہے۔ ایک سانپ بھاگ نکلا اور دوسرا مر گیا۔ یہ شیش ناگ تھے۔ دادا نے جب جھاڑیاں ہٹائیں تو مردہ چوزے کے ساتھ سیاہ شیش ناگ بھی مرا پڑا تھا۔ اس کی موت کو کارنامہ سمجھ کر وہ بہت خوش ہوئے کہ چوزا تو نہ بچا سکے، مگر ایک موذی سانپ کو مار ڈالا۔ انہوں نے گھر آ کر یہ بات سب کو بتائی۔ سانپ کو لاٹھی پر ڈال کر وہ گھر لے آئے تھے۔ سب نے اسے دیکھا اور پھر کھیتوں میں پھینک دیا لیکن اس واقعے کے بعد جب وہ گھر سے نکلے تو ایک سانپ نے ان کا راستہ روک لیا۔ وہ نہتے تھے خوفزدہ ہو کر گھر آ گئے۔ رات کو وہ سانپ انہیں گھر کی دہلیز پر دکھائی دیا، اس کی پھنکار انہیں راتوں کو سنائی دینے لگی۔ وہ بے حد ڈر گئے تھے۔ خوف اتنا بڑھا کہ انہوں نے پلنگ سے اترنا چھوڑ دیا۔ رات کو گھر کے لوگ پہرا دیتے تھے پھر بھی انہیں کہیں نہ کہیں سانپ دکھائی دے جاتا تھا۔ کئی سپیروں کو بلایا، سب کا ایک ہی مؤقف تھا کہ انہوں نے ناگ کو مار ڈالا ہے اور ناگن بدلہ لینے کے لئے بے چین ہے۔ رات کے وقت گھر کے لوگ ان کی چارپائی کے اردگرد آگ جلا کر رکھتے تھے، ناگن کئی بار ان پر حملہ کرنے آتی مگر پہرے پر بیٹھے لوگوں کی وجہ سے بھاگ جاتی۔ دادا کی حالت دن بدن خراب ہوتی جا رہی تھی، ان کا پلنگ سے اترنا دوبھر ہو گیا تھا۔ اتفاق سے ہمارے ایک دور کے رشتے دار گاؤں میں کسی عزیز کی شادی میں آئے تو تمہارے دادا سے بھی ملنے آئے۔ انہیں جب اس صورت حال کا پتا چلا تو وہ ضد کر کے دادا کو اپنے ساتھ ایک عالم کے پاس لے گئے۔ عالم صاحب خود دادا کے ساتھ چل کر ہمارے گاؤں آئے۔ انہوں نے ہفتے بھر ہمارے یہاں قیام کیا اور کچھ وظائف پڑھے، پھر تمہارے دادا کو بتایا کہ جس شیش ناگ کو تم نے عام سمجھ کر مار ڈالا تھا وہ دراصل جنات کے قبیلے سے تعلق رکھتا تھا اور اب پوری قوم ان سے اپنے ساتھی کا بدلہ لینے کے درپے ہو چکی تھی۔ عالم نے اپنے علم کے ذریعے ان سے مذاکرات کئے اور ان کے درمیان صلح کرائی۔ پھر تمہارے دادا نے ایک بڑی ضیافت کر کے اس دوستی کو مضبوط کیا اور ساتھ یہ عہد کیا کہ اب اس گاؤں میں کبھی کوئی سانپ کو نہیں مارے گا۔ اگر کوئی سانپ کسی کو نظر آ جائے یا اس کو مارنا ضروری ہو جائے تو پہلے اس سے بلند آواز میں یہ کہا جائے گا کہ اگر وہ جن ہے تو مہربانی کر کے راستہ دے دے۔ یہ کہنے پر بھی وہ راستے سے نہ ہٹے تو پھر اسے ہلاک کر کے خود کو بچائے۔ اس عالم نے دادا کو ایک وظیفہ بھی پڑھنے کو دیا جس کا وِرد کر کے ان کے دل سے سانپوں کا ڈر جاتا رہا۔ اب ہمارے گاؤں میں سانپ اور انسانوں کی دوستی اتنی پکی ہو گئی ہے کہ بچوں نے سانپوں سے ڈرنا چھوڑ دیا ہے۔ ہمارے تو کھیتوں کی رکھوالی بھی سانپ کرتے ہیں۔

پھر ابا جی نے سانپوں سے اس عجیب و غریب دوستی کا قصہ سنا کر مجھے وہ وظیفہ بھی بتایا جس نے سانپوں کو ان کا تابع یا دوست بنایا تھا اور واقعی وظیفہ پڑھ کر میرے دل سے بھی سانپوں کا خوف یکسر ہی غائب ہو گیا۔

"انہونی محبتیں"

تحریر = ثقلین رضا قریشی، کوٹ ادو

جب میں نے آنکھ کھولی تو خود کو ویرانوں میں بھٹکتے پایا مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں اور میری حقیقت کیا ہے میں کافی عرصہ تک ویرانے میں بھٹکتا رہا میں نہیں جانتا تھا کہ میری منزل کدھر ہے آخر میں نے انہی ویرانوں میں اپنی دنیا بسالی لیکن کب تک انسان کی مضطرب طبیعت نے اسے چین سے کب بیٹھنے دیا ہے میں نہیں جانتا تھا کہ وقت نے مجھ سے دھوکہ کیا یا مجھ پر مہربان ہوا کیونکہ ایک طویل تھکا دینے والے سفر کے بعد آخر کار مجھے ایک کم آباد سڑک نظر آ ہی گئی ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ کہاں جاؤں کہ اچانک ایک تیز رفتار گاڑی مجھ سے ٹکرا گئی۔ اور میں ہوش و حواس کی دنیا سے بیگانہ ہو گیا جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو ایک آرام دہ بستر پر پایا میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ میں کہاں ہوں کہ اچانک دروازہ کھلا اور ایک باوقار عورت ہونٹوں پر شفیق سی مسکراہٹ لیے اندر داخل ہوئی اسکی عمر تقریباً" پینتالیس سال کے لگ بھگ ہو گی وہ میرے بستر کے قریب آئی اور اپنا شفقت بھرا ہاتھ میرے ماتھے پر رکھ دیا اور کہا کہ بیٹا اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اور میں دھیرے سے مسکرا دیا اسی لمحے ایک ادھیڑ عمر ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا اور اس عورت سے مخاطب ہوا کہ اب یہ جسمانی طور پر تو بالکل ٹھیک ہیں لیکن مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ دماغ پر چوٹ لگنے کی وجہ سے یہ اپنا ذہنی توازن کھو چکے ہیں یہ سنتے ہی اس عورت کے چہرے پر تفکرات کے

سائے پھیل گئے اب میں کیا کروں گی ڈاکٹر میں تو اسے جانتی بھی نہیں میرے خیال میں آپ اسے دارالامان میں داخل کرا دیں یا پھر اخبار میں تصاویر دے دیں۔ یہ سن کر خاتون نے کہا نہیں میں ایسا نہیں کر سکتی پتہ نہیں یہ کس ماں کا لعل ہے البتہ تصاویر والا تمہارا خیال اچھا ہے جب تک اسکے ماں باپ اسے لینے نہیں آتے اسے اپنے پاس رکھوں گی پھر وہ میرے پاس آئیں اور مجھ سے کہا بیٹا کیا تم میرے ساتھ کچھ عرصہ رہنا پسند کرو گے جب تک تمہارے ماں باپ تمہیں لینے نہیں آتے اب میں انہیں کیا کہتا کہ میرے تو ماں باپ ہی نہیں ہیں خیر میں نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ چنانچہ وہ عورت جس نے اپنا نام پورن ماشی بتایا مجھے اپنے محل نما بنگلے میں لے گئی اور مجھے اپنا بیٹا بنا لیا اس نے مجھے راج کمار کا نام دیا کافی عرصے تک اخباروں میں میری تصاویر چھپتی رہی چونکہ میرا کوئی نہیں تھا لہٰذا میں پورن ماشی کا راج کمار بن کے رہ گیا۔ وقت پر لگائے اڑتا رہا اور کچھ ہی سالوں میں میری دنیا ہی بدل گئی انہیں سالوں میں میں نے پڑھائی کے ساتھ ساتھ رہنے سہنے کے تمام طریقے بھی سیکھ لیے اب میری شخصیت دیکھ کر کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا کہ ویرانوں نے مجھے جنم دیا ہے چونکہ ماں جی کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کے پتی بھی مر چکے تھے اس لیے انہوں نے مجھے اپنی اولاد کا درجہ دیا اور میں نے بھی انہیں کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں ان کی حقیقی اولاد نہیں ہوں ماتا جی کا اور میرا اس بھری دنیا میں کوئی نہیں تھا لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے مجھے ایک بھائی اور ماتا جی کو ایک بیٹا مل گیا ہوا کچھ یوں کہ ایک دن میں کسی سلسلے میں ہسپتال گیا ابھی میں ڈاکٹر سے بات چیت کر ہی رہا تھا کہ ایک نرس نے آ کر بتایا کہ ڈاکٹر صاحب ایمرجنسی ہے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میں بھی بلا ارادہ باہر گیا ایک کمرے میں ایک گیارہ سال کی بچی خون میں لت پت پڑی تھی شاید اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور ساتھ ہی تقریباً" میرا ہی ہم عمر نوجوان لڑکا کھڑا رو رہا تھا پھر ڈاکٹر نے سب کو باہر نکال دیا نہ جانے کیوں مجھے اس لڑکے سے ہمدردی ہونے لگی۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ یہ کون ہے تو اس نے کہا کہ اس بھری دنیا میں صرف یہی بہن ہے میں نے اسے تسلی دی اور اسی کے پاس رک گیا ابھی میں اس سے اس واقعے کے بارے میں پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ ایک نرس آئی اور اس نے کہا کہ بچی کو خون کی اشد ضرورت ہے جبکہ ہمارے پاس یہ گروپ موجود نہیں ہے آپ اس کا فوری انتظام کریں ورنہ بچی کی جان بھی جا سکتی ہے ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے کیونکہ اتنی جلدی تو خون کا بندوبست کرنا مشکل تھا میں نے اسے پریشان دیکھ کر کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں میرے خون کا گروپ بھی یہی ہے میں خون دینے کو تیار ہوں اس نے میری طرف تشکرانہ نظروں سے دیکھا چنانچہ نرس مجھے لے گئی اور میرا خون دینے سے بچی کی جان بچ گئی۔ یوں میری اور وکرم کی پہلی ملاقات ہوئی پھر ملاقاتوں کے سلسلوں کی وجہ سے وکرم کی اور میری دوستی پختہ ہو گئی پتہ نہیں کیوں مجھے وکرم اپنے بھائی سے بھی زیادہ اچھا لگنے لگا وہ بھی مجھے اپنا بھائی سمجھتا تھا اب مجھے جیون میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی اور میں نے خود کو کبھی تنہا محسوس نہیں کیا آج کل میرا جی بہت گھبرانے لگا پتہ نہیں میرا دل کیا چاہتا تھا عجیب سی بے کلی تھی مجھے یہ شہر کے ہنگامے زہر لگنے لگے جب اس بات کا ذکر میں نے وکرم سے کیا تو اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ شاید یہ تمہارا وہم ہے لیکن میرے من کو شانتی نہیں ملی جب میں نے ماتا جی کو بتایا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ بیٹا یہ تنہائی کا احساس صرف شادی سے ہی دور ہو سکتا ہے نہیں ماتا جی ایسی بات نہیں ہے یہ تو کوئی اور ہی احساس ہے میں نے کہا تو انہوں نے فوراً" کہا نہیں بس اب میں کچھ نہیں سنوں گی اسی شکرواڑ کو ہم لڑکی دیکھنے جائیں گے میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ شادی کر لو بچے آئیں تو گھر میں خوب رونق ہو جائے گی زندگی کا کوئی پتہ نہیں کیا پتہ کب زندگی ساتھ چھوڑ دے اس لیے میں مرنے سے پہلے تمہاری شادی کا فرض بھی نباہ لوں اب میں انہیں کیا کہتا کہ میری بے چینی کی وجہ کیا ہے کیونکہ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا تھا۔ رات کا پتہ نہیں کون سا پہر تھا کہ میں نے خود کو ایک ویران مندر میں پایا میں حیران ہو گیا کہ میں یہاں کیسے پہنچ گیا خیر میں یہ سوچ کر اٹھ کھڑا ہوا کہ دیکھوں تو سہی کہ میں یہاں کیسے پہنچا اور مجھے یہاں لانے کا مقصد کیا ہے یہ تقریباً" سو دو سو سال پرانا مندر تھا اور اب تو اسکی ساخت بھی ختم ہو چکی تھی سامنے ایک راہداری تھی تاریکی میں ڈوبی یہ راہداری بہت خوفناک لگ رہی تھی اچانک ہی پورا مندر دو دھیا سی روشنی کے ساتھ روشن ہو گیا میں ابھی حیران کھڑا ہی تھا کہ راہداری

میں مجھے ایک سایہ گزرتا ہوا محسوس ہوا میں بلا سوچے سمجھے اس سائے کے پیچھے بھاگا وہ سایہ ایک کمرے میں گھس گیا میں بھی بھاگتے ہوئے اس کمرے میں داخل ہو گیا جس میں سایہ داخل ہوا تھا کمرے میں داخل ہوتے ہی میں حیرت سے بت بن کر ایک دیوی کے بت کو دیکھنے لگا کیونکہ ان کے بت کو تو میں ہزاروں میں بھی پہچان سکتا تھا یہ بت میرے ذہن کے کسی خانے میں موجود تھا لیکن مجھے یاد نہیں آیا کہ میں نے انہیں دیکھا کہاں ہے بت کو دیکھنے میں میں اتنا محو تھا کہ بت کے نیچے پوجا کرتی ہوئی لڑکی کو بھی پہلے میں نے نہیں دیکھا وہ اٹھ کر میرے سامنے آئی اور اچانک میری آنکھ کھل گئی میں پسینے میں شرابور پڑا تھا اور خواب بھی مجھے حرف بحرف یاد تھا میں ذہن پر زور دینے لگا کہ وہ بت میں نے کہاں دیکھا ہے کبھی کبھی میں ماتاجی کے ساتھ پوجا کرنے ضرور جاتا تھا مگر میں نے وہ بت کسی مندر میں نہیں دیکھا مگر میرا دل چیخ چیخ کر گواہی دے رہا تھا کہ میں نے یہ بت کہیں ضرور دیکھا ہے البتہ لڑکی اور مندر کو میں نے کہیں نہیں دیکھا تھا خیر میں یہ سوچ کر سو گیا کہ کل یہ خواب وکرم کو سناؤں گا۔ صبح جب

میں نے یہ خواب وکرم کو سنایا تو اس نے کہا یار راج یہ تم کن چکروں میں پڑ گئے ہو کبھی تم کہتے ہو کہ تمہیں بے چینی ہے جبکہ تمہیں پتہ نہیں ہے اور اب یہ کہتے ہو کہ میں نے خواب والے بت کو کہیں دیکھا ہے مجھے تو تمہاری باتوں کی سمجھ نہیں آتی چھوڑو ان چکروں کو مجھے امی نے بتایا ہے کہ کل ہم تمہاری شادی کی بات کرنے جا رہے ہیں اس لیے اب تم اپنے ذہن کو فریش رکھو اور مجھے یاد آگیا کہ کل شکروار ہے۔ چنانچہ دوسرے دن میں ماتا اور وکرم لڑکی دیکھنے گئے ماتاجی کو تو وہ پہلے ہی پسند تھی وکرم کو بھی پسند آئی اور مجھے بھی معصوم سی شکل والی پریہ بہت اچھی لگی ماتاجی نے اس کے پریوار سے بات پکی کر دی کہ ہم جلد ہی شادی کر دیں گے دن مہینوں میں گزرتے گئے اور آخر ایک دن پریہ میری جیون ساتھی بن کر آگئی حالانکہ ان دنوں بھی میری طبیعت میں پہلے جیسی بے چینی تھی مگر میں نے اگنور کیا کہ پریہ کیا سوچے گی پریہ ایک اچھی اور محبت کرنے والی بیوی ثابت ہوئی وہ ہر طرح سے میرا خیال رکھتی اور اسنے یہ محبت دے کر رفتہ رفتہ مجھے اپنی طرف کھینچ لیا اب میں اسکے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا تھا میری ساری بے چینی بے کلی اسکی بانہوں میں آکر ختم ہو گئی۔ کبھی کبھی میں اپنے بارے میں سوچ کر حیران ہو جاتا تھا کہ آخر میں کون ہوں میرا بچپن کہاں گزرا ہے؟ کہیں میرے ماں باپ ہیں یا نہیں؟ میری زندگی کا مقصد کیا ہے جب سے میں نے آنکھ کھولی تھی اس وقت سے لے کر اب تک میرے ساتھ عجیب واقعات رونما ہوئے ماتا جی کا ملنا میری شخصیت کا تبدیل ہونا وکرم کا ملنا اور پریہ سے شادی ہونا یہ سب عجیب واقعات ہی تو ہیں لیکن ان سب باتوں سے جس بات نے مجھے زیادہ حیران کیا وہ میرا پہلی مرتبہ ویران سی جگہ پر آنکھ کھولنا تھا آخر میرا بچپن نہیں تھا کیا یہ تو میں مانتا ہوں کہ انسان مرنے کے بعد دوسرا جنم ضرور لیتا ہے اور اسے اپنا پہلا جنم شاذو نادر ہی یاد آتا ہے لیکن میں نے کسی کو اپنی طرح دوسرا جنم لیتے نہیں دیکھا ہمیشہ سے یہی ہوتا رہا ہے کہ جب کوئی مرجائے تو پھر اسے دوسرا جنم ملتا ہے اسے پہلے جنم کو کوئی بات یاد نہیں ہوتی اور وہ ایک عام بچے کی طرح پیدا ہوتا ہے لیکن میرے ساتھ کچھ عجیب ہی واقعے رونما ہوئے اس لیے میں اسے کم از کم دوسرے جنم کا نام تو نہیں دے سکتا۔ آج پھر میرا دل گھبرا رہا تھا یوں لگتا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ اور آخر اس بے چینی کی وجہ آخر معلوم ہو ہی گئی کیونکہ رات کو پھر میں نے وہی خواب دیکھا وہی مندر

وہی سایہ وہی دیوی کا بت اور وہی لڑکی مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر اس خواب کا میری زندگی سے کیا تعلق ہے؟ اور اس دیوی کو میں نے کہاں دیکھا ہے میرا دل تو جیسے بے چینی کی اماجگاہ بن گیا کئی ڈاکٹروں ماہر نفسیات اور سادھوؤں سے رابطہ کیا مگر کوئی بھی میری بے چینی کی وجہ نہ بتا سکا۔ پریہ بھی میری وجہ سے پریشان رہنے لگی وکرم بھی میرا خیال اس خواب سے ہٹانے کے لیے اکثر آجاتا مگر اس خواب اور بے چینی کو فراموش کرنا میرے بس سے باہر تھا مجھے یوں لگتا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ پھر یہ تو خواب مجھے تقریباً ہر ہفتے آنے لگا۔

ایک دن میں اسی پریشانی میں بیٹھا ہوا تھا کہ وکرم آیا اور کہا کہ چلو راج کہیں پکنک پر چلتے ہیں اسی لمحے پریہ بھی آگئی اس نے جب یہ سنا تو بولی کہ میں تو انہیں روز کہتی ہوں کہ کہیں چلتے ہیں مگر یہ ہیں کہ مانتے ہی نہیں خواب نہ ہوا کوئی عذاب ہو گیا نہیں بھابھی یہ ضرور جائے گا اس کی جرات ہے کہ یہ نہ جائے چلو اٹھو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا اور آخر کار مجھے ان کے کہنے پر جانا ہی پڑا ابھی

ہم تیار ہو ہی رہے تھے کہ اچانک وکرم نے کہا کہ اوہو! راج مجھے تو ایک کام یاد آگیا ہے اس لیے میں تو پکنک پر نہیں جا سکتا کیوں جناب آپ کیوں نہیں جا سکتے پریہ نے ہنستے ہوئے کہا کیا اتنا ہی ضروری کام ہے ہاں بھابھی یہ ابھی نہیں ہو گا تو کبھی نہیں ہو گا لیکن آپ لوگ تو جائیں میں نے کہا یار میں تو جا بھی تیرے کہنے پر رہا تھا تو اب بھی میرے کہنے پر ہی چلے جاؤ اور میں نہ چلتے ہوئے بھی میں چلا گیا راستے میں پریہ نے مجھ سے باتیں کرنا چاہیں مگر میں تو اپنے ہی خیالوں میں گم تھا اور میں خیالوں کی دنیا سے اس وقت واپس آیا جب گاڑی سڑک سے اتر کر درخت سے ٹکرانے لگی اور پریہ نے چیخ کر مجھے بتایا اور میں نے بریک لگانا چاہی ذہن کے تاریکی میں ڈوبنے سے پہلے مجھے ایک آخری بات کا احساس ہوا کہ کار کی بریکس کسی نے فیل کر دی تھیں۔ جب میرے ذہن سے تاریکی کے پردے اترے تو میں خود کو ایک بار پھر ہسپتال کے بیڈ پر پایا میری زندگی بھی کتنی حیران کن ہے میرا اب دوسری بار کار سے ایکسیڈنٹ ہوا ہے اچانک ہی مجھے یہ خیال آیا اور پھر جیسے مجھے ہوش آگیا اور پچھلا واقعہ یاد آگیا میرے دل سے فوراً آواز نکلی پریہ اور میں فوراً اٹھ بیٹھا میرے سر پر ہلکی سی چوٹ لگی تھی مجھے حیرت ہوئی کہ اتنے بڑے حادثے کے باوجود مجھے صرف یہی چوٹ آئی ہے میرے ذہن میں آیا کہ یہ وقت سوچنے کے لیے نہیں ہے مجھے

فوراً" پریہ کا پتہ کرنا چاہیے پتہ نہیں وہ کس حال میں ہو گی میں فوراً" باہر گیا اور ڈاکٹر سے پریہ کا پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کے لیے دعا کریں ان کی زندگی خطرے میں ہے ڈاکٹر صاحب کیا میں انہیں دیکھ سکتا ہوں میں نے کہا نہیں ان کا آپریشن کیا جا رہا ہے چوٹ دماغ میں لگی ہے اور خون بھی کافی بہہ گیا ہے میں سب کچھ بھول کر پریہ کی زندگی کی دعائیں مانگنے لگا اسی وقت ماتاجی اور وکرم بھی آگئے سب پریشان تھے آخر گھنٹے کے بعد تمام ڈاکٹر باہر آگئے اور سوری کہہ کر چلے گئے میرے تو جیسے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور مجھے کچھ ہوش نہ رہا جب میری آنکھ کھلی تو پر یہ میرے سامنے کھڑی تھی پہلے تو میں نے خواب سمجھا لیکن جب میں نے اسے چھو کے دیکھا تو مجھے یقین آگیا مجھے تو جیسے سارے جہان کی خوشیاں مل گئیں میں نے کہا پریہ تت تم..... زندہ ہو ہاں میں نے صرف آپ کی خاطر دوسرا جنم لیا ہے اور مجھے اتنی خوشی ملی کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتا زندگی میں یہ پہلا موقع تھا جب مجھے اتنی خوشی ہوئی تھی اتنی خوشی تو مجھے اپنی شادی پہ بھی نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹروں سے معلوم ہوا کہ اتنے بڑے حادثے کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا اور میں اتنے بڑے حادثے کہ باوجود بالکل ٹھیک ٹھاک بچا گیا حالانکہ کار پوری قوت سے درخت سے ٹکرا گئی تھی۔ پریہ کے معاملے میں ڈاکٹرز بھی حیران تھے کہ رفتہ رفتہ اس کے سانس رکتا گیا اور وہ مر گئی پھر اچانک اس نے سانس لینا شروع کیا اور آہستہ آہستہ وہ معمول پر آگئی۔ یہ باتیں تھی ہی انہونی مگر میری زندگی تو انہی واقعات سے پر ہے اس لیے میں ان کے بارے میں زیادہ سوچتا تھا ہاں ایک بات کی مجھے سمجھ نہ آسکی کہ کار بریکیں کس نے فیل کیں۔ زندگی پھر معمول پر آگئی اور میری پریہ سے محبت بڑھ گئی لیکن میں نے ایک بات محسوس کی کہ پریہ کی آنکھوں کا رنگ کالے سے بھورا ہونے لگا تھا ڈاکٹر بھی اس بارے میں کچھ نہیں بتا سکے تھے پریہ اکثر مجھ سے کہتی کہ راج میں نے صرف تمہاری خاطر دوسرا جنم لیا ہے ورنہ میں کبھی نہ آتی اور مجھے اس پر بے اختیار پیار آجاتا اب مجھے بے چینی اور خواب بھی نہیں آتا تھا سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا لیکن..... ایک دن مجھے دفتر سے فون آیا کہ سر ایک ضروری کام ہے جس کے سلسلے میں آپ کو شہر سے باہر جانا پڑے گا چنانچہ میں نے دفتر سے ہی پریہ کو فون کیا کہ میں آج گھر نہیں آسکوں گا شاید کل آجاؤں پریہ نے کہا کہ آپ کے بنا تو میرا ایک پل بھی نہیں کٹتا میں نے بھی کہا I Miss You اور پھر

اسے ضروری ہدایت دے کر میں دوسرے شہر میں چلا گیا دوسرے دن کام مکمل کرنے کے بعد میں واپس آیا تو آتے آتے رات ہو گئی۔ میں نے گھر آتے ہی پریہ کو آوازیں دی مگر کوئی جواب نہیں ملا ڈھونڈتے ڈھونڈتے جب میں ایک کمرے میں داخل ہوا تو وہاں پریہ کھڑی تھی میں جیسے ہی اندر داخل ہوا تو پریہ نے کہا کہ آؤ راج میں تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی وہ تو تمہیں کرنا ہی تھا میں نے کہا اور غیر ارادی طور پر میری نظر صوفے پر پڑی تو میری چیخ نکل گئی کیوں کہ وہاں پر وکرم کی لاش پڑی تھی ہاں مجھے تمہارا انتظار کرنا ہی تھا کیوں کہ اس حقیقت کو بتانے کے لیے میں بے چین ہوں میں نے غیر یقینی طور پر کہا یہ..... یہ..... کیا ہے یہ وکرم کی لاش ہے وہی وکرم جسے تم

بھائیوں سے زیادہ چاہتے تھے آخر کھا گئے نہ دھوکا جسے تم نے اپنا سمجھا وہی تمہارا اصل دشمن نکلا اگر یہ کمبخت ایسی حرکت نہ کرتا تو مجھے تمہیں چھوڑ کر کبھی نہ جانا پڑتا یہ... یہ تم کیا بک رہی ہو میں نے نہ سمجھنے والے انداز میں ایک تو مجھے وکرم کی موت کا صدمہ تھا اور دوسرا یہ مجھے الجھن میں پھنسا رہی تھی ٹھہرو میں تمہیں بتاتی ہوں سب کچھ بتاتی ہوں اچھا یہ بتاؤ کہ پہلے تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں اپنے بارے میں بتاؤں پھر تمہارے بارے میں پریہ یہ تم کیا کہہ رہی ہو میں نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ پریہ کیا کہہ رہی ہے پھر میں نے ہوش سنبھالتے ہوئے کہا کہ وکرم کو کس نے مارا ہے میں نے مارا ہے اسے پریہ نے کہا اور مجھ پر جیسے بجلیاں گرنے لگیں کیوں کیوں مارا ہے تو نے میرے بھائی کو مجھ پر جیسے وحشت طاری ہو گئی ہو اور میں نے پریہ کی گردن پکڑلی مجھے یہ پریہ وہ معصوم بھولی بھالی بالکل نہیں لگ رہی تھی چھوڑو..... مجھے چھوڑو... میں تو پہلے ہی مردہ ہوں مرے ہوئے کو کیا مارنا پریہ نے کہا پہلے مجھے سب کچھ سچ سچ بتاؤ کہ تم نے وکرم کو کیوں مارا اور یہ تم کیا کہہ رہی تھیں میں نے یہ کہہ کر اسے چھوڑ دیا اور وہ ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی اور کہا سنو غور سے سنو شاید تم اس پر یقین کرتے بھی ہو یا نہیں کہ یہ بیس ہزار برس پہلے کی بات ہے کہ ایک مچھیروں کی بستی تھی جسکا نام گیتا تھا وہ بہت خوبصورت تھی ہر کوئی اس پر جان چھڑکتا تھا وہ بالکل اکیلی تھی اسکے ماں باپ سمندر میں ڈوب کر مر گئے تھے لیکن سب اس سے پیار کرتے تھے اس لیے وہ سب مچھیروں کی بیٹی تھی ایک دن سب مچھیرے اپنا مذہبی تہوار منانے سمندر کے بیچ میں گئے ہوئے تھے گیتا کسی وجہ سے

اپنی جھونپڑی میں ہی رہ گئی کہ اچانک کہیں سے دو آدمی نمودار ہوئے اور اسے گھوڑوں پر بیٹھا کر اغواء کر کے چلے گئے۔وہ اسے لے کر بہت دور لے کر بہت دور پہاڑوں کے علاقے میں لے گئے اور اس سے دست درازی کرنے لگے کہ کہیں سے ایک نوجوان آگیا اور ان دونوں کو مار کر اسے اپنے ساتھ اپنے علاقے لے گیا اس کا نام راج کمار تھا وہ گیتا کو پسند کرنے لگا تھا اور بعد میں گیتا بھی اسے پسند کرنے لگی راج نے گیتا کو ایک ویران سی جگہ پر رکھا ہوا تھا جہاں سے اس کی بستی دور تھی ویسے مذہب کے تو دونوں ہندو تھی آخر بہت سے عرصے کے بعد گیتا نے راج کو شادی کا کہا تو وہ اسے لے کر اپنی بستی میں لے آیا اور اپنے ماں باپ سے شادی کا کہا جب ان کے ماں باپ نے گیتا سے پوچھا کہ تو کون ہے تیرے ماں باپ کون ہیں اور تیری ذات کیا ہے تو گیتا نے بتایا کہ میرے ماں باپ سمندر میں ڈوب کر مر چکے ہیں اور میں ایک مچھیروں کی بستی میں رہتی ہوں میں ایک مچھیرن ہوں۔یہ سننا تھا کہ راج کے ماں باپ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی انہوں نے کہا بیٹا آج تک تمہیں معلوم نہیں تھا ہماری شادی کو پانچ برس ہوئے اور تب بھی ہماری کوئی اولاد نہ ہوئی تو ہمیں پتہ چلا کہ اگر ہم آشمن دیوی پر ایک انسان کی بھینٹ دیں تو ہماری اولاد ہو گی اگر مرد کی قربانی دیں گے تو مرد یعنی بچہ پیدا ہو گا اور اگر عورت کی قربانی دیں گے بچی پیدا ہو گی میں اولاد کی محبت میں اندھا ہو چکا تھا چنانچہ میں نے بستی کے ایک شخص کو بہلا پھسلا کر مندر لے گیا اور وہاں اسے زبردستی ذبح کر دیا اس مندر پر لوگ نہیں آتے تھے کیوں کہ انسان کی قربانی کون دے سکتا ہے اس لیے ہمیں وقت نہ ہوئی اور اسی سال تم پیدا ہوئے تمہارے بعد کوئی نہیں آیا خیر اس کا تو ہم پر فرق نہیں پڑا مگر بعد میں ہم پر یہ انکشاف ہوا کہ اس بچے یا بچی پر دیوی کی خاص رحمت ہوتی ہے اور وہ لڑکا یا لڑکی عام بچوں کی طرح نہیں ہوتے بے شک وہ بھی دوسرا جنم لیتے ہیں مگر جتنی عمر میں وہ مرتے ہیں اگلے جنم میں ان کی روح اسی عمر میں دیوی کی خاص رحمت کے تحت کسی اور جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور اس جسم کو وہ روح استعمال کرتی ہے اور اسے پہلا جنم بالکل یاد نہیں ہوتا تمہارے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی ہو گا تم بھی جسم بدلتے رہو گے مگر تمہاری روح کبھی نہیں مرے گی لیکن جس بات نے مجھے پریشان کیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ لڑکی مچھیروں کی اولاد ہے وہ بھی اس کی شادی تمہارے ساتھ نہیں ہونے دیں گے جب راج نے یہ سب سنا تو

اس نے کہا میں اسے اس کی بستی لے جاتا ہوں اور وہیں ان کی مرضی سے شادی کروں گا پتہ نہیں کیوں اسے ضد ہو گئی اس کے ماں باپ اسے کہتے رہے کہ نہ جاؤ مگر وہ چلا گیا اور مچھیروں سے شادی کی بات کی وہ راضی نہ ہوئے اور راج نے ان سے جنگ کر کے گیتا کے ساتھ نکلنا چاہا مگر افسوس کہ سارے مچھیروں نے اسے مل کر مار دیا اور گیتا نے جب یہ دیکھا تو اس نے آشمن دیوی سے التجا کی کہ اسے بھی راج والی شکتی دی جائے اور اس نے جا کے

آشمن دیوی کے نیچے اپنی قربانی دے دی اس طرح دیوی نے اس کی بات تسلیم کر لی اور جانتے ہو کہ راج اور گیتا کون تھے میں نے پوچھا کون تھے تو پریہ نے کہا کہ تم راج ہو اور میں گیتا ہوں مگر یہ کیسے ممکن ہے مجھ پہ تو حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تم نے جب ہوش سنبھالا تو تم کہاں تھے اور مجھے تو جیسے ہوش ہی نہ رہا میں نے کہا کہ مجھے واقعی اپنا بچپن یاد نہیں ہے میں نے آنکھ کھولی تو خود کو ویرانے میں بھٹکتے پایا تمہیں اس لیے اپنا بچپن یاد نہیں ہے کیونکہ تمہاری روح کسی اور جسم میں منتقل ہے جب تمہیں اس جسم سے آزادی ہو گی تو تمہیں سب یاد آجائے گا وہ سب باتیں جو میں نے بتائی ہیں اچھا بقول تمہارے کہ تم یہ بھی اس دیوی کی رحمت تھی لیکن تمہیں یہ سب کیسے یاد ہے میں نے کہا تو پریہ نے کہا کہ مجھ پہ تو دیوی کی بہت زیادہ رحمت ہے تم سے بھی زیادہ تمہیں تو صرف جسم بدلنے کی خاصیت عطا کی ہے لیکن مجھے جسم بدلنے کے ساتھ ساتھ یہ قوت بھی ملی کہ مجھے سب کچھ یاد ہوتا ہے اور میں زندگی سرے سے شروع نہیں کر سکتی اس لیے باقی تو میری روح عام ہے تبھی تو مجھے سب کچھ یاد ہے اور ایک اور بات سنو کہ میں تمہارے انتظار میں تھی کہ کب تم آتے ہو جب تم آئے تو میں نے تمہیں پہچان لیا لیکن تم پریہ کو پسند کرتے تھے اس لیے میں نے انتظار کرنا مناسب سمجھا لیکن ایک دن تمہارے دوست نے دولت کی لالچ میں کار کی بریکیں فیل کر دی یوں پریہ ختم ہو گئی اور میں پریہ کے جسم میں داخل ہو گئی میں اکثر تم سے کہتی بھی تھی کہ میں نے تمہارے لیے دوسرا جنم لیا ہے میری (یعنی گیتا کی) آنکھیں پہلے بھی بھوری تھیں اور پریہ کا جسم حاصل کرنے کے بعد بھی بھوری ہیں لیکن تم نے وکرم کو کیوں مارا۔ وہ اس لیے کیوں کہ اس نے پریہ کے جسم پر دست درازی کرنے کی کوشش کی تھی اس لیے میں نے اسے مار دیا اور اب میں تمہارے ساتھ بھی نہیں رہ سکتی کیوں میں نے پوچھا وہ اس لیے کہ میں نے ایک قتل کر دیا ہے اور اسکی مجھے اجازت نہ تھی اور میں تمہارے ساتھ رہنا بھی پسند نہ کرتا کیونکہ تم وکرم کی قاتل ہو اور میں تمہاری اس جھوٹی کہانی پر یقین بھی نہیں کرتا پتہ نہیں پریہ تمہاری وکرم سے کیا دشمنی تھی کہ تم نے اسے مار دیا تم میری باتوں کو جھوٹا کہتے ہو میں اسکا ثبوت دے سکتی ہوں سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ تم نے بچپن نہیں دیکھا جوانی میں ہی آنکھ کھولی ہے کیا ایسا نہیں ہے اور مجھے واقعی اس کی بات ماننی پڑی اور دوسرا ثبوت یہ ہے کہ ابھی میں جب پریہ کا جسم چھوڑ کر چلی جاؤں گی تو تم دیکھنا کہ میں سچی ہوں یا جھوٹی اچھا تمہیں وہ خواب تو یاد ہو گا اس میں جو لڑکی تھی وہ میں تھی اور بت آشمن دیوی (یعنی آشاؤں کو پورا کرنے والی دیوی) کا بت تھا اور میں نے وکرم کو صرف اس لیے مارا ہے کہ اس نے تمہاری ماں کو مار کر پریہ کے جسم پر حملہ کیا اور میں یہ گوارہ نہیں کر سکتی تھی کہ تمہاری امانت کو کوئی ہاتھ بھی لگائے یقیناً" اس جنم میں بھی میں تم کو نہیں پاسکی مگر اگلی بار میں ضرور تمہیں پانے کی کوشش کروں گی اور تمہیں پتہ ہے کہ مجھے تم پر فوقیت ہے وہ اس لیے کیونکہ تم تو دوسروں کی قربانی کے ذریعے پیدا ہوئے جبکہ میں نے تو اپنے جسم کی خود قربانی دی ہے اس لیے اور تم ایکسیڈنٹ سے بھی اس لیے بچ گئے کیونکہ تم پر دیوی کی رحمت تھی اگلے جنم میں میں تمہیں یہ سب کچھ بتا کر پریشان نہیں کروں گی اس جنم میں بھی میں نے سب کچھ تمہیں اس لیے بتایا ہے کہ تم الجھن میں نہ رہو ورنہ میں یہ کہہ کر بھی چپکے سے مر سکتی تھی کہ وکرم نے میری عزت لوٹنے کی کوشش کی اور میں نے اسے مار دیا پھر میں پریہ کا جسم چھوڑ دیتی تم یہی سمجھتے کہ میں ویسے ہی مر گئی مگر تمہیں الجھن رہ جاتی اپنے بارے میں اور میرے بارے میں اچھا اب میرا وقت ختم ہو گیا ہے میں جا رہی ہوں اگلی بار میرا انتظار کرنا ہم ضرور ملیں گے دیوی کی کرپا سے اور پھر پریہ گیتا سیدھی لیٹ گئی اسی وقت اسمیں سے ایک دودھیا رنگ کا سایہ نکلا جس کی ہو بہو میرے خواب میں آنے والی لڑکی سے ملتی تھی اور پھر وہ سایہ غائب ہو گیا۔ مجھے پریہ یا گیتا کی بات کا یقین تو نہ آتا تھا مگر اس کے ٹھوس دلائل کی وجہ سے یقین کرنا پڑا کیونکہ ایک تو میں نے جوانی میں ہی آنکھ کھولی اور دوسرا دیوی اور گیتا کو میں خواب میں بھی دیکھ چکا تھا اس خواب کا میری زندگی سے اتنا بڑا تعلق ہو گا مجھے یہ معلوم نہیں تھا اب شاید ان باتوں کی تصدیق موت کے بعد میری روح کو ہو اس وقت تو میں جیل میں ہوں کیونکہ وکرم اور ماتا جی کے قتل کا مجھ پہ الزام ہے البتہ پولیس والے پریہ یا گیتا (کیونکہ ایک جسم ہے اور دوسری روح) کی موت کے بارے میں حیران ہیں کہ یہ کیسے مری میری زندگی بھی عجیب ہے دو لڑکیوں سے محبت ہوئی دونوں ہی مجھ پر قربان ہو گئیں۔اس جسم اور روح کے ملاپ کو کیا نام دوں جو مل کر بھی مجھے نہ مل سکیں۔

خوفناک واقعات

خونی شام

مظہر علی-لاہور

ایک شہر میں دو دوست رہتے تھے جن کے نام عدنان اور سلیم تھے۔ ایک دن وہ کسی کام کے سلسلے میں دوسرے شہر جا رہے تھے۔ دونوں کا تعلق ایک گاؤں سے تھا۔ وہ ریل گاڑی کے ذریعے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ ریل گاڑی میں دوران سفر ایک دوسرے سے بات چیت کر رہے تھے، س وقت شام کے چھ بج رہے تھے کہ آسمان سیاہ بادلوں سے بھر گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے زبردست گرج چمک کے ساتھ بارش برسنے لگی۔ بارش اتین شدید ہو رہی تھی کہ ریل گاڑی بھی چلنے سے قاصر تھی۔ اچانک ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ ریل گاڑی رک گئی۔ ان دونوں نے گاڑی سے باہر دیکھا تو بارش بہت تیز اور موسلادھار ہو رہی تھی۔ تقریباً تمام مسافر گاڑی سے اتر کر کسی محفوظ جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ یہ دونوں بھی گاڑی سے نیچے اتر کر کسی محفوظ جگہ کی تلاش میں ادھر ادھر دیکھ رہے تھے کہ اچانک انہیں آ ایک بوسیدہ سا مکان نظر آیا۔ عدنان نے کہا آؤ سلیم اس مکان میں چل کر پناہ لیتے ہیں۔ دونوں نے اپنا سامان اٹھایا اور مکان کی طرف چل دیئے۔ جب وہ مکان کے اندر داخل ہوئے تو وہاں انہیں ایک بوڑھا آدمی بیٹھا دکھائی دیا جو آگے کے سامنے بیٹھا اپنے ہاتھ سینک رہا تھا۔ اُن دونوں کو دیکھ کر وہ بزرگ بولا۔ آؤ بیٹا، مسافر لگ رہے ہو۔ عدنان نے کہا جی بابا ہم دونوں گاؤں سے شہر کام کے سلسلے میں جا رہے تھے کہ اچانک بارش آ گئی۔ بابا ہمیں کچھ دیر کے لئے اپنے گھر میں پناہ دے دیں۔ ہم بارش کے ختم ہوتے ہی یہاں سے چلے جائیں گے۔ بابا نے انہیں کہا۔ کیوں نہیں آؤ آگ کے قریب آ کر بیٹھو میں تم لوگوں کے لئے چائے لاتا ہوں۔ تب تک تم آرام کرو۔ انہوں نے دیکھا کہ مکان کافی پرانا اور بوسیدہ ہے اور جگہ جگہ جالے لٹک رہے ہیں۔ بابا نے تھوڑی دیر کے بعد اس چائے کے ساتھ کھانا بھی لا کر دیا جب وہ دونوں کھانا کھا رہے تھے تو بابا نے انہیں بڑی عجیب وغریب نظروں سے دیکھنا شروع کر دی۔ جب وہ دونوں کھانے سے فارغ ہوئے تو بابا نے کہا اب تم دونوں آرام رکو۔ سردی بڑھ گئی ہے۔ تم دونوں کے بستر لگا دیئے ہیں۔ تم دونوں اوپر کے کمرے میں چلے جاؤ۔ جب عدنان اور سلیم دونوں اوپر جا رہے تھے تو عدنان کو خوف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ مکان بہت بوسیدہ تھا اور کچھ پراسرار نظر آ رہا تھا۔ سلیم تو بہت تھک چکا تھا وہ تو لیٹتے ہی سو گیا مگر عدنان کچھ خوفزدہ لگ رہا تھا۔ اُسے ڈر کے مارے نیند نہیں آ رہی تھی۔ پھر اُسے پیاس محسوس ہوئی۔ وہ اٹھ کر پانی پینے کے لئے نیچے آیا۔ اس نے پانی لینے کے لئے نلکے کو کھولا تو اس میں سے پانی کی جگہ خون نکلا۔ یہ دیکھ کر عدنان کی زبردست چیخ نکل گئی۔ چیخ اتنی زوردار تھی کہ سلیم کی آنکھ کھل گئی۔ وہ جلدی سے اٹھ کر نیچے کی طرف بھاگا جہاں عدنان ڈر کے مارے بے ہوش ہو چکا تھا۔ سلیم نے اُسے اٹھایا اور آوازیں دیں مگر سلیم کیا جانتا تھا کہ اس کا دوست خود ایک آسیب بن چکا ہے۔ اس اثناء میں عدنان نے آنکھیں کھولیں۔ سلیم کی نظریں اس کی آنکھوں کی طرف نہیں گئیں جن میں صرف خون ہی خون اترا ہوا تھا۔ عدنان نے سلیم کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور اُسے بتایا کہ نلکے میں پانی کی جگہ خون نکل رہا ہے لیکن سلیم نے کہا یار نلکے میں سے تو پانی ہی نکل رہا ہے۔ عدنان نے دیکھا تو واقعی نلکے میں سے پانی نکل رہا تھا۔ یہ دیکھ کر دونوں دوست واپس اوپر اپنے کمرے میں آ گئے اور سو گئے۔ اب عدنان کا ڈر ختم ہو چکا تھا کیونکہ اب وہ خود ایک آسیب بن چکا تھا۔ رات کے پچھلے پہر انہیں ایک زوردار چیخ سنائی دی۔ سلیم کی آنکھ کھل گئی اُس نے دیکھا کہ عدنان اپنے بستر پر موجود نہیں تھا۔ اُس نے عدنان کو آوازیں دیں مگر عدنان وہاں ہوتا تو جواب دیتا۔ اس نے اس بزرگ کو بھی آوازیں دیں مگر بابا یعنی وہ بزرگ بھی نظر نہیں آیا۔ آخر وہ عدنان اور اس بابا کو آوازیں دیتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ جب وہ باہر آیا تو اُسے شور سنائی دی۔ وہ اُس طرف گیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک عورت بیٹھی رو رہی ہے اور اس کا شوہر اس کے سامنے مرا پڑا ہے۔ اس کی گردن پر دانتوں کے نشان تھے جیسے کسی نے اس کا سارا خون پی لیا ہو۔ یہ منظر دیکھ کر سلیم کو چکر آ گیا۔ اتنی دیر میں اس کی نظر عدنان پر پڑی جو اُسے کچھ عجیب سا دکھائی دیا۔ عدنان سلیم کو دیکھنے کی بجائے اس مردہ شخص کو دیکھ رہا تھا۔ پھر دیکھتے ہی

دیکھتے عدنان چیخنے لگ۔ رات بھی ہونے والی تھی اور بارش بھی تھم چکی تھی۔ ریل گاڑی کے دوسرے مسافر بھی اکٹھے ہو گئے تھے اور مردہ شخص کو دیکھ کر کہنے لگے کہ پولیس کو بلاؤ۔ ان کے بلانے پر پولیس بھی وہاں آ گئی۔ پولیس نے لاش کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ انسپکٹر نے کہا یہ تو لگتا ہے کسی نے اس کا خون نچوڑنے کی کوشش کی ہے کیونکہ اس کا جسم سفید پڑ چکا ہے۔ آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ کس نے اس بلا کو دیکھا ہے۔ جس نے اس شخص کا خون پینے کی کوشش کی ہے۔ عورت نے روتے ہوئے بتایا کہ میرے بچے کا کھلونا کمرے سے باہر رہ گیا تھا یہ اٹھانے گئی پھر باہر سے ایک چیخ سنائی دی میں باہر گئی تو وہاں انہیں مردہ حالت میں پایا۔ سلیم نے اچانک عدنان کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ سلیم نے اُسے آواز دی تو وہ چونک گیا۔ عدنان کے سر پر تو جنون سوار تھا وہ انسپکٹر کو بھی مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ س نے دیکھا کہ سلیم لیٹ گیا ہے۔ وہ انسپکٹر کے پاس آ گیا جو آگ کے پاس بیٹھا تھا اور تفتیش کر رہا تھا۔ اس نے عدنان سے بھی پوچھنے کے لئے اس کی طرف دیکھا تو اس کی چیخ نکل گئی کیونکہ عدنان کی آنکھیں لال سرخ اور دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ اس نے چھلانگ لگائی اور انسپکٹر کی گردن پر دانت جما دیئے۔ سلیم جو عدنان کو جاتے دیکھ کر اُس کے پیچھے آیا تھا وہ یہ منظر دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا کیونکہ عدنان ایک خوفناک ڈریکولا بن چکا تھا۔ انسپکٹر کی لاش ایک طرف پڑی تھی اور عدنان اب سلیم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سلیم نے اپنی جان بچانے کے لئے جلدی سے پستول نکالا اور اپنے بچپن کے دوست عدنان پر گولی چلا دی۔ اتنی دیر میں دوسرے مسافر بھی وہاں آ گئے۔ وہی بزرگ جو انہیں ملے تھے وہ وہاں آ گئے اور بولے یہ ایسے نہیں مرے گا۔ تم اس پر یہ آیت پڑھ کر پھونک مارو یہ خود بخود مر جائے گا۔ سلیم نے وہ آیت پڑھ کر جیسے ہی عدنان پر پھونک ماری عدنان ایک دردناک چیخ کے ساتھ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ کچھ دیر بعد وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا تھا۔ اگر سلیم ایسا نہ کرتا تو عدنان اُسے مارنے آ رہا تھا۔ سلیم نے اپنے بچپن کے دوست کی لاش دیکھی تو رونے لگا کیونکہ اس کا پیارا دوست ایک بھیانک بلا بن چکا تھا۔ اتنے میں ریل گاڑی بھی چلنے کو تیار ہو چکی تھی اور طوفان بھی ختم ہو چکا تھا۔ سلیم جب واپس ٹرین میں بیٹھا تو اس نے دیکھا کہ وہ بوسیدہ مکان غائب ہو چکا تھا۔ اس مکان کی جگہ ایک میدان تھا اور وہ بابا بھی ایک خونی بلا تھی جس نے عدنان کو اپنے آسیب سے جکڑ لیا تھا۔ سلیم کو اس بات کا شدید صدمہ تھا کہ اس کا بچپن کا دوست اس سے بچھڑ چکا تھا۔ اب ریل گاڑی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکی تھی لیکن یہ شام بلکہ یہ خونی شام ساری زندگی سلیم کو یاد رہے گی۔

پراسرار روشنیاں

تحریر: انعم-ہزارہ

یہ جو واقعہ میں آپ کو سنانے جا رہی ہوں یہ مجھے میری دوست نے سنایا ہے۔ آیئے میری دوست کی زبان سنیں۔ میری امی کی کرزن جب بچپن کے زمانے میں تھیں تو وہ پانی بھرنے صبح کے وقت ندی پر جایا کرتی تھیں ایک دفعہ وہ روزانہ کی طرح ندی پر پانی بھرنے کے لئے گئیں۔ ندی کے پار سے انہیں ایک روشنی دکھائی دی۔ وہ سب سمجھیں کہ ٹرین ہے وہ سب اس روشنی کو شوق سے دیکھنے لگیں۔ وہ روشنی دو روشنیوں میں تبدیل ہو گئی۔ وہ روشنیاں کبھی ناچتیں کبھی آپس میں لڑتیں ان کی طرف آ رہی تھیں جب روشنیاں ان کے قریب پہنچنے ہی والی تھیں تو وہ ڈر کے مارے اپنے گھڑے چھوڑ کر گھر کی طرف بھاگنے لگیں اور گھر جا کر سارا واقعہ اپنی دادی کو بتایا تو اگلی صبح ان کی دادی ان کیس اتھ آئیں۔ دادی ان سے کہنے لگیں دیکھو کچھ بھی نہیں ہے یہ سب تمہارا وہم تھا پھر وہ پانی بھرنے میں مصروف ہو گئیں کہ اتنے میں انہیں پھر وہی روشنی دکھائی دی پھر وہ دو روشنیوں میں تبدیل ہو گئی وہ کل ہی کی طرح کبھی ناچتیں اور کبھی لڑتیں ان کے قریب پہنچ گئیں ان کی دادی نے درود شریف پڑھ کر ان پر پھونک ماری اس کے بعد وہ پراسرار روشنیاں کبھی دکھائی نہیں دیں۔

وہ کون تھی

تحریر: انعم-ہزارہ

یہ جو واقعہ میں آپ کو سنانے جا رہی ہوں یہ مجھے میری ایک دوست نے سنایا ہے جو اس کی خالہ کے ساتھ پیش آیا۔ آیئے میری دوست کی زبان سنیں۔ رمضان کا مہینہ تھا، سردی اپنے جوبن پر تھی تقریباً ایک بجے کا وقت تھا میری خالہ کو کسی انجانی آواز نے جگا دیا وہ جلدی سے اٹھیں اور دروزے سے باہر چلی گئیں۔ انہیں ایک عورت دکھائی دی جو ان سے تھوڑے فاصلے پر تھی اس عورت نے اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے کھانے کی طرف شارہ کرتے ہوئے کہا یہ کھانا میرے بیٹے کو دے دینا اس عورت سے تھوڑے فاصلے پر ہونے کی وجہ سے

میری خالہ اسے ٹھیک طرح پہچان نہ سکیں اور سمجھیں کہ شاید یہ میری پڑوسن ہے وہ عورت ان کی طرف آنے لگیں اور ان کے قریب پہنچتے ہی غائب ہوگئی میری خالہ چیخیں اور گھر کی طرف بھاگنے لگیں۔ وہ باورچی خانے میں گئیں اور برتن توڑنے لگیں۔ خاندان کے سب مرد جمع ہوگئے انہوں نے دروازے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس کی وجہ سے دروازہ کھل نہیں رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے کسی مولوی کو بلایا انہوں نے کچھ پڑھ کر میری خالہ پر پھونکا تو وہ بے ہوش ہوگئیں۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ ان پر کسی چڑیل اک سایہ ہے۔ مولوی صاحب نے چڑیل سے کہا کہ وہ ان کو اپنے اثر سے آزاد کردے مگر چڑیل نے کہا کہ وہ مرتے دم تک انہیں اپنے چنگل سے آزاد نہیں کرے گی۔ میری خالہ کو مرے تقریباً آٹھ سال ہوگئے ہیں اور وہ مرتے دم تک اس چڑیل کے زیر اثر رہیں۔

منتظر

تحریر: عبداللہ حسن چشتی۔ سیت پور

ماہنامہ ''منتظر'' اس نے رک کر اس چھوٹے سے بورڈ کو دیکھا۔ بورڈ کہنا اسے کچھ عجیب محسوس ہو رہا تھا۔ لکڑی کے دو فٹ چوڑے ٹکڑے کو چونا لگا کر سفید کیا گیا تھا جو اب کالا ہونے کے قریب تھا اور اس پر ستم یہ کہ کوئلے سے شکستہ خط میں ماہنامہ ''منتظر'' لکھا گیا تھا۔ کچھ بڑا لکھنے کی کوشش کی گئی تھی اس لئے آخر میں ''ر'' لکھنے کی جگہ بہت کم رہ گئی تھی اس لئے ''ر'' کو بہت چھوٹا لکھا گیا تھا۔

''ماہنامہ منتظر'' لگتا تو یہی ہے۔ اس نے انگلی سے چشمہ نکال پر سیدھا کیا پھر اس دروازے کی طرف دیکھا جس کا کوئی پٹ تو نظر نہیں آ رہا تھا البتہ ایک تار پر پردہ لٹک رہا تھا جسے دیکھ کر اسے گمان ہوا کہ پہلے غالباً مزدور حضرات اس سے اپنا منہ پونچھتے رہے ہوں گے ورنہ اس قدر تاریک نہ ہوتا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔ فائل اس نے بغل میں دبائی، ایک ہاتھ سے ناک بند کیا اور دوسرے ہاتھ سے پردہ ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہوگیا۔ اندر ایک عدد میز کے پیچھے کوئی صاحب براجمان تھے میز پر رکھے کئی مسودے میں گم تھے۔ اسے اندر آتا دیکھ کر یکدم نظریں اٹھائیں۔

عجیب مضحکہ خیزی شخصیت تھی سر پر ترکی ٹوپی، آنکھوں میں سرمہ یوں لگا تھا جیسے سینما کا بورڈ بنانے والے کسی برش سے لگایا گیا ہو۔ گردن کچھ زیادہ ہی لمبی تھی اور قمیض بنا کالر کے اور اس کا بھی آخری بٹن یوں بند تھا جیسے یہ بٹن کھلا تو گردن کھا کر وہ جا پڑے گی سب سے نمایاں چیز ان کی ناک کے نیچے وہ مونچھیں تھیں جو ہونٹوں سے بھی نیچے جا رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے مونچھیں بڑھانے کے کسی عالمی مقابلے کے نمائندہ ہوں۔ انہیں دیکھ کر وہ اجنبی ٹھٹک کر رک گیا۔ ایک پل کے لئے خیال آیا پلٹ جائے لیکن عین اس وقت وہ صاحب بولے۔ ''جی فرمائیے''۔ ''وہ جی میں..... دراصل مجھے نامراد شبراتی صاحب سے ملنا ہے''۔ اس اجنبی نے فوراً کہا۔ ''یہ کون ہیں؟'' وہ جی ماہنامہ منتظر کے ایڈیٹر ہیں اجنبی بولا۔ ''وہ تو میں ہی ہوں'' آپ غالباً مجھ سے ہی ملنے آئے ہیں کیونکہ نامراد شبراتی میرا نام ہے۔ وہ مسکرائے۔ جواب میں وہ اجنبی بھی مسکرایا۔ نامراد شبراتی صاحب دوبارہ مسودے میں گم ہوگئے اور وہ بے چارہ اجنبی کھڑا ہی رہ گیا۔ چند لمحوں بعد اس اجنبی کو احساس ہوا کہ وہ خواہ مخواہ احمقوں کی طرح کھڑا ہے لیکن نامراد شبراتی صاحب نے بھی دوبارہ سر نہ اٹھایا تھا۔ مجبوراً وہ اجنبی ہلکا سا کھنکارا۔ نامراد شبراتی صاحب نے چونک کر دیکھا۔ ''اوہ! ارے..... آپ کھڑے کیوں ہیں..... بیٹھئے ناں''۔ یہ کہہ کر نامراد شبراتی صاحب دوبارہ مسودے میں گم ہوگئے۔ اجنبی نے ایک نظر اس آفس پر ڈالی اور چکرا گیا کمرے میں اسے ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی جس پر وہ بیٹھ سکے۔ صرف ایک ہی کرسی تھی جو اس اکلوتے میز کے دوسری طرف تھی اور اس پر نامراد شبراتی صاحب خود براجمان تھے۔ اجنبی اپنی جگہ کھڑا اچنبھا تا رہا۔ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کیا کرے؟ اتنے میں شبراتی صاحب نے دوبارہ سر اٹھایا۔ ''آپ کھڑے کیوں ہیں، بیٹھ جائیے ناں''۔ ''لیکن یہاں تو کوئی کرسی مجھے دکھائی نہیں دے رہی''۔ اجنبی فوراً بولا۔ ''ارے میں بتانا بھول گیا، دو دکانیں چھوڑ کر تیسری جو درزیوں کی دکان ہے وہاں پر ایک سٹول فارغ پڑا رہتا ہے، میرا نام بول کر اٹھا لائیے''۔ یہ کہہ کر نامراد شبراتی صحب پھر مسودے میں گم ہوگئے۔ اجنبی کو ذرا تاؤ آیا لیکن فی الحال موقع ایسا نہ تھا وہ پلٹا اور ایک بار پھر ناک بند کر کے باہر آیا اور دو دکانیں چھوڑ کر ایک درزی کی دکان تھا اور وہ دو دکانیں ہی مچھلیوں کے ٹوکروں سے بھری پڑی تھیں۔ اجنبی اجازت لے کر وہ سٹول اٹھا لایا۔ نامراد شبراتی صاحب حسب معمول مسودے میں گم تھے۔ اجنبی سٹول رکھ کر بیٹھ گیا۔ سٹول رکھنے کی آواز سن کر وہ چونک اٹھے۔

''اوہ، تو آپ بیٹھ گئے''۔ نامراد شبراتی صاحب بولے۔ پھر قلم بند کر کے رکھ دیا اور کرسی پر ذرا ٹیک لگا کر

اطمینان سے بیٹھ گئے بلکہ لیٹ ہی گئے۔ ''آپ نے فون پر وقت لیا تھا؟'' اچانک نامراد شبراتی صاحب بولے۔ ''جی فون پر..... لیکن آپ کے یہاں فون کہاں؟'' میں نے پورا رسالہ دیکھ ڈالا لیکن مجھے کوئی نمبر نہیں ملا۔ اس لئے میں نے تو یہی خیال کیا کہ شاید یہاں فون ہیں ہے۔ اجنبی ذرا پریشان ہو کر کہا۔ ''فون تو واقعی نہیں ہے لیکن کیا آپ نے سات ماہ پہلے کا شمارہ دیکھا تھا؟'' ''جی نہیں، میں کوئی دو ماہ پہلے ہی آپ کے رسالے کا قاری بنا ہوں''۔ ''اوہ اچھا دراصل اس شمارے میں انہی درزیوں کا نمبر شائع کیا گیا تھا جن سے آپ سٹول لائے ہیں۔ وہاں جب فون آئے تو مجھے بلوا لیا جاتا ہے''۔ ''تو پھر آپ نے ہر ماہ وہ نمبر شائع کیوں نہیں کیا؟'' ''ایک بار ہی شائع کرنے پر وہ گلا پکڑنے آ گئے تھے..... دوبارہ کیسے شائع کرتا''۔ اجنبی صرف سر کھجا کر رہ گیا۔ نامراد شبراتی صاحب نے میز کی دراز میں سے ایک سگریٹ نکالا اور ہونٹوں میں دبا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تمام جیبوں کی تلاشی لینے کے بعد ایک جیب سے ماچس برآمد ہوئی اور وہ پھر بیٹھ گئے۔ سگریٹ سلگانے کے بعد خاصا طویل دھواں خارج کیا۔ سگریٹ پینے کا انداز بھی خوب تھا۔ مٹھی بند کر کے آخری انگلی میں سگریٹ دبا رکھا تھا اور کش کھینچنے کے لئے خاص زور لگانا پڑتا تھا۔ ''جی فرمائیے آپ کس سلسلے میں تشریف لائے ہیں؟'' ''جی میں دراصل ایک افسانہ لے کر آیا ہوں''۔ اجنبی نے بتایا۔ ''وہ کس لئے؟'' نامراد شبراتی صاحب چونکے۔ ''آپ کے پرچے منتظر کے لئے''۔ ''اچھا اچھا تو آپ ادیب ہیں..... منتظر تو ویسے بھی ادیبوں کا منتظر رہتا ہے''۔ نامراد شبراتی صاحب نے ایک طویل کش کھینچ کر کہا۔ دھوئیں کے اچھے خاصے مرغولے اجنبی کے چہرے کی طرف آئے۔ اجنبی نے منہ پھیر لیا۔ سگریٹ پینے کا یہ انداز اسے خاصا ناگوار گزرا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ بولا۔ ''اگر اجازت ہو تو کچھ پوچھ سکتا ہوں؟'' ''جی جی بالکل''۔ ''آپ نے پرچے کا نام منتظر کیوں رکھا''۔ ''بھئی واہ! بہت خوب، کیا عمدہ سوال کیا ہے''۔ نامراد شبراتی صاحب ہاتھ نچاتے ہوئے بولے اور سگریٹ کا عمل جو کہ کافی دیر سے کرنے کے لئے بے تاب تھا اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ اجنبی کے کپڑوں پر گر گیا۔ اجنبی نے ایک نظر نامراد شبراتی صاحب کو دیکھا اور پھر اپنے کپڑے جھاڑے۔ نامراد شبراتی صاحب اس وقوعے سے بے نیاز سگریٹ کے کش لگا رہے تھے۔ ''تو آپ نے بتایا نہیں''۔ چند لمحوں بعد اجنبی نے کہا۔ ''کیا پوچھا تھا آپ نے؟'' نامراد شبراتی صاحب چونکے۔ ''یہی کہ آپ کے پرچے کا نام منتظر کیوں ہے''۔ ''اوہ ہاں، دراصل ابتدا میں تو خود ہمیں بھی یہ نام کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ کسی اور نام سے ڈکلیریشن مل نہیں رہا تھا۔ مجبوراً یہی نام تجویز کیا گیا۔ بعد میں یہ نام پرچے کے مزاج کے مطابق ثابت ہوا''۔ ''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا''۔ ''دراصل پوری مارکیٹ میں واحد ہمارا ہی پرچہ ہے جس کے لوگ منتظر رہتے ہیں''۔ ''اچھا تو منتظر اس قدر مقبول ہے۔ یہ تو میں بھی کہوں گا کہ آپ کا پرچہ بہت عمدہ ہے''۔ اجنبی بولا۔ ''وہ بات بھی ہے لیکن اصل بات کچھ اور ہے''۔ نامراد شبراتی صاحب نے کہا۔ ''وہ کیا؟'' ''دراصل منتظر ہر ماہ تاخیر سے مارکیٹ میں آتا ہے۔ کبھی پانچ روز کبھی دس روز اور کبھی کبھی پندرہ روز بھی لگ جاتے ہیں''۔ نامراد شبراتی صاحب نے قدرے جھینپتے ہوئے کہا۔ اجنبی کی سمجھ میں نہ آیا کہ اب وہ کیا کہے۔ اس نے ایک نظر آفس پر ڈالی، اسے یوں لگا جیسے کسی پرانے کباڑیے کی دکان پر آ گیا ہو۔ چھت کے کونوں پر مکڑیوں کے جالے لٹک رہے تھے۔ دیوار کا پلستر جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا اور رنگ تو نجانے کس زمانے میں ہوا ہوگا اب تو بس کہیں کہیں رنگ کے صرف آثار ہی نظر آ رہے تھے۔ نامراد شبراتی صاحب خاموش بیٹھے تھے۔ اجنبی نے گفتگو آگے بڑھانے کی غرض سے کہا۔ ''آپ کا باقی عملہ کہاں ہے؟'' ''کیسا عملہ؟'' نامراد شبراتی صاحب نے سگریٹ کو تاک کر دروازے کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ ''جی میرا مطلب ہے کیا آپ یہاں اکیلے ہی ہوتے ہیں۔ ''نہیں تو میرے علاوہ ایک کاتب صاحب ہیں چار بجے تک میرے ساتھ ہی ہوتے ہیں اس کے بعد وہ ایک اور کام کرتے ہیں''۔ ''جی وہ کیا؟'' ''آج کل الیکشن کا سزین ہے..... اس سیزن میں انہیں دیواروں پر لکھنے کا اچھا خاصا کام مل جاتا ہے۔ آپ کے آنے سے قبل وہ اسی کام پر گئے ہیں''۔ اجنبی نے اپنا سر کھجایا پھر چند لمحوں بعد دوبارہ بولا۔ ''میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں ایک افسانہ لے کر آیا ہوں''۔ ''جی میں نے سنا تھا بالکل سنا تھا..... لیکن وہ افسانہ ہے کہاں؟'' اجنبی نے فائل ان کی طرف بڑھائی۔ نامراد شبراتی صاحب نے ہاتھ اٹھا دیا۔ ''دکھائیے مت پہلے سنا دیجئے، اچھا لگا تو رکھ لوں گا''۔ اجنبی نے فائل واپس کھینچ لی۔ چند لمحے پس و پیش میں پڑا رہا۔ پھر فائل کھول کر بولا۔ ''یہ افسانہ ایک ایسے عفریت سے متعلق ہے جو.....'' ''دیکھئے محترم ہمارا پرچہ کوئی ایسا ویسا نہیں ہے''۔ نامراد شبراتی صاحب اس کی بات کاٹ کر بولے۔ ''لیکن یہ تو ایک افسانہ ہے جس کی کہانی ایک عفریت کے متعلق بیان کی گئی

ہے"۔ "عفریت کی کہانی ہے تو یقیناً اس میں سیاسی باتیں بھی ہوں گی وہاں کوئی کام کی چیز بھلا کہاں بکتی ہے"۔ "اوہ، خدمت سے یاد آیا میں نے آپ کی کوئی خدمت نہیں کی"۔ "آپ چائے تو پئیں گے ناں؟" "جی نہیں بہت شکریہ!" "ارے ایسے کیسے ہوسکتا ہے، آپ کو لائے تو پینی ہی پڑے گی۔ بس تھوڑی سی زحمت ہوگی آپ کو، یہاں نکڑ پر ایک چائے کی دُکان ہے آپ کو بس وہاں تک جانا ہوگا"۔ وہاں ایک خان صاحب چائے بناتے ہیں آپ ان سے میرا نام لے کر دو چائے کے لئے کہہ دیں۔ جانا تو مجھے خود چاہئے لیکن وہ دراصل اس کا حساب کافی بن گیا ہے۔ اگر خود گیا تو پیسوں کا مطالبہ کرے گا کمبخت اس کی وجہ سے روزانہ رستہ بدل کر کافی لمبا چکر کاٹ کے آنا پڑتا ہے"۔ شبراتی صاحب نے مجبوری بیان کی۔ "بہت شکریہ جناب! مجھے ویسے بھی چائے کی کوئی طلب نہیں"۔ اجنبی نے فوراً کہا۔ "تو آپ اپنا افسانہ بیان کیجئے"۔ اس بار نامراد شبراتی صاحب نے ٹانگ رکھ لی۔ اجنبی نے دیکھا کہ نامراد شبراتی صاحب کی مٹھیاں بھی طویل تھیں۔ آپ سننے کے لئے تیار ہی نہیں کیونکہ یہ ایک سیاستدان کی کہانی ہے"۔ "ہاں وہ تو ہے لیکن آپ پہلی مرتبہ آئے ہیں کچھ لحاظ رکھنا ہی ہوگا۔ چلئے سنا دیجئے، بعد میں فیصلہ ہو جائے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے گویا حاتم کی قبر پر لات ماری تھی۔ اجنبی نے کہنا شروع کیا۔ دونوں کاریں بلا کی رفتار سے دوڑی چلی جا رہی تھیں"۔ "محترم بیچ میں سے نہیں ابتدا سے کیجئے۔ اس طرح بھلا میں کیا سمجھ پاؤں گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے ٹوکا۔ "ہیں سے شروعات ہے..... آپ ذرا سنبھلے"۔ اجنبی نے برا سا منہ بنایا۔ "اوہ اچھا، پھر ٹھیک ہے۔ میں سمجھا تھا کہ آپ شاید بھول گئے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے زبان نکالے۔ "دونوں کاروں کا فاصلہ کسی طرح بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔ پچھلی کار کی بھرپور کوشش تھی کہ اگلی کار کو اوورٹیک کر جائے"۔ "دیکھئے محترم افسانہ عفریت سے متعلق ہے اور آپ گاڑیوں کی ریس کو گھسیڑ لائے۔ آپ کو علم ہونا چاہئے کہ عفریت گاڑیوں میں نہیں دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ اسے کاٹ کر ٹرکوں کا ذکر کر دیجئے۔ اجنبی قدرے اکتا گیا۔ "آپ خواہ مخواہ پریشان گئے، چلئے کہانی آگے بڑھائیے، اب میں پہلے کہانی سنوں گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے کرسی کی پشت سے ٹانگ کر آنکھیں موند لیں۔ سڑک پر خاصا رش تھا دونوں طرف کی گاڑیوں کو..... اجنبی نے کہانی آگے بڑھائی۔ اس بار شبراتی صاحب خلاف توقع تو اتنی خاموش رہے ان کی خاموشی نے اجنبی کا حوصلہ بڑھا دیا اور وہ جوش و خروش سے افسانہ سناتا رہا۔ شبراتی صاحب کی آنکھیں مسلسل بند تھیں اور سر کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ نہایت اہتمام سے افسانہ سن رہے تھے۔

کچھ دیر اجنبی افسانہ ختم کر چکا تھا۔ نامراد شبراتی صاحب بدستور کرسی کی پشت سے سر ٹکائے پڑے رہے۔ افسانہ ختم ہونے پر بھی کچھ نہ بولے۔ اجنبی نے خیال کیا کہ شاید وہ اس کے افسانے پر غور و فکر کر رہے ہیں لیکن جب کافی دیر گزرنے پر بھی نامراد شبراتی صاحب کا گیان ختم نہ ہوا تو وہ بول پڑا۔ "آپ نے کچھ کہا نہیں"۔ شبراتی صاحب خاموش رہے۔ اجنبی نے ذرا آگے جھک کر نامراد شبراتی صاحب کو جھنجھوڑا۔ "ہوں کیا ہوا؟" نامراد شبراتی صاحب نے جمائیاں لیتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ "آپ سو رہے تھے؟" اجنبی چونک اٹھا۔ "ہوں وہ ہاں..... دراصل اونگھ آ گئی تھی..... خیر چھوڑیئے جانے دیجئے..... ہاں تو آپ کیا کہہ رہے تھے؟ غالباً کچھ گھوڑوں میرا مطلب ہے گاڑیوں کا قصہ تھا"۔ "میں پچھلے بیس منٹ سے لگاتار افسانہ پڑھ کر سنا رہا ہوں اور آپ سوتے رہے آپ نے تو کچھ سنا ہی نہیں"۔ اجنبی کو خاصا تاؤ آ رہا تھا۔ "دیکھئے محترم آپ تو ناراض ہونے لگے۔ چلئے ایسا کیجئے ذرا پھر سے افسانہ دہرا دیجئے۔ وعدہ اس بار ضرور سنوں گا"۔ نامراد شبراتی صاحب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ "معافی چاہتا ہوں ہوں جناب اب مجھ میں افسانہ دہرانے کی سکت نہیں ہے"۔ "چلئے کوئی بات نہیں آپ اپنا افسانہ چھوڑ جایئے میں ضرور اسے دیکھ لوں گا۔ اگر معیاری ہوا تو منتظر کے کسی اگلے شمارے میں جگہ بھی دے دوں گا"۔

اجنبی نے افسانہ نامراد شبراتی صاحب کی طرف بڑھا دیا۔ نامراد شبراتی صاحب نے اوراق لے کر ایک طرف رکھ دیئے اور ایک بار پھر میز پر رکھے ہوئے کسی مسودے میں گم ہو کر اجنبی کی طرف سے بے خبر ہو گئے۔

اجنبی نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ پانچ بجنے کے قریب تھے اس نے سوچا کہ اب چلنا چاہئے۔ نامراد شبراتی صاحب تو دوبارہ مصروف ہو چکے تھے رکنے کا اب کوئی جواز باقی نہ تھا۔

"جی میں اب اجازت چاہوں گا"۔ اجنبی نے کہا۔ "کس بات کی؟" نامراد شبراتی صاحب نے سر اٹھایا۔ "رخصتی کی..... اب مزید رکنے کی تو کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ اجنبی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اجی چلے جایئے کا محترم..... اس قدر جلدی بھی کیا ہے کیا کسی کو وقت دے رکھا ہے"۔

نامراد شبراتی صاحب ایک بار پھر کرسی کی پشت سے ٹکے۔ "میں سمجھا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔ اجنبی نے الجھن آمیز لہجے میں کہا۔ "اس میں نہ سمجھ میں آنے والی کون سی بات ہے..... ماشاء اللہ نوجوان ہیں..... پرشباب ہیں..... کہیں تو ٹانکا بیڑا رکھا ہوگا"۔ "جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں"۔ اجنبی نے فوراً کہا۔ "تو گویا آپ بے روزگار ہیں"۔ نامراد شبراتی صاحب نے دیدے گھمائے۔ "جی یہ اندازہ آپ نے کیسے لگایا؟" اجنبی چونک اٹھا۔ "بھائی سیدھی سی بات ہے..... آخر ایسے ہی تو منتظر کے مدیر نہیں..... بیروزگار آدمی ایسے معاملات سے دور بھاگتا ہے..... کیونکہ خالی جیب تو ملاقات کا اہتمام ہو نہیں سکتا..... گاڑی میں گھمانا پڑتا ہے..... ہوٹلوں کے بل بھرنے پڑتے ہیں..... کبھی کبھی تو ڈاکٹر کا بل بھی بھرنا پڑ جاتا ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے ایک نئی ہی کہی۔ "ڈاکٹر کا بل..... پر وہ کیوں؟" اجنبی پھر چونکا۔ "کبھی کبھی دوشیزہ کے اہل خانہ کو خبر ہو جائے تو جوتے بھی پڑ جاتے ہیں..... مرہم پٹی کی نوبت آ جاتی ہے"۔ اجنبی کا دل چاہا کہ اپنا سر پھوڑے لیکن فی الحال یہ ممکن نہ تھا ورنہ واقعی مرہم پٹی کی نوبت آ جاتی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "میرے خیال میں اب مجھے چلنا چاہئے..... اپنے افسانے کے سلسلے میں آپ سے پھر کبھی رابطہ کروں گا"۔ "اجی آپ کیا ہم خود آپ سے رابطہ کریں گے..... بس ذرا یہ معلوم ہو جائے افسانہ کتنے صفحات پر چھپے گا"۔ "جی کیا مطلب؟" اجنبی نے حیرت سے کہا۔ "ہمارے پرچے میں ہر صفحے کا ریٹ مقرر ہے..... فی صفحہ پچاس روپے..... اگر آپ کی کہانی دس صفحوں پر چھپی تو اس حساب سے پانچ سو روپے بنیں گے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے وضاحت کی۔ "جی شکریہ..... مجھے معاوضے کی کوئی طلب نہیں۔ آپ بس یہ افسانہ شائع کر دیں"۔ اجنبی کے چہرے پر پہلی مرتبہ مسرت کی لہریں نظر آئیں۔ "محترم آپ غلط سمجھ رہے ہیں..... میرا یہ مطلب نہیں تھا؟" "تو پھر آپ کا کیا مطلب تھا؟" "یہ معاوضہ ہم آپ کو ادا نہیں کریں گے بلکہ آپ ہمیں ادا کریں گے"۔ "کیا یہ کیا بات ہوئی..... میں بھلا آپ کو پیسے کیوں دوں گا؟" اجنبی پھر حیرت زدہ ہو گیا۔ "تو پھر آپ کیا سمجھتے ہیں کہ کسی پرچے میں چھپنا بہت آسان ہے۔ سو سو کے بکھیڑے ہیں..... ہمارا پرچہ اتنا نامی گرامی نہیں کہ دوسروں کی تحاریر پر معاوضہ ادا کرے..... یہ تو نامی گرامی پرچے والوں کو پھبتا ہے ہم تو اپنا کام یونہی چلاتے ہیں۔ جو ادیب بننا چاہتا ہے اس کے کام آتے ہیں اور پھر وہ ہمارے کام آتا ہے"۔ نامراد شبراتی صاحب نے بتایا۔

"لیکن یہ تو سراسر غلط ہے، اس طرح تو نہیں ہوتا، ادیب کوئی بھی ہو اگلی تحریری معیاری ہونے پر شائع ہوتی ہے اور اس کا معاوضہ بھی ادا کیا جاتا ہے۔ یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے"۔ اجنبی برہم ہو گیا۔ "ارے آپ تو ناراض ہو گئے، آپ ابھی ناراض ہونے کا حق نہیں رکھتے کیونکہ آپ کوئی معروف ادیب تو ہیں نہیں، ایسں لئے تو ہم کسی معروف ادیب کی تحریر نہیں لگاتے کیونکہ وہ منہ پھاڑ کر معاوضہ طلب کرتے ہیں۔ ہم نے جو طریقہ نکالا ہے اس سے کئی نئے ادیب متعارف ہوئے ہیں اور ان کے ہی سبب ہمارا پرچہ ابھی تک چل رہا ہے، ورنہ ہم تو کب کے فارغ ہو چکے ہوتے"۔ اجنبی چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر اس نے کہا۔ "براہ کرم آپ میرا افسانہ واپس کر دیجئے"۔ یہ سن کر نامراد شبراتی صاحب بوکھلا اٹھے بھلا ہاتھ آئی مرغی کو اس قدر آسانی سے رخصت کیسے کر دیتے جھٹ بولے۔ "ارے آپ تو خفا ہو گئے محترم، ذرا بیٹھئے بات تو کیجئے"۔ "اب کون سی بات رہ گئی ہے؟" نامراد شبراتی صاحب آپ نے تو ادب کی تاریخی ہی بدل ڈالی ہے"۔ اجنبی واقعی برا مان چکا تھا۔ "آپ کھڑے کیوں ہیں بیٹھئے تو سہی بات کرتے ہیں نا"۔ اجنبی پھر سے بیٹھ گیا۔ نامراد شبراتی صاحب نے بات آگے بڑھائی۔ "دیکھئے محترم تاریخیں تو روز ہی بدلتی ہیں اگر ہم نے بھی کچھ بدل ڈالا تو یہ خفا ہونے والی بات نہیں منتظر آج تک اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکا لیکن ہم ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ ذرا غور سے دیکھئے۔ پورے پرچے میں آپ کو ایک بھی اشتہار نہیں ملے گا اور آپ نہیں جانتے کہ کوئی بھی پرچہ بنا اشتہارات کے زندہ رہ ہی نہیں سکتا، لہٰذا کوئی تو صورت نکالنا ہی تھی سو ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ اس میں بھی آپ ہی کا فائدہ ہے آپ کی تحریر بھی لگ جائے گی اور آپ مشہور بھی ہو جائیں گے"۔ نامراد شبراتی صاحب مسلسل دانہ ڈالتے رہے۔ "اور بھی بہت سے پرچے ہیں ان میں اشتہارات بھی لگتے ہیں میرا "خاندان" میں بھی افسانہ شائع ہو سکتا ہے آپ براہ کرم میرا افسانہ واپس کر دیجئے"۔ اجنبی اڑ گیا۔ "اب میرے پاس صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے، اب انکار مت کیجئے گا"۔ نامراد شبراتی صاحب گویا رونے والے تھے۔ "وہ بھی بتا دیجئے"۔ اجنبی نے لاپرواہی سے کہا۔ "دوسروں کے لئے ریٹ فی صفحہ پچاس روپے ہے، آپ چالیس دے دیجئے گا کام بن جائے گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے آنکھ دبا کر کہا۔ اجنبی تلملا گیا، شبراتی صاحب نجانے کہاں سے آمد بنے تھے۔ وہ پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ "جی

نہیں شکریہ آپ براہ کرم میرا افسانہ لوٹا دیجئے"۔ نامراد شبراتی صاحب کو یقین کرنا پڑا کہ یہ مرغا نہیں پھنسے گا۔ چار و نا چار افسانہ نکال کر اسے واپس تھما دیا۔ "جیسے آپ کی مرضی لیکن میں مایوس نہیں ہوں گا۔ منتظر ہمیشہ آپ کا منتظر رہے گا"۔ نامراد شبراتی صاحب نے الوداعی کلمات کہے۔ "اور یہ منتظر ہمیشہ منتظر ہی رہے گا"۔

یہ کہہ کر اجنبی پلٹ گیا۔ دفتر کے دروازے سے باہر جاتے وقت اسے ایک بار پھر اپنا ناک بند کرنا پڑا تھا۔

موت کی وادی

تحریر: ذیشان- خانپور ہزارہ

سب سے پہلے اپنا اور دوستوں کا تعارف کرواتا چلوں۔ میرا نام اسد ہے اور میرے دوستوں کا نام بلال، سہیل، ارشد، زبیر اور عثمان ہے۔ اب آتے ہیں کہانی کی طرف۔

سردیوں کے دن تھے، شدید ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے اور تقریباً شام کے چار بجے کا وقت تھا، میں اور چاروں دوست جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہے تھے، گاؤں سے نکل تک کا راستہ تقریباً ایک گھنٹے کا تھا۔ جب ہم جنگل میں پہنچے تو شام کے پانچ بج چکے تھے۔ میں نے کہا۔ دوستو! روزانہ یہاں سے لکڑیاں لے کر جاتے ہیں۔ آج تھوڑا آگے جاتے ہیں۔ عثمان بولا۔ نہیں یار شام کا وقت ہے اور آگے جنگل بہت گہرا ہے اور آگے جنگل موت کی وادی سے مشہور ہے اور اس کے بارے میں عجیب و غریب باتیں مشہور ہیں۔ کہیں ایسے نہ ہو کسی مصیبت میں پھنس جائیں۔ میں نے کہا۔ کچھ نہیں ہوتا یار یہ سب پرانی باتیں ہیں۔ بلال بولا۔ اسد یار میں اور آگے نہیں جاؤں گا۔ اگر میں نے جن، بھوت دیکھ لیا۔ تو میں خوف سے ہی مر جاؤں گا۔ اتنی جلدی تو مرنے والا نہیں ہے۔ اگر تم لوگوں نے جانا ہے تو آ جاؤ ورنہ میں تو جا رہا ہوں۔ سب دوستوں نے مجھے بہت روکا۔ لیکن میں نے کسی کی ایک نہ سنی اور چل پڑا۔ آسمان پر ہلکے بادل اب گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ جب میں گہرے جنگل یعنی موت کی وادی میں پہنچا تو بارش لگ گئی۔ تو میں ایک بڑے سے پتھر کے نیچے بیٹھ گیا۔ بارش کی رفتار تیز ہونے لگی۔ آسمانی بجلی کڑکنے لگی۔ اب میں یہ سوچ رہا تھا کہ میں نے اکیلے آ کر بہت بڑی غلطی کی ہے۔ اب مجھے بھی ڈر لگنے لگا تھا۔ پتھر کے نیچے بیٹھے ہوئے تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ اچانک کسی کے قدموں کی آواز آئی۔ میں نے اس کو اپنا وہم سمجھا کیونکہ اس وقت جنگل میں کسی کا کیا کام ہو سکتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد بارش رک گئی۔ بارش ختم ہوتے ہی میں باہر آ گیا۔ ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہر طرف بڑے بڑے درختوں کے جھنڈ تھے۔ جنگل میں خود کو اکیلا محسوس کر کے ایک انجانا سا خوف مجھ پر طاری ہو گی۔ اچانک مجھے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز آئی۔ جیسے ہی میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو میرا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے اٹک گیا۔ مجھ سے دس بارہ قدموں کے فاصلے پر ایک بندر نما عفریت کھڑا تھا جس کا قد تقریباً دس فٹ تک تھا۔ سرخ رنگ کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، سرخ رنگ کی زبان ایک فٹ تک باہر نکلی ہوئی تھی۔ دو بڑے بڑے خنجر نما دانت منہ سے باہر نظر آ رہے تھے۔ ہاتھوں کے ناخن اس طرح تھے جیسے ہاتھوں میں چاقو پکڑے ہوئے ہو۔ پورا جسم سیاہ بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اچانک افریت کو دیکھ کر میرا پورا جسم سن ہو گیا۔ عفریب آہستہ آہستہ میری طرف بڑھنے لگا۔ یہ دیکھ کر میرے ہاتھوں سے کلہاڑی نیچے گر گئی۔ کلہاڑی سیدھی میرے پاؤں پر آ کر لگی۔ کلہاڑی لگتے ہی مجھے شدید درد کا احساس ہوا اور مجھے ہوش آئی کہ یہاں کھڑے کھڑے موت کو گلے لگانے سے بہتر ہے کہ یہاں سے بھاگ کر اپنی جان بچائی جائے۔ پس جہاں راستہ نظر آیا، وہاں بھاگ پڑے۔ میں آگے آگے بھاگ رہا تھا اور مجھے پیچھے قدموں کی آواز آ رہی تھی۔ جس کا مطلب تھا وہ میرے پیچھے آ رہا ہے، میں بھاگتے بھاگتے تھک چکا تھا۔ سخت سردی کے باوجود میرا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا لیکن میں نے ہمت نہ ہاری بھاگتا رہا۔ اچانک ٹھوکر لگنے سے میں گر گیا۔ گرنے سے مجھ کو شدید چوٹ آئی۔ مگر موت کے خوف سے میں جلدی کھڑا ہو گیا۔ اتنی دیر میں افریب میرے قریب آ چکا تھا۔ اب تو موت مجھ کو آنکھوں کے سامنے نظر آ رہی تھی لیکن خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ میری طرف بڑھتے بڑھتے اچانک رک گیا اور اپنے اردگرد دیکھنے لگا جیسے ہو کسی اور کو محسوس کر رہا ہو۔ ایک طرف سے سانپوں کی پھنکار سنائی دی۔ سانپوں کی پھنکار میں آہستہ آہستہ اضافہ ہونے لگا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے بہت سے سانپ مل کر چیخ رہے ہوں۔ میں نے اردگرد دیکھا تو یہ آوازیں ایک درخت سے آ رہی تھیں۔ عفریب اس درخت کو بڑے غصے سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک پھنکار کی آوازیں بند ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد درخت سے ایک بہت بڑا اژدھا باہر آیا۔ اتنا بڑا سانپ میں نے زندگی

میں پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ کوئی کمزور دل انسان اس کو دیکھ لیتا تو خوف سے ہی مر جاتا۔ اتنا موٹا تھا کہ انسان کو پورا ہی نگل جاتا۔ اژدھا کے منہ سے انسانی آواز نکلی تو میرے علاقے سے شکار لے کر نہیں جا سکتا۔ تیرے حق میں یہی بہتر ہے کلمہ تو یہاں سے چلا جا۔ عفریت بھی انسانی آواز میں غرایا۔ شکار تو میں لے کر ہی جاؤں گا۔ تیرے حق میں بھی یہی بہتر ہے کہ تو میرے راستے میں مت آ۔ ورنہ میں یہ بھول جاؤں گا۔ کہ تو سانپوں کا بادشاہ ہے تو اس طرح نہیں مانے گا۔ اب مرنے کے لے تیار ہو جا۔ ہاہاہا۔ اژدھا یہ تمہاری بھول ہے، میں نہیں بلکہ تو مرنے کے لئے تیار ہو۔ عفریت نے منہ میں کچھ بڑبڑایا اور اژدھا کی طرف پھونک ماری۔ تو عفریت کے منہ سے آگ کے گھوٹ نکل کر اژدھا کی طف گئے لیکن آگ کے گھولے اژدھا تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہو گئے۔ اژدھا کی آنکھوں سے نیلے رنگ کی روشنی افریت کی طرف نکلی۔ عفریت پہلے سے حملے کے لئے تیار تھا۔ اس لئے وہ چھلانگ لگا کر ایک طرف ہو گیا۔ روشنی سیدھی جا کر درخت سے ٹکرائی۔ درخت سے ٹکراتے ہی پورے درخت کو آگ لگ گئی۔ دونوں ایک دوسرے پر حملے کر رہے تھے۔ اس لئے دونوں کی توجہ مجھ پر نہیں تھی میرے لئے یہی موقع غنیمت تھا اس لئے میں دونوں کی نظروں سے بچ کر بھاگ پڑا۔ دونوں کے غرانے کی آوازیں مجھ کو آ رہی تھیں۔ بھاگتے بھاگتے میں اُن سے کافی دور نکل گیا۔ اُن کی آوازیں آنا بھی بند ہو گئی۔ میں سانس درست کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بیٹھے رہنے کے بعد جب میری سانس درست ہوئی۔ تو میں نے دیکھا کہ میں ایک بلند چوٹی پر تھا اور سامنے گہری کھائیاں تھی اور پیچھے گھنا جنگل تھا، جس میں خوفناک درندوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں، پیچھے موت کی وادی تھی اور سامنے گہری کھائیاں تھیں اس لئے میں وہاں پر ہی بیٹھ گی۔ مجھ کو بیٹھے ہوئے آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت گزر گیا ہر طرف اندھیرا چھا چکا تھا۔ اچانک جنگل سے ایک بلند چیخ کی آواز آئی اور ساتھ ہی پورے جنگل میں خاموشی چھا گئی۔ خوف تو پہلے ہی مجھ پر طاری تھا۔ اب تو میرا پورا جسم بھی کانپنے لگا تھا۔ اچانک میرے سامنے ایک بدنما چڑیل ظاہر ہوئی۔ مجھ کو دیکھتے ہی چڑیل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ چڑیل کو دیکھتے ہی میرا اور بھی برا حال ہو گی۔ چڑیل بولی۔ یہ موت کی وادی ہے۔ یہاں جگہ جگہ موت کے جال بچھے ہوئے ہیں تو اُن دونوں سے بچ گیا ہے مگر مجھ سے نہیں بچ سکتا۔ ہاہاہا قہقہہ لگانے لگی

چڑیل میری طرف بڑھنے لگی۔ میں کچھ سوچے سمجھے بغیر بھاگ پڑا۔ میں یہ بات بھول گیا تھا کہ سامنے کھائی ہے۔ نیچے گرتے ہی میرے منہ سے دلخراش چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی میرے دماغ میں اندھیرا چھا گیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ کتنی دیر بے ہوش رہ۔ جب ہوش آئی تو خود کو ہسپتال میں پایا اور میری ماں میرے پاس قرآن مجید کی تلاوت کر رہی تھی۔ میرا پورا جسم پٹیوں سے بندھا ہوا تھا۔ مجھ کو ہوش میں دیکھ کر ماں اتنی خوش ہوئی اور شکرانے کے نفل ادا کرنے چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے دوست بھی آ گئے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ مجھ کو کون اٹھا کر یہاں لایا اور میں کیسے بچ گیا۔ تو انہوں نے بتایا کہ ہم لکڑیاں کر پانی پینے جب چشمے پر گئے تو ہم نے چیخ کی آواز سنی۔ تھوڑی دیر کے بعد بڑ کے درخت پر کوئی چیز آ کر گری۔ پہلے تو ہم سب ڈر گئے غور سے دیکھنے پر پتا چلا کہ یہ تو کسی کی لاش ہے۔ تو ہم نے جب اتار کر دیکھا تو تم نے تھے پھر انہوں نے پوچھا کہ تم اتنی گہری کھائی میں کیسے گر گئے تو میں نے اُن کو اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ سنایا۔

غزل

تیری چاہت میں گزرتی ہر شام تھی
میرے دل سے نکلی ہوئی ہر دعا تیرے نام تھی
اک مجھ کو الزام نہ دو بے وفائی کا
میرے ہاتھوں کی لکیروں میں وفا عام تھی
قدر پوچھو اس سے جو کرتے ہیں محبت کی پوجا صرف
تیرے شہر میں محبت میری بدنام تھی
اپنی جان کا نذرانہ کیسے کرتا پیش تجھ کو
تیری عشق میں ہر سانس جو میری نیلام تھی
کیسے چھوڑ دیتا تنہا زندگی کے سفر میں صابر
تیرے بغیر تو میری زندگی گمنام تھی

(وسیم سلطان صابر، خٹک کرک)

آخری پیغام A کے نام

غزلیں و نظمیں

غزل

اپنے ہاتھوں سے یوں چہرے کو چھپاتے کیوں ہو
مجھ سے شرماتے ہو تو سامنے آتے کیوں ہو
تم کبھی میری طرح کر لو بھی اقرار وفا
پیار کرتے ہو تو پھر پیار چھپاتے کیوں ہو
اشک آنکھوں میں میری دیکھ کر روتے کیوں ہو
دل بھر آتا ہے تو پھر دل کو دکھاتے کیوں ہو
ان سے وابستہ ہے جب میرا مقدر پھر تم
میرے شانوں سے یہ زلف اپنی ہٹاتے کیوں ہو
روز مر مر کے مجھے جینے کو کہتے کیوں ہو
ملنے آتے ہو تو پھر لوٹ کے جاتے کیوں ہو

عثمان چوہدری۔ ڈڈیال

غزل

وقت کیوں ضائع کروں روز آنے جانے میں
سوچتا ہوں کہ میں رہ لوں شراب خانے میں
بھر دے نیت مجھے تو اتنی پلا دے ساقی
نہ کمی آئے گی کوئی بھی تیرے خزانے میں
دیکھ کر مست نگاہوں کو نتیجہ اس
مجھوڑ دیتے رکھا ہے کیا جام کے ٹکرانے میں
بعد پینے کے جو مدہوش ہوا تو جانا
اس نے جھانکا تھا بڑے پیار سے پیمانے میں
ان کی نظروں سے ملی نظریں تو محسوس کیا
عمر جاجا کے گنوائی یونہی میخانے میں

قادر یار۔ ڈڈیال

غزل

ہم تیری محفل میں آئے کتنے تنہا ہو گئے
ہو گئیں جب بند آنکھیں تب بنیا ہو گئے
بے وفائی کا فسانہ سن تو بیٹھے تھے مگر
دیکھنے کی آرزو تھی تجھ پہ شہدا ہو گئے
ہم یہاں آئے تھے کیوں یہ جستجو تھی آپ کی
کون کہتا ہے کہ ہم بیزار دنیا سے ہو گئے
زندگی کیا راز ہے، یہ سوز کیا ہے، ہے درد کیا
آپ کی نظر کرم سے ہم شناسا ہو گئے
ہم نے سمجھا در تیرا جس در پہ نظریں جم گئیں
پر نہ نکلا جب تیرا وارد صحرا ہو گئے
ناسمجھ بیٹھا جدائی نہ تیرا لطف وصال
ہر گھڑی امید کی کرنیں ہیں سودا ہو گئے
حرج کیا جو حسن کی تعریف کرتی ہے زبان
ایک ہم ہیں نام تیرا لے کے رسوا ہو گئے
غیر تیرا وصل چاہئے ہم کو تیرے غم سے پیار
اس تمیز فکر پر ہم سب سے بالا ہو گئے
یوسف ارمانی اس کے روبرو آئے بڑی خواہش سے ہم
پر نظر اٹھتی نہیں یہ کیا تھے ہم کیا ہو گئے

یوسف خان ارمانی مروت۔

قسمت کا غم ہی تو غم نہیں
اور تازہ زخم ایجاد نہ کر
ملا جو پھول سے مجھے زخم یہ میرا مقدر تھا
مت پونچھ میرے آنسو مجھے شرمسار نہ کر

قادر یار۔ ڈڈیال

غزل

اے میرے خالق
میں کچھ نہیں چاہتی
مگر
سوائے اس کے کہ میری جو بات
میرا جو عمل
میرا جو سجدہ
تجھے پسند ہو
تو پھر میری وہی بات
میرا وہی عمل
میرا وہی سجدا
بس آخری ہو

میر حسین محمد۔ کونٹہ

تنہائی

تنہائی کے لمحوں میں کبھی یاد کر کے تو دیکھو اے دوست
آنکھوں سے تیری آنسو نہ چھلک آئیں تو کہنا
اپنوں سے بڑھ کر تجھے چاہا ہے اے دوست
ایسا چاہنے والا تجھے زندگی میں مل بھی جائے تو کہنا
مرتے وقت تو بھی کرتے ہیں یاد الٰہی
میرے لبوں پہ تیرا نام نہ آئے تو کہنا
قیامت کے دن بھی میرے دل کو چیر کر دیکھ لینا
میرے دل کے ہر ٹکڑے پہ تیری تصویر
نظر نہ آئے تو کہنا
روز محشر بھی میں تجھ سے دکھوں گا ملنے کی امید
پھر جانتے نہیں تم نعیم کو تو اس دن بھی کہنا

ایم نعیم شہزاد۔ سمندری

غزل

ایک پتھر سے پیار کیا تھا
دل نے جب اصرار کیا تھا
برسوں خاموشی سے چاہا
لیکن پھر اظہار کیا تھا
اس نے بڑی بے رحمی سے
چاہت کا اظہار کو موڑا تھا
میری وفا اور پیار ٹھکرا کے
سپنوں کو محلوں میں سلا کے
ہر شے سے انکار کیا تھا
دل ٹوٹا تو آنکھیں رو دیں
چین سکون اور نیند ہی خود
بے چینی سانول سے بولی پتھر تو آخر پتھر ہیں

مقبول سانول۔ فقیر والی

غزل

اے میرے دوست
خدا کرے کہ تجھ کو
ہر پل خوشی نصیب ہو
کوئی آنچ نہ آئے تجھ پر
اور غم کے سائے تجھ سے ہمیشہ دور ہوں
تو میں اپنے دل کو کھولوں
اور تیرے
سبھی دکھ کو اپنے اندر
سمیٹ لوں
اور تو سدا خوش رہے
آباد رہے
ہمیشہ مسکراتا رہے

ایم نعیم شہزاد۔ سمندری

نظم

نہ ہو بدنام پھر کیوں کر وطن میرا زمانے میں
لگے ہیں سب سیاستدان یہاں فتنے جگانے میں
میں وعدہ کر چکا ہوں ووٹ کا ایک اور صاحب سے
بڑی تاخیر کی ہے آپ نے دانہ چگانے میں
میرا ہمراز بھی شامل ہے اونچا سننے والوں میں
مجھے ہیں مشکلیں درپیش حال دل سنانے میں
نئے ممبر سے بہتر ہے پرانے کو ہی رہنے دو
نیا آتے ہی لگ جاتا ہے اپنا گھر بنانے میں
نیا جو حکمران آتا ہے پاکستان میں یارو
یہی کہتا ہے وہ ہم سے، نہیں کچھ بھی خزانے میں

قادر یار۔ ڈڈیال

نظم

کسے دا دل نہ دکھاویں اتھے عشق دے روی رہندے نیں
میں تیں کیندا ایہہ گل یار و لوگ سیانے کیندے نیں
عشق اولڑا روگ تے اس دا بھار نہ چاوے کوئی
زخم تے لگے ہور کسے نوں درد ونڈا اوے کوئی
ڈاہڈا بھیت اندر دا ایہدا بھیت نہ جانے کوئی
ست سمندروں ڈوہنگا پانی جا سکے تے جاوے کوئی
عشق بلھاں توں ہاسے چک دا ہنجوا کھیاں دے
حال وی کوئی نہ پچھ دا ایہدے آکھے لکیاں دے
عشق دا روگی کن پڑواوے اپنا آگ گواوے
عشق دا روگی ہس دا ہس دا سولی تے چڑھ جاوے

تصور حسین۔ گجرات

نظم

دل والے کھیے وچ تیری تصویر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی
پیار محبت باہجوں رب وی نہیں مل دا
دل والے باگے وچ پھل وی نہیں کھل دا
توں ہے جند جان میری توں ہے جاگیر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی
تیری زلف دا قیدی میں نہ پا زنجیر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی
ڈلھ ڈلھ پیندی تیرے روپ دی بہار نی
نخرے اٹھاواں تیرے لئے ہزار نی
رانجھا تیرے پیار وچ ہو گیا فقیر نی
رب دی سونہہ کڈی سوہنی میری تقدیر نی

عارف چودھری۔ نارووال

نعت

بے آسرا نہیں میں رحمت حضورؐ کی ہے
میرے لئے مبارک قامت حضورؐ کی ہے
اپنے پرائے سب نے صادق امین کہا ہے
دنیا میں اک مثالی سیرت حضورؐ کی ہے
ان کو جو پا لیا تو سمجھو خدا کو پایا
اللہ سے ملائی قربت حضورؐ کی ہے
شہرت ملی ہے اس کو عزت ملی ہے اس کو
دل میں بسائی جس نے الفت حضورؐ کی
دنیا کی فکر کوئی نہ آخرت کا کھٹکا
حاصل جسے بھی یارو شفقت حضورؐ کی ہے

غزل

کل چودھویں کی رات تھی شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے کچھ نے کہا چہرہ تیرا
ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی پوچھا گیا
ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے منظور تھا پردہ تیرا
اس شہر میں کس سے ملیں ہم سے تو چھوٹیں محفلیں
ہر شخص تیرا نام لے ہر شخص دیوانہ تیرا

ذیشان بلال۔ اٹک

غزل

میری تقدیر میں جلنا ہے تو جل جاؤں گا
تیرا وعدہ تو نہیں ہوں جو بدل جاؤں گا
سوز بجر دو میرے سینے میں غم الفت کا
میں کوئی موم نہیں ہوں جو پگھل جاؤں گا
درد کہتا ہے کہ گھبرا کے شب فرقت میں
آہ بن کر تیرے پہلو سے نکل جاؤں گا
مجھ کو سمجھاؤ نہ مہمان میں ایک دن خود ہی
ٹھوکریں کھا کے محبت میں سنبھل جاؤں گا۔

عثمان چوھدری۔ ڈڈیال

غزل

پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم نے بھگونے نہیں دیا
تنہائیاں تمہارا پتا پوچھتی رہیں
شب بھر تمہاری یاد نے سونے نہیں دیا
آنکھوں میں آکے بیٹھ گئی اشکوں کی نہر
پلکوں پہ کوئی خواب پرونے نہیں دیا
دل کو تمہارے نام کے آنسو عزیز تھے
دنیا کا کوئی درد سمونے نہیں دیا
قادر یوں اس کی یاد چلی ہاتھ تھام کے
میلے میں اس جہان کے کھونے نہیں دیا

قادر یار۔ ڈڈیال

غزل

ہر گھڑی دل تمہاری یاد کے حصار میں ہے
کیا خبر تھی کہ آج تک تمہارے پیار میں ہے
اپنے گھیرے میں لئے پھرتا ہوں یادیں تیری
تیری تصویر مقید دل بے قرار میں ہے
تو کسی اور کی ہوجائے گی آخر ایک دن
تو بھی کچھ کچھ اعتبار میں ہے
تو کہے لاکھ تجھے مجھ سے محبت نہیں ہے
تیرا اثبات چھپا تیرے انکار میں ہے
تمہیں تو ہم سے محبت بھی نہیں ہے شاید
نجانے کیوں ہر دل تمہارے اختیار میں ہے

عثمان چوھدری۔ ڈڈیال

غزل

دامن پاکیزہ کو داغدار نہ کر
ہر کسی کی ہستی کا اعتبار نہ کر
اے عشق ہمیں برباد نہ کر
ہم بھولے ہوئے تھے یاد نہ کر
پہلے ہی بہت ناشاد ہیں ہم

سامنے تم صنم کو بٹھا کر پیو
اور نظر سے نظر ملا کر پیو
جب چھلکتے ہیں جام لے کر دلبر کا نام
تو رنگین ہوتی ہے اور شام
جب جوانی پے ہو مئے کشی کا یہ دور
مزا عاشقی کا آتا ہے اور
اور اس دور میں سب بھلا کر پیو
جب پیو گے کبھی جیے کہتے ہم
تو مٹ جائیں گے سارے درد اور غم
جب بہک جائیں گے حد سے زیادہ قدم
تو سنبھالے گا تم کو تمہارا صنم
ڈر ہے کس بات کا سر اٹھا کر پیو
لیکن ساگر کی طرح بجھی نہ پیو

رانا انس اکرام ساگر۔ داکرہ وین پناہ

غزل

اپنے ہاتھوں سے کہیں میرا نام لکھ دینا
تم دعا مت مانگنا صرف دعا لکھ دینا
اس قدر زمانے نے کر دیا بدنام مجھ کو
زندہ رہوں تو جینے کی سزا لکھ دینا
میں روٹھے ہوئے یار کو مناؤں کیسے
روٹھنے والے یہ میری خطا لکھ دینا
جدا ہوا کہ تجھ سے جی لوں گا راشدہ
اپنی مخملی ہاتھوں سے اپنی اک ادا لکھ دینا
تو کہتی تھی کہ تیرے بن جی نہ سکوں گی
اکیلے کیسے جی رہے ہو ذرا لکھ دینا
کر کے دیوانہ مجھ کو جا رہی ہو کویں
کیسے تھی پیار کی ابتداء لکھ دینا
اگر تیری نظروں میں غلط ہے حاجی
تم اپنی طرف سے کوئی گلہ لکھ دینا

حاجی غلام حسین۔ ملتان

ایس کے نام

میں چلا جاؤں تو مجھے صدا نہ دینا
دل سے مگر مجھ کو بھلا نہ دینا
تمہاری بے رخی سہہ نہ پائیں گے
دیکھنا محبت میں کبھی دغا نہ دینا
کیا ہوا جو تیز ہے آندھی غم کی
امید کا دیا مگر بجھا نہ دینا
ایسے ہی رسوا کرتے ہیں رازداں بن کر
حال دل کو کو بتا نہ دینا
ساتھ نہیں دینا تو پہلے بتا دینا
زہنا بن کر میرا مجھ کو محبت میں تم دھوکہ نہ دینا
اک آگ سی لگی ہے میرے دامن میں
اس کو تم کبھی بھی ہوا نہ دینا
تم سے بچھڑ کر مجھ کو نہیں جینا
جینے کی کمی ندیم کو دعا نہ دینا

این ایس۔ سنجھورو

تم رہو ہم سے دور تو ایک کام کر جانا
کچھ پل اپنے ہمارے نام کر جانا
گر آ جائے موت ہمیں تیرے آنے سے پہلے
تو آ کر میرے جنازے کا احترام کر جانا
میں ایک روز سو جاؤں گا سدا کیلئے
پھر مجھے بے وفا کہہ کر بدنام کر جانا
جب گزرو میری قبر سے نظریں نہ پھیرنہ
مہمان بن کے دعا سلام کر جانا

(وسیم سلطان صابر، خٹک کرک)

ہر سانس میں کانٹے اگتے ہیں جیسے
جب ٹوٹتے ہیں یہ خواب اپنے

نجف حسین۔ میرپور

غزل

پاگل ہے یا بادل ہے وہ
میرے لئے ایک انچل ہے وہ
غیروں میں اک سپنا ہے وہ
لگتا ہے پھول اپنا ہے وہ
میری خزاں میں بہار ہے وہ
میرے دل کا قرار ہے وہ
میرا دل اور میری جان ہے وہ
میرا پہلا اور آخری پیار ہے وہ
سوچوں کی مہکار ہے وہ
چوڑی کی چھنکار ہے وہ
میری نگاہوں کا قرار ہے وہ
میرے لئے سب کچھ ہے وہ

قیصر جمیل پروانہ۔ ماموکانجن

غزل

میرے وجود سے مجھ کو کسی نے چھینا ہے
بغیر روح کے پھر بھی ہمیں تو جینا ہے
تلاش زیست میں چلتا رہا تہی دامن
پھٹے گریباں کو ان وحشتوں نے سینا ہے
صدا بلند کروں امید کے سہارے پر
بھنور کے بیچ میں الجھا ہوا سفینہ ہے
کوئی بسائے اسے رونقیں بحال کرے
میرے وجود کا ویران یہ مدینہ ہے
کسب تمام ہے اب تو طلب ہے مزدوری
تمام جسم سے سوکھا ہوا پسینہ ہے
کیا ہے وقف تجھی پر تمام ہستی کو
یہی وفاؤں کا اول ترین زینہ ہے
ہمارے وصل کے لمحات ہیں تیرے ہاتھوں
تیرے ہی نام سے خلوت کا زہر پینا ہے
کہاں نصیب ہیں تیرے حسن کی سمتی ہے
یہی ہے میکدہ وساغر تمام منیا ہے
بڑے کمال سے رستے بدل لئے نادر
میرے رقیب کا کیا حسین قرینہ ہے

رانے غلام نبی نادر فردوسی

نظم

بے رخی

وہ ہوئے مجھ سے خفا
کیوں بے سبب
میں کہ!
اپنی آگ میں جلتا رہا
میں نے پوچھا
بے رخی یوں
مجھ سے کیوں
وہ کہ
کہتے تھے زباں سے
انتظار.....
بے رخی کا
میں نے جو
پوچھا سبب
پھر وہ بولے
بے رخی سے

"کیا کہا"

رانے نادر فردوسی۔ منچن آباد

پچھتاوا

کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا
دل میں غم کے پھول نہ کھلتے
ہونٹوں پر فریاد نہ ہوتی
تنہائی کے درد نہ ملتے
اپنی ہستی بار نہ ہوتی
مرنے کا ارمان نہ ہوتا
سانس بھی اک تلوار نہ ہوتی
کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا
آج اتنے مجبور نہ ہوتے
سب لوگوں سے الفت کرتے
اور خدا سے دور نہ ہوتے
کاش تمہیں دیکھا نہ ہوتا

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

غزل

دونوں کو آ سکیں نہ نبھانی محبتیں
اب پڑ رہی ہیں ہم کو بھلانی محبتیں
سب سر سبز فریب ہیں کیا انکا اعتبار
یہ پیار حسین عشق جوانی محبتیں
کن کن رفاقتوں کے دیئے واسطے مگر
اس کو نہ یاد آئیں پرانی محبتیں
گزری رتوں کے زخم ہی اب تک بھرے نہیں
پھر اور کیا کسی سے بڑھائی محبتیں
جانے وہ آج کون سے رستے سے آئے گھر
ہر موڑ ہر گلی میں بچھائی محبتیں
یادل کی حالت کا بیان سب کے سامنے
یا اپنے آپ سے بھی چھپائی محبتیں
نفرت کے واسطے کبھی فرصت نہیں ملی
ہے اپنی مختصر سی کہانی محبتیں

فیصل طیب۔ احمد پور سیال

غزل

چپکے چپکے رو کر دیکھو اشکوں کے منہ دھو کر دیکھو
پیار کرو تو غم ملے گا پیار کے بیج بو کر تو دیکھو
پیار میں ملتے ہیں کیسا کیسا سخت عذاب
تم ایک بار پیار کی شمع کو جلا کر تو دیکھو
خوشیاں ہو جائے گی سب تم سے رخصت ہونگے
تم ایک بار اپنی آنکھوں میں کسی کو سما کر تو دیکھو
نہ ملے گا کنارا تمہیں زندگی میں کبھی بھی
تم ایک بار عشق کے سمندر میں کشتی بڑھا کر تو دیکھو
اٹھ جائیں گا تمہارا یقین عشق محبت سے
تم ایک بار لیاقت کیطرح زخم کھا کر تو دیکھو

لیاقت علی خان، اٹک

انتظار

میں نے تیری چاہت میں کچھ پی رکھی ہے
میں بے وفا نہیں ہوں میں نے آج پی رکھی ہے
یہ جو میری آنکھوں پر نشہ سا چھایا ہے
یہ نشہ پیار کا ہے شراب کا نہیں جو پی رکھی ہے
میں سارے غم اس سے ہی مٹا دوں گا آج
تم میرے سامنے مت آنا میں نے کچھ پی رکھی ہے
مجھے کچھ ہوش نہیں تو کون تھی کون ہے
میرے سامنے اس ہی کا سایہ ہے جو پی رکھی ہے
شرابی نہیں ہوں میں میں تو تیرے پیار کا دیوانہ ہوں
اس کو پانے کے بعد ایک کوشش کی ہے کچھ پی رکھی ہے
میخانہ میرے گھر سے بہت دور ہے وہاں کون جائے
آج گھر کو ہی میخانہ بنایا ہے اور ذرا سی پی رکھی ہے
عابد تیرے آنے سے چند منٹ پہلے ہی یہ بوتل ٹوٹی ہے
ورنہ میں کہاں پینے والا تھا تیرے انتظار میں پی رکھی ہے

عابد علی جعفری۔ کندیاں

غزل

یہاں پر کوئی دل والا نہیں ہے
کسی سے دل مت یہاں پر لگانا
سکون شہر جاں جاتا رہے گا
کبھی دیوار پر درمت لگانا
زمین ہو جائے گی نظروں سے اوجھل
نگاہیں آسماں پر مت لگانا

فرزانہ خان۔ کوٹ ادو

عید مبارک

عید کے دن ہم سب نے مل کر عید کا جشن منایا ہے
پاک وطن کی سوہنی دھرتی کو گل رنگ بنایا ہے
نفرت بیر تعصب کی دیواریں کتنی اونچی ہیں
ان دیواروں کی اینٹوں کو قرش زمین پر لانا ہے
زلزلہ زدگانوں محتاجوں مسکینوں اور لاچاروں کو
عید کی خوشیوں میں شامل کر کے عید منانا ہے
پھولوں کی بارات ہر بستی میں لے کر جائیں گے
ہر پگھاوں ہر شہر کے گوشے کو مہکایا گیا
اک دوجے کا ہاتھ پکڑ کر قدم ملا کر چلنا ہے
سبز ہالی پرچم بستی بستی لہرانا ہے
حرص وہوا کے خول سے نکل کر آؤ آں بستی لہرانا ہے
حرص وہوا کے خوال سے نکل کر آؤ اک ایسی تدبیر کریں
آؤ مل کر عید کریں ایک شیشی مول تعمیر کریں

محبت خان آفریدی۔ ھدووالی

غزل

بتاتے جاؤ یہ بھی جائے جاتے
میری جان لوٹ کر آؤ گے کب تک
ٹپکتی ہیں میری آنکھوں سے بوندیں
تمہاری یاد کے بادل اسے اب تک
کھلے گا میرے دل کا پھول کب تک
نکل جائیں نہ جب تک جانا اطہر
نہ چھوٹے گا دو محبوب تب تک

فرزانہ خان۔ کوٹ ادو

غزل

لوٹ کر لے گیا ہے جو چین وہ حسین کتنا بھولا بھالا ہے
اس کی الفت میں ہار کر اے ہم نے اک لوگ دل میں پالا ہے
وہی یاد اب تک میرے دل میں
بن کے کسک رو رہی ہے
جیسے تھام کر ہم بے نام راستوں پر چل پڑے
وہ آنکھیں تیری وہ باتیں تیری
گرم سانسیں تیری
بھولے پائے نہیں ہم تو کچھ بھی صنم این
ہے اثاثہ ابھی تک بھی دلبرہ
وہی بلاتا ہے مسکرانا تیرا

عامر شہزاد۔ اٹک

وہ سوتے تو گجرہ مہکے جاگے تو جگنو چمکے
رات رانی مکماتی ہے وہ بھی اتنی رات گئے
درد جگر نے جب تڑپایا ہوش و خرد نے سمجھایا
آس بھرنا رسوائی ہے وہ بھی اتنی رات گئے
خواب میں ملنا اور پھر بچھڑنا غم و دکھ کی بات نہیں
پھر یہ نوبت کیوں آتی ہے وہ بھی اتنی رات گئے
در پہ ناز ان کے جو پہنچے فرط خوشی سے وہ بولے
کیسے زحمت فرمائی ہے وہ بھی اتنی رات گئے

ایم افضل بٹ ناز، ابوظہبی

دعا

اے نئے سال کے
ابھرتے ہوئے سورج
تمہیں اپنی کرنوں کی قسم
میری ایک بات مان لو
کہ اس نئے سال میں
دل کی راہوں پر
چلنے والوں کے
راستوں کو
روشنیوں سے بھر دینا

ایم افضل بٹ ناز، ابوظہبی

عشق دید جمال کرتا ہوں
زندگی پائمال کرتا ہوں
حسن کی عظمتوں کا مر مر کر
عشق کو لازوال کرتا ہوں
خواہش وصل میں ارے توبہ
درد کا اندمال کرتا ہوں
ہچکیاں کیسی ہچکولوں کی قسم
نزع میں عرض حال کرتا ہوں
تیری الفت بھری نظر کی قسم
دل کو محو جمال کرتا ہوں

میری آنکھوں میں بھر رہا ہے قفس
خود کو کیوں پائمال کرتا ہوں
نشہ حسن سے ہو غم منمور بھر
حسن کو لازوال کرتا ہوں
رائیگاں جائے گی دعائے واجد
بے خود میں سوال کرتا ہوں

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی، کراچی

رہتا ہوں ساتھ ساتھ کبھی کارواں سے دور
نعمتیں امید میرا ہے ہر کارواں سے دور
رہتا ہوں میں جہان وفا ہے جہاں سے دور
ہر نقش آرزو ہے میرا کارواں سے دور
ناصح کیوں میں تجھ سے کہ ہے کون جلوہ گر
منزل میں اپنی رکھتا ہوں ہر لامکاں سے دور
ہیں بجلیاں خیال میں دل میں نگاہ میں
میں دیکھتا ہوں برق تپاں آشیاں سے دور
ہنگامہ زار کس سے کہوں رخصت نہاں
نفس حیات میرا ہے ہر داستاں سے دور
صیاد کی نگاہ نہیں آشیانے پر
وہ گر رہی ہے برق کہیں آشیاں سے دور
ہے منزل مراد میری جستجو کہاں
کوسوں نکل گیا ہوں حد کارواں سے دور

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی، کراچی

بجلیاں گرتی رہیں اور پھر کہاں دیکھائے
ہم نشیمن کی تباہی کا سماں دیکھائے
دل کی بربادی کا منظر ناتواں دیکھائے
ہم اس طرح قفس میں آشیاں دیکھائے
ہم چمن کی بے نشانی کا سماں دیکھائے
ہر قدم پر اپنی تاثیر فغاں دیکھائے
مجھ کو زنداں اسیری نے دکھائے سبز باغ
بجلیوں سے بھی بہار آشیاں دیکھائے
یاد آیا جب کبھی کنج قفس میں آشیاں

تھام کر ہم دل کو سوئے آسماں دیکھائے
کس طرح سے ہوں واجد یہاں ضیاد گلشن کے مزے
ہم اسیران قفس بھی آشیاں دیکھائے

پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی، کراچی

موڈی

یہ کیا کہ جب تمہارا موڈ ہو
میرا نمبر ملاؤ مجھے بولو کہ تم سے بات کرنی ہے
اور مجھ سے پیار چاہو
سنو جاناں
بہت چاہا ہے میں نے تم کو
لیکن
اب میں تھک گئی ہوں
اور آج میں نے خود سے عہد کر ڈالا ہے
محض تیرا نہیں
اب میں اپنا موڈ بھی دکھایا کروں گی

عنبرین نذیر، سیاکھ پلانیاں

خوف

جان جان
کس کے ڈر سے
دوست اگر میں
کبھی یہ کہہ دوں تمہیں
کہ
''نفرت سے مجھے تم سے''
تو دکھ نہ کرنا
آنسو نہ بہانا
سوگ میں کوئی
دیا نہ جلانا
بس سمجھ لینا
مجبوری تھی
کمزوری تھی

ریاست علی شیرازی، پنڈی گجراں

ستارا کے نام

جب اے میرے ہمدم! ہوا
اوڑھ کر دھوپ کی ردا
ان آنکھوں میں ارتی ہوے
ٹھہرتی ہے لہو بن کر
مجھے وہ یاد آتی ہے
معصوم سی اک بے وفا
جس نے کہا تھا ''وہاں سے
میں جلد لوٹ آؤں گی''
راہ تکتی ہیں آنکھیں میری
دور بہت دور تلک
چھا جاتی ہیں پگڈنڈی پر
جو گاؤں سے نکلتی ہے
کچی سڑک تک جاتی ہے
کشتی کے پاس نہر پر کپڑے دھونے
جاتی ہے مجھے وہ یاد آتی ہے
معصوم سی اک بے وفا

ریاست علی شیراز، پنڈی گجراں

جب بھی سوچتا ہوں رونے لگتا ہوں
آنسو خود ہی چھپانے لگتا ہوں
جب کسی سے نگاہیں ملتی ہیں
نگاہیں اپنی ہی چرانے لگتا ہوں
جب کسی پر کیئے پنچھی کی طرح اڑتا ہوں
تو پھڑ پھڑانے لگتا ہوں

نصیر احمد تبسم

لٹ گئیں سب خواہشیں جب آئے ان کے شہر میں
اپنے پتھر سے لہوں کو کھولنا کیسا لگا
کتنے طویل سلسلے وہم وگماں کے ہیں
ناک ہے دل کا آئینہ غم دو جہاں کے ہیں
آنکھوں کے آئینہ میں تیرے دل کا عکس ہے

لوگوں سے اپنا راز کہاں تک چھپاؤں گی
آئینہ ٹوٹا تو کتنے آئینوں میں بٹ گیا
عکس تو تھا ایک کتنے زاویوں میں بٹ گیا
تو عکس ہے تو کبھی میری چشم تر میں اگر
تیرے لیے میں کہاں آئینے تلاش کروں
وہ اپنا عکس بھی آئینوں میں چھوڑ گیا
بچھڑنے والا جو یادیں دلوں میں چھوڑ گیا
تو اشک ہی بن کر میری آنکھوں میں سما جا
میں آئینہ دیکھوں تو تیرا عکس بھی دیکھوں
اسے گنوا کے تو میں خود بچھڑ گیا حارث
وہ ایک شخص تو تھا ہر پل آئینہ میرا

محمد حارث بازگری، کوھلو

لوٹ آؤ.....لوٹ آؤ

پھولوں میں اور کانٹوں میں
صحراؤں دریاؤں میں
گاؤں، شہروں اور بستیوں میں
پہاڑوں میں چٹانوں میں
سمندر میں کوہساروں میں
سرسبز اور شاداب میدانوں میں
اپنوں میں اور اغیاروں میں
تپتی دھوپ میں ریگستانوں میں
جنگلوں کی ہواؤں میں
خلا میں اور.....
اور اپنے دل میں بھی تم کو ڈھونڈا
دل میں تم مجھے مل گئے
بہت یاد آتے ہو تم
لوٹ آؤ! لوٹ آؤ.....

مبشر حسین، لاھور

میں نے اس سراپا حسین کو دیکھا بس سٹاپ پر
بس پھر اس کی تصویر چھپ گئی میرے دل ناداں پر
آنکھیں جھپکنا بھول گیا میں جب آنکھیں اس سے ملیں
وہ بھی شاید اپنا دل ہار بیٹھی اس خوبصورت نوجوان پہ
تھے اس کے ہونٹ گلابی، آنکھیں بادامی اور دلنشیں زلفیں
بڑی مشکل سے رکھا قابو اس دل کے حال پر
جب وہ مسکرائی دلربائی سے میری طرف دیکھ کر
میں بھی مسکرا دیا اس کا حال دل جان کر
بس میں بیٹھ کر بھی ہم ایک دوسرے کو دیکھتے رہے
مگر کمبخت کنڈیکٹر آ گیا ہمارے درمیان سب بھی جان کر
پھر اپنے دل کو سنبھال میں نے کیونکہ
یہ دل تھا پہلے ہی کسی پر عاشق ایک دلربا پر
حیرت سے مجھے وہ لڑکی دیکھتی رہ گئی
جب میں بہن کہہ کر اتر گیا اسے اک سٹاپ پر

مبشر حسین، لاھور

زندہ رہنے کیلئے کوئی بھی چارہ نہیں ہوگا
تیرے بغیر صنم اب تو گزارا نہیں ہوگا
میرے دل کے ویراں آنگن کو آباد کیا ہے تو نے
تیرے بعد میرے جیون کو کوئی سہارا نہیں ہوگا
تیری ادائیں مجھے دن رات یاد آتی ہیں
پل بھر بھی تیرا بھولنا دل کو گوارہ نہیں ہوگا
تم ہی سے آباد ہے دنیا میرے ارمانوں کی
مر جاؤں گا اگر دامن تمہارا نہیں ہوگا
تجھ سے ملنے کو یہ دل بے قرار رہتا ہے
تیری چاہتوں سے ہرگز کنارا نہیں ہوگا
اس سے دل لگا کر دل نے عہد کیا ہے دانش
کہ عشق زندگ میں پھر دوبارہ نہیں ہوگا

احسان دانش، راولپنڈی

ہونٹوں پہ محبت کے فسانے نہیں آتے
ساحل پہ سمندر کے خزانے نہیں آتے
وہ خواب جو کسی آنکھوں کی تصویر تھے
وہ سینے کسی کے آنکھوں سے چرائے نہیں جاتے
پلکیں بھی چمک اٹھتی ہیں سوتے میں ناز کی
آنکھوں کو بھی خواب چھپانے نہیں آتے

کیا سوچ کر اس کی گلی میں آئے ہو ایم
پھر لوٹ کے بچپن کے زمانے نہیں آتے
یہ حق ہے انہیں کہ وہ ہم کو بھول سکتے ہیں
ہم سے تو کسی سحر وہ بھلائے نہیں جاتے

جی ایم ناز، مندر کاٹھوڑ

کس قدر پر و پیچ یہ لمحوں کے ڈھارے ہوئے
مول لیں رقابتیں جب سے تمہارے ہوئے
سب رفتہ رفتہ تنہا کر کے ہم کو چل دیئے
آنکھوں کے آنسوؤں بھی اب خشک سارے ہوئے
آج بھی گلیوں میں وہ پھرتا ہے اسی شان سے
زمانے میں رسوا تو فقط ناز ہم بے چارے ہوئے
ذروخ ویران آنکھیں زخمی دل بکھرا وجود
عشق کے اک کھیل میں کتنے خسارے ہوئے
شوقی قسمت کے ساحل نے ہمیں ڈبو دیا ناز
وہ تم سے تھے جن کے لئے بھنور بھی کنارے ہوئے

جی ایم ناز، کاٹھوڑ مندر

گلابوں کی طرح دل اپنا شبنم میں بھگوتے ہیں
محبت کرنے والے خوبصورت لوگ ہوتے ہیں
کسی نے جس طرح اپنے ستاروں کو سجایا ہے
غزل کی ریشمی دھاگوں میں یوں یوں موتی پروئے ہیں
پرانے موسموں کے نام نامی مٹتے جاتے ہیں
کئی پانی کئی شبنم کئی آنسوؤں سے دھوتے ہیں
یہی انداز ہے میرا سمندر فتح کرنے کا
میری کاغذ کی کشتی میں کئی جگنو بھی ہوتے ہیں
سنا ہے خوبصورت لوگ محفل کی جان ہوتے ہیں ناز
بہت دن سے وہ پتھر ہیں نہ ہنستے ہیں نہ روتے ہیں

جی ایم ناز، مندر کاٹھوڑ

پچھلا سال،

پی جاؤں گا ایام کی تلخیوں کو
اک پیاسے کی مانند
تا کہ کچھ سکون آ جائے
دل بے قرار کو بھول جاؤں گا
کہ اس سال تیری میری ملاقات نہ ہو سکی
اس سال تیری آنکھوں کی برسات کو
میرا دکھ کہ تم کو چپ نہ کرانا
سب کچھ بھول جاؤں گا
سب ناکامیوں کو بھول جاؤں گا
اک نئے جذبے سے چلوں گا نئے سال
سب غم والم کو بھول جاؤں گا
نہ کروں گا کوئی بھی برا کام
تجھ کو ایشور یہ بہت چاہوں گا
مقدر کو پھر سے آزماؤں گا
روٹھے ہوئے صنم کو مناؤں گا
سب کچھ بھول جاؤں گا مگر
تجھ کو ایشور یہ نہ بھول پاؤں گا

ایاز نعیم ایازی، شمھاری

کیا بتاؤں کیوں جیتی بازی ہار گیا
جس کو چاہا وہ ہی مجھ کو مار گیا
لہو کے آنسو پلکوں سے گرے
گرتے گرتے اپنوں کے احسان اتار گیا
میری موت کو کوئی بہانہ نہ ملا
مجھے میرے دل کا دکھ ہی مار گیا
بڑی مشکل سے گزار رہے تھے دن
ایازی موت آنے سے اس کا انتظار گیا

ایاز نعیم ایازی، شمھاری

میں کہتا ہوں اے سے بار بار ہے مجھے تم سے پیار
وہ کہتی ہے ہر بار نہیں ہے ایم مجھے تم سے پیار
میں کہتا ہوں اے تو میری جان ہے
وہ کہتی ہے ایم عزت میری آن ہے
میں کہتا ہوں نہیں مکمل تم بن میں
تو وہ کہتی ہے میں کیا کروں ایم
وہ یہ کہتی ہوئی چلی گئی سوچوں گی ایم میں

پھر آئی اک دن وہ اے
میں نے پوچھا کیا تمہیں مجھ سے پیار ہے
اے نے جواب دیا ہاں ایم مجھے تم سے پیار ہے

محمود احمد مرزا، آزاد کشمیر

اے نے کہا ایم ایک سپنا ہونا چاہیے
جو صرف ہم دونوں کا اپنا ہونا چاہیے
پھولوں کی ایک وادی ہونی چاہیے
جس میں ہمارا گھر ہونا چاہیے
اور اس میں گلابوں کے پھولوں کا صحرا ہونا چاہیے
جس میں ہماری چاہت کا صحرا ہونا چاہیے
جہاں پیار والے کبھی جدا نہیں ہونا چاہیے
یمس تم کو ہر دم مسکراتے دیکھنا چاہتی ہوں
اے نے کہا ایم ایک سپنا ہونا چاہیے

محمود احمد مرزا، ناصرہ آباد

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے نام

ہے جس سے پاکستان کی پہچان
ہے وہ ایٹمی قوت کی چٹان
اب ہوئے ہیں ہمارے دشمن پریشان
پورے ہوئے ہیں مسلمانوں کے ارمان
اپنے پیارے ملک پاکستان کا شان
ملے ہمیں ڈاکٹر عبدالقدیر خان
یہ میرے اللہ کا کرم و احسان
جس نے کیں ہماری مشکلیں آسان
ہونگے ہم سب کامیاب و کامران
جس قوم کے ہیرو ایٹمی سائنسدان
کوئی نہ پکڑ سکے ہمارا گریبان
ہمیشہ رہے گا قائم ہمارا پاکستان
جب بھی 28 مئی کا دن منائیں گے
یاد ہم کو ڈاکٹر عبدالقدیر خان آئیں گے
پوری دنیا میں جس سے ہماری آن بان
پاکستان کے لئے ڈاکٹر عبدالقدیر خان

عرفان اکرم، چک 100

لوگوں نے مجھے اس لیے سچا نہیں لکھا
صحرا کو کبھی میں نے دریا نہیں لکھا
جس ہاتھ سے پھٹ جائیں غریبوں کے گریباں
اس ہاتھ کو کبھی میں نے ید بیضا نہیں لکھا
ابھرے ہوئے سورج کو وہ کہتا ہے دیا ہے
حیرت ہے کہ تو نے اسے اندھا نہیں لکھا
لکھا تھا صلیبوں پہ کہ مصنف ہیں منافق
یہ کلمہ حق تھا اسے بے جا نہیں لکھا
سورج نے بڑھا دی ہے تمازت میرے سر پر
میں نے کبھی دھوپ کو سایہ نہیں لکھا
جو شخص ظلمتوں کو چڑھائے نہ بدن پر
تاریخ نے اس کو کبھی عیسیٰ نہیں لکھا
جو سچ کے لئے جان تبسم اپنی گنوا دے
اللہ نے اس کو کبھی مردہ نہیں لکھا

محمد مبشر حسن، لاہور

وہ گزرے ہوئے پل و یادیں بہار کیں
موہ بیتی ہوئیں شامیں وہ باتیں پیار کیں
وہ تیرا بات بات پر مسکرانا پھر یوں شرمانا
وہ بےشوق عشق سے بھری ہوئیں وہ راتیں پیار کیں
وہ کالی زلفیں بچھا کر چاند کو مدہوش کرنا
وہ چاند سا روشن چہرا وہ پلکیں تمہاری نکھار کیں
وہ تیرا آنکھیں جھکانا پھر کچھ گنگنانا
وہ تیری مستی میں جھومتی نگاہیں وہ فضائیں پیار کیں
وہ سرشام مہکتی سانیں وہ پرکشش ادائیں
یادیں ہمیں آج بھی وہ ادائیں اپنے پیار کیں

احمد رضا ہاشمی، پنڈی میانی

تجھے عشق ہو خدا کرے
تجھے اس سے کوئی جدا کرے
تیرے ہونٹ ہنسنا بھول جائیں

تیری آنکھ پر غم رہا کرے !!
تو اس کی باتیں سنا کرے تو اس کی باتیں کیا کرے
تجھے دوستی نہ راس ہو تو تنہا تنہا رہا کرے
تجھے عشق کی وہ جھڑی لگے تو ملن کی پھر دعا کرے
اسے دیکھ کر تو رک پڑے وہ نظر جھکا کے چل پڑے
تیرے خواب بکھریں ٹوٹ کر تو کرچی کرچی چنا کرے
تجھے عشق پر پھر یقین ہو تو تسبیوں پر پڑھا کرے
تو نگر نگر پھرا کرے تو گلی گلی صدا کرے
پھر میں کہوں عشق ڈھونگ ہے تو بس یہیں کیا کرے

حافظ محمد شفیق، الہ آباد

میرے ہمدم مجھ سے ہیٹ نہ کر
بند آس امید کا گیٹ نہ کر
تو چاہے مجھ کو لفٹ نہ دے
پر غیر کو ہرگز گفٹ نہ دے
میرے پیار کا سستا ریٹ نہ کر
میرے ہمدم مجھ سے ہیٹ نہ کر
تیرا میرا واحد سیکشن ہے
رقیب نال میرا الیکشن ہے
رقیب کو نامی نیٹ نہ کر
میرے ہمدم مجھ سے ہیٹ نہ کر
میری کل کائنات کی بیسٹ صنم
میرے جذبات ہوئے ہیں گیسٹ صنم
تو جلدی آ پر لیٹ نہ کر

حافظ محمد شفیق، الہ آباد

میری جان

میری جان
بہت تڑپاتے ہو
خوابوں میں آتے ہو
کبھی ہنساتے ہو کبھی رلاتے ہو
آنکھ کھلتی ہے
اور کھو جاتے ہو
ڈھونڈتی ہوں بہت
مل نہیں پاتے ہو
ہیں تم سے اک التجا ہے
میری جان
خوابوں میں نہ آیا کرو
اتنا نہ تڑپایا کرو
نیندیں نہ اڑایا کرو
اگر آنا ہی ہے
تو
میری جان
آنکھ کھلنے پر
کھو نہ جایا کرو

عنبرین نذیر، سیاکہ پلانیاں

گزرے برس میں بس ہم نے اک بات جانی ہے
کچھ بھی اپنا نہیں ہے سب فانی ہے سب فانی ہے
کتنے جدا ہوئے ہم سے اس گئے برس میں
یہ تو ہر گزرے برس کی کہانی پرانی ہے
ہم نے تو سوچا تھا کچھ بھی نہ بتائیں گے تمہیں
سب کچھ بتانا پڑا جب سوچا گزر جانی یہ جوانی ہے
بہا دیئے ان آنکھوں نے جب آنسوؤں کے سمندر
تو معلوم ہوا ہر آنسو کی اپنی ایک کہانی ہے
تم نے کیسے سوچا کے چھوڑ جاؤ گے مجھے عنبرین
تیرے پیچھے گزار دی میں نے اپنی زندگانی ہے

عنبرین نذیر، سیاکہ پلانیاں

وہ بچھڑا ہے تو لوگوں اب اسے کہنا بھلا ڈالے
لکھا تھا نام میرا جن درختوں پر مٹا ڈالے
نئے رستوں پر نکلا ہے سفر میں شام آئیگی
اسے کہنا دیئے یادوں کے پل بھر کو جلا ڈالے
ملی تھی راکھ میں جو پھر سے جاگی ہے وہ چنگاری
کوئی شعلہ سا بھڑکا ہے اسے کہنا بجھا ڈالے
پرائی راہگزاروں پر بچھائی تھیں جو رہنے دے

نئے رستے ہیں جو بھی اب نئی پلکیں بچھا ڈالے
اگر اس راہ سے گزرے جو میرے گھر کو آتی ہے
وفاؤں کا یہ بہت آ کر ذرا کہنا ہلا ڈالے

ناصر اعوان، طارق آباد

تو آ بھی سکتا ہے ہمارے آنے کا نقشہ یہ ہے
کہ جب آپ بنوں کے اڈے میں آ جائیں کسی سے
ڈو میں کا پتہ کریں ڈومیں کہ چوٹ میں
یہ عظیم کلہ جدید روڈ جو آتا ہے پوچھ لیں
آپ سیدھا عظیم کلہ جدید آ جائیں
وہ کسی سے رسول محمد عرف ماما کا پوچھ لیں
والد کا نام ہے عبدالمجید یعنی عبدالحمید ہے
جو عظیم کلہ سے تقدہ ایک کلو میٹر مغرب کی طرف
ہمارا گھر ہے ہمارا کی بھائی قسمت علی دوسرا
عالدصمد تیرا عبدالرحمٰن جو گلے خان
کے نام سے مشہور ہے اس کا نا بھی لے سکتا ہے

اے بی سی

مغرور ہی سہی اچھا بہت لگا
وہ اجنبی تو تھا مگر اپنا بہت لگا
روٹھا ہوا تھا مجھ سے ہنس پڑا دیکھ کر
مجھ کو اس قدر بھی دلاسا بہت لگا
صحرا میں جی رہا تھا جو دریا دلی کے ساتھ
دیکھا جو غور سے پیاسا بہت لگا
لپٹا ہوا کہر میں جیسے خزاں کا چاند
میلے لباس میں بھی وہ پیارا بہت لگا
ریشم پہن کے بھی میری قیمت نہ بڑھ سکی
کھدر بھی اسکے جسم پر مہنگا بہت لگا

زاھدہ پروین، بھکر

الفت کی راہوں میں کوئی دیا وفا کا جلاؤ تو سہی
ہم رونے کے عادی ہیں ہمیں مسکرانا سکھاؤ تو سہی
ہم دور سے دیکھ کر تمہیں آہیں بھرتے ہیں
کبھی قریب آ کر ہمیں اپنے سینے سے لگاؤ تو سہی
محبت میں اتنے فاصلے اچھے نہیں ہوتے صنم
کبھی ان فاصلوں کو تم مٹاؤ تو سہی
ہر وقت پردے میں رہنا کوئی اچھی بات نہیں
کبھی ہمیں اپنے چہرے کا درشن کراؤ تو سہی

زاھدہ پروین، بھکر

جب سرشام اس نے زلفوں کو سنوارا ہوگا
ہاتھ میں کنگن آنکھن میں کاجل آوارہ ہوگا
اس کے جوڑے پہ لگا وہ سفید گلاب
رات سوتے میں کسی نے تو اتارا ہوگا
ہائے وہ نیند میں ڈوبی ہوئیں مخمور آنکھیں
جس نے دیکھا وہ دل وہی پہ ہارا ہوگا
اس نے بے تاب لرزتے ہوئے ہونٹوں پر فراز
ہمیں یقین ہے مچلتا ہوا وہ نام ہمارا ہوگا

عمران عباس، بھکر

یاروں کے دل کا زہر زمانوں میں آ گیا
ایک ایک تیر کھینچ کے کمانوں میں آ گیا
انمول جنس تھی کبھی احباب کا خلوص
اب تو یہ مال چل کر دکانوں میں آ گیا
تہذیب اپنے ظرف میں رہنے کا نام ہے
دریا چھلک پڑا تو مکانوں میں آ گیا
جب پتھروں کی سمت بڑھا دوستی کا ہاتھ
پہلا شگاف آئینہ خانوں میں آ گیا
تھیں پگڑیاں سربازار کا مذاق
یہ شوق شریف گھرانوں میں آ گیا
اے موج آب اب تیری غیرت کا ہے سوال
ایک مستقل غرور چٹانوں میں آ گیا
دریا سمجھ کر پیاس کو سیراب ہو گئے
ایسا شعور تشنہ دہانوں میں آ گیا
کائیں اس شجر کو پلیں جس کے چھاؤں میں
یہ حوصلہ ہمارے جوانوں میں آ گیا
ناز میں کوئے عشق میں رسوا ہو مگر

بہترین شعرا اپنے پیاروں کے نام

ایم، لاہور کے نام

کیا لکھ بیٹھا ہے میں نے کہ تم ہو گئے
لاؤ تو اک ذرا میری تحریر سامنے

رضا بلال-لاہور

خرم، راولپنڈی کے نام

رسوا کر دیا مجھے زمانے بھر میں
تیری چاہت نے یہ حال کر دیا زمانے بھر میں
اب تو خوشی پاس نہیں آتی مگر
غموں نے گھیر لیا مجھے زمانے بھر میں

وصی مغل-واہ کینٹ

کے ایس، فیصل آباد کے نام

کیا وہ زمانہ تھا کہ ہم روز ملا کرتے تھے
چپکے چپکے ایک دوسرے کے ہمراہ پھرا کرتے تھے
ہمیں دیکھ کر جو چپ چاپ گزر جاتا ہے
کبھی اس شخص سے ہم پیار کیا کرتے تھے

عطاء اللہ شاد-جڑانوالہ

عمر فاروق، اڈا جسو آنہ بنگلہ کے نام

ذرا سامان رکھ لینا میری پہلی محبت کا
تم سوچ کر کرنا میری پہلی محبت ہے
اگر جانے کی ضد ہے تو چلے جاؤ مگر سن لو چاہت
جلدی لوٹ کے آنا میری پہلی محبت ہے

رائے عیس ولی چاہت-اڈا جسو آنہ بنگلہ

ثمر مبریز بشیر گوندل، گوجرہ کے نام

کاش کوئی دوستی کا بازار ہوتا
اور اس میں دوست نیلام سر عام ہوتا
میں خریدتا تجھے اپنے آپ کو بیچ کر
پھر تجھے میری دوستی کا احساس ہوتا

قمر اعجاز ثمر گوندل-گوجرہ

AG کے نام

دیں کے وفا کا بدلہ بڑی سادگی سے ہم
تم ہم سے روٹھ جانا اور زندگی سے ہم

شعیب شیرازی-جوہر آباد

کسی دوست کے نام

ملے تھے تجھ سے تو ہم چند ساعتوں کے لئے
مگر یہ زخم دیئے تو نے مدتوں کے لئے
بچھڑ کے تجھ سے یہ محسوس ہو رہا ہے مجھے
کہ فاصلے بھی ضروری ہیں قربتوں کے لئے

محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

شمسہ کنول، چک شمالی کے نام

رابطوں سے نفرتوں کے راستے کم ہو گئے
ایک ایک کر کے دلوں کے فاصلے کم ہو گئے
ترک رسم دوستی ہرگز میرا مسلک نہ تھا
اتفاقاً دوستوں سے رابطے کم ہو گئے

عصمت-چک شمالی

محمد منیر سحری، کراچی کے نام

جو دل جیت لے وہ جگر ہم بھی رکھتے ہیں
جو قتل کر جائے وہ نظر ہم بھی رکھتے ہیں
آپ سے وعدہ ہے مسکرانے کا دھوکہ
آنسوؤں کا سمندر ہم بھی رکھتے ہیں

ایم فاروق-رحیم یار خان

سلیم رحمان کے نام

ملے تو ہزاروں لوگ تھے زندگی میں
تم سب سے الگ تھے جو دل میں اتر گئے

فضلین ساجد

رائے امیر حمزہ، اڈا جسو آنہ بنگلہ کے نام

بہت نام سنا تھا بچپن میں وفا کا

جب جوان ہوئے تو روایت ہی بدل گئی
رائے عیس ولی چاہت-اڈاجسوآنہ بنگلہ

ارشد محمود فوجی کے نام

حیران نہ ہوا کر یوں میرے یاد کرنے پر
تعلق جن سے دل کا ہو وہ اکثر یاد آتے ہیں
انصر محمود عرف جانی-مندرہ

دوستوں کے نام

ساقی تجھ کو تھوڑی سی تکلیف تو ہو گی
ساگر کو ذرا مقام میں کچھ سوچ رہا ہوں
محمد وقاص احمد حیدر-سہگل آباد

ساجد، منڈی بہاؤالدین کے جنام

جنت کے محلوں میں ہو محل آپ کا
پھولوں کی وادی میں ہو شہر آپ کا
ستاروں کے آنگن میں ہو گھر آپ کا
دعا ہے میری سب سے خوبصورت کو مقدر آپ کا
محمد افنان-رکن سٹی

ایم این، ڈی آئی خان کے نام

کتنے مجبور ہیں تقدیر کے ہاتھوں فراز
نہ اسے پانے کی اوقات رکھتے ہیں نہ کھونے کا حوصلہ
عبادت کاظمی-ڈی آئی خان

کسی اپنے کے نام

وہ چپ رہتا تھا مگر نگاہیں بولتی تھیں فراز
کچھ لوگ خاموش رہ کر بھی دل جیت لیتے ہیں
رائے عیس ولی چاہت-اڈاجسوآنہ بنگلہ

ندیم، پکہ ٹالہ کے نام

یہ صنم کے رہے نہ وصل کے رہے
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
جسم کے اتنے ٹکڑے ہوئے
نہ کفن کے رہے نہ دفن کے رہے
محمد افنان-رکن سٹی

این کے نام

یہی تھی موت جو تجھ سے بچھڑ کر دیکھی ہم نے
زندگی تو وہی تھی جو تیری محبت میں گزار آئے
فضلین ساجد

کے ایس، فیصل آباد کے نام

حالات غم سے جانا بدل جاؤ گے
اک روز آتش عشق میں جل جاؤ گے
کون کسی کو سدا پکوں پہ بٹھاتا ہے
مجھے معلوم ہے کہ کل تم بھی بدل جاؤ گے
عطاء اللہ شاد-جڑانوالہ

ایس اور آر، گجرات کے نام

میں نے تو سوچا تھا بھول جاؤں گا اسے
پر جب جب یاد وہ آیا خود کو بھول گیا
بس اس خیال سے آنسو چھپا لئے ہم نے
اداس رہ کر کسی کو اداس کیا کرنا
ممریز بشیر قمر اعجاز گوندل-گوجرہ

شہزادہ بھیا کے نام

تیری قربت کے لمحے پھولوں جیسے
مگر پھولوں کی عمریں مختصر ہیں
شعیب شیرازی-جوہر آباد

صغریٰ پروین، چک شمالی کے نام

پھول اور بھی ہیں مگر گلاب جیسا کوئی نہیں
ہنسیں اور بھی ہوں گی مگر آپ جیسی کوئی نہیں
عصمت رانی-چک شمالی

این کے نام

ہر رات کے چاند پر ہے نور آپ سے، ہر صبح کی اوس کو ہے غرور آپ سے
ہم کہنا تو نہیں چاہتے لیکن، مر جائیں گے رہ کر دور آپ سے
یاسمین سلیم قادری-کراچی

A، پاک پتن کے نام

ہونٹ چہرے پہ اس کے یوں نظر آتے ہیں ساقی
دودھ میں رکھی ہوں جیسے دو پنکھڑیاں گلاب کی
محمد ثاقب رفیق-عارف والہ

لبابہ کاظمی، ڈی آئی خان

ہم نہ سمجھے میری نظروں کا تقاضا فراز
تو نے حسن کے پہرے پہ دربان بٹھا رکھے ہیں
سید عبادت علی کاظمی-ڈی آئی خان

اپنے شہر لاہور کے لئے

اگر دشمن حملہ کرے تو قہر بنتا ہے لاہور
شہیدوں غازیوں کا شہر ہے لاہور
داتا کی نگری اور بادشاہی مسجد کے میناروں کا شہر ہے لاہور
میرا اس بات پر یقین کامل ہے
کہ نصر من اللہ و فتح قریب کا شہر ہے لاہور
محمد واصف-واہ کینٹ

کسی اپنے کے نام

خدا کرے تیری محبت میں وہ مقام آئے
آنکھ بند ہو اور لبوں پہ تیرا نام آئے
وصی کنجاہی-واہ کینٹ

عامر علی، صوابی کے نام

تو کسی اور کے لئے ہو گا سمندر عشق وصی
ہم تو روز تیرے ساحل سے پیاسے گزر جاتے ہیں
خترعلی-صوابی

وارث آصف خان کے نام

چھونے سے قبل رنگ کے پیکر پگھل گئے
مٹھی میں نہ آ پائے کہ جگنو نکل گئے
پہلے ہوئے تھے جاگتی نیندوں کے سلسلے
آنکھیں کھلیں تو رات کے منظر بدل گئے
فرزانہ یاسمین-کلورکوٹ

قارئین کے نام

جس خواب میں ہو جائے دیدار مدنی نبیؐ کا
وہ نیند یااللہ ہم سب کو سلا دے
انعام علی-جنڈ

پنڈی میں مقیم دوست کے نام

بن کے مہک فضاؤں میں آ جاتے ہو
کبھی خوشبو بن کے ہواؤں میں آ جاتے ہو
اللہ ہر دکھ سے رکھے تم کو محفوظ
ہاتھ اٹھتے ہیں تو تم دعاؤں میں آ جاتے ہو
انعام علی-جنڈ

پرنس، منڈی بہاؤالدین کے نام

درد کا احساس تم کیا جانو گے
پیار کرتے ہیں تم سے تم کب مانو گے
انتظار کا مزہ کیا ہوتا ہے
جب دور ہوں گے تم سے تب تم یہ جانو گے
اسد شہزاد-گوجرہ

کسی خاص دوست کے نام

کیا لکھ دیا ہے میں نے کہ تم ہو گئے خفا
لاؤ تو اک ذرا میری تحریر سامنے
محمد فاروق-کوٹ رادھا کشن

سب دوستوں کے نام

بہت ناز ہے مجھے اپنے یاروں کی محبت و خلوص پے اے انسان
یہی تیری میت پے آ کے پوچھیں گے کہ کتنی دیر ہے دفنانے میں
محمد فاروق-رحیم یار خان

ایس امتیاز، کراچی کے نام

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا
اعجاز ساحل-کوٹ رادھا کشن

SR، سیالکوٹ کے نام

ٹوٹ جاتے ہیں بکھر جاتے ہیں کانچ کے گھر میں مقدر اپنے
اجنبی تو سدا پیار سے ملتے ہیں بھول جاتے ہیں تو اکثر اپنے
صنم چوہدری-سرگودھا

مجھے اپنے خلوص کا اتنا تو یقین ہے فراز
وہ مجھے چھوڑ تو سکتا ہے مگر بھول نہیں سکتا
✪ نعیم راج-کنگن پور

ماجد علوی، سردار گڑھ کے نام

عجیب تماشا ہے مٹی کے بنے لوگوں کا واسی
بے وفائی کرو تو روتے ہیں اور وفا کرو تو رلاتے ہیں
محمد فاروق-رحیم یار خان

شہزادہ عالمگیر کے نام

اکثر میری آنکھوں کو تم جھیل بنا دیتے ہو
یاد آتے ہو اس قدر کہ مجھ کو درد دیتے ہو
بھول جانا تو نہیں آسان تم کو مگر اے جان جگر
جانے تم کس طرح مجھ کو بھلا دیتے ہو
لعل شاہ رخ خان-کرک

کسی اپنے کے نام

ہجر لازمی ہے تو پھر وصال کا وعدہ کیسا
یوں خزاں رُت پہ پیاروں کا لبادہ کیسا
زخم دے کر نہ تم درد کی شدت پوچھو
درد تو درد ہے تھوڑا کیسا زیادہ کیسا
محمود وقاص احمد حیدری-سہگل آباد

M، کنگن پور کے نام

جس نے انداز دیا مجھے مسکرانے کا
اسے بھی شوق ہے اب مجھے رلانے کا
جو لہروں سے چھین کر لایا تھا کنارے پر
اب وہ منتظر ہے میرے ڈوب جانے کا
اے ڈی کنول-کھپرو

فرزانہ یاسمین، ڈگرنون کے نام

شاید مجھے نکال کے پچھتا رہے ہوں آپ
محفل میں اس خیال سے پھر آ گیا ہوں میں
عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

انیلہ شہزادی، لاہور کے نام

لوگ ہنستے ہیں تو اس سوچ میں کھو جاتا ہوں
موج سیلاب نے پھر کس کا گھروندا ڈھایا
✪ محمد عمر-میاں چنوں

کدی مہک نئیں جاندی پھلاں وچوں پھل سکدے سکدے جانے
کوئی قدر نہ جانے پیار دی دل ٹہدے ٹہدے ٹٹ جاندے
عفیفہ عندلیب-علی پور چٹھہ

حسن صباء، ایبٹ آباد

کس طرح ختم کریں اُن سے اپنا رشتہ امین
جن کو صرف سوچتے ہیں تو ساری دنیا کو بھول جاتے ہیں
ایم امین خان-ایبٹ آباد

M، کراچی کے نام

دل سے ہر پل چاہت کی صدا آتی ہے
یاد مجھ کو اس کی ہر اک ادا آتی ہے
قربان ہو جائے میری دوستی اس کی خوشیوں پر
پھر یقین ہو اسے کہ ہم کو بھی وفا آتی ہے
اے ایچ سی-سیت پور

پیاری امی جان کے نام

تیرے بغیر کسی بھی رشتے کو نبھانا مشکل ہے
تو جو نہ ہو دھوپ تو کیا سائے میں ہی چلنا مشکل ہے
ارم مصطفیٰ-راولپنڈی

اپنے کسی کے نام

نام تو لے لوں اس کا اپنی زبان مگر پھر یہ سوچتا ہوں
معصوم ہے محبوب میرا کہیں زمانے میں رسوا نہ ہو جائے
وصی مغل-واہ کینٹ

کسی دوست کے نام

ہر بات سے انکار نہیں ہوتا
ہر راستے پہ انتظار نہیں ہوتا
یوں تو اور بھی ہیں آپ کو یاد کرنے والے
لیکن ہر کسی کی یاد میں مجھ جیسا پیارا نہیں ہوتا
حمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

مجھے یہ شعر پسند ہے

بھیک میں ملی خوشی مجھے اچھی نہیں لگتی
میں اپنے ہی غم میں رہتا ہوں نوابوں کی طرح
✪ عامر شہزاد وفا-ہری پور

تیرا پیار عمر بھر میرے ساتھ رہے گا
یہ اور بات ہے کہ میری عمر وفا نہ کرے
✪ محمد واصف-واہ کینٹ

اپنے مطلب کے بنا کون کسی کو پوچھتا ہے ہادی
سوکھے ہوئے پتوں کو شجر بھی گرا دیتے ہیں
✪ حماد ظفر ہادی-منڈی بہاؤالدین

مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے
کسی کے ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
✪ ابرار احمد-گگو منڈی

تیرے شہر کے لوگ بھی عجیب ہیں فراز
قتل کر کے پوچھتے ہیں جنازہ کس کا ہے
✪ اے ڈی کنول-کھپرو

جانے کس دربار کا چراغ ہوں میں فراز
جس کا دل چاہتا ہے جلا کے چھوڑ دیتا ہے
✪ لعل شاہ رخ خان-کرک

بدنام ہوئے ہیں ہم شہر میں جس کی وجہ سے
اس شخص کو کبھی ہم نے جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا
✪ لعل شاہ رخ خان-کرک

صندل سی مہکتی ہوئی پرکیف ہوا
جھونکا کوئی ٹکرائے تو لگتا ہے کہ تم ہو
✪ ایم امیر عاصم ملک-میانوالی

یہ بھی اچھا ہے کہ ہم اچھے نہیں ہیں فراز
کسی کی آنکھ میں آنسو تو نہیں ہوں گے میرے مرنے کے بعد
✪ ایم امیر عاصم ملک-میانوالی

لاکھ تو پڑھتا رہے پیار کے منتر انعام
جن کی فطرت میں ڈسنا ہو وہ ڈسا کرتے ہیں
✪ انعام علی-جنڈ

یہ کون میرے دل میں کہتا ہے کہ میں ہوں
محسوس کروں اس کو تو لگتا ہے کہ میں ہوں
یادیں ہیں کہ رہ رہ کے سلگ اٹھتی ہیں اکثر
بادل کوئی تھم تھم کے برستا ہے کہ میں ہوں
☆ محمد اسحاق انجم-کنگن پور

یہ کتابوں میں لکھی کوئی بات ہے
توڑنا دل کسی کا بری بات ہے
ہم ضروری ہیں اک دوسرے کے لئے
تم نہ سمجھو تو یہ دوسری بات ہے
☆ محمد اسحاق انجم-کنگن پور

مجھے سمجھ نہیں آتا یہ پیار کا سودا ہے
ہو جائے جب یہ تو کچھ سمجھی نہیں رہ جاتا
✪ لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

وہ روز دیکھتا ہے ڈوبتے ہوئے سورج کو
کاش میں بھی کسی شام کا منظر ہوتا
✪ لقمان حسن-ڈیرہ اسماعیل خان

میں نے تجھے چاہا تو نے چاہا کسی اور کو
خدا کرے جسے تو چاہے وہ چاہے کسی اور کو
✪ عصمت ایڈ صغریٰ-بھلوال

آج بھی دیکھ لیا اس نے کہ میں زندہ ہوں
چھوڑ آیا ہوں اسے آج بھی حیرانی میں
✪ محمد طیب عثمان-لاہور

نجانے زمانے والوں کو کیا عداوت ہے ہم سے
کہ جس چیز کو ہم چاہتے ہیں سب اس کے طلبگار بن جاتے ہیں
✪ محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

نہیں سجدے کئے ہم نے کبھی غیروں کی چوکھٹ پر
ہمیں جتنی ضرورت ہو خدا سے مانگ لیتے ہیں
✪ محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

مجبور تھے ہم وفا اپنی جتا نہ سکے
کرتے رہے گِلہ میں زخم کسی کو بتا نہ سکے
چاہتوں کی حد سے بڑھ کر چاہا اسے
صرف اپنا دل نکال کر اسے دکھا نہ سکے

محمد فاروق-رحیم یار خان

پھول چاہتے تھے مگر ہاتھ میں آئے پتھر
ہم نے آغوش محبت میں سلائے پتھر
ان کی راہوں میں ہم نے چاند ستارے دیکھے
اپنی راہوں میں سلگتے ہوئے پائے پتھر

عثمان غنی-پشاور

سپنوں کی دنیا سجا رکھی ہے، محبت کی جوتی جلا رکھی ہے
میرے دل کو اب کوئی بچا نہیں سکتا، پتھر دل سے پیار کی امید جو لگا رکھی ہے

محمد فاروق اینڈ اعجاز-کوٹ رادھا کشن

ہمارے جاگنے سے تنگ ہو تو سو جاتے ہیں ساقی
کل اگر آنکھ نہ کھلے تو مجھ کو معاف کر دینا

افضال عباسی-راولپنڈی

دل جو ٹوٹے گا تو فریاد کرو گے تم
ہم نہ ہوں گے تو یاد کرو گے تم

عبادت کاظمی-ڈیرہ اسماعیل خان

ہم نہ سمجھے تیری نظروں کا تقاضا فراز
تو نے حسن کے پہرے پہ دربان بٹھا رکھا ہے

عدنان خان-ڈی آئی خان

زرخیز زمین بنجر نہیں ہوتی
دریا ہی بدل لیتے ہیں رستہ اسے کہنا

وسیم اکرم-چکوال

عجب لطف آ رہا تھا دلدار کی دل لگی کا
کہ نظریں بھی مجھ پر تھیں اور پردہ بھی مجھ سے تھا

افضال عباسی-راولپنڈی

دل فرسودہ میں پھر دھڑکنوں کا شور اٹھا
یہ بیٹھے بیٹھے مجھے کن دنوں کی یاد آئی

افضال عباسی-راولپنڈی

آیا ہوں تیرے باغ میں پانی پلا مجھے
پیاسا ہوں تیرے پیار کا ہونٹوں سے لگا مجھے

وحید علی عبدالحمید-مانا نوالہ

اپن کو کون سا جام پلا دیا
اپن کا تو سارا سنسار ہلا دیا

وحید علی عبدالحمید-مانا نوالہ

کیا موسم ہے کہ پتے بھی نہیں شاخوں پر
آج تو پھول سے خوشبو بھی جدا لگتی ہے

عدنان خان-ڈی آئی خان

کب تک ترسوں اس کی یاد میں اے خدا
اک ماں ہی دی تھی سچا پیار کرنے والی وہ بھی چھین لی

شہزاد خالق-کلر سیداں

زندگی کا ادھورا پن اس سے زیادہ کیا ہو گا شہزاد
جس انسان کے لئے ماں کی دعاؤں کی صدا نہ رہے

شہزاد خالق-کلر سیداں

دل تو چاہتا ہے کہ ہر بار آپ کو انمول خزانہ بھیجوں ساحل
مگر میری جھولی میں دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

محمد منیر سحری-کراچی

ایک چھوٹی سی غلطی پر وہ مجھے چھوڑ گیا فراز
جسے صدیوں سے میری غلطی کی تلاش میں تھا

ایم اے عمر-کھوئی رٹہ

یہ جوانی کی آوارگی اچھی نہیں ہے عمر
چلو گھر کو چلتے ہیں کہ شہر سارا سو گیا ہے

ایم اے عمر-کھوئی رٹہ

نہیں حال ہمارا تمہارے حال سے الگ
تم فرصتوں میں یاد کرتے ہو ہمیں تمہاری یاد سے فرصت نہیں

محمد نعمان-لاہور

دیوانہ ہوں میں اس کا وہ جانتی ہے
مگر ہر بار وہ کوئی نہ کوئی خنجر ضرور چلاتی ہے

امانت حسین جنجوعہ-میر پور، آزاد کشمیر

خدا عروج تجھے اس قدر نصیب کرے
کہ تیرے نام کے آگے میرا نام آئے

محمد واصف-واہ کینٹ

یہ دنیا عجب اک میلہ ہے
اس میلے میں میرا دل اکیلا ہے

امانت علی حسین جنجوعہ-میر پور آزاد کشمیر

مت کر آسمانوں کو چھونے کی حسرت اسد
وقت انسان سے زمین بھی چھین لیا کرتا ہے

اسد شہزاد-گوجرہ

کسی نے ملنے کا وعدہ کیا تھا تنہا شام کو ہادی
ہر روز ترستے سو جاتے ہیں اگلی شام کے انتظار میں

حماد ظفر ہادی-منڈی بہاؤالدین

رو رو کر اس نے کہا مجھے تم سے نفرت ہے منیر
اگر نفرت ہی تھی تو پھر وہ اتنا رویا کیوں

محمد منیر سحری-کراچی

وہ تو وہ ہے تمہیں ہو جائے گی الفت مجھ سے
تم اک نظر میرا ذوقِ دید تو دیکھو

بانیہ-ملتان

بدلتے موسم پہ اپنی امیدیں نہ رکھو فراز
دن بہاروں کے بڑے مختصر ہوا کرتے ہیں

مزمل عارف-مندرہ

کتنا خوف ہوتا ہے رات کے اندھیروں میں فراز
پوچھو ان پرندوں سے جن کے گھر نہیں ہوتے

مزمل عارف-مندرہ

نفرت کی آگ نے جلا دیا تم جیسے حسینوں کو
اک بھیڑ سی لگی ہے کفن کی دکان پر

جنید سیف-ڈگری

چلے آئے ہیں آنکھوں میں تیرا عکس پا کر
یہ آنسو آج پھر کوئی تماشا چاہتے ہیں

جنید سیف-ڈگری

کتنی دلکش ہے خاموشی ان کی
ساری باتیں فضول ہوں جیسے

شعیب شیرازی-جوہر آباد

جان ان پہ فدا کی ہے یہی پیار کا حق تھا
لوٹا دیا میں نے کہ جو حقدار کا حق تھا

محمد فاروق-رحیم یار خان

ہماری تڑپ تو کچھ بھی نہیں ابرار
سنا ہے آئینہ بھی ترستا ہے اس کے دیدار کو

ابرار احمد-گگو منڈی

ہم جتنا آج اسے چاہتے ہیں کل بھی اتنا ہی چاہیں گے
وہ تو پاگل ہے روز روٹھ جاتا ہے مجھے آزمانے کے لئے

مبارک حسین آرائیں-محراب پور

مجھ سے وہ اکثر ایک ہی سوال کرتی ہے تم مجھے اتنا پیار کیوں کرتے ہو
کوئی اسے جا کر بتا دے زندگی کس کو پیاری ہے

رفاقت علی-بھاگ نگر

محبتوں میں حسب نسب نہیں ہوتا
حوصلہ تجھ میں نہ تھا مجھ سے جدا ہونے کا

محمد اسحاق انجم-کنگن پور

کہاں تلاش کرو گے تم مجھ جیسے شخص کو
جو اپنی بیاد سے زیادہ تجھے یاد کرتا ہے

مبارک حسین-محراب پور

اشارہ تو مدد کا کر رہا تھا ڈوبنے والا اسد
مگر یاران ساحل نے سلام سے الوداع سمجھا

اسد شہزاد-گوجرہ

شرطِ محبت یہ نہیں کہ ہر وقت اس کا تقاضا کیا جائے
جن سے ہوتی ہے محبت وہ لوگ دل کی خاموش دھڑکنوں میں بستے ہیں

محمد عمران پرنس-حاصل پور

ٹوٹ نہ جائے بھرم ہونٹ ہلاؤں کیسے
حال جیسا بھی ہے تم کو سناؤں کیسے
پھول ہوتا تو تیرے در پر سجا بھی رہتا
زخم لے کر تیری دہلیز پر آؤں کیسے

مدثر سعید تبسم-ماڑی گاؤں

اب تو اشکوں کے ستارے بھی نہیں پلکوں پر
کن چراغوں کو جلائیں گے سحر ہونے تک

شاہد حسین قادری-پشاور

جذبات محبت چھپ نہ سکے جب غیب سے ہم نے کام لیا
میری آنکھوں میں آنسو آ گئے جب تیرا کسی نے نام لیا

اے ایچ-مانا نوالہ

درختوں کے پتے گرتے ہیں سوکھ جانے کے بعد
کون کسی کو یاد کرتا ہے بچھڑ جانے کے بعد

اسد علی-مانا نوالہ

پھولوں سے کیا دوستی کرنی وہ تو پل بھر میں مرجھا جاتے ہیں
دوستی کرو تو کانٹوں سے جو چبھنے کے بعد بھی یاد آتے ہیں

وحید علی-مانا نوالہ

مانا کہ میں غریب ہوں، یہ بات سچ تو ہے لیکن
تو اگر اپنی محبت کے قابل سمجھے تو تیرا ہر غم خرید سکتی ہوں

فرزانہ یاسمین-کلور کوٹ

محبت کر سکتے ہو خدا سے کرو فراز
مٹی کے کھلونوں سے کبھی وفا نہیں ملتی

عبدالخالق آرائیں-پاک پتن

چھوٹی سی بات پر کوئی شکوہ نہ کرنا
جب کوئی بھول ہو جائے تو معاف کرنا
ناراض تب ہونا جب ہم دوستی توڑ دیں گے
کیونکہ ایسا تب ہو گا جب ہم دنیا چھوڑ دیں گے

محمد فاروق-رحیم یار خان

آپ کے پیار کی ایک نظر چاہئے
دل ہے بے گھر اسے ایک گھر چاہئے

بس یونہی دیکھ کر مسکراتی رہو
یہ سہارا مجھے عمر بھر چاہئے

✪ ابرار احمد۔ گگو منڈی

ہم نے چرچا تو بہت سنا تھا اس کی سخاوت کا مبارک
یہ کب معلوم تھا کہ وہ درد بھی دل کھول کر دیتا ہے

✪ مبارک حسین آرائیں

میرے سجدوں کے تسلسل کو تو کیا جانے اے میرے دوست
سر جھکایا تو تیری خوشی مانگی، ہاتھ اٹھایا تو تیری زندگی مانگی

✪ مبارک حسین آرائیں

اے دل تو تنہائیوں میں رہنے کا عادی ہو جا
جنہیں تو یاد کرتا ہے وہ بہت مصروف رہتے ہیں

✪ ہانیہ۔ ملتان

آنکھوں میں جو تحریریں تھیں ہونٹوں پہ وہ بول نہ تھے
ہم تھے تیرے پیار کے عاشق ہاتھوں میں کشکول نہ تھا
ہم نے تم کو ٹوٹ کے چاہا یہ تو تمہارا حق تھا لیکن
تم بھی ہم کو ٹوٹ کے چاہتے ہم اتنے انمول نہ تھے

✪ شعیب شیراز۔ جوہر آباد

اُس کے ہاتھوں پہ اپنا نام دیکھا تو بہت خوش ہوا ساحل
یہ دیکھ کر وہ معصوم سے لہجے میں بولا، تیرے ہم نام اور بھی ہیں

✪ رئیس صدام حسین ساحل۔ سٹی خان بیلہ

اب اور کیا کسی سے مراسم بڑھائیں ہم
یہ بھی بہت ہے تجھ کو بھول جائیں ہم

✪ اسد شہزاد۔ گوجرہ

جاتی تاخیر سے نہ مل کہ ہمیں صبر آ جائے
اور ہم بھی تجھ سے نظر چرانے لگ جائیں

✪ اسد شہزاد۔ گوجرہ

سب مجھے ہی کہتے ہیں کہ تو اسے بھول جا صدام
کوئی اسے یہ کیوں نہیں کہتا کہ وہ مجھے یاد نہ آیا کرے

✪ رئیس صدام حسین ساحل۔ سٹی خان بیلہ

اتنی شدت سے وہ شخص میری رگوں میں اتر گیا اسد
کہ اُسے بھول جانے کے لئے مجھے مرنا ہو گا

✪ اسد شہزاد۔ گوجرہ

نہیں ہے مقدر میں وہ پھر بھی اُس سے پیار کرتے ہیں
اچا لگتا ہے اپنے مقدر کو سزا دینے میں

✪ ایم عمر۔ کھوئی رٹہ

مجھ میں عیب ہزار ہوں گے مگر ایک خوبی بھی ہے ہادی
ہم جس کو تھام لیں اس کو چھوڑا نہیں کرتے

✪ حماد ظفر ہادی۔ منڈی بہاؤالدین

احساس تیرا ہم نے تیرے بعد بھی رکھا
بھولا بھی تجھے اور یاد بھی تجھے ہی رکھا
اوجھل بھی کیا تجھے اپنی نگاہ سے
خوابوں کی دنیا میں آباد بھی رکھا

✪ حماد ظفر ہادی۔ گوجرہ

وہ مجھے ٹوٹ کر چاہے گا اور بھول جائے گا ساغر
مجھے خبر نہ تھی اسے یہ ہنر بھی آتا ہے

✪ ایم اے عمر۔ کھوئی رٹہ

دل کا بھی ہوتا ہے کبھی بچوں کا سا عالم
ہو زہر بھی خوش رنگ تو پینے کو مچل جائے

✪ ایم اے عمر۔ کھوئی رٹہ

یہ رنجشیں تو محبت کے پھول ہیں اسد
تعلقات کو اس بات پر گنوا بھی نہ دے
سوال یہ ہے تمہاری رفاقتیں بھی رہیں
اکیلے کیسے رہیں ہم تمہارے ہوتے ہوئے

✪ اسد شہزاد۔ گوجرہ

دل سے ہر پل چاہت کی صدا آتی ہے
یاد مجھ کو اس کی ہر اک ادا آتی ہے
قربان ہو جائے میری دوستی اس کی خوشیوں پر
پھر یقین ہو اسے کہ ہم کو بھی وفا آتی ہے

✪ اسد شہزاد۔ گوجرہ

بہت ستایا ہے کسی کی بے بس یادوں نے
اے رات اب تو گزر جا کہ اور رویا نہیں جاتا

✪ لقمان حسن۔ ڈی آئی خان

کچھ حادثوں سے گر گئے زمین پر اجنبی
ہم رشک آسماں تھے ابھی کل کی بات ہے

✪ محمد عمیر مظہر سنی۔ تمکیان

اسے کہو کہ اپنی مصروفیات کم کر دے ہادی
سنا ہے بچھڑنے والوں کا یہ پہلا بہانہ ہوتا ہے

✪ حماد ظفر ہادی۔ ملک وال

ابھی کچھ دیر نگاہوں میں پیاس رہنے دو
دل اس کے پاس ہے تو اس کے پاس رہنے دو

✪ بانو۔ گوجرانوالہ

☆✪☆

آپ کے خطوط

☆ میں جواب عرض کی رائٹر ہوں اس کے علاوہ شاعرہ بھی ہوں لکھنا میرا عشق اور رسالوں کو پڑھنا میرا جنون ہے ایک بار میں جواب عرض کے ساتھ ساتھ خوفناک ڈائجسٹ بھی ساتھ لے آئی تھی یہ تقریباً چھ ماہ پرانی بات ہے اور میں چھ ماہ سے تقریباً خوفناک میں لکھ بھی رہی ہوں اور پڑھ بھی رہی ہوں میں اپنے اس شوق کو پورا کرنا چاہتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ میں ہر موضوع پر لکھوں پیار محبت اور گھریلو کہانیوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا اور پھر خوفناک کی دینا میں بھی آ گئی اور اپنا شوق پورا کرنے لگی جواب عرض کی طرح خوفناک میں بھی مجھے بہت سارے بہن بھائیوں نے ویلکم کہا۔ اور میری لکھی کہانیوں کی تعریف کر کے میری حوصلہ افزائی کی۔ خوفناک بہت ہی اچھا رسالہ ہے اس کی جتنی بھی تعریف کروں کم ہے اس میں بعض کہانیاں ایسی بھی شائع کی جاتی ہیں کہ جن کو پڑھ کر راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے شروع شروع میں میرے ساتھ ایسا ہوا تھا لیکن اب بہت کم ہوتا ہے اب خوفناک پڑھتے پڑھتے میرا دل بھی مضبوط ہو گیا ہے اور اب اس کو پڑھنا مجھے بہت اچھا لگتا ہے میں بہت جلد ایک قسط وار کہانی بھیجوں گی جو یقیناً آپ بہن بھائیوں کو پسند آئے گی۔

(کشور کرن۔ چوکی۔)

☆ کچھ مصروفیت کی بنا پر میں کچھ عرصہ سے خوفناک کی محفل سے دور رہا ہوں لیکن اس کو بھولا نہیں تھا اس کو پڑھتا رہا تھا لیکن اس میں لکھ نہ سکا۔ عمران رشید صاحب نجانے کہاں کھو گئے ہیں آپ کی آئندہ آنے والی قسط وار کہانی کا انتظار رہے گا آپ میرے فیورٹ رائٹر ہیں ایک آپ اور ایک ریاض احمد صاحب ہیں وہ تو میرے بیسٹ رائٹر ہیں ان کے قلم میں وہ کچھ ہے جو آج تک میں نے کسی قلم میں نہیں دیکھا۔ اور وارث آصف صاحب سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ وہ مایہ کال ریوراڈ کا اختتام کریں ان کی کہانی رکی ہوئی ہے ہم ان کی کہانی کو مکمل ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور رانی خان نے بھی غائب ہیں وہ بھی بہت اچھا لکھتی ہیں ان کے قلم میں بہت نکھار دیکھتا ہوں ان کو دلی مبارک باد قبول ہو اور ساحل دعا بخاری کی تحریریں بہت ہی شوق سے پڑھتا ہوں اور اس کے علاوہ سب ہی ساتھیوں کو بہت زیادہ سلام قبول ہو اور رسالے کی ترقی کے دعا گو ہوں کہ خدا تعالیٰ خوفناک ڈائجسٹ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے آمین۔

(ابرار احمد۔ کراچی

☆ تازہ شمارہ خوفناک کا ملا خوشی اس بات کی ہوئی ہے کہ اس میں میرا پسندیدہ کالم خطوط شامل کیا گیا تھا ۔۔ اور اسلامی صفحہ دیکھ کر خوشی ہوئی اس کو ہر ماہ لازمی شائع کیا کریں اس بار کہانیاں سب ہی اچھی تھی ریاض احمد لاہور۔ قم قم نشاد رتوال۔ سلمہ اختر خان ملتان۔ آسیہ ساگر۔ آنسہ فیصل آباد۔ عبداللہ تربیلا ڈیم۔ انعام علی اٹک ان کی کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں ان سب کو میری طرف سے

مبارک باد سلام مزید اچھا لکھنے کے لیے دعا گو انیلا غزل بلقیس خان عرف بلورنی رابی خان شیخ آباد کی کہانیوں کا منتظر ہوں باقی تمام پڑھنے لکھنے والوں کو سلام دعا۔ خوفناک کی پوری ٹیم کو سلام اور ہمیشہ کی طرح خوفناک کی ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔

(جمال الدین۔ لاہور۔)

☆ آج پھر آپ کی محفل میں شامل ہو رہا ہوں سوچا دوستوں سے کچھ باتیں کر لی جائیں کچھ کہا جائے کچھ سنا جائے۔ ہاں تو میں سب سے پہلے ان لوگوں کی بات کروں گا جو رسالے سے شاید ناراض ہیں یا پھر کوئی مجبوری ہے کہ وہ لکھ نہیں پا رہے ہیں ان میں عمران قریشی۔ ایم اے راحت۔ خالد شاہان۔ صائمہ علی۔ امبر حسین۔ وغیرہ۔ ہم سب ساتھیوں کا ایک گروپ ہوتا تھا اور ایک سے بڑھ کر ایک تحریر لکھ رہے تھے ہر کسی کی کوشش ہوتی تھی کہ دوسرے سے بہتر لکھے جس میں ہر کوئی کامیاب ہو رہا تھا اور اب تو نئے لوگ آ گئے ہیں لیکن یہ بھی بہت اچھا لکھ رہے ہیں ان کی تعریف نہ کرنا ان کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ رابی خان بہت اچھا لکھتی ہیں ان کی تحریر میں بہت ڈر اور خوف ہوتا ہے اور عثمان غنی بھی کسی سے کم نہیں ہیں ان میں لکھنے کی بہت صلاحیت موجود ہے اور ذاکر حسین وہ بھی بہت اچھا لکھ رہے ہیں ان کے قلم میں بہت خوف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عمران رشید رسالے میں بہت اچھا وارث آصف ہیں جنہوں نے قسط وار سلسلہ شروع کیا جو کہ کامیاب رہا لیکن پھر نجانے ان کی کیا بات ہے کہ انہوں نے اس کہانی کو مکمل نہیں کیا خیر یہ ان کی اپنی مرضی ہے۔ ان کے علاوہ قم قم نشاد نے لکھنا شروع کیا اور بہت ہی خوب لکھا جو ساتھی رسالے سے ناراض ہو کر نجانے کہاں چلے گئے ہیں جہاں بھی ان سے گزارش ہے کہ وہ جلد واپس لوٹ آئیں خوفناک کے قارئین کو ان کی تحریروں کی ضرورت ہے وہ ان سب کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ ہماری ایک ساتھی تھیں فرزانہ نورین تھیں وہ بھی خوفناک میں اپنا راج قائم کئے ہوئے تھیں ان کی کہانیاں پڑھ کر دل کو سکون ملتا تھا لیکن وہ بھی غائب ہیں میری ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی جلد واپس آئیں اور اپنی قلم کا جادو جگائیں لوگ آپ کو پڑھنا چاہتے ہیں آپ لکھنا نہ چھوڑیں۔ بحر حال جو کچھ ہے بھی اگر سب ہی اس میں لکھنا شروع کر دیں تو یقیناً خوفناک کی محفل میں وہی رونق آ جائے گی وہ سب کچھ نظر آ جائے گا جو کبھی ہوتا تھا اور ان سب سے ہٹ میں خوشبو سلیم قادری اور یاسمین قادری یہ بھی ہر ماہ خوفناک کے لیے بہت کچھ لکھتی تھیں لیکن وہ بھی چپ سی ہو گئیں ہیں میں ان کو ضرور کہوں کہ وہ بھی واپس آ جائیں نجانے وہ کہاں چھپی ہوئی ہیں لیٹروں میں ان کا ایک مقام تھا۔ انعام علی جنڈ۔ محمد وقاص حیدری۔ فرید علی نہی۔ سیت پور۔ اور انیلہ غزل انہوں نے بھی خوفناک کے لیے بہت کچھ لکھا رسالہ میں ان کا ایک مقام تھا لیکن یہ بھی غائب ہو گئے۔ مجھے بہت کچھ یاد ہے میں کچھ بھی بھولا نہیں ہوں سب کو یاد رکھے ہوئے ہوں ان کو بھی جو نہیں لکھ رہے ہیں اور ان کو بھی جو لکھ رہے ہیں جو لکھ رہے ہیں کے لیے دعا گو ہوں کہ وہ مزید بہتر لکھیں اور جو رسالے سے کسی وجہ سے دور ہیں وہ بھی واپس آ جائیں۔ میں ان کی تحریروں کا شدت سے منتظر رہوں گا میں چاہتا ہوں کہ رسالے میں پہلی جیسی رونق آ جائے وہ لطف پیدا ہو جو کبھی ہوا کرتا تھا۔ مرزا امین بیگ بھی بہت اچھا لکھتے تھے وہ بھی اس رسالے سے ناطہ توڑ کر چلے گئے وہ جہاں کہیں بھی ہیں میرا لیٹر پڑھتے ہی خوفناک کی محفل میں لوٹ آئیں۔

ریاض احمد۔ باغبانپورہ لاہور۔)

☆ میں بہت پہلے خوفناک میں لکھتی تھی وہ بھی صرف خطوط یا پھر شاعری کرتی تھی کہانیاں لکھنا مجھے نہیں آتا ہے ہاں البتہ پڑھتی میں بہت ہی شوق سے ہوں جب میں اس کو پڑھتی تھی اس وقت ہمارے ساتھی صائمہ علی۔ امبر حسین۔ ایم اے راحت۔ خالد شاہان اور عمران قریشی ہوتے تھے ان کا رسالہ میں ایک مقام ہوتا تھا ایک پہنچان ہوتی تھی ایک وقار ہوتا تھا لیکن اب ان میں مجھے کوئی بھی نظر نہیں آتا مانسوائے ریاض احمد کے ریاض احمد تو خوفناک کی جان ہیں ان کی تحریروں میں بہت پرکشش ہوتی ہے بہت اچھا لگتا ہے ان کو پڑھنا میں ان کی فین تھی اور اب بھی ہوں۔ میں پرانے رائٹروں سے گزارش کروں گی وہ دوبارہ سے رسالے میں لکھنا شروع کر دیں تاکہ خوفناک کی محفل میں ایک بار پھر سے رونق آ جائے اب لڑکیوں میں ساحل دعا بخاری۔ رابی خان۔ قم قم نشاد۔ اور لڑکوں میں ریاض احمد۔ عثمان غنی ذاکر حسین۔ وغیرہ اچھے رائٹر ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے قلموں میں مزید ترقی دے اور وہ اسی طرح رسالے میں لکھتے رہیں۔

(نرگس ناز سکھر۔)

☆ میں نے خوفناک میں کئی خط لکھے ہیں لیکن لگتا ہے کہ یا تو میرے خط رسالے تک پہنچ نہیں پا رہے ہیں یا پھر کوئی اور وجہ ہے شہزادہ بھائی کی وفات کے بعد میں نے کچھ عرصہ کے لیے لکھنا چھوڑ دیا تھا لیکن کب تک میں اس سے دور رہتی میرا اس کے ساتھ گہرا رشتہ ہے اور میں اس کے لیے لکھتی رہوں گی میں اپنے فیورٹ رائٹر ریاض احمد سے گزارش کرتی ہوں کہ وہ رسالے کے لیے کوئی نہ کوئی لکھتے رہا کریں میں ان کی تحریروں کو بہت ہی پسند کرتی ہوں اور وہ میرے فیورٹ رائٹر ہیں ان کے لکھنے کا انداز بہت ہی اچھا لگتا ہے اور وہ میرے ہی نہیں بلکہ پورے خوفناک ڈائجسٹ کے فیورٹ ہیں اس کے علاوہ بہت سے ساتھی غائب سے لگتے ہیں ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی لکھیں رسالے میں پہلے والی روانی لے کر آئیں وہ مزہ واپس جو کبھی ہمیں ملتا تھا امید ہے کہ میری رائے پر عمل کیا جائے گا اور تمام رائٹر جو اس سے دور ہو چکے ہیں وہ واپس آ جائیں گے۔

(خوشبو سلیم قادری۔ اینڈ یاسمین قادری۔ کراچی۔)

☆ چھ مارچ کی زردیہ پہر کو بھائی احسن نے خوفناک لا کر دیا اس وقت ہم سبزی سے نبرد آزما تھے سب سے پہلے حسب معمول لیٹرز سے تشنگی بجھائی اپنا بہت پرانا لیٹر جس میں ہم نے جھوٹ بولا تھا کہ فالسہ کنول ہماری کزن ہے دیکھ کر بے اختیار نچلا ہونٹ دانتوں تلے چبا ڈالا ساتھ ہی بے ساختہ خود کو کوسا اصل میں میں نے تنقید سے گھبرا کر خصوصاً وارث آصف کی تنقید سے ہراساں ہو کر یہ جھوٹ بولا تھا کہ ہماری کزن جبکہ یہ ہمارا ہی نام ہے ہم نے بعد میں اس بات کی تردید بھی کی تھی مگر وہ خط شائع نہیں ہوا اور اب میں اس بات پر مٹی بھی ڈال چکی تھی کہ اب شائع نہیں ہوگا مگر یہ ہماری آنکھوں کے سامنے منہ چڑا رہا تھا ہماری بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جو ہم کر کے بھول بھلکے ہوتے ہیں مگر یکلخت وہ غیر متوقع طور پر ہمارے سامنے آ کر ہمیں ٹھٹکنے پر مجبور کر دیتی ہیں بہر حال میں اپنی اس غلطی پر از حد شرمندہ ہوں اور تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں میں تو اپنی دانست میں خوفناک میں آخری لیٹرز بھیج کے ہاتھ جھاڑ کر بیٹھ گئی تھی مگر میرا وہ فالسہ کنول کزن ہے والا لیٹر دیکھ کر آپ لوگوں کو کوفت ہوئی ہوگی برا لگا ہوگا اس کے لیے ہاتھ جوڑ کر آپ لوگوں سے معافی مانگتی ہوں اگر ہو سکے تو پلیز مجھے معاف کر دیجئے گا ورنہ آپ لوگ جو بھی سزا میرے لیے تجویز کریں گے مجھے قبول ہوگی میں شرمندگی سے سر جھکائے آپ لوگوں کی عدالت

میں حاضر ہوں آور آپ کے فیصلے کی شدت سے منتظر رہوں گی آپ اگر معاف کر دیں تو تہہ دل سے مشکور ہوں گی بصورت دیگر آپ کی ہر سزا سر آنکھوں پر اس کے علاوہ فالسہ کنول کے نام سے اپنا لیٹر دیکھ کر آنکھیں بھر آئیں مجے یاد ہے جب میں وہ خط لکھ رہی تھی تو میرے انکل نے دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے مجھے لکھتے ہوئے دیکھ کر میرے سر پر ہاتھ پھیر کہا تھا بہت اچھا کرتی ہو ٹی وی وغیرہ نہیں دیکھتی ہو بس پڑھتی رہتی ہو اب وہ ہمارے درمیان میں موجود نہیں ہیں موت بھی کس قدر سفاک ہے ناں زندگی آج کل بہت بہت مشکل ہو گئی ہے کشور کرن کا لیٹر پڑھ کر ہم حقیقتاً انگشت بدنداں رہ گئے یار آپ ہماری اکلوتی فین ہیں چلیں دل کو تسلی ہوئی کہ اب جب بھی اس حوالے سے کسی سے بات ہو گی تو ہم کہہ تو سکیں گے کہ کوئی ہمارا بھی فین ہے ایویں ہی اتنا عرصہ جھک نہیں ماری۔ ہاہاہا۔۔ اینی وے دی بنڈل آف تھینکس ویسے یار مجھ سے کہیں اچھا تو آپ خود لکھ لیتی ہو خوشبو جی آپ نے اتنے عرصے بعد لکھا اپنائیت کی خوابناک خوشبو چہار اطراف بکھر گئی اب پلیز آتی رہیے گا یا سمین جی سے بھی کہیں کہ اب خفگی ختم کریں اپنوں سے اتنا ناراض نہیں ہوا کرتے ایک بار پھر آپ سب سے معذرت خواہ ہوں وارث آصف خان آپ سے بھی مجھے آپ کے فیصلے کا شدت سے ویٹ رہے گا آپ سب کی خوشیوں کے لیے دعا گو اور طلبگار دعا۔

ساحل دعا بخاری محبوب شاہ۔

☆ مارچ کا خوفناک ہماری نظروں کے حصار میں ہے ٹائٹل پھر پرانا۔۔ بات ہو جائے وارث آصف صاحب سے جی تو بے نیازی صاحب آپ نے کہا کہ مہرین بھی یاد خدا میں بس جاتی تو لمحہ ہدایت عشق حقیقی ہر کسی کے نصیب میں یہاں ہوتا ہے عمر خوش نصیب تھا اسے یہ دولت مل گئی دوسری بات نوشین کو اپنے ساتھیوں پر حملہ آور دیکھ کر بھی ساتھ جوڑے رکھنا اس وقت تک انہیں نہیں پتہ تھا کہ نوشین مر چکی ہے جب کسی پہ کوئی سایہ وغیرہ حاوی ہوتا ہے تو کیا اس کے گھر والے اسے گھر سے نکال دیتے ہیں۔ میں نے تو ایسا دیکھا نہ سنا رہی عمر کے رنجیت کو مارنے کی بات تو اس کا ایک ہی جواب ہے عمر کے پاس قوت ایمانی تھی اس وقت اسے ایمان کامل لمحہ ہدایت عشق حقیقی عشق نبی ﷺ عطا ہوا تھا اور جس کے پاس یہ سب ہو کیا اس کے آگے کوئی باطل قوت ٹھہر سکتی ہے میرے خیال میں تو نہیں رہی بات عمر کے چلہ توڑنے کے بعد مہرین کے تعاقب کی تو یہ نکتہ میرے ذہن میں واقعی نہیں آیا تھا ہاہاہا۔۔ آپ کے توجہ دلانے کی از حد مشکور ہوں اور یہ آپ کی مایہ کال کا اینڈ کدھر ہے اگلے ماہ اسکا اینڈ لازمی ہونا چاہیے اب آپ اسے ہماری ریکوسٹ سمجھیں دھونس بھری فرمائش یا ہمارا حکم۔ آہم۔ ہاہاہا۔ ہم اس کا اینڈ جلد از جلد پڑھنا چاہتے ہیں انڈر سٹینڈ اور ہاں ہماری بکواس مہا بکواس تحریروں نے آپ کو از حد کوفت میں مبتلا کیا اس کے لیے ہم ہاتھ جوڑ کر آپ سے معذرت چاہتے ہیں اینڈ یو ڈونٹ وری اب آپ کوئی بکواس تحریر میری دکھائی نہیں دے گی آخری بات مجھے آپ کی تحریریں اور آپ کی تنقید بہت بہت پسند ہے اور میں نے نہ لکھنے کا فیصلہ بھی اس لیے کیا تھا کہ آپ کو میری سٹوری پڑھ کر کرفت میں مبتلا۔۔۔ نرگس ناز جی ویلکم جن لوگوں نے ہماری تحریروں کو پسند کیا انکا بے حد شکریہ کشور کرن جی اب یہ جان کے کہ آپ ہماری فین ہیں ہم ورطہ حیرت میں یعنی ہم میں ایک عدد فین کے مالک ہیں واؤ۔ ہاہاہا۔ ویری ویری تھینکس جی باقی ڈائجسٹ ابھی پڑھا نہیں کہ دل ہی نہیں چاہا۔ ہاں سرسری انداز میں ورق گردانی کرتے رہے خونی انتقام کا رانگ سٹائل اچھا ہے اور ہاں وارث آصف صاحب یا وآیا یہ آپ اپنی سٹوریز میں کیڑے مکوڑے کا ہے ٹھونس دیوت۔ ہوان کے بغیر کیا سٹوری لکھی اچ نہیں جاوت۔ خبردار جواب کسی سٹوری میں ان کا ذکر کیا تو ورنہ۔۔ ورنہ ہم کیا کر سکتے ہیں سوائے اس کے کہ

پڑھنا چھوڑ دیں۔ مذاق کر رہی تھی پلیز برا مت مانئے گا ارے رے رے۔۔ گھوریں مت دیکھیں سوری ناں اف غصہ کتنا آتا ہے آپ کا نام تو۔۔ بس اب آگے بول کے سر نہیں تڑوانا مجھے ڈیئر ریڈرز مجھے آپ کے فیصلے کا شدت سے انتظار رہے گا ہو سکے تو معاف کریئے گا اللہ برتر آپ سب کی پریشانی دور کرے اور آپ کی ہر جائز حاجب پوری کرے آمین۔ اپنے فیصلے سے جلد آگاہ کریئے گا۔

ساحل دعا بخاری۔ محبوب شاہ۔

☆ ایک طویل عرصے کے بعد پھر سے خوفناک ڈائجسٹ کی خدمت میں حاضر ہوں ہمارے پیارے بانی شہزادہ عالمگیر کی وفات کا بے حد افسوس ہوا مگر ہم کر بھی کیا سکتے ہیں موت کا فیصلہ تو اٹل ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک جناب شہزادہ عالمگیر کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ وہ ہمیشہ ہمارے دلوں میں زندہ رہیں گے اور زندہ ہیں۔ کہانیاں بہترین تھیں مگر فروری کے رسالے میں کافی تبدیلیاں تھیں خطوط شاید اب شائع نہیں ہوئے اور مختصر ڈراؤنے واقعات بھی غائب ہیں پلیز یہ سب سلسلے دوبارہ شروع کریں میں اب ہر ماہ ڈائجسٹ میں حاضر ہوتا رہوں گا آخر میں آپ کو پوری ٹیم کو اور سبھی لکھاریوں اور خاص طور پر میرے فیورٹ رائیٹر ریاض احمد کی خدمت میں سلام۔

محمد زبیر صائم۔ چوک سرور شہید۔

☆ تمام قارئین ورائٹرز کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام۔ ماہ مارچ کا شمارہ ملا ابھی تک ایک بھی کہانی نہیں پڑھی شاعری اور پھول کلیاں ہی دیکھی ہیں بہت بہتر ہیں ابھی میں کوئی تحریر نہیں لکھ سکتی نہ گزشتہ ماہ کی کہانیوں پر بحث کروں گی کیونکہ میرے پیپر شروع ہونے والے ہیں سب سے التجا ہے کہ پلیز میرے حق میں دعائیں کیجئے گ شاعری جو میں نے تھوڑی بہت پڑھی ہے اس میں سونیا قادر فرام ڈڈیال۔ محمد فاروق رحیم یار خان عفیفہ عندلیب علی پور چٹھہ محمد وقاص حیدری سہگل آباد اور اسد شہزاد گوجرہ منڈی بہاؤالدین کے اشعار پسند آئے اگر میرا یہ لیٹر شائع نہ ہوا تو میں پھر اپنا وقت برباد نہیں کروں گی کیونکہ جب آپ میری تحریریں شائع نہیں کرتے تو مجھے لکھنے کا فائدہ کیا ہے۔ اسی وجہ سے میں نے کوئی کہانی نہیں بھیجی حالانکہ میرے پاس دو کہانیاں مکمل پڑی ہوئی ہیں اپریل اور مئی تک انتظار رہے گا

رابعہ ارشد۔ منڈی بہاؤالدین۔

☆ ماہ مارچ کا شمارہ دشت جنون نمبر خریدا بہار کا سماں ہر طرف پھول ہی پھول اپنی مہک رچا رہے تھے میں بھی ان کھلتے پھولوں کے پاس بیٹھ گیا اور خوفناک پڑھنے لگا اسلامی صفحہ دیکھ کر دلی خوشی ہوئی یہ ہر ماہ شائع ہونا چاہیے تاکہ ہمیں اپنے دین اسلام پر توجہ دینی چاہیے اس بار بھی میری کوئی غزل اور اقوال زریں نہ تھا ایک سال سے زیادہ ہو گیا ہے میری کوئی بھی تحریر شائع نہیں ہو رہی ہے اس بار سب کے خطوط اچھے فرام خواب نگر نے انیل غزل پر تنقید ناجائز تھی دونوں بہت اچھا لکھتی ہیں رابی خان کی خونی تتلیاں بہت زبردست تھی انیلہ غزل خوفناک میں ہی نہیں جواب عرض میں کامیاب ہیں اس نے مس اقرا کی کمی پوری کر دی میری دعا ہے دونوں کہانیاں لکھتی رہیں غزلیں شعار سب کے اچھے تھے اب آگے کہانیاں کی جانب سے پہلے دشت جنون ریاض احمد لاہور کی پڑھی زبردست تھی میری طرف سے مبارک باد قبول ہو اس کے بعد کانٹس رابی خان بے حد اچھی تھی ہمیشہ کی طرح باقی خونی انتقام بلال بشیر ہری پور اندھیر نگری محمد ذاکر ہلاں آزاد کشمیر جن زادی عطا محمد بروہی۔ سانگھڑ ان کی کہانیاں بہت ہی پسند آئیں ان سب کو میری طرف سے مبارک باد۔۔ سید عارف شاہ پریمی۔ اسامہ چوک جہلم۔